علمی ادبی تحقیقی اور نادر و نایاب رسائل کا ترجمہ

رسائل امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا حافظ محمد عبد الاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّم دَائِمًا اَبَدًا ... عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّھِمِ

ھُوَ الحَبِیبُ الَّذِی تُرجٰی شَفَاعَتُہٗ ... لِکُلِّ ھَولٍ مِّنَ الاَھوَالِ مُقتَحَمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الکَونَینِ وَالثَّقَلَینِ ... وَالفَرِیقَینِ مِن عُربٍ وَّمِن عَجَمِ

فَاِنَّ مِن جُودِکَ الدُّنیَا وَضَرَّتَھَا ... وَمِن عُلُومِکَ عِلمَ اللَّوحِ وَالقَلَمِ

مکتبہ حنفیہ | قادری رضوی کتب خانہ لاہور

علمی ادبی تحقیقی اور نادر و نایاب رسائل کا ترجمہ

رسائل امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا حافظ محمد عبد الاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور 042-37213575

القول الجلی فی فضائل علی 385
فضائل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

الثغور الباسمة فی مناقب فاطمة 449
مناقب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

وصول الامانی باصول التہانی 471
مبارک دینا

تنزیه الانبیاء عن تسفیه الاغبیاء 481
گستاخی کس چیز کا نام

بشری الکئیب بالقاء الحبیب 519
دیدار حبیب المعروف موت کے بعد زندگی

فضائل شہادت 617

اللمعه فی الاجوبة السبعة 641
مردے سنتے اور جانتے ہیں

لباب الحدیث 657
فضائل اعمال

رزق اور زندگی بڑھنا اور گھٹنا 717

ریح النسرین فیمن عاش من الصحابه مائة وعشرین 727
طویل عمر کے لوگ

کشف الصلصله عن وصف الزلزله 733
زلزلہ کیوں آتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رجب المرجب ۸۴۹ بمطابق ۱۴۴۵ھ کو دریائے نیل کے کنارے مصر کے ایک قصبہ سیوط میں پیدا ہوئے۔ اسی قصبہ کی نسبت سے آپ سیوطی کے نام سے مشہور ہیں۔ جس گھر میں آپ پیدا ہوئے وہ علم وعرفان کا مرکز تھا آپ کے والد مکرم جید شافعی علماء میں تھے اور کئی کتب کے مصنف اور قاضی کے عہدہ پر فائز تھے اور آپ کے والد عباسی خلیفہ سلطان المستنجد باللہ کے اتالیق تھے۔ امام سیوطی نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ زمانہ کے بلند پایہ علماء سے علم حاصل کیا جن کی تعداد تقریباً چھ سو کے قریب ہے۔

آپ نے حصولِ علم کے لئے شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور .... وغیرہ کا سفر اختیار کیا آخر میں فریضہ حج کی سعادت کے بعد ۸۶۹ھ میں علوم کی تکمیل کی۔ آپ کی قوت حافظہ کا یہ عالم تھا آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اگر مجھے اس سے زیادہ احادیث بھی ملتیں تو ان کو بھی حفظ کر لیتا۔

الغرض آپ نے درس و تدریس تصنیف و تالیف، افتاء و قضاء اور رشد و ہدایت میں کمال حاصل کیا۔

۴۰ چالیس سال کی عمر میں آپ نے درس و تدریس اور افتاء کو ترک کر کے گوشہ یقینی اختیار۔ آپ نے تصوف کی منازل مشہور صوفی بزرگ شیخ کمال الدین محمد بن محمد مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ طے کیں۔ انہی کے دست مبارک سے خرقہ خلافت پہنا اور مخلوق خدا کو فیضیاب کیا۔

آپ محدث و مفسر اور علامہ ہونے کے ساتھ ساتھ عاشق رسول بھی تھے۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تعداد کا اندازہ لگانا تو بہت مشکل ہے مگر آپ کے شاگرد عبدالقادر سے روایت ہے کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کتنی مرتبہ زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا ہے فرمایا بیداری میں ستر مرتبہ دیدار ہوا ہے۔ امام شعرانی نے بھی یہی المیزان الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔

آخر کار یہ عاشق رسول ﷺ علم وفضل کا ستارہ ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء کو ۶۲ سال کی عمر میں دنیا فانی سے رخصت ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد نماز جمعہ پڑھائی۔ آپ کا مزار مبارک مصر میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

تصانیف: آپ کی تصانیف کی تعداد کم و بیش ۴۰۰ کے قریب ہے۔ اور ان میں چند رسائل جو کہ ''رسائل سیوطی'' کے نام سے آپ کی خدمت میں اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کر چکے ہیں اوراب رسائل جلد نمبر۲ آپ کے ہاتھوں میں ہے پہلی جلد کے رسائل کا ترجمہ حضرت علامہ پیر سید ظفر علی شاہ مھروی، شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ مھریہ لودھراں نے کیا۔ کچھ رسائل تو میری عرض اور خواہش پر ترجمہ کیے اور کچھ رسائل آپ نے عرصہ دراز سے ترجمہ کیے ہوئے تھے اوراب دوسری جلد کے رسائل جو کہ نادر و نایاب رسائل کا مجموعہ ہے۔ قدیم اور دور حاضر کے علماء نے ترجمہ کیے ہیں اور کچھ رسائل کا ترجمہ میں نے اپنے دوست علماء سے کروایا ہے اور کچھ رسائل میری ذاتی لائبریری میں محفوظ تھے۔

قارئین ان رسائل کو شائع کرنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور ساتھ خاص و عام لوگوں تک اسلاف کے عقائد و نظریات اجاگر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس کوشش کو میرے لیے قبر وحشر میں اپنی رحمت اور شفاعت نبوی ﷺ کا ذریعہ بنائے۔

الحمد لله رب العالمین وصلی الله تعالیٰ علی حبیبه سیدنا محمد وآله وصحبه واهل بیته وبارك وسلم۔

گدائے اہلِ بیت

محمد عبدالاحد قادری

گوگڑاں تحصیل وضلع لودھراں

۲ صفر ۱۴۳۶ھ بمطابق ۵ دسمبر ۲۰۱۴ء

نتیجۃ الفکر فی الذکر بالجھر

ذکر بالجہر کا ثبوت

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ محمد ثاقب اختر القادری

ترتیب نو

مولانا محمد عبد الاحد قادری

فہرست

میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں	12
جنت کے باغ	13
سیاح فرشتے اور مجلسِ ذکر	13
سکینہ کا نزول	14
ذاکرین پر اللہ فخر کرتا ہے	14
کثرتِ ذکر کی وجہ سے لوگ تجھے مجنون کہیں	14
ذکر کے حلقے جنت کے باغات ہیں	15
ذکر اور تعلیم کی مجلس	15
گناہ نیکیوں میں تبدیل	15
یومِ قیامت عزت دار کون	16
پہاڑوں کا خوشی کرنا	16
مومن کی موت پر زمین کا رونا	16
تنہائی اور جماعت میں ذِکرِ الٰہی	17
بلند آواز سے ذکر اور رسول اللہ ﷺ کا قریب سے گزر	17
"لا الہ الا اللہ" کے ساتھ جنت کا وعدہ	18
ذاکرین کا ہم نشین بد بخت نہیں	18
سرکارِ دو عالم ﷺ کو کن سے اُنس ہے؟	19
ذاکرین پر رحمتِ الٰہی کا نزول اور رسول اللہ ﷺ کا اُنس	19

ذکر کی مجلس سے وابستہ رہو 19
ذکر کرنے والوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنا محبوب 20
زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا 20
دس لاکھ نیکیاں 20
صحابہ کا بلند آواز سے تکبیر کہنا 21
فائدہ: از مصنف رحمۃ اللہ علیہ 21
اعتراض اوّل 22
جواب 22
دوسرا جواب 23
تیسرا جواب 23
اعتراض دوم 24
جواب 24
اعتراض سوم 25
جواب 25

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو مکرم فرمائے میں نے آپ سے مشائخ تصوف کے حلقہ ذکر مساجد میں با آواز ذکر کرنے اور "لا الـہ الا اللـہ" کہنے کے متعلق سوال کیا ہے کہ یہ مکروہ ہے یا نہیں۔

الجواب

اس میں کچھ بھی کراہت نہیں بلند اور آہستہ آواز دونوں طرح سے ذکر کی فضیلت کے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں اور ان میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ یہ فضیلت حالات اور لوگوں کے بدلنے سے بدل جاتی ہے۔ یعنی کچھ حالات میں اور کچھ لوگوں کے لیے ذکر بالجہر افضل ہے اور کچھ حالات میں اور کچھ اشخاص کے لیے آہستہ آواز سے ذکر کرنا جس طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند اور آہستہ آواز سے قرأت قرآن کے فضیلت متعلق وارد ہونے والی احادیث میں مطابقت دی ہے۔ اس مسئلے کو چند فصلوں میں بیان کروں گا۔

"ان احادیث کا ذکر جو صراحتہً یا التزاماً ذکر بالجہر کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں"

میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے کے اس گمان کے نزدیک ہوں جو وہ مجھ سے رکھتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو اگر وہ میرا ذکر تنہائی میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر تنہائی میں کرتا ہوں اور اگر وہ میر ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس

کا ذکر کرتا ہوں" اور اس حدیث سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ مجلس میں ذکر بلند آواز سے ہی ہوتا ہے۔ (بخاری)

(چنانچہ اس حدیث سے ذکر بالجہر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے)

جنت کے باغ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا، اے لوگوں! اللہ کے پاس ملائکہ کے دستے ہیں جو زمین میں مجالس ذکر کے پاس اُترتے اور ٹھہرتے ہیں پس جنت کے باغ میں چرلیا کرو صحابہ کرام نے عرض کی: جنت کے باغ کہاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر کی مجالس تو اپنی صبح و شام ذکر الٰہی میں کرو"۔

(مستدرک حاکم، بزار)

(حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

سیاح فرشتے اور مجلسِ ذکر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے۔

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاح ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے ہیں تو جب وہ کسی ذکر کی مجلس کے پاس آتے ہیں تو ان فرشتوں میں سے بعض دوسروں کو اپنے پروں (اوپر نیچے) آسمان تک گھیر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم کہاں سے آئے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری پاکی، بڑائی، حمد اور توحید بیان کررہے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے "وہ کیا مانگ رہے ہیں؟" فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ جنت کا سوال کررہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا انھوں نے جنت دیکھی ہے؟" فرشتے عرض کرتے ہیں یارب نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس کیا حال

ہو اگر وہ اسے دیکھ لیں۔ پھر فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے اور وہ کس چیز سے میری پناہ مانگ رہے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں ''جہنم سے'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا حال ہو اگر وہ اسے دیکھ لیں۔ پھر فرماتا ہے گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انہیں بخش دیا اور ان کی مانگی ہوئی چیز عطا کی اور جس چیز سے پناہ طلب کی اس سے پناہ بھی دی فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب ان میں ایک بندہ ایسا بھی ہے جو ان میں سے نہیں غلطی سے ان کے ساتھ بیٹھ گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اسے بھی معاف کر دیا ہے کیونکہ وہ (ذکر کرنے والے) ایسی قوم ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا''۔ (مسلم، مستدرک حاکم)

سکینہ کا نزول:

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کوئی ایسی قوم نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہو مگر یہ کہ ملائکہ انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ سکینہ نازل فرماتا ہے اور باری تعالیٰ اپنے مقرب فرشتوں میں اس کا ذکر فرماتا ہے''۔ (مسلم، ترمذی)

ذاکرین پر اللہ فخر کرتا ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے حلقہ ذکر پر تشریف لائے اور فرمایا تم کس مقصد کے لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر و حمد کے لئے بیٹھے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے تم پر فخر فرماتا ہے''۔ (مسلم، ترمذی)

کثرتِ ذکر کی وجہ سے لوگ تجھے مجنون کہیں:

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں'' حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(بیہقی شعب الایمان)

حضرت ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہیں'' (یہ حدیث شریف مرسل ہے اور ذکر جہر پر اس طرح دلالت کرتی ہیں کہ مجنون یا ریا کا ذکر بالجہر کے وقت کہا جاتا ہے نہ کہ آہستہ ذکر کرنے کے وقت۔ (بیہقی شعب الایمان)

ذکر کے حلقے جنت کے باغات ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغات میں سے گذرو تو چرلیا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جنت کے باغات کیا ہیں فرمایا ذکر کے حلقے''۔ (بیہقی شعب الایمان)

ذکر اور تعلیم کی مجلس:

بقی بن مخلد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

''بے شک نبی کریم ﷺ دو مجلسوں پر سے گذرے۔ ایک مجلس والے اللہ کو پکار رہے تھے اور اس کی طرف رغبت (یعنی ذکر) کر رہے تھے اور دوسری مجلس والے تعلیم دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دونوں مجلسیں اچھی ہیں اور ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے''۔

گناہ نیکیوں میں تبدیل:

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی قوم ایسی نہیں جو جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہو مگر یہ کہ آسمان سے ایک منادی ندا

دیتا ہے کہ اس حال میں اُٹھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں"۔ (بیہقی)

یوم قیامت عزت دار کون:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت فرمائے گا اہلِ قیامت آج جان جائیں گے کی عزت دار کون ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت دار کون ہیں؟ فرمایا مسجد میں ذکر کی مجلس والے"۔ (بیہقی)

پہاڑوں کا خوشی کرنا:

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:" بے شک ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو اس کے نام سے پکارتا ہے کہ اے فلاں کیا آج تیرے پاس اللہ کا ذکر کرنے والا گزرا ہے؟ تو اگر وہ کہتا ہے ہاں تو وہ خوش ہو جاتا ہے پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی"۔

لقد جئتم شیئاً ادا تکاد السمٰوت یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدّا۔ (سورة مریم)

ترجمہ: بے شک تم حد کی بھاری بات لائے قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وہ بُری بات سنتے ہیں اور اچھی نہیں۔

(بیہقی شعب الایمان)

مومن کی موت پر زمین کا رونا:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے:

فما بکت علیھم السماء والارض

(ترجمہ) تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے"۔

(سورہ دخان آیت ۲۹ پارہ ۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک مومن جب مرتا ہے تو اس پر زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس میں وہ نماز ادا کرتا اور ذکر الٰہی کرتا تھا۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابی عبید سے روایت کی کہ" بے شک مومن جب مرتا ہے تو زمین کے حصّے ندا کرتے ہیں اللہ کا بندہ مومن وفات پا گیا تو اس پر زمین و آسمان روتے ہیں رحمن جل شانہ فرماتا ہے تم میرے بندے پر کیوں روئے تو وہ عرض کرتے ہیں اے رب وہ ہمارے جس حصے میں چلتا تھا تو تیرا ذکر کرتے ہوئے ہی چلتا تھا۔ (علامہ ابن جریر فی التفسیر)

(یہ حدیث اس مسئلہ پر اس طرح دلالت کرتی ہے کہ پہاڑوں اور زمین کا سننا صرف جہر کے ساتھ ہی ہوتا ہے)

تنہائی اور جماعت میں ذِکرِ الٰہی:

سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بندے جب تو تنہا میرا ذکر کرتا ہے تو میں تنہا تیرا ذکر کروں گا اور اگر تو جماعت میں میرا ذکر کرے گا تو میں ان سے اچھی اور بڑی جماعت میں تیرا ذکر کرونگا۔ (بزار، بیہقی)

بلند آواز سے ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب سے گزر:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن ادرع رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک آدمی پر گزرے جو (ذکر میں) آواز بلند کر رہا تھا میں نے عرض کی یا رسول

اللہ ﷺ شاید یہ ریا کار ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ رقیق القلب ہے۔

(بیہقی)

بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے بارے میں جسے ذوالبجادین کہا جاتا تھا فرمایا کہ وہ نرم دل ہے۔

بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کرتا تھا تو ایک دوسرے آدمی نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا کہ یہ اپنی آواز پست رکھتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ وہ رقیق القلب ہے۔

"لا الہ الا اللہ" کے ساتھ جنت کا وعدہ:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ:

بے شک ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے جب آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھ اُٹھا کر "لا الہ الا اللہ" (کہو ہم نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اسی کا مجھے حکم فرمایا اور اسی پر جنت کا وعدہ فرمایا بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا پھر آپ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا۔ (مستدرک حاکم)

ذاکرین کا ہم نشین بد بخت نہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے روایت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ سیاح فرشتے ہیں جو ذکر کے حلقے کو ڈھونڈتے ہیں جب وہ اہلِ ذکر کے پاس آتے ہیں تو اس کو گھیر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے انہیں میری رحمت سے ڈھانپ دو کہ وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں رہ سکتا۔ (بزار)

سرکارِ دوعالم ﷺ کو کن سے اُنس ہے؟

ابنِ جریر نے عبدالرحمن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اُنہوں نے فرمایا سرکار دو عالم ﷺ اپنے کسی گھر میں تھے کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي"

(سورۃ کہف)

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم ﷺ انہیں ڈھونڈنے نکلے تو آپ نے ایک جماعت کو ذکر کرتے ہوئے پایا جن میں پراگندہ بال خشک جلد اور ایک کپڑے میں ملبوس لوگ موجود تھے آپ ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو ان کے ساتھ تشریف فرما ہو گئے اور ارشاد فرمایا تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا جن کے ساتھ انسیت کا مجھے حکم فرمایا۔ (طبرانی)

ذاکرین پر رحمت الٰہی کا نزول اور رسول اللہ ﷺ کا اُنس:

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس جماعت میں تھے جو ذکرِ الٰہی کر رہی تھی کہ نبی کریم ﷺ جب ان کے قریب سے گزرے تو وہ رک گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیا کہہ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی ہم ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا میں نے تم پر رحمت اترتی دیکھی تو میں نے چاہا اس میں تمہارے ساتھ شرکت کروں پھر فرمایا تمام خوبیاں اللہ کے لئے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن سے مجھے انسیت کا حکم فرمایا۔ (امام احمد کتاب الزہد)

ذکر کی مجلس سے وابستہ رہو:

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا۔ کیا میں تمہیں وہ اہم کام نہ بتاؤں جس سے تم دین و دُنیا کی بھلائی حاصل کرلو ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر کی مجالس سے وابستہ رہو اور تنہائی میں اللہ کے ذکر میں اپنی زبان ہلاؤ۔ (اصبہانی الترغیب)

ذکر کرنے والوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنا محبوب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فجر کی نماز سے طلوع شمس تک ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوا، اور عصر کی نماز سے غروبِ آفتاب تک ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے"۔ (ابن ابی الدنیا، اصبہانی الترغیب)

زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"نماز سے فراغت کے وقت بلند آواز سے ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں معمول تھا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذکر کی آواز سے میں جان لیا کرتا تھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہوگئے ہیں" (بخاری، مسلم)

دس لاکھ نیکیاں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بازار میں داخل ہوتے وقت یہ کہا

لا الہ اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر○

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لیے خوبیاں ہیں وہی زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے دس لاکھ بُرائیاں مٹا دیتا ہے اسکے دس لاکھ درجات بلند فرماتا ہے اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر تعمیر فرمادیتا ہے۔ بعض روایات میں فنادیٰ کا لفظ ہے۔ (مستدرک حاکم)

صحابہ کا بلند آواز سے تکبیر کہنا:

حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور ترمذی نے اس روایت کی تصحیح فرمائی کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ بلند آواز سے تکبیر کہیں''۔

(احمد، ابوداوٗد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ایامِ عشر میں بازار آتے اور تکبیر کہتے اور صرف اسی لئے بازار آتے تھے۔

مروزی نے عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قبہ میں تکبیر کہتے تو اہلِ مسجد تکبیر کہتے تھے پھر فوراً بازار والے تکبیر کہتے تھے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج جاتا تھا اور میمون بن مہران سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ''میں نے ایامِ عشر میں لوگوں کو تکبیر کہتے ہوئے پایا حتیٰ کہ میں انکی آوازوں کو کثرت کی وجہ سے موجوں سے تشبیہ دیتا تھا۔ (مروزی کتاب العیدین)

فائدہ: از مصنف رحمۃ اللہ علیہ:

جب آپ نے ہماری پیش کردہ احادیث پر غور وفکر کر لیا تو ان کے مجموعہ سے آپ نے جان لیا ہوگا کہ ذکر بالجہر میں قطعاً کوئی کراہت نہیں بلکہ اس مجموعہ میں وہ احادیث ہیں جو صراحۃً یا التزاماً اس کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا اور رہا اُس کا حدیث شریف، خیر الذکر خفی (سب سے بہتر ذکر خفی ہے) سے معاوضہ تو یہ قرآن مجید کی بلند آواز سے تلاوت کے متعلق احادیث اور پست آواز سے تلاوت کے متعلق وارد ہونے والی

احادیث میں معارضہ کی نظیر ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں یہ تطبیق دی ہے کہ قراءت خفی کرنا افضل ہے جب کہ ریاء کا خوف ہو یا نمازی یا سونے والوں کو اذیّت ہو اور جبکہ یہ چیزیں نہ ہوں تو ذکر جہر افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ عمل انجام دینا ہوتا ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے۔

ذکر جہر اس لئے بھی افضل ہے کہ یہ پڑھنے والے کے قلب کو بیدار کر دیتا ہے اور فکر کے لئے توانائی مرتکز اور سماعت کو ذکر میں مصروف کر دیتا ہے۔ جہری قراءت نیند بھگاتی ہے اور مزید چستی پیدا کرتی ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ کچھ قراءت جہری اور کچھ سری مستحب ہے کیونکہ سری قرات کرنے والا بھی کبھی تھک جاتا ہے تو سری میں آرام پاتا ہے اسی طرح ہم ذکر میں بھی تفصیلاً یہی قول کرتے ہیں اور اس طرح احادیث میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔

اعتراض اوّل:

اگر آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ذریعہ اعتراض کریں۔

واذکر ربك فی نفسك تضرعا و خیفة و دون الجهر من القول ○

(سورہ اعراف ۷:۲۰۵)

جواب:

اس آیت سے استدلال کا جواب تین طریقہ پر ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ آیت آیت اسراء (ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها) کی طرح مکیہ ہے اور یہ اُس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہر سے قراءت فرماتے تو مشرکین قرآن مجید کو سن کر گالیاں دیتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کا نزول فرما کر اس راستے کو بند کرنے کے لئے جہر نہ کرنے کا حکم دیا۔ ویسے ہی جس طرح بتوں کو گالی دینے سے اس فرمان میں منع کیا گیا۔

ولا تسبو الذین یدعون من دون الله فیسبو الله عدوا بغیر علم ○

(سورہ انعام)

اور یہ علت اب زائل ہو چکی ہے علامہ ابن کثیر نے تفسیر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

دوسرا جواب:

مفسرین کی ایک جماعت جن میں سے حضرت عبد الرحمن بن زید بن اسلم، امام مالک اور ابن جریر ہیں انہوں نے اس آیت کو قراءت قرآن کے وقت ذکر کرنے والے پر محمول کیا ہے اور قرآن کی تعظیم کے لئے اس طرح (پست آواز) ذکر کرنے کا حکم دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ "قراءت" قرآن کے وقت آوازیں بلند ہوں اور اس جواب کو اس آیت اتصال قوی کر رہا ہے۔

واذ قرئ القرآن فاستمعو اله وانصتو۔

میں (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں جب اللہ تعالیٰ نے انصاف کا حکم فرمایا تو سننے والا بے کاری میں مبتلا ہونے سے ڈرا چنانچہ باری تعالیٰ نے اس بات پر تنبیہہ فرمائی کہ اگرچہ اسے زبان سے ذکر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اب بھی ذکر بالقلب کا مکلف ہے یہ تنبیہہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمائی کہ انسان ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے آیت کو اس طرح ختم فرمایا کہ: ولا تکن من الغافلین۔

تیسرا جواب:

وہ ہے جسے صوفیاء کرام نے بیان فرمایا کہ اس آیت میں (ذکر سری) کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے جو کہ کامل اور مکمل ہیں اور رہے دوسرے جو وسوسوں اور پست خیالات کے محل ہیں تو انہیں بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ذکر بالجہر ایسے وسوسوں اور خیالات کے دفع کرنے میں بہت زیادہ مؤثر ہے۔

میں (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اسی جواب کی تائید وہ حدیث شریف کرتی ہے جسے بزار نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من صلی منکم باللیل فلیجهر بقراء ته فان الملائکة تصلی بصلاته و تسمع لقراء ته وان مومنی الجن الذین یکون فی الهواء و جیرانه معه فی سکنه یصلون بصلاته ویستمعون قراء ته وانه ینطرد بجهره بقراء ته عن داره وعن الدور التی جوله فساق الجن و مردة الشطان۔

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی تہجد پڑھے تو جہری قرأت کرے اس لئے کہ بلاشک ملائکہ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرأت کو سُنتے ہیں اور مومن جن جو کہ ہوا میں ہوتے ہیں اور وہ جو اس آدمی کے پڑوسی ہیں اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرأت کو سنتے ہیں فاسق جن اور خبیث شیاطین اسکی جہری قرأت کو سن کر اس کے اور آس پاس کے گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔

اعتراض دوم:

اگر آپ اعتراض کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ادعو ربکم تضرعا وخفیة انه لایحب المعتدین۔

(سورۃ اعراف ۷۔۵۵)

اور اعتداء (حد سے بڑھنے) کی تفسیر دعا میں جہر سے کی گئی ہے۔

جواب:

اس اعتراض کا جواب دو طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

(۱) شریعت میں اعتداء کی تفسیر میں راجح یہ ہے کہ یہ مامور بہ (یعنی حکم) سے تجاوز کرنا ہے یا ایسی دعا ایجاد کرنا ہے جسکی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو اس تفسیر کی تائید ابن ماجہ اور حاکم کی مستدرک میں روایت کردہ حدیث کرتی ہے جسکی حضرت ابونعامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے حاکم نے تصحیح کی ہے۔

ان عبد الله بن مغفل سمع ابنه یقول اللهم انی اسألك القصر الابیض عن یمین الجنة فقال انی سمعت رسول الله یقول سیکون فی هذا الامة قوم یعتدون فی الدعاء

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا اے اللہ میں تجھ سے جنت کے دائیں جانب سفید محل کا سوال کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ عنقریب میری اُمت میں ایک گروہ ہوگا جو دعا میں حد سے بڑھ جائے گا۔

(۲) دُوسرا جواب یہ ہے کہ بصورت تسلیم یہ آیت کریمہ دعا کے متعلق ہے نہ کہ ذکر کے متعلق اور دعا کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں سِر (یعنی پست آواز) کرنا افضل ہے کیونکہ یہ قبولیت کے زیادہ نزدیک ہے اور اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اذنادی ربه نداء خفیا۔ (سورہ مریم ۱۹،۳)

ترجمہ: جب اس (حضرت زکریا علیہ السلام) نے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔ اور اسی وجہ سے اتفاقاً نماز میں آہستہ آواز سے استعاذہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ وہ دعا ہے۔

اعتراض سوم:

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد میں با آواز بلند ''لا الہ الا اللہ'' کہتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''ما اراکم الامبتدعین'' (میں تم کو بدعتی ہی سمجھتا ہوں) اور ان لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔

جواب:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ اثر بیان سند کا محتاج ہے اور اسے

ائمہ حفاظ نے اپنی کتابوں میں روایت بھی نہ کیا۔ اگر بالفرض اسے ثابت مان بھی لیا جائے تو پہلے بیان کردہ احادیث کثیرہ کے خلاف ہے اور یہ احادیث تعارض کے وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر پر مقدم ہیں پھر یہ کہ میں نے وہ روایت دیکھی ہے جو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس اثر کے تعلق نہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کتاب الزہد میں کہا:

ثنا حسین بن محمد ثنا المسعودی عن عامر بن شقیق عن ابی وائل قال ھٰؤلاء "الذین یزعمون ان عبد اللہ کان ینھی عن الذکر ما جالست عبد اللہ مجلسا قط الا ذکر اللہ فیھا"۔

ترجمہ: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذکر سے روکتے تھے میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی مجلس میں نہ بیٹھا مگر یہ کہ انہوں نے اس میں ذکر الٰہی کیا۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسی "کتاب الزہد" میں حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔

ان اھل الذکر لیجلسون الی ذکر اللہ وان علیھم من الآثام امثال الجبال وانھم لیقومون من ذکر اللہ تعالیٰ ما علیھم منھا شی۔

ترجمہ: بیشک اہلِ ذکر، ذکرِ الٰہی کی مجالس میں اس طرح بیٹھتے ہیں کہ ان پر گناہوں کے پہاڑ ہوتے ہیں اور جب وہ ذکرِ الٰہی کے بعد کھڑے ہوتے ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (وللہ الحمد)

❁❁❁

حسن المقصد فی عمل المولد

میلادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

سوال	29
تقریب عید میلاد	29
تاریخِ میلاد	29
میلاد پاک کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب	31
میلاد پاک کے انعقاد پر فاکہانی کا رسالہ	32
فاکہانی کے رسالہ کا رد	35
اقسام بدعت	36
حرام ومکروہ باتیں	37
میلاد پر خوشی کرنا مستحسن ہے	38
علامہ ابن الحاج کی میلاد پر شاندار گفتگو	39
ماہ ربیع الاوّل کی تکریم	41
علامہ ابن الحاج کی میلاد پر تنقید	42
ابن الحاج کا علمی محاسبہ	43
علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف	44
حدیث سے میلاد کا ثبوت	45
سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ کرنا	46
ابولہب کے عذاب میں تخفیف	46
دمشقی کی روح پرور نعت میلاد	47
فائدہ	47

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

سوال:

ماہ ربیع میں سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پاک منانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شرعی نقطہ نظر سے محمود ہے یا مذموم ہے؟ اور کیا میلاد پاک کا انتظام و اہتمام کرنے والے کو کیا ثواب ملے یا نہیں؟

تقریب عید میلاد:

جواب: میرے (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد پاک دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے سلسلے میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں انہیں بیان کرتے ہیں پھر شرکائے محفل کے آگے دستر خوان بچھایا جاتا ہے۔ وہ حسبِ ضرورت اور بقدر کفایت ماحضر تناول کرتے ہیں اور دعائے خیر کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں منعقد کی جانے والی یہ تقریب سعید، بدعت حسنہ ہے، جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا، اس لیے کہ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے۔

تاریخِ میلاد:

میلاد پاک کو مروجہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے کی ابتداء اربل کے حکمران سلطان مظفر نے کی جس کا پورا نام ابو سعید کوکبری بن زین الدین علی بن

بلگکین ہے۔اس کا شمار عظیم المرتبت بادشاہوں اور فیاض امراء میں ہوتا ہے۔اس نے کئی اور نیک کارنامے بھی انجام دیئے، اور یادگاریں قائم کیں،کوہ تاسیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کرائی۔ابن کثیر اس بارے میں لکھتے ہیں:

''سلطان مظفر ربیع الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان و شوکت اور تزک و احتشام سے اہتمام کرتا تھا، اور اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا۔وہ ایک ذکی القلب، دلیر، زیرک، عالم اور عادل حکمران تھا۔اللہ اس پر رحمت کرے۔ اور معزز مقام و مرتبہ سے نوازے۔ شیخ ابو خطاب بن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام انہوں نے "التنویر فی المولد البشیر النذیر" رکھا۔جس پر سلطان نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔وہ تادم مرگ حکمران رہا، اس کی وفات ۶۳۰ ہجری میں شہر عکا میں ہوئی۔ اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت شخص تھا۔

سبط ابن الجوزی نے مراۃ الزمان میں لکھا ہے: سلطان مظفر کے ہاں میلاد پاک میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دسترخوان میں پانچ سو ختہ بکریاں، دس ہزار مرغیاں ، ایک لاکھ آبخورے، اور تیس ہزار ٹوکرے شیریں پھلوں سے لدے ہوئے پڑے تھے۔

مزید لکھتے ہیں کہ میلاد پاک کی تقریب پر، سلطان کے ہاں بڑے بڑے جید علماء کرام اور جلیل القدر صوفیہ آتے، جنہیں وہ خلعت و اکرام شاہی سے نوازتا تھا،صوفیا کے لئے ظہر سے لے کر فجر تک محفل سماع ہوتی، جس میں وہ بنفس بنفس شریک ہوتا، اور صوفیہ کے ساتھ مل کر وجد کرتا تھا۔ ہر سال میلاد پاک پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔ باہر سے آنے والوں کے لئے اس نے ایک مہمان خانہ

مخصوص کر رکھا تھا، جس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بلا لحاظ مرتبہ، مختلف اطراف و اکناف سے آ کر ٹھہرا کرتے، اس مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ ہوتا تھا۔ اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار فدیہ دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا اور حرمین میں شریفین کی نگہداشت اور حجاز مقدس کے راستے میں (حجاج کرام کے لیے) پانی مہیا کرنے کے لیے تین ہزار دینار سالانہ خرچ کیا کرتا تھا۔

یہ ان صدقات و خیرات کے علاوہ ہے جو پوشیدہ طور پر کیے جاتے، اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان ناصر صلاح الدین (ایوبی) کی ہمشیرہ تھی۔ بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیض موٹے کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی۔ جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں روکا تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ و خیرات کر دینا، اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیر باد کہہ دوں۔

میلاد پاک کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب:

ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب ابن دحیہ رحمۃ اللہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ”وہ اکابرین علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے آپ مغرب سے آئے اور عراق و شام سے ہوتے ہوئے ۶۰۴ ہجری میں اربل سے گزرے اور وہاں کے بادشاہ با وقار مظفر الدین کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ میلاد نبوی (علٰی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) مناتے دیکھا تو آپ نے بادشاہ کے لیے کتاب ”التنویر فی مولد البشیر النذیر“ تصنیف کی اور خود بادشاہ کو پڑھ کر سنائی۔ جس پر بادشاہ نے آپ کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ اور کہا کہ ہم نے ۶۲۵ ہجری میں سلطان کو چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنائی ہے“۔

میلاد پاک کے انعقاد پر فاکہانی کا رسالہ:

لیکن متاخرین مالکیوں میں سے شیخ تاج الدین عمر بن علی الخمی اسکندری معروف بہ فاکھانی' نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میلاد پاک منانا بدعت مذمومہ یعنی بُری بدعت ہے اس موضوع پر انہوں نے ایک رسالہ ''المورد فی الکلام علی عمل المولد'' کے نام سے مرتب کیا ہے جسے میں یہاں پر مکمل بیان کروں گا اور اس پر حرفاً حرفاً گفتگو کروں گا۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت فرمائی''۔

اور ارکان دین کی طرف ہدایت دے کر ہماری مدد و نصرت فرمائی، اور ہمارے لیے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا آسان فرمایا، حتیٰ کہ ہمارے دل علم شریعت اور حق کے پختہ دلائل کے نور سے معمور ہوگئے، اور دین میں بدعات و خرافات کے ایجاد کرنے سے ہمارے باطن کو پاک کیا، میں اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے یقین کی روشنی عطا کر کے اور دین متین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق دے کر احسان و کرم فرمایا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے، رسول اور اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر، ان کے آل و اصحاب اور ازواج مطاہرات امہات المومنین پر قیامت تک پیہم انوار کی بارش فرمائے۔

مقصود اصلی یہ ہے کہ ایک مبارک جماعت کی طرف سے بار بار اس اجتماع کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جو لوگ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور اسے میلاد کہتے ہیں، کہ آیا شریعت میں اس کی کوئی اصل بھی ہے یا یہ چیز دین میں بدعت، نو پید اور نو ایجاد امر ہے؟ اور انہوں نے اس کا جواب تفصیل اور وضاحت سے طلب کیا ہے۔ لہذا میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے کہتا

ہوں کہ میرے علم میں مذکورہ میلاد کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے، نہ ہی یہ تقویٰ اشعار اکابرین امت اور دیندار علماء ملت میں کسی سے منقول ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات کی نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے، اور شکم پروری کرنے والے لوگ اس کا اہتمام وانصرام کرتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم نے میلاد پر احکام خمسہ کا اجراء کیا، اس طرح کہ یا تو یہ واجب ہوگا، یا مندوب، یا مباح یا مکروہ ہوگا یا حرام۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا واجب نہ ہونا اجماعاً ثابت ہے اور یہ مندوب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو لیکن اس کے تارک پر ذم وعقاب نہ ہو۔ اور اس عمل کی نہ تو شریعت نے اجازت دی ہے اور نہ ہی میرے علم کے مطابق یہ صحابہ کرام اور دیندار تابعین کا فعل رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں میں اس عمل کے بارے میں میرا یہی جواب ہے اگر اس کے بارے میں کچھ سوال کیا گیا۔ نہ یہ مباح ہوسکتا ہے کیونکہ مومنین کا اجماع ہے کہ دین میں بدعت رائج کرنا جائز نہیں۔ اب صرف مکروہ حرام باقی رہ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں کی بابت دو فصلوں میں کلام ہوگا۔ ان دونوں حالتوں میں اختلاف کیا جائے گا۔ پہلی حالت یہ کہ کوئی شخص اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اصحاب کے مال سے محفل میلاد منعقد کرے اور اس میں کھانے پینے سے تجاوز نہ کرے، نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے بدعت سیہ مکروہہ ہے، کیونکہ متقدمین فقہاء اسلام اور علماء ذوی الاحترام کے عمل سے ثابت نہیں۔ دوسری حالت یہ کہ اس میں گناہ کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ایسا غیر معمولی اہتمام وانصرام کرے کہ چندہ دینے والا چندہ تو دے لیکن اس کا دل اس پر تیار نہ ہو اور اسے مال کے کم ہونے کا رنج ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی دھونس اور دباؤ کے ذریعے مال لینا تلوار کے ذریعے مال لینے جیسا ہی ہے، خاص کر جب اس میں شکم

سیری کے علاوہ دف اور مجیرہ کے ساتھ گانا باجا، بے ریش لڑکوں اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ اجتماع، جھوم جھوم کر، لپٹ لپٹ کرنا، خوف قیامت کو بھلا کو لہو ولعب میں مشغول ہونا بھی شامل ہو۔ اسی طرح تنہا عورتوں کا اجتماع بھی حرام ہوگا جب کہ "ان ربك لبالمرصاد" (ترجمہ: بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔) بھول کر خوشی مسرت میں گانے میں اور ذکر و تلاوت میں اپنی آوازوں کو بلند کریں، اس صورت میں اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نہ ہی کوئی غیرت مند مرد اسے پسند کرسکتا ہے۔ ہاں جن کے دل گناہوں کی آلائش کی وجہ سے مردہ ہو چکے وہ اسے حرام تو کجا عبادت سمجھتے ہیں:

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ بدأ الاسلام غریبا و سیعود کما بدا۔

اسلام شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی ہوجائے گا۔ اسی ضمن میں ہمارے شیخ قشیری نے بہترین اشعار کہے ہیں جو ان کی طرف سے ہمیں عطا کردہ اجازت میں شامل ہیں، فرماتے ہیں:

وصار اهل العلم فی وهدة — وصار اهل الجهل فی رتبته
حادوا عن الحق فما للذی — ساروا به فیما مضی نسبته
فقلت للابرار اهل التقی — والدین لما اشتدت الکربته
لا تنکروا احوالکم قد أتت — لو بتکم فی زمن الغربته
لا یزال الناس بخیر — ما تعجب من العجب

ترجمہ: "ہمارے اس پر آشوب دور میں بُرائی کو سب جانتے ہیں اور نیکی کو کوئی نہیں جانتا، علم والے پستی میں چلے گئے اور جہلاء ان کے منصب پر فائز ہوگئے۔ وہ حق سے دور ہوگئے تو ان کے اور اسلاف کے درمیان کوئی تعلق نہ رہا۔ میں نے متقیوں اور پرہیز گاروں سے کہا: تم اتنی تکلیفیں کیوں اُٹھا رہے ہو، تم اپنی حالتوں کو مت بدلو، کیونکہ تم اس زمانے میں لوگوں کے لئے خود ہی اجنبی ہوگئے ہو"۔

امام ابو عمرو بن علاء نے بھی بہت اچھی بات کہی کہ ''لوگ جب تک نئی چیزوں کا انکار کرتے رہیں گے۔ نیز یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ماہِ ربیع الاول جس میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت ہوئی، اسی مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی تو خوشی منانا غم منانے سے بہتر کیسے ہوگیا؟ ہمارا جو فرض تھا وہ ہم نے پورا کردیا، اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے''۔

فاکہانی کے رسالہ کا رد:

یہ فاکہانی کی پوری گفتگو جسے انہوں نے اپنے رسالہ مذکورہ میں بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم ان کے قول: (میرے علم کے مطابق اس میلاد کی کتاب و سنت میں کوئی اصل نہیں ہے) کو لیتے ہیں۔ اس کے رد میں کہا جاسکتا ہے کہ نفی علم نفی وجود کو مستلزم نہیں۔ مزید یہ کہ حافظ ابو الفضل ابن حجر نے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اس کی ایک اصل کا استخراج کیا ہے اور میں نے بھی ایک دوسری اصل مستنبط کی ہے جسے ہم آگے ذکر کریں گے۔ رہا ان کا قول:

''ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے''۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماسبق کے بیان سے ظاہر ہوگیا کہ میلاد شریف رائج کرنے والا ایک عادل و عالم بادشاہ تھا جس نے میلاد پاک کو تقرب الی اللہ کی نیت سے منایا اور علماء صلحاء بلا کراہت اس میں حاضر ہوتے تھے۔ بالخصوص علامہ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کو تو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اس موضوع پر اس کے لیے ایک کتاب تصنیف کی۔ نیز یہ علماء کرام (جو اس میں حاضر ہوتے تھے) اس سے راضی تھے، اسے جائز سمجھتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا کہ ''مندوب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب

ہو۔" اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مستحب میں طلب کبھی نص کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی قیاس کے توسط سے، اگرچہ اس کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، پھر بھی اس کے بارے میں ایک ایسا قیاس ہے جو آنے والی دو اصلوں پر مبنی ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ "مباح بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ دین بدعت مباح نہیں" تو اسے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ بدعت حرام و مکروہ میں ہی مختصر نہیں بلکہ کبھی مباح ہوتی ہے، کبھی مندوب و مستحب اور کبھی واجب تک ہوتی ہے۔

اقسام بدعت:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "تهذيب الاسماء واللغات" میں لکھا ہے کہ شریعت میں بدعت اس نو پید اور نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: بدعت حسنہ، بدعت قبیحہ۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے "القواعد" میں بیان کیا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) واجبہ، (۲) محرمہ، (۳) مستحبہ، (۴) مکروہہ، (۵) مباحہ

مزید فرماتے ہیں: "اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بدعت کو قواعد شریعہ پر پیش کریں، اگر قواعد ایجاب میں داخل ہو تو واجبہ، قواعد تحریم میں داخل ہو تو محرمہ، قواعد استحباب میں آئے تو مستحبہ اور اگر قواعد کراہت میں داخل ہو تو مکروہ ورنہ مباح ہے"۔ پھر انہوں نے پانچوں قسموں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے بدعت مستحبہ کے سلسلے میں لکھا ہے: "اس کی چند مثالیں ہیں، انہی میں سے سرائے تعمیر کرانا، مدارس قائم کرنا اور ہر وہ نیکی کا کام جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں تھا۔ تراویح کا اہتمام کرنا، تصوف و جدلی کے دقائق و غوامض میں غور و خوض کرنا اور مسائل کے استنباط کی محفلیں منعقد کرنا بھی اسی میں شامل ہے اگر ان کا مقصد

رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

امام بیہقی نے ''مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''نو پیداور دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر، یا اجماع کے خلاف ہو، یہ بدعت ضلالت ہے۔ دوسرا وہ جس کا مدار بھلائی پر ہو اور وہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے خلاف نہ ہو، یہ بدعت مذمومہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں تراویح کے بارے میں فرمایا: ''نعمت البدعة هذه'' کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ ایسی نئی چیز ہے جو پہلے نہ تھی اور اگر ہو گئی تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس بنیاد پر جس کا بیان گزرا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اس بیان سے شیخ تاج الدین فاکہانی کے قول'' نہ یہ (یعنی میلاد) مباح و جائز ہو سکتا ہے۔ یہی وہ ہے جسے ہم بدعت مکروہہ کہتے ہیں الخ'' کا رد معلوم ہو گیا۔ کیونکہ یہ وہ قسم ہے جس میں کتاب وسنت، اثر یا اجماع امت کسی کی مخالفت نہیں، لہٰذا یہ بدعت بدعت مذمومہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ہے، یہ بس ایک ایسی نیکی ہے جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں تھی۔ اس لیے کہ گناہ کا ارتکاب کیے بغیر کھانا کھلانا اور اجتماع کرنا محمود و مستحسن ہے۔ ابن عبد السلام کی عبارت سے بھی یہی ظاہر و ثابت ہے۔

حرام و مکروہ باتیں:

فاکہانی نے دو دوسری صورت بیان کی ہے اور اس پر جو تنقید کی ہے وہ فی نفسہ صحیح ہے۔ بلاشبہ ایسی محفل جس میں مرد عورتیں، جوان، نو عمر لڑکے، باہم خلط ملط ہوں اور جس میں رقص و سرور اور چنگ و رباب کی گرم بازاری ہو یا ایسی محفل میں جس میں عورتیں الگ جمع ہو کر بلند آواز سے گاتی ہوں، حرام ہے۔ مگر اس کا

یہ مطلب نہیں کہ میلاد شریف کا منعقد کرنا ہی حرام ٹھہرا بلکہ مذکورہ بالا صورتوں میں حرمتِ میلاد شریف کے سلسلے میں اجتماع منعقد کرنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان چیزوں کی بناء پر ہے، جو شریعت میں حرام ہے اور اس مبارک اجتماع کے ساتھ مل گئی ہیں (اور اگر ان چیزوں کو نہ کیا جائے تو میلاد شریف ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی محفل ہوگی) بلکہ اس قسم کے امور نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع پر پیش آئیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک قبیح حرکت اور بُری حرکت ہوگی، مگر اس سے نمازِ جمعہ کے اصل اجتماع کی مذمت لازم نہیں آتی۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے بعض امور، رمضان المبارک کی راتوں میں بھی جب نمازِ تراویح کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں پیش آجاتے ہیں تو کیا ان امور کی وجہ سے نمازِ تراویح کے اجتماع تو سنت ہے اور نیکی اور عبادات کا کام ہے مگر جو مذکورہ بالا قسم کے امور اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ''قبیح'' اور شنیع ہیں، اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ میلاد پاک کے سلسلے میں منعقدہ کیا جانے والے اجتماع تو بذات خود مندوب اور نیکی کا کام ہے، مگر مذکورۃ الصدر قسم کے جو دیگر امور اس کے ساتھ مل گئے، مذموم وممنوع ہیں۔

میلاد پر خوشی کرنا مستحسن ہے:

مؤلف موصوف کی آخری دلیل یعنی ''باوجود یہ کہ جس مہینہ میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی (اسی میں آپ کا وصال ہوا ہے لہذا اس میں غم وحزن کی بجائے خوشی ومسرت کا اظہار بہتر مناسب نہیں۔) تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت اور آپ کی وفات ہمارے لیے سب سے بڑی تکلیف ہے لیکن شریعت نے نعمت پر شکر وحمد اور مصیبت پر صبر ورضا اور اخفاء کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ ولادت کے وقت عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے، یہ کسی کی پیدائش پر خوشی وشکر کے اظہار کا نام ہے۔ لیکن کسی

کی موت کے وقت اظہارِ غم کی محفل منعقد کرنے اور کھانا وغیرہ کھلانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ بلکہ آہ وفغاں اور نوحہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس مہینہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت با سعادت پر خوشی کا اظہار کرنا مستحسن ومحمود ہے نہ کہ آپ کے وصال پر اظہار حزن وملال کرنا۔

علامہ ابن رجب نے کتاب ''اللطائف'' میں رافضیوں کی مذمت کی ہے کیونکہ انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے یوم عاشورہ کو ماتم کرنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کی تاریخوں، میں ماتم منانے کی اجازت نہیں دی ہے تو جو حضرات ان سے کم تر درجے ہیں، ان کے وصال وشہادت کی تاریخ کو ماتم کا دن کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

علامہ ابن الحاج کی میلاد پر شاندار گفتگو: ...

امام ابوعبد اللہ بن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں میلاد پاک پر نہایت شاندار گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس محفل میں میلاد شریف کے شعار (جیسے: اجتماع، جلوس، جلسہ، نعرہ اور جھنڈا) کا اظہار کرنا اور شکر خداوندی بجالانا لائق مدح ہے اور اس میں شامل منکرات وفواحش قابل مذمت ہیں۔ یہاں ہم ان کے کلام کو بالتفصیل پیش کررہے ہیں۔

ابن الحاج ''فصل فی المولد'' (یہ فصل میلاد کے بیان میں ہے) کے تحت فرماتے ہیں کہ ''ان رائج کردہ بدعتوں میں سے ایک ماہ ربیع الاوّل میں میلاد پاک منانا ہے جسے وہ عظیم عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں بہت کچھ حرام و ناجائز افعال بھی شامل کر لیئے گئے ہیں۔ مثلاً آلات طرب جیسے: طار، مصرصر اور شبابہ وغیرہ جنہیں آلات وسماع کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ برائی میں مشغول ہوتے ہیں۔ خاص کر جن اوقات کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت و

عظمت عطا فرمائی، ان میں بدعتوں اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جبکہ سماع بلاشبہ اس رات کے علاوہ میں بھی جائز نہیں تو اس رات میں کیسے جائز ہوسکتا ہے جو اس مہینہ کی عظمت وفضیلت کو متضمن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے رحمتِ عالم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آلات طرب وسماع کو اس بزرگ مہینے سے کوئی نسبت نہیں جس میں اللہ رب العزت نے سردار دو جہان ﷺ کو پیدا فرما کر ہم پر احسانِ عظیم فرمایا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس میں کثرت سے عبادت و خیرات کے ذریعہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اگرچہ نبی کریم ﷺ نے اس مہینہ میں دیگر مہینوں سے زیادہ عبادت نہیں فرمائی تو اس کا سبب صرف نبی کریم ﷺ کی اپنی امت پر رحمت وشفقت ہے کیونکہ آپ نے امت پر فرض ہو جانے کے ڈر سے بہت سے اعمال ترک فرمادیئے۔ لیکن جب آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس مہینہ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ذاك يوم ولدت فيه'' (یہ میری پیدائش کا دن ہے۔ اس دن کی فضیلت اس مہینہ کی فضیلت کو متضمن ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اس مہینے کا ایسا احترام کریں جیسا کہ اس کا حق ہے، دیگر مبارک مہینوں کی طرح اس مہینہ کی تعظیم وتکریم کریں۔ کیونکہ یہ مہینہ بھی انہی مہینوں میں سے ایک ہے۔

جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''ان سيد ولد آدم ولا فخر، آدم ومن دونه تحت لوائی''

بلا فخر کہتا ہوں کہ میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے لئے تمام لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

اور زمان ومکان کی فضیلت کا دارومدار ان میں کی جانے والی عبادتوں پر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے یعنی اوقات ومقامات کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ زمان ومکان کو بزرگی اپنی سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں یہ

بزرگی ان معنوی خصوصیات (یا نسبتوں وغیرہ) کے سبب ہوتی ہے جن کے ساتھ یہ زمان و مکان مخصوص ہوتے ہیں۔ اب آپ ان خصوصیات اور برکات کو ملاحظہ کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہر ربیع الاوّل اور پیر کے دن کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کیا آپ نے انہیں پیر کے دن دیکھا ہے کہ پیر کے دن روزے رکھنے میں بڑی فضیلت ہے، کیونکہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اسی دن ہوئی لہذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام و اہتمام ہو، اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے کیونکہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات میں زیادہ عبادت و خیرات فرماتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اجوز الناس بالخیر وکان اجوز مایکون فی رمضان۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھی بالخصوص رمضان المبارک میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

ماہ ربیع الاوّل کی تکریم:

لہٰذا ہمیں بھی حتیٰ المقدور ان اوقات کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اوقات کا خصوصیت سے اہتمام و انصرام فرمایا وہ ہمارے علم میں ہے لیکن اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخصوص اہتمام نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی عادت کریمہ کے بموجب امت پر تخفیف و نرمی چاہتے تھے بالخصوص اس کام میں جو آپ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہو، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرم قرار دیا لیکن امت پر رحمت و شفقت فرماتے ہوئے وہاں شکار کرنے اور درخت کاٹنے میں دم واجب

نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ آپ اُمت کی آسانی کے لئے اعمال ترک فرمادیتے تھے۔ اتنی تقریر کے بعد ثابت ہوگیا کہ صدقات و خیرات اور دیگر اعمال خیر کی کثرت کے ذریعہ اس مہینہ کی تعظیم وتوقیر بجالانا چاہیے اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم ازکم حرام کاموں سے ضرور بچتا رہے اور اس مبارک مہینہ کی تعظیم میں گناہوں سے علیحدہ رہے، اگرچہ محرمات کا ارتکاب اس کے علاوہ مہینوں میں بھی ممنوع ہے لیکن رمضان المبارک وغیرہ کی طرح اس مہینہ کے احترام میں ان افعال سے بچنا اشد ضروری ہے لہذا اس مہینہ میں بدعات وخرافات کی ایجاد، بدعت کی جگہوں اور تمام غیر مناسب فعل سے بچنا ضروری ہے۔

علامہ ابن الحاج کی میلاد پر تنقید:

لیکن موجودہ دور میں کچھ لوگ اس کا اُلٹا کرتے ہیں کہ جونہی یہ مبارک مہینہ آتا ہے۔(دف) مجیرہ وغیرہ کے ساتھ گانے باجے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔اس پر ستم یہ کہ اس گانے وغیرہ کو کارِ خیر تصور کرتے ہیں اس طرح کے میلاد کی شروعات قرآن پاک کی تلاوت سے کریں گے، پھر ایسے شخص کو تلاش کریں گے جس کی آواز حیرت انگیز طور پر سریلی اور خوش کن ہو، اس سے گانا سُنیں گے اور اس میں بہت سی بُرائیاں ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ خوبصورت و خوش گلو نوجوان سے لچکدار آواز میں مٹکتے ہوئے غزل پڑھوائیں گے جس سے لوگ آزمائش میں پڑتے ہیں ،اور بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں جو اکثر اوقات شوہر و بیوی میں فتنہ کا سبب بنتی ہیں اور ان کے درمیان فراق وعلیحدگی پر منتج ہوتی ہیں۔محفلِ میلاد میں مذکورہ برائیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اس میں دف اور مجیرہ وغیرہ آلات کے ساتھ سماع وغیرہ شامل ہو اور اگر ان خرافات سے بچ کر میلاد کی نیت سے لوگوں کو بلایا جائے اور کھانا کھلایا جائے تو بھی یہ بدعت ہے

کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے نیز یہ سلف صالحین کے عمل سے ثابت بھی نہیں، نہ ہی ان حضرات سے میلاد کی نیت کرنا منقول ہے جبکہ اتباع سلف اولیٰ ہے اور جوکہ ہم ان کے متبع اور پیروکار ہیں لہٰذا جوانہوں نے میلاد پاک کی مذمت نہیں کی بلکہ ان محرمات وفواحش کی بُرائی کی جو اس میں شامل ہوگئے اور ان کے ابتدائی کلام میں صراحت ہے کہ اس مبارک ماہ میں کثرت سے نیک اعمال اور خیرات و صدقات کیے جائیں اور مختلف طریقے سے تقرب الی اللہ کی کوشش کی جائے اور یہی تو میلاد ہے جسے ہم اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں بھی تلاوت قرآن اور کھانا کھلائے جانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے اور ان اعمال کے نیکی، بھلائی اور موجب قربت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہاں اخیر میں جو انہوں نے فرمایا: ”تو بھی یہ بدعت ہے۔“ تو یہ بات یا تو ان کے پہلے کلام کے مخالف ہے یا اسے بدعت حسنہ پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے مذکورہ ہوا یا پھر یہ کہا جائے: یہ کام تو نیک ہے لیکن میلاد کی نیت کرنا بدعت ہے جس کی طرف انہوں نے اپنے قول ”میلاد کی نیت بدعت ہے“ سے اشارہ فرمایا۔

ابن الحاج کا علمی محاسبہ:

نیز انہوں نے فرمایا کہ ”ان حضرات میں سے کسی سے میلاد کی نیت کرنا منقول نہیں“ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے صرف میلاد کی نیت کرنا پسند کیا ہے نہ کہ دعوت و اجتماع وغیرہ کو لیکن تحقیقی طور پر یہ بات ان کے پہلے کلام کے منافی ہے، اس لیے کہ انہوں نے اس ماہ مبارک میں کثرت وخیرات پر ابھارا ہے اور یہ بھی صراحت فرمادی کہ یہ عبادات وغیرہ سید المرسلین ﷺ کی ولادت پاک کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر ہوں۔ آخر میلاد کی نیت کے بھی تو یہی معنی ہیں پھر وہ اس پر ابھارنے کے باوجود اس کی مذمت کیسے کرسکتے ہیں۔ رہا بغیر کسی

نیت کے نیک کام کرنا تو اولاً یہ متصور ہیں نہیں کرسکتا، اگر مان بھی لیا جائے تو نہ یہ عبادت کہلائے گی نہ ہی اس پر کوئی ثواب ہوگا، کیونکہ نیت کے بغیر عمل نہیں اور یہاں نیت بھی صرف یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اللہ رب العزت کا شکر بجالایا جائے۔ بلاشبہ یہ نیت مستحسن ومحمود ہے۔ غور کرو۔

آگے چل کر علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ ''کچھ لوگ میلاد پاک صرف تعظیم کی نیت سے نہیں بلکہ اس لیے کرتے ہیں کہ جو مال انہوں نے تہواروں اور خوشی کے مواقع پر لوگوں کو دیا ہے وہ واپس مل جائے۔ لیکن ڈائریکٹ مانگنے میں عار محسوس کرتے ہیں، اس لیے محفل منعقد کرتے ہیں جو مال کی واپسی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس میں بہت ساری بُرائیاں ہیں، انہی میں سے یہ کہ اسے نفاق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کیونکہ باطن کے خلاف ظاہر کرنے کا نام ہی نفاق ہے۔ اس کے حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت کے اجر کی توقع پر میلاد پاک منعقد کررہا ہے، لیکن باطن میں مال جمع کرنے کی نیت ہے اور بعض لوگ مال و متاع جمع کرنے، اپنی تعریف کرانے اور لوگوں کو اپنا معاون ومددگار بنانے کے لئے میلاد کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس طریقہ کا بھی فاسد ہونا مخفی نہیں۔

یہ بھی کلام سابق کے مثل ہے کہ اس میں بھی فسادِ نیت فاسدہ کی وجہ سے آیا نہ کہ اصل میلاد کی وجہ ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر سے میلاد پاک کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ''میلاد دراصل ایسی بدعت ہے جو قرونِ ثلثہ کے مشائخ سے منقول نہیں، اس کے باوجود اس میں کچھ اچھائیاں ہیں

اور کچھ برائیاں لہذا اگر کوئی برائیوں سے بچ کر میلاد پاک منائے تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ بدعتِ سیئہ۔

حدیث سے میلاد کا ثبوت:

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے اس کا استخراج صحیحین میں مذکور ایک اصل ثابت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے اس بابت دریافت فرمایا تو یہودیوں نے کہا کہ اسی دن فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ظلم سے نجات پائی تھی، اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزے رکھتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین دن میں نعمت کے حصول یا مصیبت سے چھٹکارا پانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جانا چاہیے اور سال میں اس دن کے مثل ونظیر کی جب آمد ہو شکر کا اعادہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر عبادت کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، صدقہ اور تلاوت وغیرہ سے۔ اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوسکتی؟ لہذا مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن ہی میلاد منایا جائے، تاکہ یوم عاشورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے مطابقت رہے، اور اگر اس واقعہ سے قطع نظر کرتے ہوئے اس ماہ میں کسی دن بھی میلاد منعقد کرلیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ کچھ لوگوں نے اس میں توسیع کرتے ہوئے صراحت کی کہ سال میں کسی دن بھی میلاد کرسکتے ہیں، لیکن اس میں یومِ عاشورہ سے مطابقت نہیں ہوگی۔ مذکورہ بالا کلام صرف انعقاد میلاد سے تعلق تھا۔

رہا یہ سوال کہ اس میں کیا کرنا چاہیے تو مناسب یہی ہے کہ ایسے افعال اور کاموں تک ہی محدود ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا سمجھا جائے۔ جیسے: تلاوت کرنا، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں پڑھنا

اور ایسے قصائد پڑھنا جن سے دل دنیا سے دور ہو اور تفریح جو اس خوشی کے موقع کے مناسب ہو، اور جائز طریقہ پر ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر حرام و مکروہ ہو یا خلاف اولیٰ ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے۔ انتہیٰ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ کرنا:

اس ضمن میں میں (امام جلال الدین سیوطی) نے بھی میلاد (کے جواز) کے لیے ایک اصل کا استنباط کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا، حالانکہ آپ کے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا، تو یہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اور امت کے لیے ولادت پاک پر شکر خداوندی بجالانا شروع فرمانے کے لیے دوبارہ عقیقہ فرمایا۔ جیسا کہ آپ بنفس نفیس اپنے اوپر درود پڑھا کرتے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم میلاد پاک میں اجتماع کرکے، لوگوں کو کھانا کھلا کے اور دیگر جائز طریقوں سے خوشی و مسرت کا اظہار کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

امام القراء حافظ شمس الدین ابن جزری اپنی کتاب "عرف لتعریف بالمولد الشریف" میں فرماتے ہیں کہ "ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: تیرا حال کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہنم میں جل رہا ہوں لیکن ہر پیر کی رات عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اس نے انگلی کے سرے سے اشارہ کرکے کہا کہ اتنی مقدار انگلیوں سے پانی ملتا ہے جسے میں چوستا ہوں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ جب میری لونڈی ثوبیہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو

میں نے اسے آزاد کردیا، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا، ابولہب جیسا کافر۔ قرآن پاک نے جس کی مذمت فرمائی ہے: وہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کی وجہ سے جہنم میں راحت وسکون پائے تو آپ کے مومن، موحد غلام کا کیا کہنا، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خلد بریں میں داخل فرما کر اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

دمشقی کی روح پرور نعت میلاد:

حافظ شمس الدین بن ناصر دمشقی نے اپنی کتاب (مورد الصادی فی مولد الہادی) میں لکھا ہے یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ابولہب پر ہر پیر کے دن عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کیا تھا، اس کے بعد انہوں نے یہ شعر کہے ہیں:

اذا کان ھذا کافر اجاء دمہ   تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائما   یخفف عنہ للسرور باحمدا
فما الظن الذی بالعبد طول عمرو   یا حمد مسرور اومات موحدا

ترجمہ: یہ کافر تھا جبکہ اس کی مذمت کتاب اللہ میں آئی ہے، ٹوٹ گئے اسکے دونوں ہاتھ اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہر پیر کے دن اس سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی کی تھی۔ کیا خیال ہے اس بندہ مومن کے بارے میں جو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشیاں مناتا رہا اور توحید (ایمان) کی حالت میں جان وجان آفریں کے سپرد کردی۔

فائدہ:

ابن الحاج نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے روز ہوئی اور رمضان

المبارک شریف میں جو قرآن کے نزول کا مہینہ ہے اور جس میں لیلتہ القدر پائی جاتی ہے نہ حرمت والے مہینوں (اشہر حرم) میں، نہ ہی پندرہ شعبان المعظم کی رات کو، نہ ہی جمعتہ المبارک کے دن یا شب جمعہ کو اس کا جواب چار وجوہ سے دیا جاسکتا ہے۔

(i) یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن تخلیق فرمایا۔ اس میں بڑی تنبیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خوراک رزق، میوہ جات اور خیرات کی چیزیں تخلیق فرمائی ہیں بنی نوع انسان کی نشوونما اور گزران وابستہ ہے جن سے ان کے نفوس خوش ہوتے ہیں۔

(ii) یہ کہ ربیع کی لفظ میں اس کے اشتقاق کی نسبت سے ایک اچھا اشارہ اور نیک فال پائی جاتی ہے۔ ابو عبد الرحمٰن صلقی فرماتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے لیے اس کے نام سے اس کا حصہ ہے یعنی نام کا اُن کے بدن پر اثر پڑے گا۔)

(iii) یہ کہ ربیع متوسط اور سب سے بہتر موسم ہے اور آپ کی شریعت بھی متوسط اور سب سے بہتر و آسان ہے۔

(iv) یہ کہ اللہ نے آپ کے ذریعے اس وقت کو فضیلت عطا فرمادی، جس میں آپ کی ولادت ہوئی، اگر آپکی ولادت باسعادت رمضان المبارک وغیرہ مذکورہ اوقات میں ہوئی ہوتی تو یہ وہم ہوتا کہ آپ ان اوقات کی فضیلت کی وجہ سے افضل و اعلیٰ ہو گئے ہیں۔

الباھر فی حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالباطن والظاھر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی ظاہر و باطن پر

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

مفتی محمد خان قادری

مترجم

علامہ محمد اکبر علی خاں قادری

فہرست

انتساب	53
تقدیم	54
ان حقیقتوں کی شناسا نہیں تو ہو	55
عرض مترجم	62
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	65
ایک اشکال کا حل	69
جامعیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	70
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات میں کامل واکمل ہونا	70
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دعوت میں اکمل ہونا	72
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں اکمل ہونا	72
مقدمہ اول	74
ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتا ہے	74
اسوہ پیغمبر کی مخالفت پر کرامت کو دلیل بنانے والا ولی نہیں ہو سکتا	74
معجزہ کا معنی	75
اعتراض	75
جواب	75
مقدمہ ثانی	77
انبیاء سابقین کے معجزے بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں	77

گستاخ کا قتل کیا جانا حضور ﷺ کا اختصاص	79
حضور ﷺ علوم ظاہری و باطنی دونوں کے جامع ہیں	81
نقول تفصیلیہ	81
(ب) نقول اجمالیہ	82
فضیلت میں سب سے افضل	83
تمام انسانیت کے رسول	84
سب سے پہلے حقیقت محمدیہ کو وجود بخشا گیا	85
از مترجم	86
ہر نبی کا معجزہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے	89
علم باطنی پر مبنی آپ کی فیصلے احادیث کی روشنی میں.	90
(۱) ایک غلام کے نسب کا فیصلہ	90
(۲) چور کے لیے قتل کی سزا	93
حضور ﷺ مختار ہیں، چاہیں تو علم ظاہر پہ فیصلہ کریں اور چاہیں تو علم باطن پہ	94
(۳) چور کو سزائے قتل دینے کا ایک اور فیصلہ	95
(۴) امت میں پیدا ہونے والے پہلے فتنہ کی نشاندہی	97
(۵) امت میں پہلے فتنہ کی نشاندہی کا ایک اور واقعہ	107
(۶) قصاص کا فیصلہ	108
(۷) گواہی کے بغیر قرض کا فیصلہ	112
(۸) آپ جانتے ہیں کہ کون ایمان پر مرا اور کون کفر پر.	112
(۹) قطع ید کا فیصلہ	113
(۱۰) قطع ید کا ایک اور فیصلہ	114

(۱۱) بددیانت شخص کی نشاندھی 115

(۱۲) اونٹ چوری کے مقدمہ کا فیصلہ 115

(۱۳) اونٹ چوری کا فیصلہ شدہ ایک اور مقدمہ 115

(۱۴) دھوکہ دہی کے ایک مقدمہ کا فیصلہ 116

ایک اعتراض اور اس کا جواب 119

انتساب

غواص علوم شریعت وحقیقت، واقف رموزِ معرفت وطریقت، شہزادہ غوث الوریٰ، قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہٗ العزیز کی فیض باریوں اور کرم کیشیوں کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم!

مفتی محمد خان قادری

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علوم ظاہری و باطنی سے اس طرح نواز رکھا ہے کہ اولین و آخرین تمام مخلوق اس سے فیض پا رہی ہے۔ قرآن جس میں ہر خشک و تر کا بیان ہے وہ آپ کو عطا ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں بیان کردہ تمام علوم و معارف سے آپ کو آگاہ بھی فرمایا گیا۔ اس نعمت عظمیٰ کے عطا کرنے والے کا اشاد ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ (الرحمٰن، ۱:۲)

ترجمہ:۔ وہ ذات رحمٰن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شے کی تعلیم دی جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

سورۃ القیامہ میں بوقت نزول وحی حضور ﷺ کو قرآن کے محفوظ و یاد کرنے کے لیے زبان کو حرکت دینے سے روکتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ۔ (القیامہ: ۱۲-۱۹)

ترجمہ: مت ہلا ساتھ قرآن مجید کے زبان اپنی کو تو بہ جلدی کرے ساتھ

اس کے تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے۔ اکٹھا کرنا بیچ دل تیرے اور پڑھنا اس کا زبان تیری سے پس جس وقت پڑھیں ہم اس کو پس پیروی کر پڑھنے ہمارے کی۔ پھر تحقیق ہمارے ذمہ پر ہے بیان کرنا اس کا۔

پھر قرآن میں ایسی آیات، الفاظ اور کلمات بھی ہے جن کے اندر بیان کردہ حقائق کے درپے ہونے سے اہل علم کو منع کر دیا اور واضح کیا کہ جو شخص ان کے درپے ہوگا وہ اپنے آپ کو فتنہ و گمراہی میں ڈالے گا۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (سورۃ آلِ عمران)

ترجمہ: وہ ذات جس نے آپ پر کتاب نازل کی اس کی بعض آیات محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور دوسری آیات متشابہات ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ متشابہات کے درپے ہوں گے۔ فتنہ اور ان کی تاویل میں، ان کا معنی و منشا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں رسوخ رکھنے والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر اور یہ تمام ہمارے رب کی طرف سے ہے اور صاحب عقل و فہم ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ان حقیقتوں کی شناسا نہیں تو ہو:

متشابہات میں غور و فکر سے تمام اہل علم کو تو منع کر دیا مگر اپنے حبیب ﷺ کو ان تمام حقائق سے آگاہ فرمادیا وجہ واضح ہے کہ ہر بات کا ہر شخص اہل نہیں ہوتا۔

ع خاصاں دی گل عاماں آگے نہیں مناسب کرنی

مثلاً ان متشابہات میں سے حروف مقطعات بھی ہیں۔ کائنات میں سوائے رسول ﷺ کے قطعی طور پر ان کی مراد سے کوئی دوسرا آگاہ نہیں۔ حروف مقطعات کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر ان کے حقائق سے کسی کو آگاہی نہیں تو پھر ان کا مقصد نزول کیا ہے بلکہ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی پنجابی میں، انگلش زبان والے سے گفتگو کرے جو لغو ہے۔ حالانکہ باری تعالیٰ کا مقدس کلام ایسی بات سی بلاشبہ خالی ہے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے مفسرین کرام نے جو تحریر فرمایا ہے وہ نہایت ہی قابل توجہ ہے۔ ہم فقط دو مسلمہ مفسرین کے حوالہ جات کا تذکرہ کر رہے ہیں:

(۱) علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ حروف مقطعات کے بارے میں مختلف اقوال اور اس سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں:

والذی یغلب علی الظن ان تحقیق ذلك علم مستور و سر محجوب عجزت العلماء کما قال ابن عباس عن ادرکه او قصرت خیول الخیال عن لحاقه و لهذا قال الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه لکل کتاب سرو سر القرآن اوائل اسور، وقال اشعبی، سر الله تعالیٰ فلا تطلبوه۔ بین المحبین سر لیس یغشیه قول ولا قلم للخلق یحکیه فلا یعر فه بعد رسول اللہ ﷺ الا الا والیآء الورثة رفهم یعر فونه من تلك الحضرة و قد تنطق لهم الحروف عما فیها کما کانت تنطق لمن سبح بکفه الحصیٰ و کلبه الضب والظبی علیہ ﷺ کما صح ذلك من روایة اجدانا أهل البیت رضی اللہ عنہما بل متی جلی العبد ثمرة شجرة قرب النوافل علمها و غیرها بعلم الله تعالیٰ الذی لا یغرب عن علیه مثقال ذرة فی الارض ولافی السمآء وما ذکره

المستدل سابقا من انه لولم تكن مغهمة كان الخطاب بها كا الخطاب بالمهل الخ فهمل من القول وإن جل قائله لانه إن اراد انهام جميع الناس فلا نسلم أنه موجود في العلمية وإن اراد افهام المخاطب بها وهوهنا الرسول صلى الله عليه وسلم نهو مما لايشك فيه مؤمن وإن اراد جملة من الناس فيا حيهلا إن ارباب الذوق يعرفونها وهم كثيرون في المحمدين والحمدلله

(روح المعانی پ۱،۱۰۰)

ترجمہ: میرا غالب ظن یہ کہتا ہے کہ یہ ایسا مستور علم اور راز محجوب ہے جس کے جاننے سے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اہل علم عاجز ہیں۔ ہر خیال اور سوچ ان تک پہنچنے سے قاصر ہے اسی لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہر کتاب کا ایک راز ہے اور قرآن کا راز سورتوں کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ امام شعبی نے فرمایا: یہ اللہ کے راز ہیں ان میں غور وفکر مت کرو اہل محبت کے درمیان کچھ ایسے راز ہوتے ہیں جنہیں کوئی قول واضح نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی قلم اسے احاطہ تحریر میں لاسکتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے معانی کو کوئی نہیں جان سکتا۔ البتہ وہ اولیاء جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے علم نصیب ہو۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کے ساتھ یہ الفاظ ہمکلام ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہتھیلی کے پتھروں نے تسبیح کی۔ گوہ اور ہرن نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی جیسا کہ صحت کے ساتھ ہمارے اجداد اہل بیت سے یہ ثابت ہے بلکہ جن لوگوں نے قرب نوافل کا پھل چکھ لیا وہ ایسے اور دوسرے حقائق کو اللہ تعالی کے اس علم کی برکت سے جانتے ہیں جس سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ مخفی نہیں اور سابقاً مستدل نے جو کہا اگر ان کا مفہوم سمجھ نہ آرہا ہو تو خطاب بے فائدہ ہوگا۔ الخ خود مہمل ہے کیونکہ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ تمام

لوگ اس سے آگاہ ہوں تو یہ شرط قابل تسلیم ہی نہیں اور اگر یہ مراد ضروری ہے تو وہ اس مقام پر موجود ہے کہ رسول ﷺ ان حقائق سے آگاہ ہیں یہ ایسی چیز ہے جس میں کوئی ایمان والا شک کر ہی نہیں سکتا اور اگر مراد یہ ہو کہ فی الجملہ کوئی نہ کوئی آگاہ ہو تو پھر الحمدللہ حضور ﷺ کے بہت سے غلام ان حقائق سے آگاہ ہوتے ہیں۔

(۲) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ شیخ سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ صدر اول سے منقول چلا آرہا ہے کہ یہ صرف مقطعات اللہ اور اس کے رسول رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان راز ہیں:

المروی عن الصدر الاول فی الحروف التهجی انما سر بین الله و بین رسوله ﷺ و قدیجری بین المحرمین کلمات معمیات یشیر الی اسرار بینهما۔

ترجمہ: ان حروف تہجی کے بارے میں صدر اول سے یہی مروی ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ بعض اوقات دو محرموں کے مابین ایسے مخفی کلمات گفتگو ہوتی ہے جو ان کے درمیان رازداری کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ قول ''کہ ان کا علم سوائے اللہ کی ذات کے سوا کسی نہیں'' نقل کر کے رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس صورت میں خطاب کا مہمل ہونا لازم آجاتا ہے کیونکہ جب افہام ہی نہ رہا تو مقصد خطاب فوت ہو گیا یا یہ خطاب، ہندستانی کا عرب کے ساتھ مخاطب کی طرح ہے۔ اور قرآن تمام کا تمام بیان اور ہدایت نہ رہا دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ ثم ان علینا بیانه (اس کی وضاحت و بیان بھی ہماری ذمہ داری) اگر حضور ﷺ ان معانی سے آگاہ نہ ہوں تو اس وعدہ کی خلاف ورزی لازم آجاتی

ہے جو کہ محال ہے۔ ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے!

وهذا بعيد جدا فان الخطاب للافهام فلولم يكن مفهمة كان الخطاب بها كالخطاب بالمهمل اوالخطاب با لهندى مع العربى ولم يكن القرآن باسره بياناً وهدى ويلزم ايضاً الخلف فى الوعد بقوله تعالىٰ ثم ان علينا بيانه فانه يقتضى ان بيان القرآن محكمه و متشابهه من الله تعالىٰ للنبى ﷺ واجب ضرورى۔

ترجمہ: یہ نہایت ہی بعید ہے کیونکہ خطاب افہام کے لیے ہوتا ہے اگر وہ سمجھ سے باتر ہو مہمل خطاب ہوگا یا ایسا خطاب جو کسی ہندوستانی کا عرب کے ساتھ ہو اور پھر تمام قرآن واضح اور ہدایت نہ بن سکے گا۔ اس سے وعدہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''پھر اس کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے'' اس فرمان الٰہی کا تقاضہ ہے قرآن کے محکمات اور متشابہات تمام کا بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم وضروری ہے۔

اس سے تھوڑا پہلے اپنی رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں متشابہات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ایسے راز ہیں جن سے ہر ایک کو آگاہ کرنا مقصود نہیں بلکہ فقط اپنے حبیب ﷺ کو ان سے آگاہ کرنا ہے۔

والحق عندى انها من المتشابهات وهى اسرار بين الله تعالىٰ وبين رسوله ﷺ يقصد بها افهام العامة بل افهام الرسول ﷺ۔

(تفسیر مظہری: ۱،۱۴)

ترجمہ: میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ اس سے مقصود عوام کا افہام نہیں بلکہ رسول ﷺ کا افہام ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایسے اور ان حقائق سے آگاہ فرمایا ہے جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہر دور میں متعدد اہل علم نے حضور ﷺ کے علمی مقام کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی جو اہم کوششیں کیں ان میں سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ آپ نے یہ کتاب اس موضوع پر تحریر کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن سے فقط آگاہ ہی نہیں فرمایا بلکہ باطن پر فیصلے کا اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔ اس موضوع پر انہوں نے احادیث سے آپ کے بہت سے فیصلوں کا تذکرہ نہایت ہی احسن انداز میں کیا ہے۔ دوسری چیز اس کتاب میں انہوں نے اجاگر کی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا امتی باطن سے کتنا ہی آگاہ کیوں نہ ہو جائے وہ فیصلہ شریعت (ظاہر) کے مطابق ہی کریگا۔ اور اگر وہ کوئی شریعت کے خلاف فیصلہ کرے گا تو وہ مقبول نہیں ہوگا۔ قرآن نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے جتنے کام سرزد ہوئے وہ اگر چہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے آگاہ ہونے کے باوجود کہ یہ اللہ کے حکم کے مطابق ہیں سوال اٹھایا اور اس وقت تک مطمئن نہ ہوئے جب تک ان کی حکمت حضرت خضر علیہ السلام نے بیان نہ کر دی۔

اس میں ہمارے لیے یہ رہنمائی ہے کہ اصل راہ نما شریعت ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر حال میں اس کی پیروی کریں۔ اور اگر کسی کی کوئی بات خلاف شریعت پائیں تو پر اعتراض اٹھائیں اگر چہ اس کا ارتکاب حضرت خضر علیہ السلام جیسے مرشد ہی سے کیوں نہ ہوا ہو۔

یہ کتاب ''الباھر فی حکم النبی ﷺ بالباطن والظاھر'' کے عنوان سے دمشق سے شائع ہوئی۔

بندہ کی دلی تمنا تھی کہ اس کو اردو زبان میں ڈھالا جائے تاکہ ہمارے عوام اس سے استفادہ کر سکیں۔ فاضل عزیز محمد اکبر علی خان قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے اس کا ترجمہ کر کے میری آرزو کی تکمیل کی۔ بحمد اللہ قبل ازیں انہوں نے امام عبدالرؤف المناوی کی کتاب ''اتحاف السائل'' کا ترجمہ کیا جو ''فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا'' کے نام سے شائع ہو کر قارئین تک پہنچ چکا ہے۔

عزیز محترم محمد اشفاق جلالی حفظہ اللہ تعالیٰ، استاد جامعہ اسلامیہ لاہور کے لیے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے بڑی محنت سے اس پر نظر ثانی کی۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دین متین کی مزید خدمت کی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اسلام

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

۲۹، دسمبر ۱۹۹۵ء، بروز جمعۃ المبارک

عرض مترجم

اُمت محمدیہ کے کسی ولی کو اجازت نہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح علم حقیقت کی بناء پر کوئی ایسا فعل سرانجام دے یا ایسا حکم لگائے جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہو۔ کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام ولی نہیں تھے بلکہ نبی تھے، اپنی مستقل شریعت رکھتے تھے اور حقائق پر مبنی احکام جاری فرماتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند نہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاءِ کرام آپ کی نبوت کے فیضان اور آپ کی اتباع کی برکت سے، علوم حقائق میں خواہ کتنے ہی غوطہ زن کیوں نہ ہوں مگر ان کے لیے علم حقیقت کو چھوڑ کر، علم شریعت پر عمل پیرا ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ وہ اپنے علم حقیقت کی بناء پر علم شریعت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے اور اگر ان میں سے کوئی ایسا کرے گا تو شریعت کی حدیں توڑنے کی پاداش میں قرار واقعی انجام تک پہنچایا جائے گا جیسا کہ منصور حلاج کے ساتھ ہوا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آخری زمانے میں نزول فرمائیں گے تو وہ بھی وصف نبوت سے بہرہ ور ہونے کے باوجود شریعت مصطفوی پر ہی عمل پیرا ہونگے۔ اس میں کسی حکم کا اضافہ کرنے یا کسی حکم کے منسوخ کرنے کے مجاز نہیں ہونگے۔ اور نہ ہی شریعت کے کسی حکم کے خلاف عمل پیرا ہونے کا اختیار رکھیں گے۔

بعثت محمدیہ کے بعد، اب تا قیامت شرعی تقاضوں کے خلاف صرف علم حقیقت کی بناء پر فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اور صرف حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ آپ جس طرح دیگر بہت سے اوصاف میں باقی انبیاء کرام سے ممتاز ہیں

اسی طرح آپ کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ آپ کو علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں کا جامع بنایا گیا ہے اور دونوں کے تحت فیصلہ کرنے کے اختیار سے نوازا گیا ہے۔ آپ کی نبوت مقدسہ کا یہ ایک ایسا دوگانہ وصف ہے کہ جس میں کوئی دوسرا نہ تو آپ کے ساتھ شریک ہے اور نہ ہی ہم پلہ۔ زیر نظر کتاب میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نبوت کے اسی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ اور اپنے مخصوص تحقیقی انداز میں مختلف زاویوں سے اس اہم موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ کوئی گوشہ نہ وضاحت طلب رہا ہے اور نہ ہی تشنہ تکمیل۔

غالبًا آپ ہی پہلے محقق ہیں کہ جنہوں نے اس موضوع پر مستقل کتاب تحریر کی اور ائمہ محققین کی مبسوط کتابوں میں بکھرے ہوئے موضوع سے متعلقہ نگینوں کو یکجا کر کے ایک علمی نگار خانہ ترتیب دیا۔ میں نے اپنی علمی بے بضاعتی اور کج فہمی کے باوصف اسکی ترجمانی کی کوشش کی ہے۔ یقینی طور پہ مجھ سے ترجمے کا حق تو ادا نہیں ہو سکا مگر پھر بھی اگر کاوش مطالب کتاب کو سمجھنے اور ایک عام قاری کے ذہن نشین کرانے میں ممد ثابت ہو تو یہ سراسر رب ذوالجلال کا فضل ہوگا۔ اور اگر اصحاب علم اس میں اغلاق و خطا پائیں تو وہ میری بے بضاعتی کا نتیجہ ہوگا۔ جس پر یقینًا گرفت کی بجائے درگزر سے کام لیا جائے گا اور اصلاح کے لیے سرپرستی فرمائی جائے گا۔ محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری زید مجدہ کی خدمت علمی میں انتہائی سپاس گزار ہوں، جنہوں نے مجھے اس نادر کتاب کے ترجمہ کے لئے ارشاد فرمایا اور میری علمی سرپرستی کی۔

میں نے اپنی اس حقیر کاوش کو اپنے مرشد گرامی، غواص علوم شریعت و حقیقت قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاء الدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں فیض بار کے نام معنون کیا ہے۔ جن کے ہزار ہا اوصاف

مسند میں سے سب سے نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ نے بحر حقیقت کی غواصی اور اسرار حقیقت سے آگاہی کے باوجود کبھی شریعت مطہرہ سے انحراف نہ کیا۔

بے شک ہر طرح کی توفیق اللہ رب العزت ہی کی طرف سے ہے جو نیک انجام اور مقاصد مسند تک پہنچانے والا ہے۔

احقر
اکبر علی خان

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ابن العلامہ کمال الدین السیوطی الخضیری، صاحب تحقیق و تدقیق اور سند و حفظ تھے، شافعی المسلک اور بہت بڑے مصنف تھے۔

اتوار کی شب مغرب کے بعد ماہ رجب المرجب ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ قاضی القضاۃ عزالدین احمد بن ابراہیم کنانی حنبلی نے آپ کی کنیت ابو الفضل رکھی۔ پانچ سال سات ماہ کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ اٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا۔ پھر عمدۃ الاحکام، منہاج النووی، الفیہا ابن مالک اور منہاج البیضاوی حفظ کیں۔ ان میں سے پہلی تین کتابیں العلم البلقینی، شرف المناوی، العز الحنبلی ورشیخ اشیوخ۔

الاقصرائی جیسے اجل علماء پر پیش کیں اوران سے اجازت لی اور مکمل ایک سال علامہ جلال الدین محلی کی مجلس میں شریک کی۔ زین الدین رضوان عقبی کی مجلس مین بھی شریک رہے۔ جب آپ چھوٹے بچے تھے تو آپ کے والد آپ کو حافظ ابن حجر کی مجلس میں بھی لے جاتے تھے۔

حصول علم کے سلسلہ کا باقاعدہ آغاز ۸۶۴ھ میں ماہ ربیع الاول کی ابتداء سے کیا۔ حدیث شریف، نحو، اصول، عقائد، منطق، فرائض، حساب، فقہ، تفسیر، بلاغت، مصطلح، شروح القواعد الفقہیہ میقات اور طب کے علوم اپنے زمانے کے بڑے بڑے اساتذہ سے پڑھے۔ جن میں محمد بن موسیٰ سیراہی، شمس الدین محمد بن شیخ سعد الدین مرزبانی حنفی، شہاب الدین احمد بن علی شارمساحی جیسے اساتذہ

شامل ہیں۔

پھر آپ نے شیخ الاسلام العلم صالح البلقینی، شیخ اشرف المناوی، مصر کے عظیم محقق سیف الدین محمد بن محمد حنفی، علامہ تقی شمنی، علامہ محیوی محمد بن سلیم کافیجی قاضی القضاۃ عزالدین احمد ابرہیم کنانی، شیخ مجد الدین اسمٰعیل بن سباع، شیخ عزالدین عبدالعزیز محمد میقاتی، طبیب علی بن محمد ابراہیم دوانی، شیخ الدین بانی جیسے اجل شیوخ کی صحبت میں حاضری کو اپنا معمول بنایا۔ شیخ تقی الدین ابی بکر بن شادی حصکفی کے دردوس میں کثرت سے شرکت رہے۔ آپ نے اپنے تمام اساتذہ جن کی تعداد ۱۵ تک پہنچی ہے، سے افتاء کی اجازت پائی۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھی، جو اپنے معیار کے اعتبار سے بڑی کامل، جامع نافع اور معتبر ہیں۔ ان کی تعداد پانچ سو سے زیادہ دیان کی گئی ہے۔ آپ کی اکثر کتابیں آپ کی زندگی میں ہی حجاز، شام، حلب، روم، مغرب، تکرور، ہنداور یمن میں مشہور ہو گئی تھیں۔

تحریر ب تالیف میں آپ کو اتنی سرعت حاصل تھی کہ اس سلسلہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی نشنی قرار دیا گیا ہے۔ آپ کے شاگرد شیخ شمس داؤدی کا کہنا ہے کہ میں نے شیخ کو دیکھا کہ آپ ایک ہی دن میں کتاب کے تین ضخیم ابواب تحریر کر لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حدیث کی املاء بھی کرواتے تھے اور تعرضات کے جوابات کی پہچان اور احادیث سے مسائل کے استنباط میں اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے بڑھ کے علم رکھنے والے تھے۔

انہوں نے خود بیان فرمایا کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے ان سے زیادہ ملتیں تو میں انہیں بھی یاد کر لیتا۔ پھر فرمایا: مگر شاید کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ پائی نہیں جاتیں۔ جب آپ کی عمر چالیس سال (۴۰) برس ہوئی۔

تو آپ نے عبادت الٰہیہ کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ ہر شئی سے کٹ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے دنیا اور دنیا والوں سے یوں ناطہ توڑ لیا گویا کہ انہیں جانتے ہی نہیں۔ افتاء و تدریس کے کام کو ختم کر کے فقط تصنیف و تالیف کے کام ہی کو جاری رکھا۔ افتاء و تدریس کے کام سے عذر خواہی کے لئے "التنفیس فی الاعتذار عن ترك الافتاء والتدریس" نامی کتاب تحریر کی۔ "روضۃ المقیاس" میں اقامت گزین ہوئے اور اپنی موت تک وہیں رہے۔ اپنے گھر کو دنیا والوں کی طرف مشغول ہونے سے ہمیشہ کے لیے بند کردیا۔ اہل ثروت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اموات دنیا کے نذارانے پیش کرتے مگر آپ قبول نہ فرماتے۔

ایک دفعہ سلطان شہاب الدین غوری نے آپ کے پاس ایک غلام اور ہزار دینار بطور ہدیہ بھیجے۔ آپ نے دینار اسے لوٹا دیئے اور غلام کو آزاد کر کے روضہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کے لیے روانہ کر دیا اور سلطان کو اس کے قاصد کے ہاتھ کہلوا بھیجا کہ آئندہ اس طرح کے ہدیئے بھیجنے کی تکلیف نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے غنی کر رکھا ہے۔ آپ نے کبھی سلطان یا کسی دوسرے کے ذر کی کاسہ لیسی نہیں کی۔ کئی دفعہ آپ کو طلب کیا گیا۔ مگر آپ نہ گئے۔ آپ سے کہا گا کہ کئی اولیاء کرام لوگوں کی ضروریات کی خاطر (اپنی ضرورت کے لیے نہیں) امراء و سلاطین کے ہاں جایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان کو اپنا دین بچانے کے لیے ان بزرگوں کی اتباع کرنی چاہیے جو یہ کام نہیں کرتے تھے۔ آپ نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی تحریر کی جس کا نام "الاساطین فی عدم التردد الی السلاطین" ہے۔ آپ کے محاسن و مناقب اتنے کثیر ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر آپ دیگر کوئی فضائل نہ بھی ہوتے تو بھی آپ

کی تالیفات کی کثرت آپ کے مقام و مرتبہ کی بلندی پر گواہ بننے کے لیے کافی تھی۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے اشعار میں زیادہ تر علمی نکات اور شرعی احکام کو بیان کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فوض احادیث الصفات ولا تشبه او تعطل

ان رضت الا اخوض فی تحقیق معضلہ فاول

ان المفوض سالم مما تکلفه المؤل

ترجمہ: خود کو عالی صفت لوگوں کی باتوں کے سپرد کر اور شبہ معطل میں نہ پڑ۔ اگر تو نے مشکل اور پیچیدہ معاملے کی تحقیق کے لیے غور و خوض کیے بغیر ہی خود کو اس میں ڈال دیا ہو تو پھر واپس مڑ۔

(یقیناً خود سپردگی والا مڑنے کی تکلیف سے بچا رہتا ہے)

ایک طالب علم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

حدثنا شیخنا الکنانی عن انه صاحب الخطابه

اسرع اخا العلم فی ثلاث الاکل والمشی والکتابه

ترجمہ: ہمارے استاد کنانی اپنے والد (جو بہت بڑے خطیب تھے) کا قول سنایا کرتے تھے کہ اے علم دوست، تین باتوں میں جلدی کر، کھانے میں، چلنے میں اور لکھنے میں۔

آپ کی وفات ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں روضۃ المقیاس میں آپ کے گھر ہوئی۔ آپ نے ۶۱ سال، ۱۰ ماہ اور ۱۸ دن عمر پائی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد و ثنا باری تعالیٰ کے لیے ہے اور درود و سلام ہو نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ کے آل واصحاب پر اور چنیدہ برگزیدہ بندوں پر۔

حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے جو انہوں نے ابی بن کعب سے نقل کی صحیحین اور دیگر کتب میں موجود ہے کہ:۔

ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ذکر قصه اجتماع موسی بالخضر علیهما السلام وما وقع للخضر من قتل الغلام وانکار موسی علیه و ان الخضر قال له یا موسی انی علی علم من علم الله سبحانه علمینه الله لاینبغی لك ان تعلمه وانت علی علم الله من علم الله علمکه الله سبحانه وتعالیٰ لا ینبغی لی ان علمه۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کا قصہ بیان فرمایا اور جو صورت حال حضرت خضر علیہ السلام کو لڑکے کے قتل کرنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روکنے سے در پیش آئی اس کو بیان فرمایا۔ اور یہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میں اللہ سبحانہ کے علم میں سے ایک علم کی آگہی پر ہوں، جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے آپ کے لیے اس کا جاننا مناسب نہیں اور آپ بھی اللہ کے علم میں سے ایک علم کی آگہی پر ہیں، جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے میرے لیے مناسب نہیں کہ اسے جانوں"۔

ایک اشکال کا حل:

شیخ سراج الدین البلقینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا

ہے دونوں صورتوں میں جس علم کا ذکر ہے اس کا جاننا فریق ثانی کے لیے کیسے نا مناسب ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ یہاں علم کو اس کی تنفیذ پر محمول کیا گیا ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہو گا کہ آپ کے لیے اس پر عمل کرنے کے ارادے سے اس کا جاننا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس پر عمل پیرا ہونا متقضائے شریعت کے منافی ہے اسی طرح میرے لیے عمل کرنے کے ارادے سے آپ کے علم پر آگاہ ہونا درست نہیں کہ یہ متقضائے حقیقت کے منافی ہے۔

پھر بحث کو سمیٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والے کسی ولی کے لیے جائز نہیں کہ حقیقت پر مطلع ہونے کے بعد اسی پر عمل کرنے لگ جائے بلکہ اس کے لیے حکم ظاہر یعنی شریعت پر ہی عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔،،

جامعیت رسول ﷺ

امام کمال الدین زملکانی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ شافعی مجتہد ہیں) اپنی کتاب ''تحقیق الاولی من اھل الرفیق الاعلی،، میں فرماتے ہیں کہ عقلاً یہ بات مسلم ہے حضور نبی اکرم ﷺ اپنی ذات، دعوت اور معاد میں کامل و اکمل ہیں اور یہی آپ کے شرف وفضیلت کے خصال ہیں۔

حضور ﷺ کا اپنی ذات میں کامل واکمل ہونا

حضور نبی اکرم ﷺ اپنی ہستی مبارکہ میں اس لیے کامل واکمل ہیں کہ وہ تمام مقامات شرف اور اوصاف فضیلت جو انبیاء کرام کو الگ الگ حاصل تھے، آپ بدرجہ اتم ان کے حامل ہیں۔ چنانچہ آپ کی نبوت و رسالت کامل واکمل ہے۔ آپ خلیل بھی ہیں اور حبیب بھی۔ آپ کو کلام الٰہی اور رویت باری دونوں کا

شرف حاصل ہے۔ آپ قرب و دنو کا خاصہ رکھتے ہیں۔ حسن خلق اور حسن خلق دونوں کے جامع ہیں۔ پاک دامنی کا وہ کمال رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں مغفرت کی یقینی ضمانت عطا فرما دی۔ آپ بلند ترین مرتبہ کے حامل اور پیشوائے کل ہیں۔

اگر عربوں کے معیارات فضیلت پر نظر کریں تو آپ ان میں سے ہر ایک پر بدرجہ اتم پورے اترتے ہیں۔ اور اگر اخلاق و اطوار کی پاکیزگی و نظافت کو دیکھیں تو آپ کا ثانی نہیں ملتا۔ آپ مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے سب سے بہتر زمانے اور پاکیزہ ترین مسکن میں مبعوث ہوئے۔ آپ آل اسماعیل علیہ السلام میں سے اللہ رب العزت کی منتخب کردہ وہ ہستی ہیں کہ جو صاحب اختیار بھی ہیں اور ہدایت وعبادت کے امام بھی۔ گناہ گار امتیوں کی بخشش کا مژدہ جانفزاء بھی آپ ہی کو سنایا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اولئك الذين هدى الله فبهدٰهم اقتده۔ (الانعام: ۹۰)

ترجمہ:۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی۔ پس آپ بھی ان کے پیغام ہدایت سے متفق ہوں۔

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ انبیاء کرام میں سے ہر ایک پر نازل ہونے والے پیغام ہدایت کی اقتداء کا حکم دیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہر نبی پر اترنے والی ہدایت کی پیروی آپ پر لازم ہوئی۔ اس شان کے ساتھ کہ آپ ترک واجب سے پاک ہیں۔ چونکہ انبیاء کرام پر الگ الگ ہر قسم کی ہدایت اتری تھی لہٰذا اس حکم کے تحت آپ ان سب پر فرداً فرداً نازل شدہ ہدایات کے جامع قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کی ذات گرامی اور بعثت مبارکہ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ چنانچہ آپ ان پر مقدم ٹھہرے اور نماز میں ان سب کی امامت فرمائی۔ (اے قاری) آپ کے شرف وفضیلت کے بارے میں یہی تیرے لیے کافی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دعوت میں اکمل ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت میں بھی کامل واکمل ہیں۔ کیونکہ آپ کی شریعت سابقہ تمام انبیاء کی شریعتوں کی ناسخ ہے آپ کی دعوت ان کے لیے اور ان کے پیروکاروں سب کے لیے عام ہے۔ آپ پیشوا ہیں اور پیروکار۔ آپ متبوع ہیں اور وہ تابع۔ آپ معجزات کے اعتبار سے بھی کامل تر ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کا معجزہ آپ کو بدرجہ اتم عطا ہوا، علاوہ ازیں کچھ معجزات ایسے تھے جو فقط آپ ہی کو عطا ہوئے اور کسی نبی کے لیے ثابت نہیں ہیں۔ آپ کی کتاب بھی تمام کتب سے بلند واکمل ہے اس میں کسی باطل شی کی کسی طرح سے بھی ملاوٹ نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز اسے منسوخ کر سکتی ہے۔ آپ کے معجزات ابد آلاباد تک باقی رہنے والے ہیں۔ جیسے قرآن حکیم ہے (یعنی قرآن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں اکمل ہونا:

آپ اپنی آخرت کے اعتبار سے بھی اکمل ہیں۔ کیونکہ اس روز آپ صاحب لواء حمد ہونگے۔ تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونگے اور آپ ان کے قائد شفیع ہونگے۔ سب سے پہلے آپ ہی شفاعت فرمائیں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔ آپ صاحب مقام محمود ہیں، قیامت کے روز تمام انبیاء کرام آپ کے تابع ہونگے۔ دارالجزاء یعنی جنت

میں آپ کا درجہ سب سے بلند ہو گا۔ آپ صاحب وسیلہ ہونگے جو کہ جنت کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ جہاں سوائے آپ کے اور کوئی فائز نہ ہو سکے گا۔ آپ کی امت افضل ترین امت ہے۔ اس کے افراد بارگاہ الٰہی میں شفاعت کا اذان رکھنے والے ہیں اور ان کی شفاعت قبول بھی کی جاتی ہے۔ ان میں سے بہت سے صدیق، شہید اور صالح ہیں حضور ﷺ کا وجود مسعود تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے۔ آپ کے ذکر کو رب ذوالجلال نے اپنے ذکر کے ساتھ بلند فرمایا ہے۔ آپ صاحب حوض کوثر ہیں۔ روز حشر آپ کی امت تمام امتوں پر گواہ ہوگی۔ آپ کے مناقب و فضائل ختم ہونے والے نہیں ہیں اور ان کے آغاز و انجام تک رسائی محال ہے۔

پھر (امام زملکانی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہم بیان کر چکے ہیں کہ دیگر تمام انبیاء کرام کے معجزات اسی شکل میں یا اپنی کامل ترین صورت میں ہمارے نبی پاک ﷺ کے لیے ثابت ہیں۔ یہ بات ہم نے اجمالاً ذکر کی، جبکہ تمام تر جذئیات کے ساتھ اس کی تفصیل کا بیان اسی بات کا متقضی ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کے تمام معجزات کو ایک ایک کر کے بیان کیا جائے اور یہ کام ایک کا تقابل حضور ﷺ کے اسی جیسے معجزے سے کیا جائے اور یہ کام ایک مستقل کتاب کا تقاضہ کرتا ہے البتہ ہمارے مذکورہ بیان کی وضاحت کے لیے کسی حد تک اس موضوع کی تفصیل ضروری ہے۔ یہ تفصیل دو مقدموں پر مشتمل ہوگی۔ ولی کی کرامت درحقیقت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

مقدمہ اول

ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتا ہے:

علم اصول دین میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اہل سنت کے بذھب میں اولیاء کی کرامات کا اثبات کیا جاتا ہے۔ نبی کے ہر معجزے کا، ولی سے کرامتاً صدور جائز ہے۔ اس امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور ان کے بعد دیگر اولیاء اللہ سے کرامات صادر ہوئی ہیں کسی اور امت میں ان کا وقوع نہیں ہوا۔ جو کوئی اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور سلف صالحین کی روایات و واقعات کا جائزہ لے، اس پر ہماری یہ بات خوب آشکار ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ولی جس نبی کا پیروکار ہوگا، اس سے واقع ہونے والی کرامت اسی نبی کی طرف منسوب ہوگی۔ اور اسی کے معجزات میں سے ایک معجزہ شمار کی جائے گی۔ اس لیے اس ولی کو یہ کرامت اسی نبی کی اتباع کرنے اس پر ایمان لانے اور اس کے پیغام کو قبول کرنے اور اس کی شریعت پر عمل پیرا ہونے ہی کے صدقے ملی۔ حتیٰ کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اسوہ پیغمبر کے ترک کا مرتکب ہو تو اس کے خلاف اسوہ عمل کو سبب کرامت کبھی قرار نہیں دیا جائے گا۔

اسوہ پیغمبر کی مخالفت پر کرامت کو دلیل بنانے والا ولی نہیں ہوسکتا:

اگر ایسا ولی (جو مخالفت اسوہ پیغمبر کا مرتکب ہو) اس کرامت کو اسوہ پیغمبر کی مخالفت پر دلیل بنائے تو ہم اسے کرامت نہیں کہیں گے (اور نہ ہی ایسے شخص کو ولی)۔ اس کی ایسی خلاف عادت بات کو شیطانی احوال سے قرار دیں گے۔ امتی کو کرامت اتباع پیغمبر کی وجہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ ولی کی کرامت

اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ درست راہ پر ہے اور اس کی کرامت کی سب سے بڑی بنیاد اس کے نبی کی شریعت ہوتی ہے کہ جس پر وہ چلتا ہے۔ پس اس کی کرامت اس کے نبی کے دعوائے نبوت پر ایک دلیل بن جاتی ہے۔

معجزہ کا معنی:

معجزہ سے ہماری مراد ایسا خارق عادت کام ہے جو دعوائے نبوت کے صدق پر دلیل بنے۔

اعتراض:

معجزہ کی تعریف میں مذکور قول کی بنا پر اگر یہ اعتراض وارد ہو کہ معجزہ سے مراد وہ خارق عادت کام ہے جسے نبی دعوائے نبوت کے وقت مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لیے پیش کرتا ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے اولیاء کی کرامات چونکہ اپنے وقوع میں اس وقت سے اتصال نہیں رکھتیں جب آپ نے دعوائے نبوت فرمایا تھا اور آپ کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا لہٰذا وہ آپ کے معجزات میں داخل نہیں ہیں۔

جواب:

ہم کہتے ہیں کہ حد معجزہ میں ان کے اس قول ''انہ المقرون بالتحدی'' (کہ وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ متصل ہو) کا معنی یہ ہے کہ اس کا وقوع دعوائے نبوت کے زمانے میں ہوا ہو اور وہ صدق نبی پر دلیل بن رہا ہو، ہر معجزے میں یہ شرط نہیں کہ اس کے وقوع کے وقت دعوائے نبوت کو بھی دہرایا گیا ہو اس لیے کہ بہت سے خوارق جو حضور ﷺ کے بطور معجزہ صادر ہونے کے بارے میں اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ان کے وقوع کے وقت دعویٰ کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہی

کافی ہے کہ ان کا معجزہ ہونا صدق دعوائے نبوت کے سلسلہ ہی کی ایک کڑی ہے، ’’مقرونہ بالتحدی‘‘ کا یہی معنی ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ نبی پاک ﷺ کے بہت سے معجزے آپ کے وصال مبارک کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔ مستقبل کے بارے میں جو غیبی اطلاعات انہوں نے ارشاد فرمائیں ان میں سے کچھ تو جلدی ہی ظاہر ہوگئیں اور کچھ وہ ہیں جب زمانہ آخر میں ظاہر ہونگی جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ بعد از وصال وقوع نے انہیں آپ کے معجزات سے خارج نہیں کیا۔ اس لیے کہ یہ آپ کی صدق پر دلیل ہیں اور اس لیے بھی کہ آپ کی دعوت تا قیامت قائم رہنے والی ہے۔

اس امت کے اولیاء کی کرامات اسی باب سے ہیں کیونکہ ایک تو وہ آپ کے صدق پر دلیل ہیں دوسرے آپ کے زمانہ نبوت میں ہی واقع ہو رہی ہیں اس لیے وہ درحقیقت آپ ہی کا معجزہ ہیں۔

مقدمہ ثانی

انبیاء سابقین کے معجزے بھی در حقیقت حضور ﷺ کے معجزے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کے زمانے تک ہر نبی سے ظاہر ہونے والا معجزہ بھی اصلاً آپ ہی کا معجزہ اور آپ کے صدق پر دلیل ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کو آپ کے بارے میں بشارت دیتے آئے اور آپ ہی کی دعوت کے عموم کو لوگوں کے سامنے رکھتے آئے۔

واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومن به و لتنصر نه قال اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فا شهدوا وانا معکم من الشاهدین۔ (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس میرا رسول آئے جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا پھر فرمایا کیا تم نے تسلیم کیا انہوں نے عرض کی ہاں ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کا اور آپ کی مدد کا عہد لیا ہوا تھا اور آپ کو ان سب کے لیے رسول بنایا تھا جیسا کہ ارشاد میں کہ:۔

ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتو منن به ولتنصر نه

پھر جب تمہارے پاس میرا رسول آجائے جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو لازمی طور پر اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد فرمانا کہ "اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا" اسی حقیقت پر دلیل ہے۔ اسی طرح نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے نبی پاک کی شریعت پر ایمان لانا اور اس پر عمل پیرا ہونا اور ہمارے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بھی، اس امر کی دلیل ہے۔

تو جب معجزہ ہر نبی کے دعاوی کے صدق پر دلیل ہوا تو جہاں اس نے اپنی قوم کو خود پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ وہی ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے بھی کہا۔ نیز یہ بھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سابقہ انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔ پس ان نظائر سے پتہ چلا کہ جملہ انبیاء کے معجزات ہمارے پاک نبی علیہ السلام کے صدق پر دلیل ہیں۔ اور یہ بات خود اپنی جگہ ایک معجزہ ہے۔

معجزات کے لیے یہ بھی شرط نہیں کہ وہ دعوائے نبوت کے وقت اس اعلان فرمانے والے نبی کے ہاتھ پر ہی ظاہر ہوں۔ بلکہ ایسے خوارق جو اس کے صدق نبوت پر دلالت کریں (اعلان نبوت سے پہلے خود بخود) صادر ہوسکتے ہیں جیسے کہ وہ وجوہات جو اعلان نبوت سے پہلے واقع ہوئیں اور وہ احوال جو ولادت مقدسہ کے وقت ظاہر ہوئے اور نزول وحی سے کچھ عرصہ پہلے تک کے وہ حالات جو وحی نازل ہونے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی وسعت و کثرت کے بارے میں ہم نے جو کچھ کہا ان دو مقدمات نے اسے (قارئین آپ کے لیے) خوب واضح کر دیا۔ اور بات آپ پر کھل گئی کہ دیگر انبیاء

کے معجزات بھی آپ ہی کے معجزات شمار ہوئے ہیں۔ تو وہ معجزات کہ جو آپ سے منسوب ہیں وہ کیسے درست نہ ہونگے کہ وہ تو اتم واکمل واحسن ہیں۔

گستاخ کا قتل کیا جانا حضور ﷺ کا اختصاص:

السیف المسلول علی من سب الرسول از شیخ تقی الدین سبکی میں ہے کہ ابوداؤد نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول اس روایت کے بارے میں سوال کیا......... جس میں بیان کیا گیا کہ "ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اسے قتل نہ کروں جیسا کہ رسول پاک ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے کے ساتھ کیا گیا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں کیونکہ یہ خصوصیت نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی کو حاصل نہیں"۔

امام احمد رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا:۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے کسی شخص کو قتل کرنے کا جواز فقط تین وجوہات کی بنا پر تھا جنہیں حضور ﷺ نے بیان فرمایا۔

(ا) کسی شخص کا ایمان لانے کے بعد کفر کرنا۔

(ب) شادی شدہ کا زنا کرنا۔

(ج) کسی کو بلا قصاص قتل کرنا۔

جبکہ خود نبی اکرم ﷺ ان تین وجوہات کے علاوہ بھی کسی کے قتل کا حکم صادر فرما سکتے ہیں۔ یہ بات آپ کے خصائص سے ہے۔ یہ خصوصیت اس معنی میں ہے کہ آپ کو کسی کو قتل کروانے کے لئے وجہ بتانا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر آپ وجہ بتائے بغیر بھی کسی کے قتل کا حکم فرمائیں تو وہ مباح الدم ہو جاتا ہے اور لوگوں پر آپ کے اس حکم کی اطاعت لازمی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ آپ کوئی

ایسا حکم فرماتے ہی نہیں جو خود بارالٰہی سے صادر نہ ہو چکا ہو۔ یہ دونوں خصوصیات ایسی ہیں کہ آپ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں۔ یعنی ایک تو یہ کہ آپ کے گستاخ کی سزا موت ہے۔ دوسری یہ کہ آپ جس کو چاہیں، شریعت کے متعینہ تین اسباب کے علاوہ بھی سزائے موت دے دیں۔ جہاں تک دوسری خصوصیت کا تعلق ہے، تو حاصل نہیں بلاوجہ کسی دوسرے کو قتل کرے۔ رہ گئی پہلی تو وہ آج بھی قائم ہے۔ یعنی آپ کے گستاخ کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا اور اب امام یعنی خلیفہ وقت یا مسلمانوں کی حکومت اس کے قیام کی ذمہ دار ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کے طبعاً کافر ہونے کی بناء پر اس کے قتل کا جو اقدام کیا۔ تو وہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ شریعت سے ایسی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی کہ کسی کم سن بچے کو کسی ایسی وجہ کی بناء پر قتل کر دیا جائے، قطع نظر اس کے والدین کے ایمان کے۔ اگر ہم فرض بھی کر لیں تو حضرت خضر علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کسی ولی کو، کسی بچہ کے حال پر اس طرح مطلع کر دے جس طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کیا تو بھی مقتضائے شریعت اس کے لیے اس بچہ کا قتل جائز نہ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت کہ آپ نے نجدۃ حروی کے بچے کو قتل کرنے کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر تو حضرت خضر علیہ السلام ہے اور مومن و کافر (بچے میں) فرق کر سکتا ہے تو اسے قتل کر دے اس پر اٹھائے جانے والے متوقع سوال کا جواب یہ ہوگا کہ اس فرمان سے حقیقۃً آپ کا ارادہ:

(۱) نجدۃ حروی کے استدلال کی نفی کرنا تھا۔

(۲) ناممکن کا ذکر کر کے اس بات کے محال ہونے کو واضح کرانا تھا۔

(۳) قصہ حضرت خضر علیہ السلام حجت پکڑنے کے رجحان کو ختم کرنا تھا۔

آپ کا مقصود ہرگز یہ نہیں تھا کہ اگر ایسی معلومات حاصل ہو جائیں تو قتل کرنا درست ہو جائے گا کہ یہ ،قتضائے شرع کے خلاف ہے۔ کیونکہ کفرفی الوقت تو نہ پایا جارہا تھا بلکہ بعد میں متحقق ہوگا۔تو جو چیز بھی پائی ہی نہیں جارہی وہ قتل کا سبب کیسے بن سکتی ہے۔

قطعی بات تو یہ ہے کہ بچے کو نہ تو کفر حقیقی سے متصف کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ایمان حقیقی سے اسی بناء پر خضر میں یہ احتمال بھی ہے کہ ان کے پاس اپنی مستقل شریعت ہو، یہ رائے ان لوگوں کی جو حضرت خضر علیہ السلام کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم علوم ظاہری و باطنی دونوں کے جامع ہیں:

میں بیان کر چکا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حکم ظاہری اور شریعت جیسا کہ وہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور حکم باطنی اور حقیقت کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے، دونوں ہی آپ کی ذات میں جمع کیے گئے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فقط آپ ہی کو خاص کیا ہے۔

اس بارے میں علماء کی بہت سے نقول اور کئی احادیث بطور سند موجود ہیں۔

جہاں تک نقول کا تعلق ہے تو یہ دو طرح ہیں: (ا) تفصیلی (ب) اجمالی

نقول تفصیلیہ

(ا) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بروایت "بکرۃ البیھم" بیان کیا ہے کہ علماء کا اسی بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو یہ اختیار نہیں کہ وہ صرف اپنے علم کی وجہ سے (بے وجہ شرعی) کسی کو قتل کرے، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے مذکورہ امام کا اجماع نقل کرنا ہمارے لیے کافی ہے۔

(۲) ابن دحیہ کہتے ہیں:
جو شخص بلا ثبوت تہمت زنا لگائے اس کا قتل کروانا آپ کے لیے جائز ہے۔ یہ آپ کا خاصہ ہے اور آپ کے غیر کے لیے یہ جائز نہیں۔ اسے امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''الخادم'' میں نقل کیا ہے۔

(۳) امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ ''الشرح'' میں اور امام نووی ''الروضہ'' میں بیان کرتے ہیں:
''آپ کے خصائص میں یہ چیز بھی ہے کہ آپ حدود میں (بلا حجت شرعی) فقط اپنے علم کی بنا پر ہی فیصلہ فرما دیں۔ آپ کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں ہے۔''

(۴) قاضی جلال الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ ''الروضہ'' کے حواشی میں (مذکورہ بالا) قول کی شرح میں) کہتے ہیں کہ ''دونوں میں مطلقاً اپنے علم مبارک سے فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔''
امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کا جو قول کیا ہے یہ بات اس کی موافقت میں ہے کیونکہ تمام مسالک کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا حدود میں صرف اپنی معلومات کی بناء پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ البتہ حدود کے علاوہ دیگر امور میں اختلاف ہے۔ ہم (یعنی شوافع) اسے جائز خیال کرتے ہیں کہ جبکہ دیگر مسالک اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ رہ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدود اور غیر حدود میں (فقط اپنے علم مبارک کی بناء پر) فیصلہ صادر فرمانا تو اس باب میں کسی طرف سے کبھی بھی کوئی اختلاف سننے میں نہیں آیا۔

(ب) نقول اجمالیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان کے کے لیے اجمالی نقول یہ ہیں۔

(۱) علماء کرام نے بیان کیا کہ کسی نبی کو کوئی ایسا معجزہ یا فضیلت عطا نہیں ہوئی جس کی مثل یا اس سے بہتر ہمارے نبی کریم ﷺ کے لیے ثابت نہ ہو۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں بیان کیا تو آپ پر سوال ہوا کہ (قول مذکورہ کے مطابق) اس کی مثل حضور ﷺ کا معجزہ کونسا ہے تو آپ نے فرمایا۔ ''حضور نبی اکرم ﷺ کو حنین الجذع کا معجزہ عطا ہوا جو اس سے بہتر ہے۔ اس موضوع پر گفتگو بہت پھیلی ہوئی ہے حتیٰ کہ جس نے بھی فضائل نبویہ پر لکھا ہے، اس موضوع پر ضرور روشنی ڈالی ہے۔

فضیلت میں سب سے افضل:

(۲) امام بدر الدین حبیب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''النجم الثاقب فی اشرف المناقب'' میں رقمطراز ہیں کہ انبیاء میں سے کسی کو کوئی ایسی فضیلت نہیں ملی، جو زیادہ تابناکی کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہ کی ہو۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب ضروری ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے معاملے کی نظیر (زیادہ تابناکی کے ساتھ) باطن اور حقیقت میں حکم کی نفاذ کے حوالے سے آپ کے لیے بھی ثابت ہو۔ اس حکم کے ساتھ ساتھ جو ظاہر شریعت میں پایا جاتا ہے اور تمام انبیاء کو حاصل ہوتا ہے تو جس طرح دیگر انبیاء کرام کو جو کچھ عطا ہوا اس کی کامل تر نظیر بھی آپ کو عطا ہونی چاہیے تھی۔ چنانچہ آپ کو خصوصی طور پر ان دونوں معاملات کا جامع بنایا گیا۔ اس طور کے آپ کے لیے ظاہر و باطن اور شریعت وحقیقت دونوں حوالوں سے حکم لگانا ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے لیے کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔

تمام انسانیت کے رسول:

(۳) اس سلسلہ مزید وضاحت کے لیے ہم امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک گفتگو کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''التعظیم والمنۃ'' میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ''بعثت الی الناس کافتہ'' (مجھے تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا) ذکر کرنے کے بعد اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے قیامت تک کے انسان ہی مراد نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے کے بھی تمام انسان اس حکم میں شامل ہیں۔ اس سے آپ کے اس قول ''کنت نبیا آدم بین الروح والجسد'' (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی روح وجسم کی درمیانی کیفیت میں تھے) کا معنی بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے ان کی وضاحت میں یہ قول کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا آپ کو عنقریب نبی بنایا جاتا ہے۔ وہ اصل معانی تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم، علم قطعی اور تمام چیزوں کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ہی (جو اوپر مذکورہ ہوا) وصف نبوت سے موصوف فرما دیا تھا۔ چنانچہ اس روایت سے یہی سمجھنا چاہیے کہ نبوت اس وقت بھی آپ کے لیے ایک امر ثابت تھی۔ مذکورہ وقت میں نبوت کا آپ کے لیے اس معانی میں ثابت ہونا اس لیے بھی ناگزیر وضروری ہو جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی تخلیق کے بعد جب عرش کی طرف دیکھا تو وہاں آپ کے نام نامی کو (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صورت میں لکھا ہوا پایا۔ اور اگر اس سے مراد فقط اس بات کا علم لیا جائے کہ مستقبل میں ایسا ہو جائے گا تو پھر اس سے آپ کی کوئی ایسی خصوصیات ثابت نہیں ہوتی جسے باقاعدہ طور پر ان الفاظ کے

ساتھ بیان کیا جائے۔ کیونکہ اس وقت بلکہ اس سے پہلے سے اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کے بارے میں علم رکھتا تھا کہ ان کو نبوت عطا کی جائے گی۔ لیکن اس چیز کے حضور نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہونے سے انکار اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ حضور ﷺ نے اپنی ایک امتیازی خصوصیت کے طور پر اس کی خبر دی ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی جو قدر و منزلت ہے اس کا اظہار ہو اور امت اس سے خوب آگاہ ہو جائے۔

سب سے پہلے حقیقت محمدیہ کو وجود بخشا گیا:

یہاں تک کہ امام فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر صحیح سے معلوم ہوا کہ تخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے بہت پہلے آپ کو بارگاہ الٰہی سے کمال نبوت حاصل ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم کے بنانے (بلکہ ہر شی کو بنانے) سے پہلے حقیقت محمدیہ کو وجود بخشا تھا اور یہ کہ آپ کو نبوت اس وقت ہی عطا فرمادی تھی پھر انبیاء سے آپ کے بارے میں عہد کیا تھا تاکہ وہ جان جائیں کہ حضور ﷺ ان پر سبقت رکھتے ہیں اور ان کے نبی اور رسول ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں نبی پاک ﷺ کی قدرت و منزلت کتنی باعظمت ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ انبیاء کے نبی ہیں اسی لیے تو آخرت میں آپ کی شان کو یوں ظاہر کیا جائے گا کہ تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ اور دنیا میں آپ کی اس شان کو یوں ظاہر کیا گیا کہ شب معراج آپ امام بنے اور تمام انبیاء و مرسلین مقتدی۔

حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام غرضیکہ تمام انبیاء کے زمانوں میں آپ کی آمد و بعثت متفق علیہ رہی۔

ان پر اوران کی امتوں پر، آپ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد و نصرت کرنا واجب رہا۔ اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و پیمان لیا تھا۔ آپ کا ان کی طرف نبی و رسول ہونا معنوی طور پر ثابت رہا۔ چنانچہ آپ اگر ان کے زمانے میں تشریف فرما ہوتے تو ان پر بلا شک و شبہ آپ کی اتباع لازم ہوتی۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آئیں گے حضور ﷺ کی شریعت پر ہی عمل پیرا ہوں گے حالانکہ وہ نبی بھی ہونگے، لیکن ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہی حکم کریں گے۔ جس طرح ساری امت محمدیہ اس کے متعلق ہے وہ بھی ہونگے اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کریں گے (یعنی اپنی طرف سے منسوخ نہیں کریں گے) اور اپنے نبی ہونے کے وصف سے بھی بہرہ ور رہیں گے۔ اسی طرح اگر حضور نبی اکرم ﷺ مبعوث کیے گئے ہوتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ ہائے نبوت میں تو وہ اپنی اپنی امتوں میں بطور نبی اور رسول موجود رہتے مگر حضور نبی اکرم ﷺ ان سب کی طرف (مع انکی امتوں کے) نبی اور رسول ہوتے۔

<u>از مترجم:</u>

اس ساری بحث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کو تو یہ اختیار حاصل ہے کہ دیگر انبیاء کی شریعتوں میں سے کسی چیز کو منسوخ کر دیں یا قائم رکھیں مگر کسی دوسرے نبی کو آپ کی شریعت کے بارے میں ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں۔ (مترجم)

پس معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت و رسالت ان سب پر محیط، ان سب کو

شامل اور سب سے بلند رتبہ ہے۔ آپ کی شریعت کو اس لحاظ سے بھی تقدم حاصل ہے کہ اس میں عنقریب فروعات میں اختلاف رونما ہو جائے گا۔ یا تو کسی شی کی تخصیص کے سلسلہ میں یا پھر نسخ کے حوالے سے یا تخصیص و نسخ دونوں کے علاوہ (اور یہ تحقیق پر مبنی تعمیری اختلاف آپ کی امت حق میں رحمت ہوگا) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مبارکہ سابقہ امتوں کے لیے وہ ہے جو ان کے انبیاء لے کر آئے اور اس امت کے حوالے سے یہ شریعت ہے جسے آپ نے براہ راست عطا فرمایا ہے اور احکام اوقات و اشخاص کے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اس بحث سے دو مخفی المعنی احادیث کا معنی ہم پر ظاہر ہو گیا۔

(۱) ایک تو یہ ارشاد رسول ہے: "بعثت الناس کافه" "مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"

ہمارا گمان یہ تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ طرف اپنے زمانہ بعثت سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا کہ آپ کی بعثت تمام تر انسانوں کی طرف ہے خواہ وہ آپ کے نبوت سے پہلے زمانے سے تعلق رکھنے والے ہوں اور خواہ قیامت تک کی بعد کے زمانوں سے تعلق رکھنے والے۔

(۲) دوسرا آپ کا یہ فرمان عالی کہ: "کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد" "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی روح و بدن کی درمیان کیفیت میں تھے۔"

ہم اس سے یہ سمجھے تھے کہ یہ بات علم الٰہی کے حوالے سے ہے مگر امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ کلام میں اس کی شرح و بسط سے پتہ چلا کہ ایسا معنی کرنا اس روایت کے ساتھ زیادتی ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر غور کیجئے کہ اگر آپ ''ازمنہ'' سابقہ میں مبعوث کیئے جاتے تو آپ ان کو وہی شریعت عطا فرماتے جو ان کے انبیاء کے ذریعے انہیں ملی (کیونکہ آپ کی نبوت ورسالت تمام انبیاء کی شرائع کو محیط ہے اور ہر نبی کی شریعت آپ ہی کی نبوت رسالت کا فیضان ہے۔مترجم)

(اسی سے یہ بات بھی اخذ ہوتی ہے کہ اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے زمانے میں ہوتے تو آپ کی شریعت (قوم موسیٰ کی نسبت وہی ہوتی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف حکم ظاہر اور مقتضائے شریعت سے لائے اور قوم خضر حکم باطن اور مقتضائے حقیقت سے لائے۔

جب معاملہ یوں ہے تو پھر آپ کے تشریف لے آنے اور اعلان نبوت فرما دینے کے بعد ان دونوں (شریعت وحقیقت) کا ثبوت آپ کے لیے کیسے بعید از عقل ہو جائے گا اور آپ کا اپنی ذات میں دونوں کو جمع کرنا کیسے نا قابل فہم ہو جائے گا؟۔۔۔۔پس یہ بات کسی کے لیے بھی بعید از عقل اور نا قابل فہم نہیں۔

بعینہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ والی بات صاحب قصیدہ بردہ نے اپنے ان اشعار میں کہی۔

وکلی ای اتی الرسول الکرم بھا : فانما اتصلت من نو رہ بھم۔

ترجمہ: اور معجزہ جسے مکرم رسول لے کر آئے وہ آپ ہی کے نور بنوت کا فیضان تھا۔

فانہ شمس فضل ھم کو اکبھا: یظھرن انوار ھاللناس فی الظلم

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشک وشبہ فضل وکرم کا سورج ہیں اور باقی سارے رسول اس سورج کے ستارے ہیں جو اس آفتاب سے حاصل شدہ انوار کو تاریکیوں میں لوگوں کے۔لیے ظاہر کرتے ہیں۔

ہر نبی کا معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے:

الرقبہ علی البردۃ میں علامہ شمس الدین ابن الصائغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''ہر معجزہ جسے انبیاء و مرسلین مخلوق کے سامنے لے کے آئے اور جو ان کی نبوت پر دلیل بنا، آپ کے نور سے متصل تھا۔ اس لیے کہ آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تخلیق کیا گیا تھا۔ نور حضرت آدم کی تخلیق کے بعد ان کی طرف منتقل ہوا پھر وہ مبارک پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ اسی نور کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معجزے عطا فرمائے۔

ناظم نے اپنے ''قصیدہ ہمزیہ'' میں اس باب میں کیا ہی اچھی بات کہی ہے۔

لك ذات العلوم من عالم الغيب و منها لادم الاسماء۔

ترجمہ: ''عالم الغیب رب کی طرف سے آپ کو کثیر علوم عطا ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علمِ اسماء بھی انہی میں سے ایک ہے''۔

قصیدہ بردہ کا ایک شعر ہے۔

وكلهم من رسول الله ملتمس: غرفامن البحراورشفا من الليم

ترجمہ: کچھ شارحین کا کہنا ہے کہ یہاں اس حقیقت کی صراحت ہے کہ: تمام انبیاء کے علوم آپ کے علم مبارک سے اخذ کردہ ہیں۔ اور دیگر ہر نبی کے علم کو آپ کے علم سے وہی نسبت ہے جو چلو کو سمندر سے یا قطرہ کو موسلادھار بارش سے ہے۔

علم باطنی پر مبنی آپ کی فیصلے احادیث کی روشنی میں

(۱) ایک غلام کے نسب کا فیصلہ

بخاری، مسلم ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، وہ کہتی ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ کا ایک غلام کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے خود مجھے بتایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ اس کی شباہت دیکھئے۔ عبد ابن زمعہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بھائی ہے۔ میرے والد کے گھر ایک لونڈی سے پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شکل شباہت پر غور کیا تو دیکھا کہ اس کی شباہت عتبہ کے ساتھ بہت واضح تھی۔ آپ نے فیصلہ فرماتے ہوئے کہا: اے عبد ابن زمعہ یہ (غلام) تیرا ہے۔ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے گھر پیدا ہو جبکہ زانی کے لیے پتھر ہے۔ (پھر فرمایا) اے سودہ بنت زمعہ (ام المومنین) تو اس سے پردہ کیا کر۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اسے پھر کبھی نہیں دیکھا۔ (یعنی ہمیشہ اس سے پردہ کیا)۔

بخاری اور ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں: "اے عبد یہ تیرا بھائی ہے۔" یہ الفاظ بھی ہیں: "حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تا حیات اس سے پردے میں رہیں۔" مسلم میں یہ لفظ ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم بخدا وہ اس غلام سے اپنی موت تک پردہ کرتی رہیں۔"

شیخ سراج الدین بن ملقن رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "اس

بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ حاکم کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے اور وہ معاملے کے باطنی حالت کی دلیل نہیں بن سکتا (یعنی ضروری نہیں کہ حقیقت حال بھی ویسی ہی ہو۔
آپ کا یہ قول کہ "هو اخوك يا عبد" (اے عبد، وہ تیرا بھائی ہے) جو کہ طرق صحیحہ سے مروی ہے دلالت کرتا ہے کہ آپ نے اس غلام کو عبد کا بھائی ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا پھر وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا بھی باپ کی طرف سے بھائی ٹھہرا۔ لیکن آپ نے بعد میں انہیں اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ تو اگر حکم ظاہر سے معاملے کی باطنی حلت بھی ثابت ہو جاتی تو پھر انہیں پردے کا حکم کیوں دیتے۔

شیخ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے بعض احناف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا ہو اور پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو اسی فیصلہ سے اس کی بہن بن گئیں کو اس سے پردہ کا حکم دیا ہو۔ یہ محال ہے۔

شیخ ابن مقلن رحمۃ اللہ علیہ ان کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ محال نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ایک نص موجود ہے۔ مزید کہتے ہیں مغازی کی روایت بخاری میں "هو اخوك يا عبد بن زمعه" کے الفاظ موجود ہیں۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں (بڑے کھلے) الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ "واحتجبی منه يا سودة فليس لك باخ" (اے سودہ! اس سے پردہ کرو کیونکہ وہ تیرا بھائی نہیں ہے۔

اس بات کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔

"بیہقی" نے اس کو معطل قرار دیا ہے۔ امام منذری کہتے ہیں کہ یہ الفاظ حدیث میں ایسی زیادتی ہے جو ثابت نہیں۔ حاکم نے اس کو اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں سارے راوی صحیح

کے درجے کے راوی ہیں سوائے شیخ مجاہد کے۔ یہ آل زبیر کا مولیٰ (یعنی غلام) ہے جس کا نام یوسف ہے مزید کہتے ہیں کہ ''بیہقی'' نے اس کی سند پر طعن کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں جریر نامی راوی کو سوئے حفظ کی علت لاحق ہے۔ جبکہ یوسف نامی روای غیر معروف ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طعن پر بیہقی کا تعاقب کیا گیا کہ یہاں مذکور جریر نامی راوی وہ جریر نہیں جسے سوئے حفظ لاحق ہے، وہ تو جرین بن حازم ہے۔ بیہقی کو اس سلسلہ میں اشتباہ ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ یوسف غیر معروف نہیں ہے۔ بلکہ جانا پہچانا معروف الحال راوی ہے جوکہ آل زبیر کے موالی میں سے ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ جب یہ زیادتی ثابت ہوگئی تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے اس غلام کے بھائی ہونے کی نفی کی تاویل بھی متعین ہوگئی۔ چنانچہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے منقولہ تاویل کو بیان کیا ہے کہ اگر وہ حقیقت نسب کی اعتبار سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی ہوتا تو پھر حضور سودہ رضی اللہ عنہا کو پردے کا حکم کیوں دیتے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رضاعی بھائی سے پردہ نہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ماحاصل یہ کہ آپ نے ظاہر شرع کے حوالے سے اس کو عبد کا بھائی قرار دیا کیونکہ اس کے والد کے گھر پیدا ہوا تھا جبکہ عملاً حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس کی بھائی ہونے کی نفی فرمائی، مقتضائے باطن کے اعتبار سے، جس پر اطلاع عامہ حقیقت کے ذریعے ہوئی۔ پس یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس میں بیک وقت ظاہر و باطن دونوں کے اعتبار سے حکم موجود ہے۔

(۲) چور کے لیے قتل کی سزا

امام نسائی نے حاطب بن حارث سے روایت کیا، کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے فرمایا، اسے قتل کر دو۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اس نے چوری کی ہے۔ فرمایا، اس کو قتل کردو۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اس نے چوری کی ہے۔ فرمایا، اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نے پھر چوری کی تو اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا۔ پھر عہد ابی بکر میں بھی اسی طرح چوری کرتا رہا حتیٰ کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ گئے۔ جب اس نے پانچویں مرتبہ چوری کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت ہی اس کے سارے معاملے سے آگاہ ہو چکے تھے۔ جب آپ نے فرمایا تھا کہ اسے قتل کر ڈالو۔ پھر انہوں نے اس کو قریش کے جوانوں کے ایک گروہ کے حوالے کردیا تاکہ اسے قتل کر ڈالیں۔ ان میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کا رجحان امارات کی طرف بہت ہوتا تھا۔ چنانچہ کہنے لگے کہ (انفرادی حیثیت میں رہنے کی بجائے بہتر ہے کہ) مجھے اپنا امیر بنا لو (چونکہ باصلاحیت بھی تھے) اس لیے انہوں نے آپ کو اپنا امیر بنا لیا۔ پس آپ نے اسے پہلی ضرب لگائی پھر ان سب نے مل کر ضربیں لگائیں۔ یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں یوں بیان کیا، اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ یوسف بن سعد جمحی کے علاوہ اس کے باقی سارے راوی، صحیح کے معیار کے ہیں۔ یوسف بن سعد جمحی کو بھی امام ذھبی نے الکاشف میں ثقہ قرار دیا ہے۔ طبرانی نے بھی اسے حماد بن سلمہ سے پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور ایک

دوسری سند عن خالد الخذاء عن یوسف سے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ابو یعلی اور ھیثم بن کلیب الشاشی نے بھی اسے اپنی اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔ علامہ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اسے المختارۃ میں بیان کیا ہے۔ یہ بھی ایک ایسا معاملہ ہے جس میں حکم علم حقیقت کے اعتبار سے لگایا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں، چاہیں تو علم ظاہر پہ فیصلہ کریں اور چاہیں تو علم باطن پہ

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ تمام اجل فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چور کو کسی بھی صورت میں (صرف چوری کی وجہ سے) قتل نہیں کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو ظاہر کے پیش نظر شریعت کی بناء پر حکم لگائیں اور چاہیں تو باطن کے سامنے رکھتے ہوئے حقیقت کی بناء پر حکم لگائیں۔ چنانچہ (واقعہ مذکورہ میں) آپ نے مقتضائے حقیقت کے تحت پہلی مرتبہ اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دوبارہ عرض کرنے پر، آپ نے دوسری مرتبہ بھی اس کے قتل کرنے کا حکم بحال رکھا۔ پھر جب انہوں نے تیسری مرتبہ اس کے جرم کی نوعیت کو پیش خدمت کیا تو پھر مقتضائے شریعت کے تحت اس کے قطع ید کا (یعنی ہاتھ) حکم فرمایا۔ چنانچہ جب اس نے پانچویں مرتبہ چوری کی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم قتل کو نافذ کیا۔ جیسا کہ انہوں نے اس حکم کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے خود اس کی تصریح کر دی۔

اگر کوئی جاہل یہ خیال کرے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے اجتہاد کی بنا پر قتل کیا تو یہ خیال عظیم جہالت پر مبنی ہوگا۔ درج ذیل دو امور اس کا رد کرتے ہیں۔

(ا) خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بصراحت اس کے قتل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا۔ پس جب نص موجود ہو تو اس کے ساتھ اجتہاد نہیں ہوتا۔

(ب) امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ فقہاء میں سی کسی نے چور کے قتل کا قول نہیں کیا۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام اپنے اجتہاد سے نہیں بلکہ اس نص کے تحت کیا ہے جو خاص اس آدمی کے حق میں وارد ہوئی تھی۔

(۳) چور کو سزائے قتل دینے کا ایک اور فیصلہ

ابو داؤد نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے صرف چوری کی ہے۔ فرمایا: اس کے ہاتھ کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا۔ پھر اسے دوبارہ اسی الزام میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے تو فقط چوری کی ہے فرمایا اسے قطع کی سزا دو۔ پھر وہ تیسری بار اسی الزام میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے پھر فرمایا۔ اسے مار ڈالو۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے فقط چوری کی ہے۔ تو آپ اس کے لیے قطع کا حکم دیا۔ وہی شخص چوتھی بار اسی جرم میں لایا گیا۔ آپ نے حسب سابق اس کے قتل کا ارشاد فرمایا: لوگوں نے پھر عرض کیا کہ اس نے تو فقط چوری کی ہے۔ اس پر آپ نے قطع کا حکم فرمایا۔ پانچویں بار پھر اس جرم میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اسے اونٹوں کے باڑے کی طرف لے گئے۔ پھر اس پر سنگ باری کی اور اسے مار ڈالا پھر اسے ایک

کنوئیں میں ڈال دیا اور اس پر پتھر پھینک دیئے۔

ابوداؤد نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ یہ ان کے نزدیک صحیح ہے اور قابل استدلال ہے یا حسن ہے۔ جیسا کہ علوم حدیث میں (ابوداؤد کے ایسے سکوت کے لیے قاعدہ) مقرر ہے نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مصعب بن ثابت حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں۔ ذہبی نے میزان میں کہا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ مصعب زہد و عبادت میں اہل زمانہ پر سبقت رکھتے تھے اور دن رات میں ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے اور کثرت عبادت کی وجہ سے سوکھ کر لکڑی کی طرح ہو گئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث سابق اسے قوت دے رہی ہے۔ اس روایت کو محمد بن منکدر سے بیان کرنے میں مصعب تنہا نہیں ہیں۔ بلکہ ہشام بن عروہ نے بھی اسے محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے اور ہشام صحیحین کے راویوں میں سے ہے۔

اس روایت کو دار قطنی نے اپنی سنن میں اپنی سند سے بیان کیا ہے، دار قطنی نے اس راویت کو ابن الصواف سے دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے علاوہ ازیں دار قطنی اسی روایت کو ابوبکر، الابہری طریق سے بھی بیان کرتے ہیں کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ محمد بن یزید بن سنان قوی نہیں ہے۔ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ جبکہ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق وہ اجل صالح تھا۔ امام ذھبی نے المغنی میں عائذ بن حبیب کو شیعہ قرار دیا ہے۔ اس کی بہت سی روایات منکر ہیں۔ اور یہ (عائذ بن حبیب) اس راوی کی طرح ہو گیا ہے جس پر ابوداؤد سکوت کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ مصعب حدیث کے معاملہ میں ضعیف نہیں بلکہ نرم ہیں۔ پس جب اس مثل ایک اور روایت اس سے مل گئی تو اس حدیث کو حسن قرار دے

دیا گیا۔ پھر جب اسے ایک اور تیسرا اور چوتھا متابع مل گیا اور ایک صحابی کی صحیح روایت کی صورت میں ایک شاہد میسر آ گیا تو اس کے درجہ صحت کو پہنچنے میں کوئی شک نہ رہا۔ اسی لیے تو ابوداؤد نے اس سے استدلال کیا ہے۔ خصوصاً دوسرے طریق میں اس کے سارے کے سارے راوی ثقہ ہیں اور کسی ایک پر بھی طعن نہیں ہے۔ رہ گیا سعید بن یحیٰی تو اسے ابن حبان نے ثقافت میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حدیث حارث کی طرح، حدیث جابر کی صحت بھی ثابت ہوگئی۔

خطابی نے معالم السنن میں حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ فقہاء میں کسی نے بھی چور کو سزا قتل کرنے کو جائز قرار نہیں دیا۔ اگر چہ وہ بار بار چوری کیوں نہ کرے۔ چنانچہ اس واقعہ میں احتمال پایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق جانتے تھے کہ وہ اپنے اس شنیع فعل کی طرف پھر لوٹے گا اور آپ کے وصال مبارک کے بعد تک بھی وہ اس فعل کو جاری رکھے گا اور آپ کا یہ جاننا وحی الٰہی کی بناء پر تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس معاملہ کی اطلاع دی پس یہ حدیث اپنے اس معنی کے اعتبار سے اس چور کے حق میں خاص ہوئی کہ خطابی نے جو کچھ بیان کیا وہ بعینہ ہماری رائے کے مطابق ہے۔

(۴) امت میں پیدا ہونے والے پہلے فتنہ کی نشاندہی

ابو بکر ابن شبیہ نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم میں ایک بڑا ہی عبادت گزار، زاہد و مجتہد جوان تھا۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کا نام ذکر کیا تو آپ نے اس کو نہ پہچانا۔ تو ہم نے اس کا قد کاٹھ اور چہرہ مہرہ وغیرہ اوصاف بیان کیے تو آپ نے پھر بھی نہ پہچانا۔ اس اثناء میں وہ شخص خود وہاں آ پہنچا۔ ہم پکارے یا رسول اللہ ﷺ! یہی ہے وہ

شخص ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اس کے چہرے میں شیطانی اثرات دیکھ رہا ہوں۔ وہ شخص آگے آیا اور اس نے سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تو اپنے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ لوگوں میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر وہ مسجد کے اندر چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو کون قتل کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس وہ مسجد میں گئے۔ تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نمازیوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اس شخص کو کون قتل کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ مسجد میں ہے۔ انہوں نے وہی بات کہی جو حضرت ابوبکر نے کہی تھی اور ساتھ یہ بھی اضافہ کیا کہ مجھے ضرور لوٹ جانا چاہیے کیونکہ مجھ سے بہتر شخص (ابوبکر رضی اللہ عنہ) پہلے لوٹ چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آپ کو واپس آتے دیکھ کر) فرمایا: عمر ٹھہرو۔ تب انہوں نے سارا معاملہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ کون اس شخص کو قتل کرے گا۔ اس مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں قتل کروں گا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم اسے قتل کر دو گے بشرطیکہ اسے پالو۔ چنانچہ وہ جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ شخص جا چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: بخدا اگر تم اسے مار ڈالتے تو وہ اس امت کا پہلا اور آخری (فتنہ پرور) ہوتا۔ پھر کبھی میری امت کے دو شخصوں کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔"

ابن مدینی نے اپنی مسند الصدیق میں زید بن حباب سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ ہود بن عطاء کا کہنا ہے کہ اس کی روایت اس مسند کی باقی روایات محفوظ نہیں رہیں۔ ابن ابی شیبہ کی سند موسیٰ نامی راوی سے اس حدیث کو ابویعلی

نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ موسیٰ اور اس کا شیخ ان دونوں سندوں میں کمزور ہیں۔ مگر اس حدیث کی اور بھی بہت سے اسناد ہیں۔ جو اسے پایہ ثبوت کو پہنچا رہی ہیں۔

یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص ہمارے ساتھ جہاد میں شریک تھا۔ جب وہ لوٹا اور اپنی سواری سے اترا تو سیدھا مسجد میں گیا۔ اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے نماز کو اتنا طویل کیا کہ کچھ صحابہ نے گمان کیا کہ وہ ان سب پر سبقت لے گیا ہے۔ پھر وہ ایک روز ادھر سے گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے کچھ صحابہ نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ ہے وہ آدمی۔۔۔ یا تو یہ اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ ہے یا پھر اپنے نفس کا بندہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان شیطانی نشان ہے۔ جب وہ کچھ دیر کے لیے مجلس کے پاس رکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ جب تو مجلس میں آیا تو کیا اپنے دل میں یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ اس نے کہا: ہاں۔ پھر مڑا اور مسجد کے ایک گوشے میں آ گیا۔ اس نے اپنے پاؤں سے ایک خط کھینچا اور اپنے ٹخنوں کو ایک سیدھ میں کر کے کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون اسے قتل کرنے کے لیے اٹھے گا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا اسے قتل کر دیا۔ انہوں نے عرض کی کہ میں نے اسے نماز پڑھتے پایا اس لیے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا

کہ تم میں سے کون اسے قتل کرنے کے لیے جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جاؤں گا اور تلوار لے کر چل پڑے، مگر دیکھا کہ وہ تو نماز پڑھ رہا ہے۔ چنانچہ واپس لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر کیا اس کو قتل کر آئے۔ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا اس لیے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون اسے قتل کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں قتل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہاں تو اسے قتل کرے گا بشرطیکہ تو اسے پالے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے مگر وہاں اسے نہ پایا چنانچہ واپس لوٹ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے اسے قتل کر دیا۔ انہوں نے عرض کی کہ میں اسے پا نہ سکا، نہ جانے وہ کہاں چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں ظاہر ہونے والا پہلا فتنہ تھا۔ اگر تو اسے قتل کر دیتا تو میری امت میں کبھی بھی دو شخص آپس میں اختلاف نہ کرتے۔ بے شک بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہ امت عنقریب تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی وہ سارے کے سارے آگ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ راوی نے کہا کہ ہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ فرقہ کونسا ہوگا۔ فرمایا: الجماعہ

اس حدیث کے لیے ایک اور طریق بھی ہے۔ جس میں یہ رقاشی سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ لی گئی ہے۔ بیہقی نے دلائل نبوت میں کہا کہ رقاشی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہ لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص کا ذکر کیا وہ جہاد میں بڑی شدت اور عبادت میں بڑی محنت کا حامل ہے۔ اسی اثناء میں وہ شخص بھی آ گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ یہی ہے وہ، جس کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں اس کے چہرے میں شیطنت کی سیاہی دیکھ رہا ہوں۔

پھر وہ شخص قریب آ گیا اور اس نے ان سب کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو اپنے دل میں نہیں کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں میں ہی سب سے بہتر ہوں؟ (روایت ابو سعید میں ہے کہ کیا تیرے دل نے تجھے نہیں کہا) وہ کہنے لگا۔ ہاں (میں ایسا ہی سمجھتا ہوں) پھر وہ مسجد میں چلا گیا اور ایک خط کھینچا اور اپنے پاؤں ایک سیدھ میں کئے اور نماز پڑھنے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اسے قتل کرنے کے لیے جائے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں جاتا ہوں۔ وہ اس کی طرف گئے تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے (واپس لوٹ آئے اور) کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے نماز میں مشغول پایا اس لیے اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا۔ کوئی ہے جو اسے قتل کرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں قتل کروں گا۔ وہ اس کی طرف گئے۔ مگر انہوں نے بھی اسی طرح کیا، جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا۔ تم میں کون اسے قتل کرنے کے لیے اٹھے گا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں: آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ تجھے مل گیا تو تو اسے قتل کر دے گا۔ چنانچہ وہ اس کی طرف گئے مگر دیکھا کہ وہ جا چکا تھا۔ آپ واپس رسول پاک ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں ظاہر ہونے والا پہلا فتنہ تھا اگر تو اسے قتل کر دیتا تو اس کے بعد میری امت میں کبھی بھی اختلاف نہ ہوتا۔ پھر فرمایا۔ بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ عنقریب میری امت بھی فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور سارے جہنمی ہونگے سوائے ایک کے۔ یزید رقاشی نے کہا کہ وہ فرقہ الجماعۃ ہے۔ (اس سے مراد وہ فرقہ ہے جو سنت نبوی اور صحابہ کی پیروی میں ہو۔ علاوہ ازیں الجماعہ سے مراد اکثریت بھی ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان ہوا ہے میری امت

کی اکثریت کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ لہٰذا اس فرقہ کی پیروی کرو جو مسلمانوں کے سواد عظم پر مشتمل ہو)۔

یہ حدیث یزید رقاشی ہی سے ایک دوسری سند کے ساتھ مرسلاً بھی مروی ہے۔ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے روایت کیا ہے۔ (معمر نے) کہا کہ میں نے یزید رقاشی کو سنا، وہ کہہ رہا تھا ایک دفعہ نبی پاک ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے وہاں ایک شخص آیا لوگوں نے اس کی بہت مدح و تعریف کی۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اس کے چہرے میں تو شیطانی اثرات کی سیاہی ہے۔ اتنے میں وہ قریب آ گیا اور اس نے سلام کہا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تو اپنے دل میں ابھی ابھی یہ خیال نہیں کر رہا تھا کہ لوگوں میں تجھ سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے؟ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ پھر وہ چلا گیا۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس کی گردن مارے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جی ہاں میں ہوں۔ وہ اٹھ کر گئے، پھر واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس نے اپنے گرد ایک خط کھینچا ہوا ہے اور اس میں نماز پڑھ رہا ہے۔ چنانچہ میرا دل اس کو قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ہاں تو، کون اسے قتل کرے گا؟.......... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ، میں نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا: ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کر گئے اور پھر واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اس کو پا لیتا تو ضرور اس کا سر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان کا پہلا سینگ (فتنہ) تھا، جو میری امت میں ظاہر ہوا۔ اگر تم مار ڈالتے تو کبھی بھی میرے امتیوں میں اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ بے شک بنی اسرائیل اختلاف میں پڑ کے اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے

تھے۔ اور عنقریب تم بھی اختلاف کا شکار ہو کے اتنے ہی یا ان سے بھی زیادہ فرقوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ ان میں سے سوائے ایک کے اور کوئی بھی حق پر نہیں ہوگا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ، وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ فرمایا، الجماعہ اس کے علاوہ باقی سب دوزخ میں جائیں گے،

اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ محاملی نے امالیہ میں نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص کا ذکر ہوا۔ جہاد میں اس کی شدت و قوت اور عبادت میں اس کی محنت و مشقت کے بارے میں بیان کیا گیا۔ اتنے میں وہ شخص خود ادھر آ گیا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ یہی ہے وہ شخص جس کا ہم ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں اس کے چہرے پر شیطان کا عکس دیکھ رہا ہوں۔ وہ شخص آگے آیا اور اس نے سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو ہماری طرف آرہا تھا تو کیا اپنے دل میں یہ خیال نہیں کر رہا تھا کہ لوگوں میں مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ پھر وہ مسجد چلا گیا۔ اس نے ایک خط کھینچا، اپنے پاؤں سیدھے کیے اور نماز پڑھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون اس کی طرف جائے گا، اسے قتل کرنے کے لیے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ انہوں نے اس کے قتل کرنے سے خوف کیا اور واپس ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ، میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا، اس لیے اس کے قتل سے خوف کیا۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: کون ہے جو اسے قتل کرنے کے لیے جائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں

۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ انہوں نے اسے قتل کرنے سے خوف کیا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا: کیا کر کے آئے ہو۔ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے، اس لیے قتل کرنے سے خوف کیا۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اسے قتل کرنے کے لیے جائے گا۔ ،،میں''۔حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں تو ہی اسے قتل کرے گا' بشرطیکہ وہ تجھے مل جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا کہ وہ جا چکا تھا' پس آپ واپس آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بنا کر آئے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو جا چکا تھا۔ فرمایا: یہ پہلا فتنہ تھا جو میری امت میں ظاہر ہوا۔ اگر تو اسے قتل کر دیتا تو پھر کبھی میری امت میں فتنہ ظاہر نہ ہوتا۔ بے شک بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت بہتر فرقوں میں بٹے گی۔ سوائے ایک کے باقی سب جہنمی ہونگے۔ قتادہ نے کہا: وہ ''الجماعتہ'' ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔ ابو یعلی اپنی مسند نقل کرتے ہیں۔ حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو میدان جہاد میں دشمن کے مقابلے میں بڑا سخت اور عبادت میں لگن رکھنے والا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کو نہیں جانتا۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شکل و شباہت اس اس طرح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا۔ ابھی ہم میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ شخص ادھر آ نکلا لوگ پکارے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے وہ شخص۔ فرمایا! میں اسے پہلے سے نہیں پہچانتا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ میری امت میں اٹھنے والا پہلا فتنہ ہے۔ اس لیے کہ اس پر شیطنت کی سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ جب وہ شخص قریب آیا تو

اس نے سلام کہا۔ سب نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب تو ہماری طرف آ رہا تھا تو اپنے دل میں یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں مجھ سے افضل اور کوئی نہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ نبی پاک ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور جا کے اسے قتل کر دو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ بے شک نماز حرمت و حق ہے۔ (یعنی نماز کی حالت میں اسے قتل کرنا ٹھیک نہیں) مجھے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرنی چاہیے چنانچہ وہ واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔ نبی پاک ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: نہیں، میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور خیال کیا کہ نماز کی بڑی حرمت اور حق ہے (اس لیے اسے چھوڑ دیا) لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر آؤں تو ابھی قتل کر آتا ہوں۔ فرمایا: تو اس کے لیے نہیں ہے۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم جاؤ اور اسے قتل کر دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ سجدے میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی دیر تک اس کا انتظار کیا پھر اپنے دل میں کہنے لگے سجدے کا بڑا حق ہے۔ کیوں نہ میں رسول اللہ ﷺ سے بات کر آؤں۔ مجھ سے بہتر شخص (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) بھی تو آپ سے بات کرنے کے لیے گئے تھے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔ آپ نے پوچھا: کیا اسے قتل کر آئے؟ عرض کیا: نہیں، میں نے دیکھا کہ وہ سجدے میں ہے اور سجدوں کے لیے بڑا حق ہے۔ اگر آپ فرماتے ہیں تو میں اسے اسی حالت میں قتل کر آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تم اس کے لیے نہیں ہو۔ اے علی رضی اللہ عنہ تم اٹھو۔ وہ گئے تو دیکھا کہ وہ مسجد سے جا چکا

تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی پاس واپس آ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا اسے قتل کر آئے؟۔ عرض کیا: نہیں، فرمایا: اگر تم اسے قتل کر دیتے تو کبھی بھی میری امت میں اختلاف نہ ہوتا، حتی کہ دجال کے بارے میں بھی نہیں۔

یہی حدیث بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک اور طریق سے بھی ملتی ہے۔ جس کو بزار نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں تھے وہاں ایک شخص آیا جس کی ظاہری حالت بہت اچھی تھی۔ لوگوں نے اس کے حسن سیرت کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس کے چہرے میں آگ کا اثر دیکھتا ہوں۔ جب وہ قریب آ چکا تو اس نے سلام کہا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بخدا میں سمجھتا ہوں (جب تم ادھر آ رہے تھے) تو اپنے دل میں کہہ رہے تھے یا دل ہی دل میں اس بات پر اترا رہے تھے کہ تم سب سے افضل ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ جب وہ چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ (شیطان کا) ایک سینگ (فتنہ) ظاہر ہو چکا ہے یہ اور اس کے ساتھی اسی میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیوں نہ اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے مگر دیکھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے اور کہا: میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا اس لیے قتل نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور اجازت ہو تو میں اس سر قلم کر آؤں فرمایا: کیوں نہیں، تو اسے ضرور واصل جہنم کر دے گا بشرطیکہ وہ تجھے مل جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے مگر اسے وہاں نہ پایا۔

یہ حدیث ایک اور طریق کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جس کو حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ اور احمد بن منیع رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی

مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ لوگوں نے اس کے بارے میں بات چیت شروع کردی اور اس کی بڑی تعریف کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کون قتل کرے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ وہ گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے اپنے گرد ایک خط کھینچا ہوا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور اسے قتل نہ کیا۔ اس کی نماز کی حالت کی وجہ سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قتل کروں گا۔ وہ گئے اور اسے اپنے کھینچے ہوئے دائرے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو واپس آ گئے اور اسے قتل نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے قتل کروں گا۔ فرمایا: ہاں تو اس کے لیے ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اسے پا نہ سکے گا۔ وہ گئے مگر دیکھا کہ وہ جا چکا تھا۔

حضرت ابو یعلی نے ابھی اس کی تخریج الگ سند کے ساتھ کی ہے اور ابن منیع کی سندوں میں مذکورہ، حدیث کی سند، مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ اس لیے کہ یزید بن ہارون اور عوام بن حوشب صحیحین کے راویوں میں ہیں۔ جبکہ ابوسفیان طلحہ بن نافع مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔

(۵) امت میں پہلے فتنہ کی نشاندہی کا ایک اور واقعہ

چنانچہ اس حدیث کے صحیح اور ثابت شدہ ہونے کے لیے یہی ایک سند ہی کافی ہے یہ حدیث حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ مسلم بن ابی بکرۃ نے اپنے والد سے، بیان کیا کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا۔ وہ سجدے میں تھا۔ آپ نماز کے لیے جا رہے تھے۔ آپ نے نماز ادا کی جب واپس آ رہے

تھے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک سجدے میں ہے۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ ایک شخص آگے بڑھا۔ اس نے آستین چڑھائیں تلوار کھینچی اور اسے لہرایا۔ پھر کہنے لگا: اے اللہ کے نبی (ﷺ) میں ایسے شخص کو کیسے قتل کروں جو سجدے میں ہے اور شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: کون اسے قتل کرے گا ایک شخص نے کہا: میں۔ پھر اس نے اپنی آستین چڑھائیں تلوار سونتی اور اسے لہرایا۔ پھر اپنے ہاتھ روک لئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! میں ایک ایسے شخص کو کیسے قتل کروں، جو سجدے میں ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم اسے قتل کر دیتے تو یہ میری امت کا پہلا اور آخری فتنہ ہوتا"۔

اس حدیث کی سند بھی مسلم کے معیار کے مطابق صحیح ہے۔ اس لیے کہ روح صحیحین کے راویوں سے ہے۔ عثمان شحام اور مسلم بن ابی بکرۃ دونوں مسلم کے راویوں سے ہیں۔ اس قصہ کی نوعیت اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور قصے کی نوعیت میں فرق ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی واقعہ ہو اور کسی دوسرے شخص کے بارے میں واقع ہوا ہو۔ یوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہمارے دلائل میں مذکور احادیث میں پانچویں ہوگی۔

(٦) قصاص کا فیصلہ

ابن سعد نے "الطبقات" میں کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن عمر واقدی نے اپنے شیوخ سے کہ "مجذر بن زیاد نے سوید بن صامت کو زمانہ جاہلیت کے ایک

معرکے میں قتل کر دیا تھا۔ یہ اسلام سے پہلے ہوا تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو حارث بن سوید اور مجذر بن زیاد مسلمان ہو گئے۔ دونوں بدر میں شریک ہوئے۔ حارث بن سوید نے دوران جنگ اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے مجذر کو قتل کرنے کی تاک رکھی مگر موقع نہ پا سکا۔ اُحد کے روز جب مسلمان ایک دفعہ قدم اکھڑنے کے بعد دوبارہ حملہ کر رہے تھے تو حارث موقع تاڑ کے پیچھے سے آیا اور مجذر کی گردن اڑا دی۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد پہنچے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی کہ حارث بن سوید نے مجذر بن زیاد کو دشمنی کی بنیاد پر دھوکہ سے قتل کیا ہے۔ اور آپ کو حکم پہنچایا کہ آپ اسے قتل کریں۔ رسول اللہ ﷺ اس دن جو کہ بڑا ہی گرم دن تھا، سوار ہو کر قباء کی طرف روانہ ہوئے آپ مسجد قبا میں گئے اور وہاں نماز ادا کی۔ انصار کو آپ کے بارے میں خبر ملی تو وہ سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ انتہاء کی گرمی والے اس دن کی گرم ترین ساعت میں وہاں آنے پر پریشانی سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ایسے موسم میں یہاں قدم رنجہ نہیں فرمانا چاہیے تھا۔ اتنے میں حارث بن سوید بھی اسی لباس میں ملبوس وہاں آ پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اسے دیکھا تو عویم بن ساعدۃ کو بلایا اور حارث بن سوید کو مسجد کے دروازے پر لے جا کے مجذر بن زیاد کے قصاص میں اس کی گردن اڑانے کا حکم فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اس نے اسے دھوکے سے قتل کیا ہے۔ حارث نے کہا: بخدا میں نے ہی اسے قتل کیا ہے، لیکن میرا اسے قتل کرنا اسلام سے پھرنے یا اسلام کے متعلق شک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ شیطان نے مجھے غیظ و غضب میں مبتلا کیا تھا اور میں اپنے نفس سے مغلوب ہو گیا تھا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں اپنے کیے پر سچی توبہ کرتا ہوں۔ اس کی دیت بھی ادا کروں گا، دو ماہ

کے مسلسل روزے بھی رکھوں گا اور ایک غلام بھی آزاد کروں گا۔ جب اس کی گفتگو ختم ہوگئی۔ تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اے عویم، اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑادو۔ پس عویم اسے لے گئے اور اس کا سر قلم کر دیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو اشعار میں بیان کیا ہے۔ جن کا مفہوم کچھ یوں ہے اس سال کہ:

(۱) اے حارث جب تم اپنی بے خبری میں تھے تمہارا برا ہو، کیا تم جبرائیل کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ جب تم نے اسے زمین کی فضامیں بے خبری میں قتل کیا۔ اے ابن زیاد، وہ سانحہ کیسا تھا۔

ابن اثیر کا کہنا ہے کہ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حارث بن سوید نے ہی مجذر بن زیاد کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ نے قصاص میں اسے قتل کروا دیا۔ محدثین کا یہ اتفاق جس کا ذکر ابن اثیر نے کیا، تقاضا کرتا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے، خواہ اس کی سند صحت کے معیار پر پوری نہ اترے۔ جیسا کہ علم حدیث کا یہ ایک طے شدہ اصول ہے۔ اس اصول کی صراحت علامہ ابن عبدالبر کی کتاب تمہید وغیرہ میں ملتی ہے۔

مذکورہ واقعہ میں جو حکم لگایا گیا وہ حقیقت کے تحت اور باطنی اطلاع کی بناء پر جاری کیا گیا۔ کیونکہ اس میں کسی وارث کی طرف سے دعویٰ نہیں کیا گیا۔ نہ ہی کسی وارث کی طرف سے قصاص طلب کیا گیا اور نہ ہی دیت کو قبول کیا گیا اور نہ ہی ورثاء کے بالغ ہونے تک کی انتظار کے لیے تاخیر کی گئی۔ یہ تمام شریعت کے مقتضیات ہیں۔ حضور ﷺ اس حکم کے نفاذ کے لیے بنفس نفیس خود سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ وارث خود دعویٰ لے کر وہاں پہنچتے، قتل ثابت کرتے اور قصاص طلب کرتے۔ حضور ﷺ انہیں معاف کرنے کی ترغیب دیتے۔ جیسا کہ حدیث

پاک میں آیا ہے "جب کبھی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قصاص کا معاملہ اٹھایا گیا تو آپ نے ہمیشہ عفو ودرگزر کا حکم دیا"۔

بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے الروضۃ کے حواشی میں ابن منذر اور طبرانی کے بارے میں کہا ہے کہ ان دونوں کا استدال ہے کہ آپ اس قول کے ساتھ فیصلہ کیا کرتے تھے کہ اس کے مال میں سے اپنے اور اپنے بچوں کی کفایت جتنا معروف طریقے پر لے لے۔" بایں وجہ کہ آپ نے کبھی بیوہ سے دلیل نہ چاہی تھی کہ وہ ثابت کرے کہ وقعتاً وہ مقتول کی بیوی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حارث کا قتل نہ تو وارث کی طرف سے دعویٰ کی وجہ سے تھا اور نہ اس کی طرف سے طلب قصاص کی وجہ نے اور نہ ہی اس کی وجہ سے جو آپ نے ذکر کی بلکہ اسے قتل اس لیے کیا گیا کہ اس حکم پر مبنی وحی آئی تھی۔

میں (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) عرض کروں گا کہ ہمارا مدعا بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ حکم بالحقیقت کا معنی ہی یہ ہے کہ وحی کے ذریعے حقیقت حال کو بے نقاب کرنا اور پس پردہ حقائق کو واشگاف کرنا اور اس میں حکم ہے فیصلے کو، شرعی شرائط کے پائے جانے کا انتظار کیے بغیر فی الفور نافذ کیا جائے۔ حکم بالحقیقت کی یہی معنی ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جو لڑکے کو قتل کیا تو وہ بھی وحی کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجی اور انہیں اطلاع فرمائی کہ یہ بچہ طبعاً کافر ہے اور شرعی شرائط یعنی بلوغ اور مباشرت کفر کے پائے جانے سے پہلے ہی اس کے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ اس لیے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا "وما فعلتہ عن امری" (میں نے یہ اپنی طرف سے نہیں کیا) مطلب یہ کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ وحی الٰہی اور حکم خداوندی کے تحت کیا ہے۔

حضرت ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ اس کا علم حقائق کی معرفت تھا جو ان کی طرف وحی کیے جاتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم، ظاہری احوال کے تحت حکم لگانے کا تھا۔

(۷) گواہی کے بغیر قرض کا فیصلہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ابونضرہ سے (اس نے روایت کیا)، سعد بن اطول سے نقل کیا، سعد نے کہا کہ میرا بھائی مر گیا اور اس نے تین سو درھم چھوڑے۔ اہل وعیال بھی چھوڑے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس مال کو ان پر خرچ کروں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیرا بھائی قرض کی وجہ سے محبوس ہے۔ لہٰذا اس قرض کو ادا کرو۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے۔ صرف دو دینار باقی ہیں جن کا دعویٰ ایک عورت کرتی ہے مگر اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے دے دو۔ کیونکہ وہ درست کہتی ہے۔ اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی جو حافظ زین الدین عراقی نے اپنی کتاب ''قرۃ العین بالمسرۃ بوفاء الدین'' میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور یہ معاملہ حکم باطنی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ ظاہر شریعت میں اس قسم کے معاملات میں گواہی یا قسم لابدی اور واجب ہوتی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو میت پر کیا گیا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ ورثاء ابھی چھوٹے ہیں اور آپ قسم اور گواہی دونوں کے بغیر یہ ادائیگی کا حکم دے رہے ہیں تو یہ یقیناً ایک ایسا معاملہ ہے جو اطلاع باطنی اور حکم بالحقیقت پر مبنی ہے۔

(۸) آپ جانتے ہیں کہ کون ایمان پر مرا اور کون کفر پر

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاذکار'' میں بیان کیا ہے کہ بُرے اوصاف جیسے

کسی کا یہودی ہونا یا نصرانی ہونا یا ظالم ہونا یا زانی ہونا یا مصور ہونا یا چور ہونا یا سود خور ہونا، کی بناء پر کسی انسان پر لعنت کرنا، احادیث کے ظاہر کے مطابق حرام نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے حق میں کہ جن کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ کفر پر مرے، جیسے ابولہب، ابو جہل، فرعون، ہامان اور قارون وغیرہ ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لعنت، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا نام ہے۔ اور ہم کسی کافر یا فاسق کے بارے میں نہیں جانتے کہ اس کا خاتمہ اسی انجام پہ ہوا ہے۔ البتہ وہ لوگ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی وہ درست ہے۔ کیونکہ آپ ان کے بارے میں یقینی طور پر جانتے ہیں کہ ان کی موت کفر پر ہی ہوئی۔

(۹) قطع ید کا فیصلہ

عبدالرزاق نے اپنی مصنف ابن جریج سے روایت کیا ہے۔ مجھے خبر دی عکر بن خالد نے کہ ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے اسے خبر دی کہ ایک عورت کسی دوسری عورت کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں عورت تجھ سے تیرا ادھار مانگتی ہے۔ اس نے یہ بات اپنی طرف سے جھوٹ کہی تھی۔ اس عورت نے اسے عاریۃً زیور دے دیا۔ عرصہ تک انتظار کے باوجود اسے اپنا زیور واپس نظر نہ آیا۔ (ادھار لینے والی نے) کہا کہ میں نے تو تیرا زیور ادھار نہیں لیا۔ وہ دوسری کے پاس پہنچی، اس سے زیور کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے بھی انکار کر دیا کہ میں نے تجھ سے کچھ نہیں لیا۔ وہ اپنا معاملہ لے کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس دوسری کو طلب فرمایا۔ اس نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میں نے اس سے کوئی

چیز ادھار نہیں لی۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور اس کے بستر کے نیچے سے وہ زیور لے آؤ۔ لوگ لے آئے اور آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ یہ حدیث مرسل ہے اور صحیح الاسناد ہے۔ یہ حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے بھی مرسلاً وارد ہوئی ہے۔ اس بناء پر یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کی رائے کے مطابق صحیح کے درجہ پر فائز ہوگئی ہے۔

(۱۰) قطع ید کا ایک اور فیصلہ

عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا، اس نے کہا کہ مجھے خبر دی یحییٰ بن سعید نے کہ اس نے سنا حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ کو، وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت لائی گئی۔ (اس کا قصہ یہ تھا) وہ کچھ لوگوں کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ آل فلاں تم سے یہ یہ ادھار مانگتے ہیں۔ انہوں نے وہ سب کچھ عاریۃً دے دیا۔ پھر وہ (اس شخص کی اولاد کے پاس) آئے (ان چیزوں کی واپسی کے لئے) مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ اس نے ان لوگوں سے کوئی چیز اس کے لئے ادھار نہیں منگوائی اس عورت نے بھی انکار کر دیا کہ اس نے لوگوں سے کوئی چیز ان کے لئے ادھار نہیں لی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے قطع ید کا حکم صادر فرمایا۔ عبد الرزاق نے ابن جریج سے اور اس نے ابن منکدر سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس عورت کو اسید بن حضیر کی بیوی نے اپنے ہاں پناہ دی اسید کو جب پتہ چلا تو اس نے اسے ملامت کی اور کہا کہ میں اس وقت تک اپنا کپڑا نہ رکھوں گا جب تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہ پہنچ جاؤں۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے (تیری بیوی نے) اس (عورت) پر رحم کیا، اللہ اس پر رحم فرمائے۔

(۱۱) بد دیانت شخص کی نشاندھی

امام احمد اپنی مسند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دو آدمی جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو قسم اٹھانے کے لئے کہا گیا۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کی قسم کھاتے ہوئے کہا میرے پاس اس کی کوئی چیز نہیں۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور عرض کی کہ یہ جھوٹا ہے، اس نے دوسرے کا حق مارا ہے۔ پس آپ نے اسے حکم دیا کہ اس کا حق ادا کرو۔

(۱۲) اونٹ چوری کے مقدمہ کا فیصلہ

بیہقی نے اپنی سنن میں حسن سے روایت کیا کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی۔ اس نے ایک شخص پر دعویٰ کیا۔ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا۔ مدعی نے کہا۔ یہی ہے جس نے میری اونٹنی پکڑی ہے اس نے کہا۔ نہیں، قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' میں نے اس کی اونٹنی نہیں پکڑی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نے ہی اسے پکڑا ہے۔ پس اس کو واپس لوٹاؤ چنانچہ اس نے واپس لوٹا دیا۔

(۱۳) اونٹ چوری کا فیصلہ شدہ ایک اور مقدمہ

عبدالرزاق نے مصنف میں ابن جریج سے روایت کیا' کہ مجھ سے محمد بن کعب القرظی کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص نے کسی کی اونٹنی چرا لی۔ اونٹنی کا مالک آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فلاں نے میری اونٹنی چرا لی ہے۔ میں اس کے پاس گیا تھا

مگر اس نے اونٹنی واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے پیغام بھیجا اور فرمایا کہ اس کی اونٹنی واپس کر دو۔ اس نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسے چوری نہیں کیا اور نہ ہی وہ میرے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک جاؤ جب وہ چلا گیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور خبر دی کہ وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ اونٹنی اسی کے پاس ہے چنانچہ آپ نے پھر اسے بلا بھیجا تا کہ وہ اونٹنی واپس کرے۔ پس نے اونٹنی واپس کر دی۔

(۱۴) دھوکہ دہی کے ایک مقدمہ کا فیصلہ

طبرانی نے کبیر میں سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح سویرے گئے یہاں تک کہ اس چوک میں پہنچ گئے جہاں مدینہ منورہ کے تمام راستے ملتے تھے۔ ہم نے ایک دیہاتی کو دیکھا جس نے اپنے اونٹ کی نکیل پکڑی ہوئی تھی۔ وہ نبی پاک ﷺ کے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا جبکہ ہم آپ کے گرد تھے۔ اس نے عرض کیا اے نبی، آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ نبی پاک ﷺ نے بھی اسے جواب دیا۔ اس نے عرض کیا آپ نے صبح کیسے کی؟ اس دوران اونٹ چلانے لگا۔ ایک شخص آیا جو کہ چوکیدار دکھائی دیتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ، اس دیہاتی نے اونٹ چرایا ہے۔ اونٹ پھر اسی وقت بلبلایا اور چیخا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سننے کے لئے خاموشی کرا دی اور اس کے چیخنے چلانے کو سنا۔ جب اونٹ خاموش ہو گیا تو نبی پاک ﷺ اس چوکیدار کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس سے درو ہو جاؤ کیونکہ اس نے تمہارے خلاف گواہی دی ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔ نبی پاک ﷺ دیہاتی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ جب تو آیا تھا تو کیا کہہ رہا تھا؟۔ اس نے عرض کیا۔

آپ پر میرے ماں باپ قربان، میں کہہ رہا تھا اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر ایسا درود بھیج کہ پھر اس کے بعد کوئی درود باقی نہ رہے، اور اے اللہ، حضرت محمد ﷺ پر اتنی برکت نازل فرما کہ پھر اس کے بعد کوئی سلام باقی نہ رہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے یقیناً میرے لیے ایسا ہی کر دیا۔ اور اونٹ اپنے عذر کی بناء پر بولا تھا اور فرشتوں نے آسمان کے کناروں کو بھر دیا تھا۔ (یہی واقعہ الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ درج ذیل سندوں سے بھی مذکور ہے)

حاکم نے مستدرک میں سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بلند آواز دیہاتی جو کہ ایک یمنی بدو تھا' سرخ اونٹنی پر سوار آیا۔ اس نے اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور اندر آ گیا۔ اور نبی پاک ﷺ کو سلام کہہ کے بیٹھ گیا۔ جب وہ سلام کلام ختم کر چکا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ، اعرابی کے پاس جو اونٹنی ہے، یہ چوری کی ہے۔ فرمایا۔ اس پر کوئی گواہی ہے؟۔ کہنے لگے۔ کیوں نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ اگر اس معاملہ پر کوئی گواہی ہے تو اعرابی سے اللہ کا حق لو اور اگر گواہی نہیں ہے تو اسے واپس میرے پاس لے آؤ۔ اعرابی نے اسی وقت اپنا سر جھکا لیا۔ تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اے اعرابی، امر الٰہی کے لیے اٹھ، وگرنہ اپنے معاملے میں دلیل لا۔ اسی اثناء میں دروازے کے پیچھے سے اونٹنی بولی۔ یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو شرف وفضیلت کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس نے مجھے چوری نہیں کیا اور سوائے اس کے اور کوئی میرا مالک نہیں۔ نبی پاک ﷺ نے اس سے فرمایا۔ اے اعرابی، تجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے اس اونٹنی کو تیرے عذر کی خاطر بولنے کی قوت عطا کی، تو کیا کہہ رہا تھا؟ اس نے عرض کیا۔ میں کہہ رہا تھا کہ اے اللہ، تیرے ساتھ ہمیں

پیدا کرنے میں کوئی دوسرا رب شریک نہیں۔ اور نہ ہی کوئی اور اللہ ہے کہ جس نے ہماری تخلیق میں تیری مدد کی ہو۔ اور نہ ہی تیرے سوا کوئی پالنہار ہے کہ ہم تیری ربوبیت میں شک کریں۔ تو ہی ہمارا رب ہے' جیسا کہ ہم کہتے ہیں اور کہنے والے جو کچھ کہتے ہیں تو اس سے بہت بلند ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور میری برات فرما۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا۔ اے اعرابی' اس ذات برحق کی قسم جس نے مجھے شرف وفضیلت کے ساتھ مبعوث فرمایا، بے شک میں نے دیکھا کہ فرشتوں نے راہوں کو بھر دیا۔ وہ تیری باتیں لکھ رہے تھے۔ پس مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا کر۔ حاکم کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن عبداللہ مصری کے بارے میں نہ تو مجھے اس کی عدالت کے سلسلہ میں کوئی معلومات ہیں اور نہ ہی اس پر جرم کے متعلق۔

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند فردوس میں سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس کے خلاف گواہی دی کہ اس نے اونٹنی چرائی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اس پر حکم لگایا تو وہ شخص مڑا اور کہنے لگا۔ اے اللہ' حضرت محمد ﷺ پر اتنا درود بھیج کہ تیرے درور میں سے کچھ باقی نہ رہے' حضرت محمد ﷺ پر اتنی برکات بھیج کہ تیری برکات میں سے کچھ باقی نہ رہے اور حضرت محمد ﷺ پر اتنا سلام بھیج کہ تیرے سلام میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ اس لمحے اونٹنی بول اٹھی کہ یا محمد ﷺ، یہ میری چوری سے بری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اس آدمی کو کون لوگ لائے تھے۔ تو اہل مسجد میں سے ستر آدمی کھڑے ہوئے جو اسے بارگاہ نبوی میں لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ابھی ابھی تو نے مڑتے ہوئے کیا پڑھا تھا؟ پس اس نے آپ کو اس ورد کی خبر دی۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اسی لئے

میں فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہ کثرت سے مدینہ کی فضاؤں میں اتر آئے ہیں۔ میرے اور تیرے درمیان حائل ہیں پھر فرمایا۔ عنقریب تو صراط پر مجھے ملے گا' اس حال میں کہ تیرا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ) مجھے کسی معترض کی یہ بات پہنچی ہے کہ یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیک وقت ظاہر و باطن دونوں کے تحت حکم لگاتے تھے اور دیگر انبیاء دونوں میں کسی ایک کے تحت' باقی انبیاء کرام کی شان میں تنقیص ہے۔ (میرے نزدیک تو) یہ بڑی ہی عجب اور حیران کن بات ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی صحیح حدیثوں میں بڑے واضح طریقے سے یہ خبر دی ہے کہ آپ کو ایسے خصال عطا فرمائے گئے ہیں جو سابقہ انبیاء میں کسی کے حصہ میں نہیں آئے۔ تو کیا کوئی مسلمان (معاذ اللہ) یہ کہہ سکتا ہے کہ اس بات سے دیگر تمام انبیاء کے حق میں نقص لازم آتا ہے۔ اس بات پر بہت سی نصوص اور نقول وارد ہوئی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی ایسی امتیازی شانوں کا جامع بنایا گیا ہے جو کسی دوسرے نبی میں جمع نہیں کی گئیں۔ جن میں سے ایک (بطور مثال) یہی کہ آپ کو قتل عمد کی صورت میں قصاص و دیت دونوں میں اختیار کا قانون عطا کیا گیا جبکہ شریعت موسوی میں فقط قصاص تھا اور شریعت عیسوی میں فقط دیت۔ ظاہر و باطن دونوں کے تحت حکم لگانے کے عموم کی مثل' آپ کی بعثت میں بھی عموم ہے کہ آپ کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف بیک وقت مبعوث فرمایا گیا جبکہ دیگر تمام انبیاء کرام کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا۔ تو کیا کوئی مسلمان اس چیز کو دیگر انبیاء کرام کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا۔ تو کیا مسلمان اس چیز کو دیگر انبیاء کرام کے حق میں نقص قرار دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نماز کو زمین کے تمام

حصوں میں جائز قرا دیا گیا جبکہ دیگر انبیاء کے لئے نماز کی ادائیگی صرف گرجوں اور کلیساؤں کے اندر مشروع تھی۔ تو کیا کوئی مسلمان اس عموعیت کو باقی انبیاء کے حق میں نقص لازم آنے کا باعث قرار دے سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ (البقرہ:۲۵۳)

ترجمہ: یہ رسول ہیں جن سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض۔ (الاسرار ۵۵)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی۔

ہر مسلمان کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی پاک ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں مگر اسکے باوجود کسی نبی کے حق میں تنقیص لازم نہیں آتی۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو۔ یہ اعتراض سرے سے اس قابل ہی نہیں تھا کہ اس کا کوئی جواب دیا جاتا مگر میں نے اس خوف کی بناء پر اس کا جواب دیا کہ کہیں کوئی جاہل اسے سن کر اس وہم میں پڑ کے کہ کہیں دیگر انبیاء کی تنقیص لازم نہ آجائے ہمارے نبی مکرم ﷺ کے ان خصائص کا انکار نہ کر بیٹھے جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت عطا کی۔ اور وہ خصوصی خصائل وفضائل کہ جن کے بارے میں خود رسول پاک ﷺ نے خبر دی کہ وہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں کئے گئے، ان کی تکذیب کر کے کہیں کافر و زندیق نہ ہو جائے (العیاذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بدبختی سے بچائے۔ ہم اللہ سے سلامتی، عافیت اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

طرح السقط ونظم اللقط

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن پر فیصلے

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

فہرست

حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے 124
تمام لوگوں کی طرف نبی 125
فائدہ از مترجم 125
رسول اللہ ﷺ کو حبیب کا درجہ عطا ہوا 126
کلام اور دیدار 126
نبوت و سلطنت 126
فصل 128
رسول اللہ ﷺ کے لئے شریعت و حقیقت کو جمع کر دیا گیا 128
رسول اللہ ﷺ شریعت و حقیقت دونوں کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہیں 130
سوال 130
جواب 130
سید الانبیاء ﷺ کا مقام 133
امام بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو 133
امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو 133
قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توجیہ 134
احادیث کی شہادت 135
۴۔ باطن پر ایک اور فیصلہ 138
فصل 139

سوال	139
جواب	139
حضور ﷺ کی خصوصیت	142
فصل	144
سوال	144
جواب	145
اہم فائدہ	145
فصل	146
حدیث کی دوسری تاویل	146
سوال	147
جواب	147
خاتمہ	148

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن پر فیصلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ ثقتی

(اللہ تعالیٰ پر ہی میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔)

الحمد لله و کفیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ

اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات و فضائل کو جمع کر دیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی میں ان کا اجتماع نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کو ان کی ایک نوع ہی حاصل ہے۔

انھوں نے یہ بھی لکھا، کسی بھی نبی کو جو فضیلت دی گئی ہے۔

اؤتی صلی اللہ علیہ وسلم مثلها وزیادة لم یؤتها غیره۔

ترجمہ: اسی طرح کی فضیلت بلکہ اس سے بھی کامل طریقہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔

اس لئے شیخ بدر الدین ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے، النجم الثاقب فی اشرف المناقب، میں لکھا ہے۔

ولم یعط احد من الانبیاء فضیلة مستفادة الاوقد اعطاه مثلها وزیادة۔ (النجم الثاقب، ۲۴)

ترجمہ:۔ کسی بھی نبی کو ایسی فضیلت نہیں ملی جس کی مثل بلکہ اس سے زائد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ملی ہو۔

پھر اس کی اہل علم نے متعدد مثالیں دیں ہیں مثلاً:

تمام لوگوں کی طرف نبی:

(۱) ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے لیکن آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں

وزیدان بعث الی الجن بالاجماع والی الملائکۃ فی احد القولین

ترجمہ: اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت بالاتفاق جنات کی طرف بھی ہے اور ایک قول کے مطابق ملائکہ کی طرف بھی ہے۔

فائدہ از مترجم:

اسی قول کو امام بارزی، ابن حزم اور امام ابن حجر مکی رحمہم اللہ نے ترجیح دیتے ہوئے اس ارشاد الٰہی سے استدلال کیا ہے۔

نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ (الفرقان،۱)

ترجمہ:۔ اللہ نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے نذیر بن جائے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر، تزیین الارائك فی ارسال النبی الی الملائك، کے نام سے مستقل کتاب لکھی جس میں اسے دلائل سے ثابت کیا۔ (الحاوی للفتاوی،۲،۱۳۹)

(۲) آپ ﷺ کی کتاب (قرآن مجید) تورات وانجیل اور زبور کے مضامین وعلوم کی جامع ہونے کے ساتھ مفصل (سورۃ حجرات سے الناس تک) پر مشتمل ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بدایۃ السول فی تفضیل الرسول ﷺ، میں حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اسے آپ کا خاصہ قرار دیا ہے۔

فائدہ:

اس کتاب کا ترجمہ بندہ نے بنام، سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی، کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب کا درجہ عطا ہوا:

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف خلیل کا درجہ بخشا۔

وزید علیها المحبة۔

ترجمہ:۔ اور اس پر اضافہ کرتے ہوئے حبیب بنایا

کلام اور دیدار:

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلا واسطہ کلام کیا۔

وزید علیه الرؤیة فجمع له بین الکلام والرؤیة معاً۔

ترجمہ:۔ البتہ اس پر دیدار کا اضافہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلام اور دیدار کو جمع کر دیا۔

نبوت و سلطنت:

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت اور سلطنت کو جمع کر دیا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء علوم الدین'' میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ شمار کیا حالانکہ بنی اسرائیل اور دیگر انبیاء صرف نبی ہی تھے یا بادشاہ۔

(۶) حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے بعض نے کعبہ اور بعض نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی۔

فجمع له القبلتان۔

ترجمہ:۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف، مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف پھر کعبہ کی طرف نماز ادا کی۔

(۷) ہر نبی کے لئے نماز تھی، نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام، ظہر حضرت داود علیہ السلام، عصر حضرت سلیمان علیہ السلام، مغرب حضرت یعقوب علیہ السلام، عشا، حضرت یونس علیہ السلام کی لئے تھی۔

فجمعت الخمس له۔

ترجمہ:۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانچویں کو جمع کر دیا گیا

شرح المسند میں امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح لکھا، شیخ نے شرح منہاج میں اس کی اتباع کی لیکن احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نماز عشاء اس امت کا خاصہ ہے پہلے کسی امت نے یہ نماز ادا نہیں کی تو اس میں انبیاء علیہم السلام کی چار نمازیں آپ کے لئے جمع کر دیں اور عشاء کا اس پر اضافہ فرما دیا۔

اس طرح کثیر مثالیں ہو سکتی ہے زیر بحث معاملہ کو سمجھنے کے لئے یہی امثلہ کافی ہے۔

فصل

رسول اللہ ﷺ کے لئے شریعت وحقیقت کو جمع کر دیا گیا:

بندہ (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی کتاب ''انموذج اللبیب فی حصائص الحبیب'' (الخصائص الصغریٰ) میں لکھا تھا

وجمعت له الشريعة والحقيقة ولم يكن لانبياء الااحداهما بديل قصة موسیٰ مع الخضر وقوله انی علی علم لاینبغی لك ان تعلمه وانت علی علم لاینبغی لی ان اعلمه۔

ترجمہ:۔ آپ ﷺ کے لئے شریعت وحقیقت کو جمع کر دیا گیا ہے حالانکہ پہلے انبیاء کے لئے ان میں ایک ہے دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ واقعہ اور ان کا یہ قول ہے مجھے ایسا علم دیا ہے جو تمہارے جاننے کے مناسب اور تمہیں ایسا علم دیا جو میرے جاننے کے مناسب نہیں۔

تو کسی سائل نے اس میں وجہ خصوصیت پوچھتے ہوئے بتایا کہ معترض نے یوں اس پر اعتراض اٹھایا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو بتا رہی ہے کہ بعض انبیاء حقیقت کا علم نہیں رکھتے اور اس میں تو واضح سقم ہے کیونکہ ہر ولی بیک وقت حقیقت وشریعت کا علم رکھتا ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کا کیا مقام ہوگا؟

جواب: بندہ نے سائل سے کہا، ائمہ وتصنیف کے ہاں اسے اعتراض نہیں سمجھا جاتا وہ اسے سوءِ فہم قرار دیتے ہیں کیونکہ بیمار ذہان میں ردی و غلط خیالات جنم لیتے رہتے ہیں لہٰذا انہیں اعتراض شمار نہیں کیا جاتا، یہ بیماری جہالت

ہے جس سے شفاء کے لئے طبیب، الفاظ کتاب کے معانی سے خوب واقف، مدرس اوران میں تحقیق کرنے والا ہو اگر ہر عبارت کتاب پر سوفہم اور غلط فکر سے پیدا ہونے والے اشکال کو اعتراض مان لیا جائے تو پھر لوگوں کی کتب و عبارت قابل اعتراض ٹھریں گئی۔

اس لئے امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ الشرح الکبیر میں لکھا۔

بہت دفعہ مبتدی اور کندذہن لوگوں پر کتاب کے کچھ امور ملتبس ہو جاتے ہے اور وہ چاہتے ہیں یہ شرح ان امور کی تفصیل پر بھی مشتمل ہو لیکن وہ کامیاب نہیں ہو پاتے اور وہ جانتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ مقامات شرح کے مستحق ہی نہ تھے حالانکہ قصور ان کے فہم کا ہوتا ہے اور اس کا علاج ان اہل علم کی طرف رجوع ہے۔

حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفرقہ میں کہا۔

لو سکت من لایعلم قل الخلاف۔

ترجمہ: اگر نہ جاننے والا خاموش ہو جائے تو اختلاف میں کمی ہو جائے گی۔

حافظ جمال الدین المزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب الکمال'' میں فرمایا۔

لو سکت من لایدری لاستراح واراح وقل الخطاء وکثر الصواب

ترجمہ: نہ جاننے والا اگر خاموش ہو جائے تو وہ خود بھی آرام پالے اور لوگ بھی، غلطیاں کم اور صواب زیادہ ہو جائے۔

تو اصحاب عقول سلیم، اذہان قویہ اور افہام مستقیم کے لائق یہی ہے کہ وہ لوگوں کی پستی اور اہل ہذیان و اغلاط سے اعتراض کریں اور آپس میں مشغول رہتے ہوئے ایسے لوگوں سے منہ موڑ لیں جن کے دل میں مرض، فساد یا تعصف و تبدیل اور عناد کی آگ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت وحقیقت دونوں کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہیں

سوال:

مقصود عبارت کی وضاحت ہے تا کہ اہل دین وتقویٰ اس کی غرض سے آگاہ ہو کر فائدہ حاصل کر لیں؟

جواب:

ہاں اس خاصہ سے مقصود یہ ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن لہ ان یحکم بالشریعۃ والحقیقۃ معاً ویعمل بمقتضیٰ کل منہما خصیصۃ لہ تفرد بہا عن سائر الخلق۔

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے آپ شریعت وحقیقت دونوں کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہے اور ان دونوں کے مطابق عمل کریں اور یہ آپ کی ایسی خصوصیت ہے جو باقی مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

اس پر پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ امت کے اولیاء کو نہ حقیقت پر عمل کی اجازت ہے، اور نہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہیں وہ شریعت کے پابند ہیں

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں تمام اہل علم اس پر اتفاق ہے۔

لایجوز للحاکم ان یقتل بعلمہ۔

ترجمہ:۔ کوئی حاکم فقط اپنے علم کی بنا پر کسی کے قتل کا فیصلہ نہیں دے سکتا

حافظ ابن دحیہ فرماتے ہیں۔

اختص النبی ﷺ بانه کان له قتل من اتهمه بالزنا من غیر بینة ولا یجوز ذلك لغیره

ترجمہ:۔ حضور ﷺ کے ساتھ یہ مخصوص ہے کہ آپ زانی کو بغیر گواہ کے بھی قتل کا حکم دے سکتے ہیں اور یہ کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں ہے۔

اگر اب ہماری عدالت میں یہ کیس آئے کہ فلاں ولی نے ایسے بچے کو قتل کر دیا جس کے والدین مومن ہیں اور دلیل یہ دے کہ مجھ پر اس کا کافر ہونا منکشف ہوا ہے۔

لقتلناہ قصاصاً بحکم الشرع بالجماع۔

ترجمہ: تو ہم اسے بحکم شرعی بالاتفاق قتل کریں گے۔

اس لئے کہ آپ ﷺ نے کسی امتی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ حقیقت پر قتل وغیرہ کے فیصلے کرتا پھرے۔

ایک اہم مثال یہ ہے اصحاب کشف میں سے کوئی اگر یوں اقتدار کرے کہ اس کے اور امام کے درمیان مسجد کے علاوہ کوئی شئی حائل ہو جو صحت اقتدار کے مانع ہے تو ہم اس کی نماز باطل قرار دیں گے اور اس کے کشف کو ہرگز قابل اعتنا نہیں سمجھیں گے جس کی وجہ سے دیواریں مرفوع اور پردے زائل ہو گئے ہوں کیونکہ اولیاء اور دیگر تمام لوگ شریعت کے پابند ہیں اور اہل حقیقت نے اس پر تصریح کی ہے کہ حقیقت پر عمل کیا جا سکتا کیونکہ یہ علم ہوتا ہے نہ کہ عمل، تو کسی بھی ولی کے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ معاذ اللہ برابری کا جواز نہیں

رہے سابقہ انبیاء علیہم السلام، ان میں سے بعض کی بعثت اس لئے ہوئی کہ وہ فقط شریعت پر فیصلہ اور اس پر عمل کریں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں حقیقت پر فیصلہ اور اس پر عمل کی اجازت نہ تھی اگرچہ انہیں اس کا علم ہو۔

بعض ایسے ہیں جنھیں فقط حقیقت پر حکم وعلم کی اجازت تھی مثلاً حضرت خضر علیہ السلام، انہیں شریعت پر فیصلہ کی اجازت نہ تھی اگرچہ اس کا علم رکھتے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو جو چاہا مقام دے کر بھیجا جیسے ایک نبی کو شریعت دی جبکہ دوسرے کو دوسری شریعت جو پہلے کی متضاد جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے

لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا۔ (المائدہ،۱۸)

ترجمہ:۔ ہم نے ہر ایک کے لئے شریعت اور راستہ بنایا۔

یہی وجہ ہے کہ دیگر ملتوں میں کچھ اشیاء حلال ہیں جو کہ ہمارے ہاں حرام ہے کچھ اشیاء کا معاملہ اس کے برعکس ہے، بہت سارے احکام ان ملل میں لازم تھے ہمارے ہاں وہ لازم نہیں۔

تو اگر اللہ تعالیٰ کسی نبی کو شریعت کے مطابق پابند کرے اور حقیقت کی اجازت نہ دے یعنی وہ صرف اسے ہی قتل کا حکم دے سکیں گے جس کا کفر گواہی یا اعتراف سے ثابت ہو، کسی بچے کو اس اطلاع پر قتل کا حکم نہ دے کہ طبعاً کافر ہے۔

یا کسی دوسری نبی کو یہ حکم دے کہ اسے دوسرے طریق (علم حقیقت) پر قتل کرسکتا ہے نہ کہ بطریق اول تو اس میں کونسی قباحت واعتراض ہے؟

یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فقط عمل و فیصلہ کے حوالہ سے حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض اٹھایا اور وہ قتل وغیرہ ہے، ان کے علم پر اعتراض نہ تھا اور ان کے اعتراض کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے یوں دیا۔

وما فعلته عن امری۔ (الکھف،۸۲)

ترجمہ:۔ اور یہ عمل میں نے اپنے حکم سے نہ کیا۔

تو یہاں بھی ذکر عمل کا ہے نہ کہ علم کا۔

سید الانبیاء ﷺ کا مقام:

ہمارے نبی ﷺ کو اجازت ہے دونوں میں سے جس پر چاہیں عمل فرمائیں، یہ ایسی خصوصیت ہے جو مخلوق میں آپ کو ہی حاصل ہے اور یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ہی کو عطا کی ہے اس پر شاہد احادیث کا تذکرہ آرہا ہے ہماری یہ تحقیقی گفتگو کہ یہاں حقیقت سے مراد فیصلہ و عمل ہے

امام بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو:

یہی تشریح شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث اور حضرت خضر علیہ السلام کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم دیا جو تمہارے جاننے کے مناسب نہیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے کہ اسے میرا جاننا مناسب نہیں؟ فرماتے ہیں یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں اطراف میں مذکور علم کا جاننا مناسب کیوں نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے یہاں علم سے مراد اس کا نفاذ اور اس کے مطابق فیصلہ ہے معنیٰ یہ ہوگا کہ تمہارے لئے یہ علم اس لئے نہیں کہ تم اس پر عمل کرو کیونکہ اس پر عمل تقاضا شرع کے منافی ہے اور میرے لئے یہ علم اس لئے نہیں کہ میں اس پر عمل کروں کیونکہ یہ تقاضا حقیقت کے منافی ہے

اس لئے اصول یہ ہے کہ نبی کے تابع ولی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اگر کسی حقیقت پر مطلع ہو کر اس کے تقاضا پر عمل کرے وہ صرف ظاہر پر فیصلہ کا پابند ہوگا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو:

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں لکھا ہے حضرت خضر علیہ السلام نے جو

بچے کو کفر کی وجہ سے قتل کیا یہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ شریعت نے ہی بتایا ہے کہ کسی بچے کو قتل نہیں کیا جا سکتا خصوصاً جبکہ اس کے والدین مومن ہوں اور اگر بالفرض کسی ولی کو اللہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح کسی بچے سے مطلع کر دے تو اس کے لئے تقاضائے شرع کی وجہ سے اس کا قتل ہرگز جائز نہ ہوگا۔

قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی توجیہ:

جب نجدہ حروی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بچوں کے قتل کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا۔

ان کنت الخضر یعرف المؤمن من الکافر فاقتلھم۔

ترجمہ:۔ اگر تم حضرت خضر علیہ السلام کی طرح مومن و کافر کی پہچان رکھتے ہو تو انہیں قتل کردو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد نجدہ کی دلیل کا رد اور ناممکن کو سامنے لایا اور قصہ حضرت خضر علیہ السلام سے غلط استدلال کا قلع قمع تھا ان کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ اگر یہ کیفیت حاصل ہو تو قتل کا جواز ہے کیونکہ اسکی شرع اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس صورت میں کفر ابھی تو حاصل ہی نہ تھا بلکہ بعد میں آئے گا تو ایسے سبب کے بنا پر قتل کا جواز کیسے ہو سکتا ہے جو ابھی حاصل ہی نہیں ہوا تو قطعی بات یہی ہے کہ بچہ نہ تو کافر حقیقی ہے اور نہ مومن حقیقی، رہا معاملہ حضرت خضر علیہ السلام کا تو ان کے لئے مستقل شریعت تھی بقول ان کے جو انہیں نبی مانتے ہیں۔

باقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں اجازت ہے کیونکہ آپ ہر نبی کی فضیلت کو اپنے اندر جمع کیے ہوئے ہیں اس کی طرف امام بدر الدین بن الصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ میں اشارہ کیا۔

احادیث کی شہادت

اس پر احادیث کی شہادت موجود ہے۔

ا۔ امام ابن ابی شیبہ، ابو یعلیٰ و بزار نے مسانید اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ نے ایک شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے جہاد میں اس کی قوت اور عبادت میں اس کی محنت ذکر کی، اچانک وہی آدمی آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انی لاریٰ فی وجهه سفعة من الشیطان۔

ترجمہ:۔ میں اس کے چہرے پر شیطانی نشان دیکھ رہا ہوں۔

قریب آ کر اس نے سلام کیا اور چلا گیا، قریب مسجد میں نماز ادا کرنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من یقوم الیه فیقتله؟

ترجمہ:۔ اسے کون قتل کرے گا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذمہ لیا گئے تو دیکھا نماز پڑھ رہا ہے واپس آ گئے عرض کیا میں نے اسے چونکہ نماز میں دیکھا تو اس کے قتل سے مجھے خوف آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایکم یقوم الیه فیقتله؟

ترجمہ:۔ تم میں سے کون جا کر اسے قتل کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمہ لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح ہی کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اسے قتل کر دے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اسے قتل کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان ادرکتہ۔

ترجمہ:۔ اگر تم سے پالو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے تو وہاں سے وہ جا چکا تھا لوٹ کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھذا اول قرن خرج من امتی لوقتلتہ ما اختلف اثنان بعدہ من امتی۔ (دلائل النبوۃ، ۶: ۲۸۷)

ترجمہ:۔ یہ میری امت میں پہلا شیطانی سینگ ہے اگر تم اسے قتل کر دیتے تو اس کے بعد میری امت میں کوئی اختلاف نہ کرتا

تو یہ حقیقت پر فیصلہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری انجام تک آگاہ تھے تو یہاں آپ کے لئے کوئی ممانعت قتل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل میں توقف کیا

۲۔ امام حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں چوری کی اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لایا گیا فرمایا۔

اقتلوہ۔ ترجمہ:۔ اسے قتل کردو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے تو چوری کی ہے فرمایا قطع ید کردو اس نے پھر چوری کی دوبارہ قطع ید ہوا پھر اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چوری کی پھر پاؤں کاٹا گیا پھر اس نے چوری کی حتیٰ کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیے گئے اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم بھذا حیث امر بقتلہ۔ (المستدرک، ۴۲۳۴)

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ اس کے بارے میں خوب جانتے تھے اسی لئے آپ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا تھا۔

تو اسے لے جاؤ اور قتل کرو تو اسے قتل کرا دیا گیا۔

تو حضور ﷺ کا اولاً بھی اس چوری کو قتل کر دینے کا حکم حقیقت پر فیصلہ و حکم تھا یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا تھا اس نے چوری کی ہے یعنی حد سرقہ شریعت میں قطع ید ہے نہ کہ قتل، چونکہ آپ ﷺ اس آدمی کی حقیقت سے آگاہ تھے کہ یہ باطن میں قتل کا ہی مستحق ہے تو آپ ﷺ نے قتل ہی کا حکم دیا اسی وجہ سے پانچویں دفعہ چوری پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فیصلہ (قتل) جاری کر دیا اور نہ شریعت میں سارق کی سزا قتل ہے ہی نہیں نہ پانچویں اور نہ ہی چھٹی دفعہ جیسے امام خطابی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

۳۔ آپ ﷺ نے بیک وقت شریعت و حقیقت (ظاہر و باطن) پر جو فیصلے فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس بچے کے بارے میں اختلاف تھا فرمایا عبد بن زمعہ یہ تیرا ہے اولاد صاحب فراش کی ہوتی ہے اور زانی کے لئے پتھر اور فرمایا اے سودہ تم اس سے پردہ کرو تو انہوں نے اسے موت تک نہیں دیکھا تو یہاں بچے کا فیصلہ صاحب فراش کے لئے شریعت کے مطابق ہے اور اس کی بہن سودہ کو پردہ کا حکم حقیقت پر عمل ہے کیونکہ آپ ﷺ باطنی امر یعنی اس کی عتبہ اور اس کے والد سے نسبت اور زمعہ اور سودہ انقطاع سے خوب آگاہ تھے اب اگر کسی بچے میں اختلاف ہوتا ہے تو صاحب فراش کے لئے ہی فیصلہ کیا جائے گا لیکن اس سے بہن کو پردہ کا حکم نہ ہوگا اگر چہ ظاہراً ایک دوسرے کے ساتھ کس قدر مشابہت ہو۔

۴۔ باطن پر ایک اور فیصلہ

آپ ﷺ نے باطن پر ایک فیصلہ کی مثال یہ ہے امام طبرانی نے معجم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا اس عرابی نے اونٹ چرایا ہے اونٹ نے کچھ آواز نکالی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے خاموشی کا حکم دیا پھر اس آدمی سے فرمایا

انصرف عنه فان البعير شهد عليك انك كاذب۔

ترجمہ:۔ اسے چھوڑ دے کیونکہ اونٹ گواہی دے رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے۔ (طبرانی معجم)

مستدرک حاکم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک عرابی کے بارے میں شکایت کی گئی کہ اس نے اونٹنی چوری کی ہے تو اونٹنی نے دروازہ کے باہر سے عرض کی۔

والذی بعثك بالكرامة ان هذا ماسرقنيولاملكني احد سواه۔

ترجمہ:۔ قسم ہے جس ذات نے آپ کو نبی بنایا اس نے مجھے چوری نہیں کیا اور اس کے سوا میرا کوئی مالک نہیں

اس سلسلہ میں متعدد احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آسمانوں اور زمین کا مشاہدہ کروایا گیا تھا انہوں نے حقیقت (باطن) پر عمل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا۔

فصل

سوال:

کیا تمہاری عبارت یہ نہ تھی؟ کہ آپ ﷺ کو شریعت وحقیقت کا جامع بنایا گیا ہے اور دیگر انبیاء ان میں سے صرف ایک پر ہی فیصلہ کر سکتے ہیں (یعنی انہیں علم ہی فقط ایک کا ہے) تو معترض اس حکم فاسد کی وضاحت چاہتا ہے

جواب:

کئی وجوہ سے جواب حاضر ہے

ا۔ کتاب وتحریر میں ایجاز و اختصار ملحوظ ہوتا ہے یہی وجہ کہ میں نے حدیث (خضر) بیان کی تو تمام نقل نہیں کی بلکہ اختصار کی وجہ سے اس کے الفاظ حذف کر دیئے

۲۔ کلام کا جوہر اور منطوق دیکھا جاتا ہے اور یہی ہے کہ یہاں فیصلہ وحکم مراد ہے نہ کہ علم کیونکہ اس مقام پر میرا مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ حضور ﷺ کونسی تعلیمات وعلوم کے ساتھ معبوث ہوئے ہیں تو آپ ﷺ کی بعثت یوں بھی عام ہے کہ آپ کے علوم میں بھی عموم ہے آپ ﷺ اس لئے معبوث کیے گئے ہیں کہ آپ بیک وقت شریعت وحقیقت پر عمل وفیصلہ کر سکتے ہیں اور یہ الفاظ کے منطوق وجوہر سے واضح تھی۔

۳۔ ہماری عبارت میں لام ہے، جمع لہ، جو ہمارے مدعیٰ کو واضح کر رہا ہے ہم نے ''فی'' ذکر نہیں کیا کیونکہ علم، لام سے فی کے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ علم مظروف اور صاحب علم اس لئے ظرف کی طرح ہوتا ہے عمل وحکم کا مباح ہونا یہ تملیکات کے مشابہ ہے تو یہ لام سے زیادہ نسبت رکھتا ہے اس لئے محاورہ ہے لفلان العمل کذاء لیس لہ العمل کذالفلان العلم کذا، لیس

له العلم كذا۔

یہی وجہ ہے کہ الفاظ حدیث پر اشکال پیدا ہوا کیونکہ دونوں اطراف میں مذکور علم ایسا نہیں کہ اسے طلب ہی نہیں کیا جائے حتیٰ کہ اس کا معنی و تاویل، نفاظ، کرنا پڑا جیسے پیچھے شیخ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں آیا ہے۔

۴۔ اس پر پہلا جملہ (معطوف علیہ) رہنمائی کر رہا ہے اور وہ میرا یہ قول ہے۔

وجمع بين القبلتين والهجرتين۔

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبلوں اور ہجرتوں کو جمع کیا ہے۔

کیونکہ مقصود یہاں بلا شبہ دونوں کا عمل میں جمع کرنا ہے نہ کہ علم میں تو بعد والے جملہ کا معاملہ بھی یہی ہے

۵۔ اس جملہ میں لفظ علم مذکور ہی نہیں لہٰذا اعتراض وارد ہو ہی نہیں سکتا ہاں اگر میرا جملہ یوں ہوتا العیاذ باللہ۔

ولم يكن الانبياء يعلمون الا احدهما۔

ترجمہ:۔ انبیاء علیہم السلام ان میں سے صرف ایک کا علم رکھتے ہیں۔

تو پھر اعتراض ہو سکتا تھا لیکن ایسا کہنا یا سوچنا معاذ اللہ درست نہیں، میری تو سمجھ سے بالاتر ہے کہ معترض نے ایسے لفظ کی بنا پر اعتراض اٹھایا جس کا عبارت میں ذکر تک نہیں۔

اگر وہ کہے کہ میں نے مقدر سمجھا ہے پھر اعتراض کیا ہے تو بتایئے ایسے فاسد لفظ کو مقدر ہی کیوں مانا جائے کیوں نہ ایسا لفظ مقدر مانا جائے جو مناسب و متعین ہو۔

٦۔ ہمارے الفاظ، بدليل قصة موسیٰ مع الخضر، بھی ہمارے مدعیٰ کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے علم پر اعتراض نہیں کیا انھوں نے اعتراض اس علم پر عمل و حکم پر کیا کہ یہ خلاف شریعت ہے تو انھوں نے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے تقاضا کے مطابق عمل و فیصلہ کرو۔

۷۔ میں نے خصائص الکبریٰ (۲۔۱۹۲) میں حدیث نمازی ذکر کی تھی جس کے قتل کا حکم آپ ﷺ نے دیا، حدیث سارق بیان کی جس کے قتل کا حکم دیا اور ان دونوں سے میں نے استدلال کیا جو بتا رہا ہے کہ مقصود حکم و عمل ہے نہ کہ علم

میری کتاب خصائص صغریٰ، اسی کبریٰ کا اختصار ہے صغریٰ میں جس چیز کا فہم کسی کند ذہن پر دشوار ہو اسے کبریٰ سے تفصیل و شرح حاصل کر لینی چاہیے

۸۔ عقل و نقل دونوں رہنمائی کرتے ہیں کہ یہاں مقصود حکم و عمل ہے نہ کہ علم کیونکہ کسی عاقل کے دل میں یہ خیال ہی محال ہے کہ بعض انبیاء کو حقیقت کا علم نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ صبح شام ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے پھر ان سے کم درجہ (اولیاء) لوگ کثرت کے ساتھ حقیقت کا علم رکھتے ہیں

پھر اس سے بھی بڑھ کر محال یہ ہے کہ کسی کے دل میں یہ تصور ہو کہ بعض انبیاء کو علم شریعت ہی حاصل نہیں تو یہ نہ کسی مسلمان کے دل میں تصور آ سکتا ہے اور نہ ہی میری کتب میں۔

تو جب یہ محال ہے تو عقل رہنمائی کر رہی ہے کہ یہاں مراد حکم ہی ہے تو اللہ تعالیٰ نبی کو اجازت دے کہ وہ اس پر حکم نافذ کرے اور دوسرے پر حکم کی اجازت نہ دے حالانکہ وہ دونوں کا علم رکھتا ہو جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں عملاً ثابت ہے کہ جب انھیں آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں سے آگاہ کیا گیا اور ان کے سامنے ظاہر و باطن کو روشن کر دیا گیا اعمال مخلوق میں سے کوئی شئی ان پر مخفی نہ رہی تو انھوں نے اس کی مقتضیٰ پر عمل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔

علاوہ ازیں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس حقیقت کے مطابق نبی کو فیصلہ کی اجازت ہے وہ شریعت ہی ہے کیونکہ ان کا جملہ ہے۔

محمل قضية الخضر على ان ذلك كان شرعاً له مستقلاً۔

حضرت خضر کا واقعہ بتا رہا ہے کہ ان کی مستقل شریعت تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت

تو اب خصوصیت یوں بیان کی جائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اجازت ہے کہ دونوں شریعتوں پر فیصلہ کر اسکتے ہیں خواہ وہ ظاہری ہے یا باطنی، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ انبیاء کے ایک گروہ کو مبعوث کیا گیا

فجمعا له تشريفاً وتعظيماً لمنصبه الشريف۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب بلند کی خاطر دونوں کو جمع کر دیا گیا۔

اور شریعت باطنی کا نام ہی اہل علم کے ہاں حقیقت ہے۔

۹۔ یہ الفاظ ''ماكان لذيد كذا، لم يكن له كذا'' (زید نہ کرے، اسے یہ نہیں کرنا چاہیے) تصرف اور نفاذ میں ممانعت کے لئے ہیں اور کسی شئ میں تصرف، اس کے علم کے بعد ہی ہوتا ہے قبل از علم تو ممانعت کا کوئی تصور نہیں یہی وجہ ہے کہ جب تک امور باطنہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطلاع نہ ہوئی تھی انہیں حقیقت میں تصرف سے منع نہیں کیا گیا بندہ کی کتاب کے الفاظ۔

يعطى علم الانبياء بالامرين۔

ترجمہ:۔ انبیاء کو دونوں امور کا علم عطا کیا جاتا ہے۔

بتا رہے ہیں کہ ان دونوں میں بیک وقت تصرف سے انھیں منع کیا گیا ہے اور فقط ایک میں تصرف کی اجازت ہے خواہ وہ ظاہری ہے یا باطنی۔

۱۰۔ الفاظ ''لم يكن لانبياء'' کی دلالت، منع اور نفی اباحت پر ہے اور یہ افعال کے ساتھ ہی مختص ہے کیونکہ اباحت اور اس کی ضد کا تعلق افعال سے ہوتا ہے نہ کہ ذوات وصفات سے جیسا کہ اصول فقہ میں مسلم ہے۔

تو یہ الفاظ واضح طور پر نشاندہی کر رہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو بیک وقت دونوں امور پر عمل و فیصلہ اور تنفید میں تصرف سے منع کیا ہے فقط اس میں سے کسی

ایک میں تصرف کی اجازت ہے۔

تو عبارت میں ایسا کوئی لفظ ہی نہیں جو علم پر دال ہو کیونکہ علم ان صفات سے ہے جس کے ساتھ منع اور اباحت کا تعلق نہیں یہ ہر وہ آدمی جانتا ہے جو اصول فقہ کے مبادی سے تھوڑا سا بھی حصہ رکھتا ہے۔

۱۱۔ یہ وجہ نہایت ادق ہے عبارت مبہم رکھی گئی جیسا کہ حدیث میں ابہام تھا تا کہ وہ ہر اس قول کی مطابق ہو شرح حدیث میں کسی شارح کا ہو اور اس میں اس کی صلاحیت اور احتمال ہو اگرچہ ہمارے نزدیک مقصود راجح وہی ہے کہ مراد حکم ہے اور ہمارا کلام خصائص کبریٰ میں اسی پر مبنی ہے لیکن علماء راسخین کا اپنی تصانیف میں طریقہ وہی ہے جو حدیث سے ماخوذ ہے تا کہ اس سے برکت بھی حاصل ہو اور ادب کا پہلو بھی رہے۔

اس پر عمل میں شیخ ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ دوسروں سے کہیں آگے ہیں مثلاً کتاب التنبیہ میں لکھتے ہیں:

فان کان قام من النوم کرہ ان یغسها وذلك لایختص بالقائم من النوم۔

ترجمہ: اگر کوئی آدمی نیند سے بیدار ہو تو پانی میں ہاتھ نہ ڈالے یہ نیند سے بیدار ہونے والے سے مختص نہیں۔

اہل علم نے فرمایا شیخ نے الفاظ حدیث لا کر برکت حاصل کی ہے اور ان کے ہاں یہ کئی مقامات پر ہے میں نے ایسے ہی لوگوں کی اقتدا میں ایسا کیا ہے، عبارت ذکر کی مگر لفظ حکم صراحۃً نہیں لکھا اگرچہ مراد تھا تا کہ بطریق حدیث ہی بات رہے اور ادب بھی ہے اور اس میں دیگر تاویلات علماء بھی جاری رہیں اسطرف کچھ اشارہ ابھی آ رہا ہے۔

فصل

اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ میرے الفاظ "وجمعت له فی البعثة الشریعة والحقیقة"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں شریعت وحقیقت دونوں جمع ہے۔

کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے تا کہ ان دونوں پر عمل کرسکیں اور ان کے مطابق حکم جاری کرسکیں اور دیگر انبیاء کی بعثت ایک کے ساتھ ہے یعنی دونوں کے ساتھ بیک وقت بعثت نہیں بلکہ بعض کو شریعت دی تا کہ اس پر عمل وحکم کریں، بعض کو حقیقت دی تا کہ وہ اس پر عمل وحکم کریں ہاں تمام کے تمام شریعت وحقیقت کا بیک وقت علم رکھتے ہیں کسی شئی کے ساتھ عدم بعثت، اس کے علم کے منافی نہیں جیسا کہ شئی کے علم سے لازم نہیں کہ اس کے ساتھ بعثت ہو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شرائع سابقہ کے عالم ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سارے احکام بعثت سے متعلق نہیں مثلاً توبہ کے لئے قتل نفس، محرمات کو دیکھنے پر آنکھ نکال دینا، مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ، بدن وکپڑے کا نجس مقام کاٹنا، ہر پنجہ سے شکار کنندہ کا حرام ہونا، تصاویر کا مباح ہونا، وغیرہ۔

سوال:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ان دونوں شریعت وحقیقت کے ساتھ ہے تو یہ سلسلہ امت میں جاری رہنا ضروری ہے۔

جواب:

بات یوں نہیں بلکہ یوں ہے کہ آپ کی بعثت شریعت کے ساتھ تا قیامت امت میں جاری ہے لیکن حقیقت کے ساتھ بعثت فقط آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے مثلاً لزوم نماز چاشت وقربانی، شعر وکتابت کی حرمت، چار سے زیادہ نکاح وغیرہ۔

اہم فائدہ:

اگر معترض نے میرے کلام میں حقیقت سے مراد علم تصوف لیا ہے جس کا ذکر بعض جید علماء کے حالات میں یوں ہوتا ہے۔

کان من علماء الحقیقة کان من العلماء الجامعین بین الشریعة والحقیقة۔

ترجمہ: یہ علماء حقیقت میں سے تھے یہ ان علماء سے تھے جو شریعت وحقیقت کو جامع تھے۔

پھر زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس معترض کو پاگلوں میں شامل کیا جائے اور اگر اس نے یہ سمجھا کہ اس سے مراد وہ مکاشفات ہیں جو اولیاء کے لئے کھلتے ہیں اور اس سے وہ بعض غیوب اور اسرار ملکوتیہ پر مطلع ہوتے ہیں۔

تو یاد رہے کوئی ولی بھی اس میں کسی بھی نبی کے معاذ اللہ برابر نہیں ہوسکتا شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ فرماتے ہیں۔

الانبیاء یطالعون بحقائق الامور والاولیا یطالعون بمثالها۔

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام امور کے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اولیاء ان کی مثال دیکھتے ہیں۔

امام یافعی کی کتاب المعتقد ق میں ہے۔

بعض نے کہا یقین، اسم ورسم اور علم وعین اور حق ہے اسم ورسم عوام کے لئے، علم علم الیقین برائے اولیاء، عین الیقین برائے خواص اولیاء اور حق الیقین برائے انبیاء علیہم السلام ہے۔

وحقیقة حق الیقین اختص بھا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ حق الیقین کی حقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے۔

فصل

حدیث کی دوسری تاویل:

حدیث خضر کی دوسری تاویل ومعنی یہ ہے دونوں اطراف میں جمیع علم کی نفی ہے اور یہ تاویل حافظ العصر ابو الفضل بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اختیار کی ہے لکھتے ہیں۔ ''لا ینبغی لك ان تعلمه'' کا معنی یہ ہے کہ ان تمام کو تم نہیں جان سکتے اس طرح ''لا ینبغی لی ان اعلمه'' کا معنی بھی یہی ہے کہ میں تمام نہیں جان سکتا فرمایا یہی معنی متعین ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام حکم ظاہر سے اسقدر ضرور واقف تھے جو کسی بھی مکلف کے لئے ضروری ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم باطن سے ضرور آگاہ تھے جو بطریق وحی آتا ہے۔

(فتح الباری، ۸۔۲۷۱)

امام قرطبی نے شرح مسلم میں لکھا الفاظ حدیث۔

ان لی بدابمجمع البحرین ھو اعلم منك۔

ترجمہ:۔ مجمع البحرین میں ہمارا ایسا بندہ ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔

کا معنی یہ ہے کہ واقعات مفصلہ کے احکام اور معین حادثات کے حکم میں وہ تم سے زیادہ عالم ہیں نہ کہ وہ ہر علم میں تم سے زیادہ ہے اس پر دلیل حضرت خضر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا ہے۔

انك على علم علمكه الله لاعلمه انا وانا على علم علمنيه الله لاتعلمه انت۔

ترجمہ:۔ تم ایسے علم پر ہو جو تمہیں اللہ نے سکھایا وہ میں نہیں جانتا اور مجھے ایسا اللہ نے علم دیا ہے جسے تم نہیں جانتے۔

پھر فرمایا اس مفہوم کی مطابق ہر ایک پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ عالم ہے اس اعتبار سے جو دونوں جانتے ہیں سے ہر ایک جانتا ہے مگر دوسرا سے نہیں جانتا۔ (المفہم، ۶۔۱۹۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ان عبدا من عبادی اتیته من العلم مالم اؤتك۔

ترجمہ: میرا ایک بندہ ہے جیسے میں نے کچھ ایسا علم دیا ہے جو تم کو نہیں دیا۔

(فتح الباری، ۸، ۲۶۶)

سوال:

کیا تاویل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت ثابت ہوگی؟

جواب:

ثابت ہے البتہ صراحۃً نہ ہوگی، تفصیل یوں ہے کہ کہا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تمام شریعت اور تمام حقیقت کا اجتماع ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے کل شریعت اور بعض حقیقت یا کل حقیقت اور بعض شریعت کو پایا ہے تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے بھی جمیع کو جمع نہیں کیا۔

لیکن میں نے یہ گفتگو اس خصوصیت کو ثابت کرنے کے لئے کی جسے ان الفاظ میں بیان کیا۔

الحکم بالا مرین معاً والتفیذ بھما۔

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت دونوں پر حکم جاری و نافذ کر سکتے ہیں۔

اور میں نے بیان علم کے لئے گفتگو نہیں کی تھی جیسا کہ معجزات الکبریٰ میں اس کی تفصیل اور اس پر حدیث نمازی وسارق کی شہادت موجود ہے۔

خاتمہ

اگر میرے دل میں خیال آجاتا کہ لوگوں میں ایسے غلط فہم اور لڑاکے موجود ہیں تو میں اس خصوصیت کو ان الفاظ میں بیان کر دیتا۔

وجمع لہ بین القبلتین والھجرتین وبین الحکم بالشریعۃ والحقیقۃ۔

ترجمہ:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دو قبلے، دو ہجرتیں اور شریعت وحقیقت پر فیصلہ جمع کر دیا گیا ہے۔

اور اس حدیث خضر کا ذکر ہی نہ کرتا ہر کوئی مقصود پا لیتا اور اس پر مراد آشکار ہو جاتی اور نہ ہی معاملہ کسی غبی، بلید، جاہل اور عنا والے پر ملتبس رہتا۔

شعلہ نار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن پر فیصلے

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

فہرست

تصریحات علماء	151
احادیث اور باطن پر فیصلے	152
دیگر انبیاء علیہم السلام کا مقام	153
مشاہدہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام	153
صوفی کون؟	156
خربوزہ نہ کھایا	158
کامل صوفیہ کی شان	158
صوفیہ کی دو اقسام	159
۱۔ صوفیہ سنت	159
۲۔ متصوفہ فلاسفہ	159

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔

ہمارے الفاظ

وجمعت له الشريعة والحقيقة۔

ترجمہ:۔ آپ ﷺ کے لئے شریعت وحقیقت کو جمع کر دیا گیا ہے

کا معنی ہے کہ آپ ﷺ کو بیک وقت ظاہر و باطن پر فیصلہ کی اجازت ہے، شریعت سے مراد ظاہر پر حکم اور حقیقت سے مراد باطن پر حکم ہے مثلاً ایسے آدمی کا قتل جو باطناً اس کا مستحق ہے اگر چہ ظاہری ثبوت، اعتراض یا گواہی سے اس کا قتل ثابت نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ کے لئے ظاہر و باطن پر فیصلہ کا ثبوت معروف ومشہور ہے ظاہر پر حکم تو واضح ہے رہا باطن پر آپ کا فیصلہ وحکم تو اس پر متعدد اہل علم نے تصریح کی ہے اور اس پر احادیث مبارکہ بھی شاھد ہیں۔

تصریحات علماء:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں تمام علماء کا اتفاق ہے۔

لایجوز لحاکم ان یقتل بعلمه الا النبی ﷺ

ترجمہ:۔ سوائے نبی ﷺ کے کسی حاکم کا اپنے علم کی بنیاد پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

حافظ ابن دحیہ کہتے ہیں۔

حضور ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ بغیر، گواہی زانی کے قتل کا حکم دے سکتے ہیں۔

ولایجوز ذلك لغیرہ۔ لیکن یہ کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں۔

احادیث اور باطن پر فیصلے:

آپ ﷺ نے باطن پر فیصلے کیے، ان پر یہ احادیث شاھد ہیں

ا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ کی مجلس میں ایک آدمی کا ذکر آیا تو صحابہ نے جہاد میں اس کی جانبازی اور عبادت میں اس کی محنت کا ذکر کیا تو اچانک وہ آدمی بھی آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا۔

انی لاری فی وجھہ سعفة من الشیطان۔

ترجمہ:۔ میں اس کے چہرے پر شیطان کا اثر ونشان دیکھ رہا ہوں۔

اس نے قریب آ کر سلام کہا اور نماز ادا کرنے کے لئے ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا۔ من یقوم الیه فیقتله؟ ترجمہ:۔ کوئی ہے جو اس کو جا کر قتل کر دے؟

۲۔ حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک آدمی نے حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں چوری کی تو فرمایا اسے قتل کر دو، صحابہ نے عرض کیا اس نے چوری کی ہے؟ فرمایا قطع ید کر دو پھر اس نے چار دفعہ چوری کی اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے عہد صدیقی میں پانچویں دفعہ اس نے چوری کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کان رسول اللہ ﷺ اعلم بھذا حیث امر بقتله۔

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے تھے اسی لیے آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ تو اسے لے جاؤ اور قتل کر دو

۳۔ بیک وقت ظاہر و باطن پر فیصلہ کی احادیث میں یہ مثال بھی ہے ایک بچہ میں اختلاف ہوا تو آپ ﷺ نے فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا، عبد بن زمعہ

یہ تیرا بھائی ہے خاوند کے لئے اولاد اور زانی کے لئے پتھر ہوتا ہے لیکن اے سودہ تم اس سے پردہ کرو پھر اسے کبھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے نہ دیکھا۔

تو صاحب فراش کے لئے اولا کا فیصلہ ظاہری شریعت کے مطابق جبکہ ان کی بہن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کا حکم حقیقت پر عمل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاملہ کے باطن سے آگاہ تھے کہ حقیقۃً یہ اس کی بہن نہیں ہیں۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کا مقام:

دیگر انبیاء علیہم السلام میں بعض ایسے ہیں اور (یہی اکثر ہیں) انھیں فقط حکم ظاہری (ظاہر پر فیصلہ) کے ساتھ مبعوث کیا گیا نہ کہ باطن پر حکم کے ساتھ اگرچہ اس کا علم رکھتے ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام، اسی لئے انھوں نے قتل غلام پر حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض اٹھایا کہ تقاضہ شرع یہی ہے کہ قتل صرف اسی بالغ کا کیا جائے گا جس کا کفر ثابت ہو خواہ اعتراف سے یا گواہی سے اور ان پر ان کے عمل کی وجہ سے اعتراض نہ تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا۔

وما فعلته عن امری۔

ترجمہ:۔ اور میں نے یہ کچھ اپنے حکم سے نہ کیا (کھف، ۸۲)

تو یہاں بھی عمل و فعل کا ذکر ہے نہ کہ علم کا

مشاہدہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام:

اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ جب انھوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مشاہدہ کیا تو ان اشیاء کے حقائق ان پر روشن کیے گئے اور وہ ان کے باطن سے آگاہ ہوئے تو تقاضہ حقیقت پر عمل کا انھوں نے ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع فرما دیا یہ اسی لئے تھا کہ

انہیں صرف ظاہر پر حکم دے کر مبعوث کیا گیا نہ باطن پر حکم اگر چہ وہ باطن پر مطلع اور اسے انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔

بعض ان میں سے ایسے ہیں جنہیں صرف باطن پر فیصلہ کی پابندی تھی اور ظاہر پر فیصلہ نہیں کر سکتے اگر چہ اس کا علم رکھتے ہیں۔

جیسے حضرت خضر علیہ السلام ، صحیح بخاری و مسلم کے مطابق اسی لئے حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم دیا ہے جو تمہارے جاننے کے مناسب نہیں اس سے مراد ہے۔

لایصلح لك ان تنفذہ وتحکم بہ لانك لم تبعث لتحکم بہ وان علمتہ انما بعثت لتحکم بالظاھر۔

ترجمہ:۔ تمہارے لئے اس پر عمل اور اس کے مطابق حکم اور فیصلہ مناسب نہیں کیونکہ تمہاری بعثت اس پر فیصلہ کے لئے نہیں اگر چہ تمہیں اس کا علم ہے تمہاری بعثت فقط ظاہر پر فیصلہ کے لئے ہے۔

فرمایا اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے جو میرے جاننے کے مناسب نہیں یعنی۔

لایصلح لی ان انفذہ واحکم بمقتضاہ لانی لم ابعث لاحکم بہ وان علمتہ انمابعثت لاحکم بالباطن۔

ترجمہ:۔ میں اس کے مطابق فیصلہ وحکم جاری نہیں کر سکتا کیونکہ میری بعثت اس پر حکم کے لئے نہیں اگر چہ میں اس کا علم رکھتا ہوں البتہ میرے بعثت باطن پر فیصلہ کے لئے ہے۔

اس حدیث کی یہی تشریح شیخ الاسلام امام سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور یہی ضروری ہے اس لئے کے ذہن مین یہ تصور ہی محال ہے کہ حضرت

خضر علیہ السلام اتنی شریعت بھی نہ جانتے تھے کہ بالغ ثابت شدہ کافر کا ہی قتل جائز ہے بلکہ وہ قطعاً یہ جانتے تھے ان کا مقصود یہ تھا اس امر کی تنقیذ اور اس کے تقاضا کے مطابق حکم کا اجرا مناسب نہیں کیونکہ ان کی بعثت اس کے ساتھ نہیں، اس لیے دونوں نے کہا تیرا اسے جاننا مناسب نہیں میرا اسے جاننا مناسب نہیں یعنی۔

لایلیق ولا یسوغ ولایجوز لعدم الاذن فی ذلك۔

ترجمہ:۔ عدم اجازت کی وجہ سے یہ جائز اور مناسب نہیں

لیکن یہ نہیں کہا۔ لاتعلمه ولا اعلمه۔ ترجمہ: تم اسے نہیں جانتے اور میں اسے نہیں جانتا۔

اس تشریح وتاویل حدیث کی طرف اہل علم نے رہنمائی کی ہے اور انھوں نے امر الٰہی سے تنفیذ، فیصلہ اور عمل مراد لیا ہے، صدر کلام کے جملہ پر ہی مضمون حدیث دال ہے اور جو اس جملے سے مقصود ہے بعینہ یہی معنی مقصود ہے نہ کہ اس کا غیر، اس کی طرف ہمارا یہ قول متوجہ کرتا ہے" بدلیل قصة موسی مع الخضر" (اس پر دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر کے ساتھ واقعہ ہے) کیونکہ دلیل کے لئے مدلول کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

پھر کلام (جمعت له الشریعة والحقیقة) میں حرف لام ہے جو ملکیت و اختصاص پر دال ہے جو حکم کے ہی مناسب ہے حرف،، فی،، یا عند نہیں جو مظروف مثلاً علم کے مناسب ہیں۔

پھر جملہ کا عطف ایسے جملوں پر ہے جن سے مقصود عمل وحکم ہے نہ کہ علم تو جس کے ذہن میں یہ گیا کہ کلام کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم شریعت اور علم حقیقت جمع کر دیا گیا مگر باقی انبیاء علیہم السلام یہ نہیں، وہ نہایت ہی گمراہ اور ان چیزوں سے جہل کبیر کا مالک ہے۔

(۱) متون احادیث

(۲) مسئلہ میں اہل علم سے منقول

(۳) حضرت خضر کے کلام اور اس کی احسن تاویل وتوجیہ

(۴) فقہ

(۵) اصول فقہ

(۶) اصول دین

(۷) لغت۔ معانی حروف اور مدلولات الفاظ میں فرق

(۸) علوم بلاغت جس سے عبارت کے اسرار سمجھے جاتے ہیں

(۹) اصطلاحات مصنفین اور جملوں اور کلام کی ترتیب

(۱۰) تصوف، کیونکہ اگر چہ یہ شخص اس میں محقق ہوتا تو اسے معلوم ہوتا یہاں شریعت سے حکم ظاہر اور حقیقت سے حکم باطن مراد ہے نہ کہ وہ علوم (علم شریعت وحقیقت) مراد ہے جو اصطلاح ہی حادث اور نہ وہ علم جو وصف حادث اور قائم بالذات ہے پھر عبارت میں لفظ علم موجود ہی نہیں تو معترض یہ لفظ کہاں سے لے آیا اور اعتراض جڑ دیا، اپنی طرف سے عبارت بنا کر اس پر اپنی مرضی کے مطابق مرتب کرنا کہاں جائز ہے؟ ایسے آدمی کیلئے کثرت علم کہاں یہ تو سوء فہم اور جہل ظاہر رکھتا ہے اگر اس سے دین الٰہی میں استنجا وغیرہ کے بارے میں سوال ہو تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

صوفی کون؟

بہت سارے لوگوں کا خیال ہے جو کتب تصوف کا مطالعہ کرے کچھ ان میں پڑھے اور ان پر کچھ لکھ دے تو اسی صوفی کہا جاتا ہے حالانکہ معاملہ یوں نہیں

ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے نکہ میں داخل ہونا محال ہے ایسے ہی اسے صوفی کہنا محال ہے کیونکہ تصوف علم حال ہے نہ کہ علم مقال وہ تو ان محاسن اخلاق سے مزین ہو جانے کا نام ہے۔ جو احایث نبویہ میں ہیں۔

اس لئے علماء نے فرمایا:

التصوف ارتکب کل خلق سنی وترك خلق دنی۔

ترجمہ:۔ ہر اعلیٰ اخلاق کا اپنانا اور ہر گھٹیا اخلاق کا ترک، تصوف ہے۔

بعض آئمہ نے فرمایا، تصوف،، حدیث اور اصول دین سے مرکب علم کا نام ہے تو جو احادیث نبویہ کا ماہر اور ان پر عمل پیرا اور اس کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے مطابق ہے وہی صوفی ہوگا۔

جو علم حدیث کا ماہر ہے مگر اصول دین سے آگاہ نہیں وہ محدث کہلاتا ہے جو اصول دین کا ماہر ہو مگر حدیث کا ماہر نہیں اصولی یا متکلم کہلائے گا۔

ان دونوں میں سے کسی کو صوفی قرار نہیں دیا جا سکتا جب دونوں کا اجتماع ہو کہ حدیث کا بھی ماہر اور ان پر عمل پیرا ہو اور اصول سے واقف، عقیدہ صحیح رکھتا ہو وہ صوفی ہوگا اسی وجہ سے بعض متقدین نے کہا انسان اس راستہ پر کامل تب تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ احادیث رسول ﷺ کو محفوظ اور بطریق اہل سنت ضروری اعتقادات کو نہ جانے۔

اب تو متعدد مدعیان تصوف سے اگر بول براز سے پاکیزگی کا سنت طریقہ پوچھا جائے تو وہ نہیں جانتے چہ جائیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام معمولات مثلاً عبادات، عادات، کھانا، پینا، پہننا، حرکات وسکنات، خاموشی وبیداری، نیند، بیٹھنا، قیام، چلنا، اور اہل کے ساتھ گزران وغیرہ سے واقف ہو۔

خربوزہ نہ کھایا:

کیا تمہیں علم نہیں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خربوزہ نہیں کھایا کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے کیسے کھایا حالانکہ اصلاً آپ ﷺ کا کھانا ثابت ہے انہوں نے اپنے دور کی حفاظ حدیث سے رسول اللہ ﷺ سے اسے کھانے کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے بتایا ایسی کوئی شئ موجود نہیں۔

ایک آدمی مجھے ملا اور سوال کیا تو میں نے کہا کہ تم سنت میں اولاً کامل ہو کہنے لگا ہاں میں کامل ہوں میں نے پوچھا آپ ﷺ کے بیٹھنے کی کیفیت کیا تھی؟ تو اسے اس کا علم نہ تھا تو اس کی غلطی اس پر واضح کی۔

کامل صوفیہ کی شان:

کامل صوفیہ کی شان یہ ہے وہ ہر حال میں سنت نبوی کو ضائع نہیں کرتے اس کے ترک کے لئے سستی نہیں کرتے خواہ اس کی حکمت سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں کیونکہ یہ ان کے مزید علم سبب ہے جب انسان کسی سنت رسول ﷺ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دوسری سنت پر عمل کی رغبت دیتا ہے جس پر وہ پہلے عمل پیرا نہ تھا، جیسا کہ اہل علم نے کہا۔

الحسنة بعد الحسنة ثواب الحسنة والسئية بعد السئية عقوبة السئية.

ترجمہ:۔ نیکی کے بعد نیکی، نیکی کا اجر ہے اور برائی کے بعد برائی، برائی کی سزا ہے۔

بندہ کئی سال حضور ﷺ کے کھجور کھا کر گٹھلی تھال میں رکھنے سے منع کی حکمت سے آگاہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے بعض آئمہ حدیث کے کلام سے اس کی حکمت سے آگاہ فرمادیا۔

صوفیہ کی دو اقسام

واضح رہے صوفیہ کی دو اقسام ہے۔

ا۔ صوفیہ سنت

مثلاً حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین، یہ کامل لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں منتخب لوگ ہیں ان کی عمریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق و آثار کی تلاش اور ان پر عمل میں گزریں اور اعلیٰ قرار پالے۔

۲۔ متصوفہ فلاسفہ

ان کی اصل یونانی کفار ہیں یہ اہل حکمت و عقل تھے یہ زھد اور رھبانیت میں چلے گئے ان کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، انھوں نے انھیں شریعت کی طرف بلایا تو انکار کرتے ہوئے بطور تکبر کہنے لگے ہم تیری تعلیمات سے بے نیاز ہیں کیونکہ ہم وہی کہتے ہیں جو تم کہتے ہو بلکہ جو تم لائے ہو ہم اس سے اضافی مانتے ہیں مثلاً ہم بطور شفقت حیوان کا ذبح جائز نہیں مانتے ہیں حالانکہ تم مانتے ہو لھذا انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں گمراہ قرار دیتے ہوئے ان پر شیطان کو مسلط کر دیا جو انھیں ان ریاضات میں فاسد اعتقادات کی طرف لے گیا مثلاً روح قدیم ہے، عالم قدیم ہے ھیولی اور وحدت مطلقہ کے قائل ہوگے۔

جب اسلام آیا تو کامل صوفیہ کی جماعت سامنے آئی تو ایک جماعت نے ان کی مشابہت اختیار کی مگر ان پر احادیث و آثار کی تلاش مشکل اور سنن پر چلنا اور ان کی محافظت دشوار نظر آئی تو انھوں نے فلاسفہ متصوفہ والا طریق اپنا لیا جس میں عمل و مشقت نہایت ہی کم تھی اس طائفہ کا سربراہ فیلسوف ابن سینا تھا

جس کے بارے امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

انه لم يكن عالما وانما كان شيطانا من شياطين الانس۔

ترجمہ:۔ یہ عالم دین نہ تھا بلکہ انسانی شیاطین میں سے ایک شیطان تھا اس نے فلاسفہ کا راستہ اختیار کیا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی تو اس کے دور اور بعد کچھ نے اس کی اتباع کی اسی سبب آئمہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے کتب لکھیں جن میں کامل صوفیہ سنت اور گمراہ صوفیہ فلاسفہ کے درمیان فرق اور دونوں کے احوال کی خوب تفصیل لکھی، اولین کی ثناء اور ان کی اتباع پر لوگوں کو ابھار اور دوسروں کی مذمت کر کے ان کی گمراہی سے بچنے کی تلقین کی اور ہمیشہ سے سلف وخلف آئمہ نے اس پر خوب محنت کی، رہا ہمارا زمانہ بہت سارے مدعیان تصوف میں تصوف کی کوئی بھی شئی نہیں پائی جاتی وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں و معمولات سے آگاہ ہی نہیں چہ جائیکہ ان پر عمل پیرا ہوں اِدھر اُدھر سے کتب دیکھ لیں اور ان میں سے کچھ چیزوں کا انتخاب کر کے اس پر چل پڑتے ہیں اسی وجہ سے تم دیکھو گے ان پر تاریکیوں پر تاریکیاں ہیں کہیں ان پر انوار سنت کی دمک نہیں نہ ان کا باطن صاف ہے کہ اس سے ظاہر منور ہو، ان میں سے جاہل، وحدت مطلقہ اور روح کو قدیم کہتے دندناتے پھر رہے ہیں اور ان کے سامعین تین طرح کے لوگ ہیں۔

(۱) جاہل عام لوگ جو صالحین سے حسن ظن رکھتے ہیں وہ گفتگو سن کر اسے خیر محسوس کرتے ہیں ان کے خالی دل میں وہ باتیں اسقدر پختہ ہو جاتی ہے کہ ان کے لئے وہ تلوار کے ساتھ جہاد ضروری سمجھنے لگتے ہیں جب کوئی رہبر عالم اس ترک اعتقاد کے لئے سمجھائے تو کہتے ہیں یہ صالحین کا بے ادب و گستاخ ہے۔

(۲) کچھ فقیہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ باتیں شریعت کے مخالف ہیں لیکن ان کا

مطالعہ و ذہن وسیع نہیں ہوتا وہ اپنے ذہن کے مطابق لوگوں کو ہانکتے ہیں حتیٰ کہ دنیا شور سے بھر جاتی ہے وہ ہر صوفی کو کافر اور ہر صالح کے بارے میں سوء ظن رکھتے ہیں اگر ان کے اختیار میں ہوتا وہ تلوار لیکر ان کے خلاف نکل آئیں لیکن وہ معذور ہیں کیونکہ فقیہ مخالف شرع سننے کی طاقت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ اسے رتبہ عالیہ پر محسوس کرتے ہوئے ان کی موافقت کرے البتہ تمام صوفیہ کے بارے سوء ظن معذور نہیں کیونکہ تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوا کرتے۔

(۳) تیسرے وہ لوگ ہیں جو تمام علوم کے ماہر ہیں ان کا مطالعہ وسیع ہے اور علوم میں ید طولیٰ رکھنے والے ہیں وہ تمام امور کو اصول وفروع کے ساتھ جانتے ہیں لوگوں کے مختلف طرق اور ان کے مشتبہ عقائد واھوا سے آگاہ ہوتے ہیں اور وہ ہر قول کو اسکا مقام دیتے ہیں تو یہ معاملہ کو اچھی طرح پرکھ کر ہر انسان کے استحقاق کے مطابق حکم لگاتے ہیں جب کوئی مدعی تصوف آتا ہے تو اولاً اسکی حرکات وسکنات، گفتگو اور خاموشی کو دیکھتے ہیں اگر اس کی روش بطریق سنت ہو، مقام حرکت پر حرکت، مقام سکون پر مقام سکون، مقام بیان پر گفتگو، مقام سکوت پر مقام سکوت ہر امر کو اپنی جگہ اور ہر شئی کو اس کے مقام پر رکھتا ہے تو اس کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور اس کے علوم کا تتبع کرتے ہیں اگر وہ صفت کمال پر ہو تو اس کی تعظیم و اکرام بجالاتے ہیں۔

اور اگر اسے وہ تارک سنت جانیں تو اس سے سنن کے بارے میں سوال کرتے ہیں تا کہ دیکھیں کہ اس پر جہالت کی وجہ سے تارک ہے یا ان کا علم رکھتا ہے اگر وہ سنن سے جاہل ہے تو اسے انھیں سیکھنے کا کہتے ہیں اور اگر وہ ان کا عالم ہے تو اسے ان کے ترک پر ناراض ہوتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ وہ نصیحت قبول بھی کرتے ہیں یا ان پر گراں گزر رہا ہے؟ پھر ان کے اعتقادات معلوم کرتے ہیں اگر

وہ متصوفہ فلاسفہ کی طرف مائل ہوتو وہ بطور خیر خواہی ان کی رہنمائی کرتے ہیں اس کا بطلان وگمراہی آشکار کرتے ہیں اگر وہ قبول کر لے تو فیھا اور خوب، اور اگر اسے سنت، احادیث، آپ ﷺ کے آثار اور آثار صحابہ سے جاہل، احکام شریعت سے جاہل پائیں اور وہ نامناسب اشیاء سے مالا مال ہو، اسکی غرض، جھوٹی شہرت، دعوی باطل رکھتا ہو کہ لوگوں میں گھٹیا پن کے بعد اس کے ذکر اور مخفی ہونے کے بعد شہرت ہوتو اسی خبیث اور بندر اور قطط میں شامل سمجھتے ہیں۔

وما للمرء خیر من حیاۃ　　　اذا ماعد من سقط المتاع

ترجمہ:۔ (اس وقت بندے کی حیات میں خیر نہیں رہتی جب اسی غیر مستعمل سامان سمجھا جائے)۔

ابناء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب نو

مولانا محمد عبد الاحد قادری

فہرست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا	166
انبیاء اپنی قبر میں زندہ ہیں	167
انبیاء کے اجسام زمین پر حرام ہیں	167
میں درود سنتا ہوں (فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)	168
درود پہنچانے پر فرشتے کی ڈیوٹی	168
میرا علم وصال کے بعد ایسا ہی رہے گا	168
انبیاء اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں	169
شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی	170
نفخہ اولیٰ کے وقت	171
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب دوں گا	171
قبر انور سے اذان واقامت کی آواز	172
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت	173
احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے ثبوت	173
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں	174
انبیاء علیہم السلام کے جسم بوسیدہ نہیں ہوتے	174
انبیاء علیہم السلام کی ارواح لوٹا دی جاتی ہے	175
اولیاکرام انبیاء علیہم السلام کو قبور میں زندہ دیکھتے ہیں	176
ایک شبہ کا ازالہ	176

جواب اول	177
جواب دوم	177
جواب سوم	178
جواب چہارم	180
جواب پنجم	180
جواب ششم	181
مُردے آپس میں کلام کرتے ہیں	183
انبیاء علیہم السلام اس طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں تھے	183
جواب ہفتم	184
جواب ہشتم	185
جواب نہم	185
جواب دہم	186
جواب یازدہم	186
جواب دوازدہم	187
جواب سیزدہم	187
تنبیہ	188
فصل	189
جواب چہاردہم	189
جواب پانزدہم	191

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے

مجھ سے سوال کیا گیا کہ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مزار پر انوار میں زندہ ہیں۔ مگر ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔ اس حدیث سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح مقدس بعض اوقات آپ سے جدا ہوتی ہے۔ ان دونوں باتوں میں کس طرح مطابقت ہوگی۔ یہ ایک بہترین سوال ہے جس میں غور وخوض کی ضرورت ہے۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ کہ نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر انور میں زندہ ہونا اور اسی طرح باقی کل انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا ایک ایسا امر ہے جو علم قطعی کے ساتھ ہمیں معلوم ہے اس لئے کہ اس پر ہمارے نزدیک قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہین۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام کے ان کی قبروں میں زندہ ہونے پر ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے حیات انبیاء پر دلالت کرنے والی حدیثوں میں سے بعض احادیث حسب ذیل ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَیْلَۃَ اُسْرِی بِہٖ مَرَّبِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔

ترجمہ:۔ بے شک نبی کریم ﷺ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر اس حال میں گزرے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ مَرَّ بِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْہِ۔

ترجمہ:۔ تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (ابو نعیم حلیۃ الاولیاء)

انبیاء اپنی قبر میں زندہ ہیں

بیہقی نے کتاب ''حیاۃ الانبیاء'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ۔

ترجمہ:۔ انبیاء علیہم السلام اپنی نورانی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ)

یوسف بن عطیہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ وہ حمید طویل سے فرما رہے تھے۔

آپ کو کوئی ایسی حدیث بھی ملی ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسری کا نماز پڑھنا بھی مذکور ہو۔ حمید نے کہا۔ کہ نہیں۔ یعنی قبر میں نماز پڑھنے کی حدیث صرف انبیاء علیہم السلام کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ (ابو نعیم حلیۃ الاولیاء)

انبیاء کے اجسام زمین پر حرام ہیں

اوس بن اوس ثقفی سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے لہٰذا اس دن بہت کثرت کے ساتھ تم مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد جب آپ پوشیدہ ہو جائیں گے تو اس وقت ہمارا

درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ (ابو داود، بیہقی)

میں درود سنتا ہوں (فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم):

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیاً بُلِّغْتُہٗ۔

ترجمہ:۔ جس نے مجھ پر درود بھیجا میری قبر کے نزدیک میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود بھیجا دور سے مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

(بیہقی شعب الایمان، اصبہانی الترغیب)

درود پہنچانے پر فرشتے کی ڈیوٹی

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلَکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ صَلَاۃً اِلَّا بَلَّغَنِیْھَا۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر مقرر ہے۔ تو کوئی درود بھیجنے والا کسی وقت کہیں سے درود نہیں بھیجتا مگر اس کا درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (بخاری فی التاریخ)

میرا علم وصال کے بعد ایسا ہی رہے گا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِاءَۃً فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ قَضٰی لَہٗ مِاءَۃَ حَاجَۃٍ سَبْعِیْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْاٰخِرَۃِ وَثَلَاثِیْنَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا ثُمَّ وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلَکاً یُدْخِلُہٗ عَلٰی قَبْرِیْ لَمَا یُدْخَلُ عَلَیْکُمُ الْھَدَایَا اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَعِلْمِیْ فِی الْحَیَاۃِ۔

ترجمہ: جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جس نے ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اس تحفہ درود کو میری قبر انور میں میرے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے جیسے تمہارے سامنے تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ بے شک میرا علم میری وفات کے بعد ایسا ہی رہے گا جیسا کہ حیات دنیا میں ہے۔ (بیہقی شب الایمان، اصبہانی الترغیب)

بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

یُخْبِرُنِیْ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ بِاِسْمِہٖ وَنَسَبِہٖ فَاَثْبَتُّہٗ عِنْدِیْ فِیْ صَحِیْفَۃٍ بَیْضَاءَ

ترجمہ: فرشتہ مجھے خبر دیتا ہے ان سب لوگوں کی جو مجھ پر درود بھیجتے ہیں ان کے ناموں کے ساتھ اور ان کے نسبوں کے ساتھ میں سب کچھ ایک سفید کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔ (بیہقی)

انبیاء اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَایُتْرَکُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ بَعْدَ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَلٰکِنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الصُّوْرِ۔

ترجمہ: بے شک انبیاء علیہم السلام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے اور لیکن وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں نماز پڑھتے ہیں۔

یہاں تک کہ صور پھونکا جائے یعنی قیامت تک۔ (بیہقی)

اور روایت کی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجامع'' میں کہ ہمارے شیخ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہراتا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھالیا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تقدیر سے انبیاء علیہم السلام زندہ لوگوں کی طرح ہوجاتے ہیں۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ ان کو رکھتا ہے وہیں رہتے ہیں پھر امام بیہقی نے فرمایا کہ موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بہت سے شواہد ہیں۔ یہ کہ واقعہ معراج میں انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کے ساتھ کلام کرنا اور انبیاء کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کرنا بیان کیا۔

شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَقَدْ رَاَیْتنِی فِیْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِذَا مُوْسٰى قَائِمٌ يَصَلِّى فَاِذَا لِرَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةٍ وَاِذَا عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُصَلِّى وَاِذَ اِبْرَاهِيْمَ قَائِمٌ يُصَلِّى شَبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُهُمْ يَعْنِىْ نَفْسَهٗ حَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ۔

ترجمہ: بے شک میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا۔ ناگہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور میں نے اچانک دیکھا کہ وہ دبلے پتلے گھنگھریالے بالوں والے ہیں۔ گویا کہ وہ قبلہ شنوہ کے لوگوں میں ان کے ساتھ تمہارے صاحب (یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات مقدسہ بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ پھر نماز کا وقت آ گیا۔ تو میں نے ان کی امامت کی۔ (بیہقی)

نفخہ اولیٰ کے وقت

امام بیہقی نے روایت کی ہے۔

اَنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نفخہ اولیٰ کے وقت تمام لوگ بے ہوش ہوجائیں گے۔ تو سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو ہوش میں آئے گا۔

امام بیہقی اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ حدیث کا مضمون اس صورت میں درست ہوسکتا ہے جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام کی روحیں ان کی طرف لوٹادی گئی ہوں اور وہ شہداء کی طرح یقینی طور پر زندہ ہوں۔ تاکہ نفخ صور کے وقت ان پر بے ہوشی طاری ہونا ممکن ہو اور دنیا میں زندہ رہنے والے لوگوں کی طرح وہ بھی بے ہوش ہوجائیں۔ اس بیہوشی کو ہم کسی اعتبار سے بھی موت قرار نہیں دے سکتے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر ان کے احساس اور شعور پر مدہوشی کا ایک حجاب آجائے گا۔ بیہقی کا بیان ختم ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب دوں گا

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَاُجِيْبَنَّهٗ۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ضرور آسمانوں سے نازل ہوں گے اس کے بعد اگر وہ میری قبر پر آکر ''یا محمد'' کہہ کر پکاریں گے تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔

قبر انور سے اذان واقامت کی آواز:

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے واقعہ حرہ کے موقع پر دیکھا جب کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوتا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز آتی تھی۔ (ابونعیم حلیۃ الاولیاء)

اسی طرح ابن سعد نے حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایام حرہ میں جب لوگ قتل ہورہے تھے تو وہ مسجد نبوی کے اندر تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا۔ تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا۔

امام دارمی نے اپنی مسند میں فرمایا کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ جن ایام میں حرہ کا وقعہ پیش آیا۔ ان دنوں مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ تکبیر کہی گئی۔ ان ایام میں حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں مقیم رہے قبر انور سے جب ایک آواز آتی تو انہیں نماز کا وقت معلوم ہوجاتا۔

ان روایات واحادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کے حق میں فرمایا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ:۔ نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں مردہ۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام تو شہدا کے مقابلہ میں زندہ ہونے کے باوجود مستحق ہیں۔ اس لئے کہ وہ شہداء کی نسبت زیادہ بزرگی اور عظمت والے ہیں۔ ہر نبی میں شہادت اور نبوت دونوں صفتیں پائی جاتی ہیں اس لئے ان کا آیت کے عموم میں پایا جانا ظاہر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں اگر میں نو بار قسم کھا کر یہ کہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ شہید ہیں۔ تو میں اسے زیادہ پسند کروں گا بہ نسبت اس کے کہ میں ایک بار قسم کھا کر کہوں کہ آپ شہید نہیں ہوئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔

(ابو یعلی، طبرانی، حاکم، مستدرک، بیہقی، دلائل النبوۃ)

احادیث میں حضور ﷺ کی شہادت کے ثبوت:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مرض وفات میں فرماتے تھے۔ میں اس وقت تک اس کھانے کی تکلیف بدستور محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اور اب اس کھانے نے میری شہ رگ کو قطع کر دیا ہے۔ (بخاری، بیہقی)

اس حدیث کے موجب حضور ﷺ جب شہید ٹھہرے تو نص قرآنی سے قبر انور میں آپ کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ خواہ عموم لفظ سے ہو یا مفہوم موافقہ سے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد میں فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کو قبض ارواح کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں۔ لہٰذا شہیدوں کی طرح وہ بھی یقینی طور پر اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

امام قرطبی نے تذکرہ میں صعقہ کی حدیث کو اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ موت عدم محض کو نہیں کہتے۔ بلکہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے اس کی دلیل یہ ہے شہداء اپنے قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ اور نعمائے الٰہی کی خوشخبری حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ امور دنیا میں زندوں کی صفات سے ہیں۔ جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ اس کے مستحق ہیں اور یہ بات تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکی

ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی۔ نیز یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات شب معراج بیت المقدس میں اور آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام سے ہوئی اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ آپ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ وغیر ذالك

جن سے یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام کی موت صرف اس امر کی طرف راجع ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب کردیئے گئے ہیں۔ کہ اب ہم (عادتا) ان کو نہیں پاسکتے۔ اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں۔ اور ان کا حال ایسا ہے جیسے ملائکہ کرام کا کہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں۔ لیکن انہیں ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ جو اللہ کے ولی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف سے خصوصی کرامتوں کے ساتھ نوازتا ہے۔ علامہ بارزی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ''ہاں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی اطاعت سے خوش ہوتے ہیں:

استاذ ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی فقیہہ اور اصولی جو شافعیہ کے استاد ہیں۔ مسائل جاجرمیین کے جوابات میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب متکلمین محققین نے فرمایا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی اطاعت کے ساتھ خوش ہوتے ہیں۔ اور گنہگاروں کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔ اور ان کی امت میں جو ان پر درود بھیجتا ہے وہ انہیں پہنچتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے جسم بوسیدہ نہیں ہوتے:

یہی استاذ ابومنصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے اور زمین بھی ان کے کسی حصے کو نہیں کھاسکتی۔

دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں فوت ہوئے اور ہمارے

نبی ﷺ نے خبر دی کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حدیث معراج میں بھی آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں نے انہیں چوتھے آسمان پر دیکھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا پر دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب دیکھا تو انہوں نے مرحبا کہا۔

جب ہمارے لئے یہ اصل ثابت ہوگئی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ وفات کے بعد زندہ ہوگئے اور وہ اب بھی نبوت پر بدستور قائم ہیں۔ یہ استاد عبد القاہر کے کلام کا آخری حصہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی ارواح لوٹادی جاتی ہے:

شیخ السنہ حافظ الحدیث ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔ قبض ارواح کے بعد انبیاء علیہم السلام کی روحیں انہیں لوٹادی جاتی ہیں۔ تو وہ شہداء کی طرح (بالیقین) اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا اور آپ کا ارشاد یقیناً سچا ہے کہ ہم امتیوں کا درود حضور ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور ہمارا سلام بھی حضور ﷺ کو پہنچتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے حیات انبیاء پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ نیز فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ روح مبارک قبض ہونے کے بعد بھی اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اس کے برگزیدہ اور ساری مخلوق میں بہترین اور پسندیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر درود ہو۔ اے اللہ ہمیں ان کی سنت پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر موت دے اور ہمیں ان کے ساتھ دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں جمع کر بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ امام بارزی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ختم ہوا۔

اولیا کرام انبیاء علیہم السلام کو قبور میں زندہ دیکھتے ہیں:

شیخ عفیف الدین یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ پر ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ جن میں وہ آسمانوں اور زمینوں کے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کو مردہ نہیں بلکہ زندہ دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں زندہ دیکھا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کو بطور معجزہ مل سکتی ہیں۔ وہ اولیاءِ کرام کو بطور کرامت مل سکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایسی چیز نہ ہو جس میں دعوت معاوضہ پائی جائے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ ان باتوں کا انکار سوائے جاہل کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات میں علماء اعلام کے بیشمار روشن بیانات موجود ہیں۔ لیکن ہم اس قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بہر حال دوسری حدیث اس کی روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو عبدالرحمٰن بن مقری کے طریق سے کی ہے جو حیوۃ بن شریح سے اور وہ ابو صخر سے وہ یزید بن عبداللہ بن قسیط سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ اَرُدُّ عَلَیْہِ السَّلَامَ ط

ترجمہ: کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں بھیجتا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹادی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ ظاہر الفاظ حدیث سے شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات آپ کی روح اقدس آپ کے جسم اطہر سے جدا ہوتی ہے حالانکہ یہ امر احادیث مذکورہ بالا کے منافی ہے۔ میں نے اس حدیث پر غور کیا تو مندرجہ ذیل جوابات میرے ذہن میں آئے۔

جواب اول:

اور یہ بہت کمزور جواب ہے کہ راوی کو حدیث کے کسی لفظ میں غلطی لگی ہے جس کی وجہ سے یہ اشکال پیدا ہوا۔ علماء نے اس قسم کی کئی غلطیوں کا ذکر احادیث کثیرہ کے ذیل میں کیا ہے لیکن اصل اس کے خلاف ہے۔ اس لئے راوی کی غلطی کا دعوی قابل اعتماد نہیں۔

جواب دوم:

یہ نہایت قوی جواب ہے اور اس کو وہی پا سکتا ہے۔ جسے عربیت میں پورا کمال حاصل ہو وہ یہ ہے۔ کہ ''رد اللہ'' جملہ حالیہ ہے اور عربی قاعدہ کے مطابق جب فعل ماضی جملہ حالیہ واقع ہو تو گو وہاں ''قد'' ضرور مقدر ہوتا ہے۔ جیسا اس آیت میں ''اوجاوکم حصرت صدورهم'' یعنی ''قد حصرت'' اسی طرح یہاں بھی چونکہ فعل ماضی جملہ حالیہ واقع ہوا ہے۔ اس لئے لفظ مقدر مانا جائے گا اور جملہ ماضیہ کو ہر سلام بھیجنے والے کے سلام سے پہلے تسلیم کرنا ہوگا۔

نیز یہ کہ ''حتی'' یہاں تعلیل کے لئے نہیں بلکہ محض حرف عطف ہے جو واؤ کے معنی دیتا ہے اس تقدیر پر حدیث کا مفہوم یوں ہوگا۔ جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سلام بھیجنے سے پہلے ہی میری روح مجھے لوٹا دی جاتی ہے۔ اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا

ہوں۔ اشکال صرف اس گمان کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔ کہ جملہ حالیہ ''ردالله'' استقبال کے معنی میں ہے اور یہ حتیٰ تعلیلہ ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ ہماری اس تقریر سے اشکال کی جڑ منقطع ہوگئی۔ پھر معنی کے اعتبار سے بھی اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ اگر لفظ ''رد'' کو استقبال کے معنی میں لیا جائے۔ تو سلام کرنے والوں کے سلام کی تکرار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کے لوٹائے جانے کی تکرار بھی لازم آئے گی اور روح اقدس جسم مبارک سے بار بار جدا ہو اور روح پاک کے جسم اطہر سے بار بار جدا ہونے میں دو خرابیاں لازم آئیں گی۔

ایک یہ کہ جسم مبارک سے روح اقدس کے بار بار نکلنے کی وجہ سے حضور ﷺ کو تکلیف ہونا، یا کم از کم اس تکرارِ خروجِ روح مبارک کا حضور ﷺ کی عظمت و بزرگی کے منافی ہونا۔

دوسرے یہ کہ روح کا بار بار نکلنا اور جسم میں داخل ہونا شہداء وغیرہم کی شان ہی کے خلاف ہے کیونکہ ان کے بارے میں یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوئی کہ عالم برزخ میں ان کی روحیں بار بار جدا ہوتی ہیں۔ اور بار بار ان کے جسموں میں واپس آتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ تو اس بات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ کہ آپ کی روح مبارک ہمیشہ آپ کے جسم اقدس میں رہے اور یہی اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جسے حضور ﷺ کی شان کے لائق کہا جائے۔

ایک تیسری خرابی بھی لازم آتی ہے وہ یہ کہ روح اقدس کا جسم مبارک سے بار بار نکلنا اور پھر واپس آنا نص قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس بات پر دلالت کی کہ موت صرف دو مرتبہ ہے اور حیات بھی صرف دو مرتبہ اور اس بار بار روح کے نکلنے اور واپس آنے سے تو بیشمار موتیں لازم آتی ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی روشنی میں صراحتہً باطل ہے۔

اس کے علاوہ ایک چوتھی خرابی بھی لازم آتی ہے اور وہ حدیث متواترہ سابقہ کی مخالفت ہے اور جو چیز قرآن مجید اور سنت متواتر کے خلاف ہو اس کی تاویل واجب ہے اور اگر وہ تاویل کو قبول نہ کرلے۔ تو اس کے باطل ہونے میں کوئی شک نہیں۔

لہٰذا اس حدیث کا اس معنی پہ کرنا واجب ہے جو ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں۔

جواب سوم:

لفظ ''رد'' ہمیشہ مفارقت پر ہی دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ کبھی ''مطلق صیرورۃ'' سے ہی کنایہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں حضرت شعیب علیہ السلام سے حکایت وارد ہوا

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ۔

ترجمہ:۔ ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے قرار پائیں گے۔ اگر تمہاری ملت میں آجائیں۔

یہاں عود کے لفظ سے صیرورۃ مراد ہے یہ نہیں کہ پہلے ان کی ملت سے حضرت شعیب علیہ السلام نکل گئے تھے اور اب وہ نکلنے کے بعد واپس آنے کی بات کر رہے ہوں۔ کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کبھی بھی کفار اور مشرکین کی ملت میں نہ تھے اور اس حدیث میں تو اس لفظ ''رد'' کے استعمال میں ایک بہت بڑی خوبی یہ پائی جاتی ہے کہ اسے لفظی مناسبت کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ بعد میں ''حتی ارد'' فرمایا یعنی ابتدائے کلام میں ''رد'' کا لفظ اس لئے لیا گیا کہ آخر میں ''ارد'' ارشاد فرمایا تھا۔

جواب چہارم:

اور وہ بہت قوی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''رد'' روح سے یہ مراد نہیں کہ وہ بدن شریف سے جدا ہو کر بدن مبارک میں واپس آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ برزخ میں ملکوت کے احوال اور مشاہدہ الٰہی میں بالکل اسی طرح مشغول اور مستغرق ہیں جس طرح دنیا کی حیات ظاہری میں ہوتے ہیں لہٰذا اس مشاہدہ اور استغراق کی حالت میں افاقہ کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمایا۔ اس کی نظر علماء کا وہ قول ہے۔ جو حدیث معراج میں واقع ہونے والے لفظ ''استیقظت'' کی تشریح میں وارد ہوا ہے یہ لفظ بعض احادیث معراج میں مروی ہے حدیث کی عبارت یہ ہے۔

''فَاَسْتَيْقَظْتُ وَاَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' یہاں لفظ استیقاظ سے مراد نیند سے بیدار ہونا نہیں۔ کیونکہ معراج نیند میں نہیں ہوا۔ بیداری میں ہوا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مراد عجائب ملکوت کے مشاہدے میں مشغولیت سے افاقہ ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ ''رد'' کی تاویل میں اس وقت میرے نزدیک یہ جواب سب سے زیادہ قوی ہے اگرچہ اس سے پہلے جواب ثانی کو ترجیح دے چکا ہوں۔

جواب پنجم:

لفظ ''رد'' اس بات کو مستلزم ہے۔ حضور ﷺ کی روح مبارک بدن اقدس میں ہی رہے۔ کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں جبکہ کوئی نہ کوئی آپ پر درود وسلام نہ بھیجتا ہو۔ لہٰذا خود حضور ﷺ کی روح شریف کا بدن مبارک میں ہر وقت ہونا ضروری ہے۔

جواب ششم:

کہا جا سکتا ہے کہ پہلے حضور ﷺ کو بذریعہ وحی یہی بتایا گیا ہو۔ مگر بعد میں آپ کو وحی کی گئی کہ آپ قبر شریف میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ دونوں میں تقدم وتاخر پایا جاتا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ وہ جوابات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیئے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی جواب میں نے کسی سے منقول نہیں پایا۔

پھر یہ جوابات لکھنے کے بعد میں نے تاج الدین فاکہانی مالکی "کتاب الفجر المنیر فیما فضل به البشر العذیر" کو دیکھا اس میں انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

ترمذی میں روایت کی گئی کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں۔ اس لئے کہ یہ عادتاً محال ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت پایا جائے کہ حضور ﷺ پر کوئی بھی درود وسلام نہ بھیج رہا ہو۔ خواہ دن ہو یا رات۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ "رد الله الی روحی" کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ زندہ ہونا مطابقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس حدیث سے تو یہ لازم آتا ہے کہ ایک لحظہ میں آپ کئی بار زندہ ہوں اور کئی بار وفات پائیں اس لئے کائنات میں ہر وقت کوئی نہ کوئی ان پر ضرور درود وسلام بھیجتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ بلکہ ایک ہی لمحہ میں بے شمار لوگ حضور علیہ السلام پر سلام بھیجتے ہیں۔

تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے طور پر روح سے نطق

مراد لیا گیا ہے گویا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ''الا ردللہ الی نطقی''، حضور ﷺ علی الدوام زندہ ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ حیات کے ساتھ ہر لحظہ نطق بھی حضور ﷺ کے لیے ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر سلام بھیجنے والے کے سلام کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نطق عطا فرما دیتا ہے۔

یہاں پر علاقہ مجاز ''تلازم'' ہے کیونکہ نطق کیلئے روح لازم اور روح کیلئے نطق لازم بالفعل ہو یا بالقوۃ۔ لہٰذا حضور ﷺ احد المتلازمین سے دوسرے کو تعبیر فرمایا اور ایک کا ذکر فرما کر دوسرے کو مراد لیا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ روح دوبارہ سے زیادہ نہیں لوٹتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ربنا امتنتا اثنتین۔ ترجمہ:۔ اے ہمارے رب تو نے دو دفعہ ہمیں موت دی اور دوبار ہمیں زندہ کیا۔

یہ عبارت شیخ تاج الدین فاکہانی کے کلام کی ہے۔ ان کا یہ جواب میرے بیان کردہ جوابات کے علاوہ ہے۔ لہٰذا برتقدیر تسلیم یہ ساتواں جواب ہوگا۔ مگر یہ جواب میرے نزدیک درست نہیں۔ کیونکہ اس کی ظاہری عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عالم برزخ میں زندہ ہونے کے باوجود نطق نہیں فرما سکتے۔ بلکہ اسی وقت حضور ﷺ کو نطق دیا جاتا ہے۔ جب کوئی سلام کرنے والا آپ کو سلام کرتا ہے اور یہ قید لگانا بہت قبیح بلکہ ممنوع ہے اس لیے کہ عقل و نقل دونوں اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔

نقل اس لئے کی کہ جو روایات نبی کریم ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے برزخی حالات کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ اس بات کی تصریح کرتی ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح چاہیں برزخ میں بولتے ہیں اور انہیں کسی بات سے روکا نہیں جاتا کسی روایت میں یہ وارد نہیں ہوا۔ کہ کسی نبی کو برزخ میں بولنے سے منع کیا جاتا ہے۔

بلکہ تمام مومنین اور اسی طرح شہداء وغیرہ ہم سب عالم برزخ میں جو کچھ چاہتے ہیں بولتے ہیں۔ اور ان کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اور برزخ میں کسی کے لئے بولنے کی ممانعت مروی نہیں ہوئی۔ سوائے اس شخص کے جو وصیت کے بغیر مرجائے۔

مُردے آپس میں کلام کرتے ہیں:

چنانچہ ابو الشیخ بن خبار نے کتاب الوصایا میں قیس بن قبیصہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وصیت کے بغیر مرجائے گا۔ اسے مردوں سے بات کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا مردے بھی کلام کرتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں صرف کلام ہی نہیں بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اس طرح زندہ ہیں جس طرح دنیا میں تھے:

ان کے بعد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قبر میں نماز پڑھی کیونکہ نماز کے لئے زندہ جسم ہونا ضروری ہے اسی طرح شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ سب اجسام کی صفات ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے حقیقی طور پر زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ دنیا کی طرح برزخ میں بھی ان کے جسموں کو دنیاوی کھانے پینے کی ضرورت ہو۔ رہے ادراکات جیسے علم اور سماع تو بلا شک انبیاء علیہم السلام کے لئے وہ حاصل ہیں۔ اور یہی حال باقی وفات یافتہ لوگوں کا ہے۔ (انتہی)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قاکہانی کے جواب کے خلاف عقل ونقل

کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نطق کو سلام کرنے والے کے سلام کی قید سے مقید کرنے کے خلاف عقل کی شہادت یہ ہے کہ بعض اوقات حضور ﷺ کو نطق اور گویائی سے روک دینا قید اور عذاب ہے۔ اسی لئے تارک وصیت کو اس قسم کی سزا دی جائے گی۔ اور نبی ﷺ ایسے امور سے منزہ ہیں۔ لہٰذا نطق سے روک دینا حضور ﷺ کی شان کے لائق نہیں ہوسکتا۔

حیات دنیا میں نہ وفات کے بعد جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنے مرض وفات میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ لا کربة علیٰ ابیك بعد الیوم یعنی آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہ ہوگی جب شہداء اور عام مومنین بہ استثناء ان لوگوں کے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ نطق اور گویائی سے نہیں روک جائیں گے۔ تو حبیب خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو نطق سے کیونکر روکا جاسکتا ہے۔ اور حضور ﷺ کو گویائی سے باز رہنے کی تکلیف کیسے دی جاسکتی ہے۔

جواب ہفتم:

شیخ تاج الدین فاکہانی کے بیان سے ایک اور جواب نکلتا ہے جسے ہم دوسرے طرز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ ''روح'' سے مراد نطق ہے اور ''ردّ'' سے مراد جدائی کے بغیر بدستور موجود رہنا ہے۔ جیسا کہ تیسرے جواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح اس حدیث میں دو مجاز پائے گئے ایک مجاز ''ردّ'' کے لفظ میں اور دوسرا لفظ ''روح'' میں۔ اس جواب (ہفتم) کی تقدیر پر مضمون حدیث کا خلاصہ یہ ہوگا۔ کہ جب بھی کوئی سلام بھیجنے والا مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میرے نطق کو اللہ تعالیٰ میرے لئے موجود اور باقی رکھتا ہے۔ تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔

جواب ہشتم:

اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ لفظ "روح" سے کنایہ کے طور پر سمع مراد لی جائے اور حدیث کے یہ معنی کئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو خرق عادت کے طور پر ایسی قوت شنوائی عطا فرماتا ہے۔ کہ آپ سلام بھیجنے والے کی آواز کو خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ سن لیتے ہیں۔ اور کسی پہنچانے والے کے واسطہ کے بغیر سن کر اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ یہاں معتاد قوت سمع مراد نہیں۔ دنیا میں بھی حضور ﷺ کی یہی حالت تھی اور آپ خارق عادت باتیں سن لیتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حضور ﷺ "اطیط السماء"، (آسمان کے چرچرانے کی آواز) سنتے تھے۔ جیسا کہ کتاب المعجزات میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔ مگر بعض اوقات یہ حالت نہ رہتی تھی یعنی بطور خرق عادت آوازیں سننے کی طرف کسی حکمت کی بنا پر حضور ﷺ کی توجہ نہ رہتی تھی۔ لیکن پھر وہ حالت لوٹ آتی تھی یعنی عدم التفات کا حال التفات سے بچاتا تھا۔ اور کوئی چیز آپ کو اس سے نہ روک سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی حالت برزخ میں بعینہ وہی ہے جو دنیا میں تھی۔

جواب نہم:

اس جواب سے ایک اور جواب نکالا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ لفظ روح سے حضور ﷺ سمع معتاد ہی مراد ہے اور لفظ "رد"، سے مراد استغراق اور مشاہدہ حق تعالیٰ سے افاقہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو اس وقت سلام بھیجنے والوں کی طرف مخاطب ہونے کے لئے اپنے مشاہدہ اور استغراق ملکوتی سے لوٹا دیتا ہے اور جواب دینے کے بعد حضور ﷺ اپنی پہلی حالت کی طرف واپس آ کر استغراق

ملکوتی اور مشاہدہ حق میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

جواب دہم:

اسی بیان سے ایک اور جواب نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''ردّ روح'' سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ برزخ میں جن اعمال میں مشغول ہیں۔ مثلاً امت کے اعمال کو دیکھنا۔ ان کی بُرائیوں سے ان کے لئے استغفار کرنا۔ ان مصائب سے دور ہونے کی دعا فرمانا۔ اطراف زمین میں برکت دینے کے لئے آمد و رفت رکھنا اور امت مرحومہ میں سے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لانا وغیرہ ذالک۔ ان تمام اعمال سے حضور ﷺ کو فراغت حاصل ہو جائے۔ بے شک حضور ﷺ برزخ میں انہی امور میں مشغول رہتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا۔ جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہے اور چونکہ آپ پر سلام بھیجنا افضل ترین عمل اور سب سے بڑی قربت ہے۔ اس لئے حضور ﷺ پر سلام بھیجنے والوں کے لئے یہ خاص عنایت ہوگی۔ کہ حضور ﷺ اس کو شرف عطا فرمانے اور اس کے سلام کا بدلہ دینے کے لئے اپنے عام مشاغل سے فارغ ہو کر اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ یہ کل دس جواب ہیں جن کا میں نے خود استنباط کیا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ فکر و حفظ جب آپس میں ملتے ہیں۔ تو عجیب و غریب باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جواب یازدہم:

اس کے بعد مجھ پر گیارھواں جواب ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ کہ روح سے روح حیات مراد نہیں۔ بلکہ خوشی و راحت مراد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ''، یہاں ''فَرُوْحٌ''، کی را پر ضمہ بھی پڑھا گیا ہے اس تقدیر پر حدیث کے یہ معنی ہوئے۔

کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیجنے والوں کے سلام سے نہایت خوشی ومسرت اور راحت وفرحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ حضور ﷺ اپنے سلام کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور یہ خوشی حضور ﷺ کو سلام کا جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔

جواب دوازدہم:

پھر بارہواں جواب میری سمجھ میں آیا اور وہ یہ کہ ''روح'' سے وہ رحمت مراد ہے۔ جو درود کے ثواب سے پیدا ہوتی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے النہایہ میں فرمایا۔ کہ لفظ ''روح'' جس طرح قرآن مجید میں کئی معنوں میں آیا ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی معانی متعددہ میں وارد ہے۔ لفظ ''روح'' کا غالب استعمال اسی روح کے معنی میں ہے جس کے ساتھ جسم زندہ رہتا ہے اس کے علاوہ قرآن ''وحی'' رحمت اور جبرائیل پر بھی لفظ روح کا اطلاق کیا گیا ہے۔ (انتہٰی)

ابن منذر نے اس کی سند میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے "فروح وریحان" میں لفظ ''روح'' فتح ''راء'' کی بجائے ضمہ کے ساتھ پڑھا اور کہا کہ روح کے معنی رحمت ہیں اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قبر انور میں درود اس طرح داخل کیا جاتا ہے جس طرح لوگوں پر ہدایا داخل کیے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں لفظ ''صلوٰۃ'' سے ثواب کو صلوٰۃ مراد ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا انعام ہے

جواب سیزدہم:

اس کے بعد تیرھواں جواب مجھ پر منکشف ہوا۔ اور وہ یہ کہ لفظ ''روح'' سے مراد وہ فرشتہ ہے جو حضور ﷺ کی قبر انور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر دیا گیا ہے اور جو حضور ﷺ کی امت کا سلام حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا

ہے۔ لفظ ''روح'' حضرت جبریل علیہ السلام کے علاوہ دوسرے فرشتوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے امام راغب فرماتے ہیں کہ اشرف ملائکہ کا نام ارواح رکھا جاتا ہے۔ (انتہیٰ)

رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو میری قبر انور پر متعین ہے میری طرف بھیج دیتا ہے۔ تا کہ وہ مجھے سلام پہنچا دے۔ یہ وہ جواب ہیں جو میری سمجھ میں آئے۔ واللہ علم۔

تنبیہ:

شیخ تاج الدین فاکہانی کے کلام میں دو ایسی باتیں آ گئی ہیں جن پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے اس حدیث ''اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ'' کو ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اصحاب کتب ستہ میں سے صرف ابو داؤد نے اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ حافظ جمال الدین مزی نے ''اطراف'' میں ذکر کیا ہے دوسرے یہ کہ فاکہانی نے اس حدیث کو لفظ ''رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ'' سے وارد کیا۔ سنن ابو داؤد میں یہ حدیث اسی طرح ہے۔ لیکن بیہقی نے ''رَدَّ اللّٰہُ اِلَی رُوْحِیْ'' کے الفاظ سے راویت کی ہے اور یہ بہت ہی لطیف اور مناسب ہے۔ کیونکہ (الیٰ اور علیٰ) کے دونوں صلوں میں لطیف فرق پایا جاتا ہے اس لئے کہ جب لفظ ردّ ''علیٰ'' کے ساتھ متعدی ہو تو اہانت کے معنی میں آتا ہے اور اعلیٰ کے ساتھ متعدی ہو تو عزت واکرام کے معنی دیتا ہے صحاح میں ہے ''رَدَّ عَلَیْہِ الشَّیْ اِذَا لَمْ یَقْبَلْہُ'' یعنی ''رد علیہ الشی'' اس وقت بولتے ہیں جب اسے کوئی قبول نہ کرے اور واپس کر دے۔

اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے ''رد علیہ اذا اخطاہ'' یعنی جب کسی کی بات کو

غلط قرار دینا ہو تو "رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ" کہا جاتا ہے نیز محاورہ ہے۔ "رَدَّهُ اِلٰی مَنْزِلِهٖ وَرَدَّ اِلَیْهِ جَوَاباً اَیْ رَجَعَ"۔

ترجمہ: لوٹا دیا اس کو اس کے گھر کی طرف اور لوٹا دیا اس کی طرف جواب۔

اس محاورہ میں ردّ لوٹانے کے معنی میں استعمال ہو رہے ہیں۔

راغب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں "یَرُدُّوْکُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ ۲۔ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ۳۔ نُرَدُّ عَلٰی اَعْقَابِنَا" تینوں جگہ لفظ ردّ پہلے معنی میں آیا ہے اور "فَرَدَدْنَاهُ اِلٰی وَلٰکِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللّٰهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ" چاروں جگہ لفظ "ردّ" دوسرے معنوں میں وارد ہوا ہے۔

فصل:

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ لفظ "ردّ" کے ایک معنی سونپنے اور سپرد کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ رَدَدْتُ الْحُکْمَ فِیْ کَذَا اِلٰی فُلَانٍ اَیْ فَوَّضْتُهٗ اِلَیْهِ۔ ترجمہ:۔ میں نے فیصلہ فلاں کے سپرد کر دیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ = وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ انتھی۔

جواب چہاردہم:

اس بیان کی روشنی میں حدیث زیر نظر سے متعلق چودھواں جواب نکلتا ہے اور وہ یہ کہ "رَدّ اللہ الی روحی" سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام بھیجنے والوں کے سلام کا جواب دینا رسول اللہ ﷺ کے سپرد فرما دیتا ہے۔ یہ معنی اس تقدیر پر کہ روح سے رحمت مراد لی جائے اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو صلوٰۃ منسوب ہوتی ہے وہ رحمت ہی ہے تو گویا بارگاہ رسالت ﷺ میں جو شخص بھی سلام

بھیج رہا ہے وہ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ یعنی رحمت کا طلبگار ہے۔ رحمت الٰہی کی یہ طلبگاری اس حدیث کے معنی کو ثابت کرنے کے لئے ہے کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس درود نازل فرمائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود اس کی رحمت ہی کے معنی میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس امر رحمت کو اپنے محبوب ﷺ کے سپرد فرما دیا۔ کہ حضور ﷺ بارگاہ رسالت میں سلام بھیجنے والے کے لئے دعا فرمائیں اور حضور ﷺ کی دعا قطعاً یقیناً قبول ہوگی۔ لہٰذا جو رحمت سلام بھیجنے والے کو حاصل ہوگی۔ وہ صرف حضور ﷺ کی برکت دعا اور حضور ﷺ پر سلام بھیجنے کی وجہ سے ہوگی۔ اور یہ ایک لحاظ سے سلام بھیجنے والے کے سلام کو قبول کرنے اور اس کو ثواب دینے کی سفارش قرار پائے گی۔

اس تقدیر پر لفظ روحی میں جو اضافت ہے وہ بادنیٰ ملابست ہوگی اور یہ اس طرح ہے جیسے حدیث شفاعت میں وادر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام امر شفاعت کو ایک دوسرے کی طرف سونپیں گے۔ یہاں تک کہ امر شفاعت حضور ﷺ کی طرف پہنچے گا۔ اور حدیث معراج میں وارد ہے جس رات مجھے معراج کرائی گئی مجھے حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ملے اور انہوں نے امامت کا تذکرہ کیا۔ بالآخر سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر معاملہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر انہوں نے اس معاملے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چھوڑ دیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس صورت میں حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس رحمت کا معاملہ جو سلام بھیجنے والے کو میری وجہ سے حاصل ہوگی۔ مجھ پر چھوڑ دیتا ہے تو میں اس رحمت کے لئے بذات خود اس طرح دعا کا اہتمام کرتا ہوں کہ سلام بھیجنے والے کے سلام کے جواب میں لفظ سلام بولتا ہوں اور اس کے

حق میں دعا کرتا ہوں۔

جواب پانزدہم:

اس کے بعد پندرھواں جواب میری سمجھ میں آیا۔ روح سے مراد وہ رحمت وراحت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک میں امت کے لئے پائی جاتی ہے اور وہ رحمت جو آپ کی جبلت مقدسہ میں شامل ہے بعض اوقات حضور ﷺ ان لوگوں پر غضب ناک ہوجاتے ہیں جن کے گناہ زیادہ ہوجائیں اور وہ محرمات کے مرتکب ہوں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں سے مغفرت کا سبب ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا "اذًا تکفی همك ویغفر ذنبك"۔

یعنی اس وقت جب تم درود شریف کی کثرت کروگے تم غم سے محفوظ کردیئے جاؤ گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ لہٰذا آپ نے یہ فرمایا کہ جو شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے خواہ اس کے گناہ کتنے بھی زیادہ ہوں آپ کی فطری رحمت آپ کی طرف لوٹ آتی ہے اور آپ بنفس نفیس اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں اور اس شخص کے سابقہ گناہ آپ کے سلام کا جواب دینے سے رکاوٹ کا موجب نہیں ہوسکتے۔ یہ بہت عمدہ فائدہ اور عظیم الشان بشارت ہے یہ فائدہ نفی عام کے موقع پر "من" استغراقیہ لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ لفظ "مِنْ" زائدہ لانے سے استغراق نفی پر نص ہوگئی اور اس بات کا احتمال جاتا رہا کہ یہاں عام کا ذکر ہے اور خواص مراد ہے۔ یہ ان جوابات کا آخری جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرمائے اگر اس کے بعد کوئی اور جواب مجھ پر منکشف ہوا۔ تو اس کو بھی ان کے ساتھ شامل کردیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے احسان وکرم کے ساتھ توفیق دینے والا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس حدیث کو علامہ بیہقی کی

کتاب ''حیات الانبیاء'' میں ان الفاظ میں مروی پایا'' وقد ردّ الله علی روحی''
یعنی امام بیہقی نے اس روایت میں لفظ ''قد'' صراحۃً ذکر کردیا ہے اس پر میں نے خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا اور یہ بات نہایت پختہ اور مستحکم ہوگئی کہ جب روایات میں لفظ قد مذکور نہیں ہوا۔ وہاں قد محذوف ہے یا روایوں کے تصرف سے یہ لفظ چھوٹ گیا ہے ان پندرہ جواب میں سے دوسرے جواب میں میں نے اسی توجیہہ کو پسند کیا تھا۔ اور اب تو اس روایت کی وجہ سے توجیہات اور جوابات پر صرف اسی توجیہ اور جواب کو راجح قرار دیتا ہوں لہٰذا یہی جواب سب سے زیادہ قوی ہے اور اس بنا پر حدیث کی مراد یہ ہے کہ وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی روح مبارک کو ہمیشہ کے لئے لوٹا دیا ہے لہٰذا آپ علی الدوام زندہ ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ پر سلام بھیجے تو چونکہ آپ زندہ ہیں۔ اس لئے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس تقدیر پر یہ حدیث ان احادیث کے مطابق ہوگئی۔ بلکہ ان ہی حدیثوں میں سے ایک حدیث قرار پاگئی جو قبر انور میں حضور ﷺ کی حیات کے ثبوت میں وارد ہیں اور کسی وجہ سے بھی یہ حدیث ان احادیث کے منافی نہ رہی جو حضور ﷺ کی حیات کی مثبت ہیں اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے اس کے لئے منت واحسان ہے۔ بعض حفاظ حدیث نے کہا کہ اگر ہم ایک حدیث کو ساٹھ طریقوں سے نہ لکھیں تو صحیح طور پر ہم اسے سمجھ ہی نہ سکیں۔ کیونکہ مختلف طریق میں ایک دوسرے کی روایت پر کچھ نہ کچھ زیادتی پائی جاتی ہے۔ کبھی متن کے الفاظ میں اور کبھی اسناد میں۔ اس طرح جو امور ناقص طریق سے واضح نہیں ہو جاتے ہیں۔ وہ اس طریق سے واضح ہوں۔ جن میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فقیر سید احمد سعید شاہ کاظمی)

تنویر الحالك فی امكان رویة النبی والملك

آئینہ میں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ مفتی عبدالرسول منصور سیالوی

فہرست

الاہداء	197
تقریظ	198
باب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	200
پہلا معانی	200
دوسرا معانی	200
تیسرا معانی	201
پہلا جواب	201
دوسرا جواب	201
ہر اہل ایمان کو دیدار نصیب ہوگا	203
آئینہ میں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	203
صحابی رسول سے ملائکہ کا سلام وکلام	204
اربابِ قلوب بیداری نہیں ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں	206
انبیاء اور ملائکہ کو دیکھنا اور ان کا کلام سننا ممکن ہے	207
دیدار خیر الانعام ممکن ہے	207
ظاہر بین علماء کا اعتراض	207
جواب	208
علمی تحقیق	208
امام ابو عبداللہ قرشی کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زیارت	209

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت 210
خلیفہ بن موسیٰ کو ایک رات میں سترہ مرتبہ زیارت 211
شیخ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ زیارت سے مشرف ہوتے 211
ہر ساعت احوال سے باخبر 211
سلام کا جواب 212
شیخ ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کا حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنا 212
کائنات وجود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور اور معمور ہے 212
شیخ ابوالعباس حداد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولایت کا پروانہ لکھتے دیکھا 213
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھونک سے چہرہ پرنور کی تابشیں 213
شیخ ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کا مکتوب شاہِ مصر کو پہنچانا 214
شیخ ابوالعباس قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے قبولیت کی بشارت 214
بعض اولیائے کرام کا کعبہ شریف کے گرد انبیاء و اولیاء و ملائکہ کو دیکھنا 214
حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی نماز میں ہر امام کے امام ہیں 215
قبر انور سے دست مبارک کا باہر آنا 216
شیخ علی بن محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معانقہ 216
دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام اپنا اپنا 217
روضۂ اطہر سے سلام کا جواب 217
روضۂ اطہر کی خادمہ کو ایذا دینے والے مر گئے 218
وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے 219
ایک مرد مومن کے وسیلہ سے فقیہہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت 219
مرقد پاک سے اعرابی کو مغفرت کی بشارت 220

محققانہ تبصرہ	220
حیات انبیاء	221
موت کی تعریف	222
انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں	223
فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	225
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت	225
ایک سوال اور اس کا جواب	226
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ	226
ایک سوال اور اس کا جواب	227
ایک قطب اپنے وجود لطیف سے پورے جہان میں موجود ہوتا ہے	227
ایک سوال اور اس کا جواب	228
باب...... زیارۃ الملائکہ	229
خواص، ملائکہ کی زیارت بھی کرتے ہیں	229
جنتی نوجوانوں کے سردار	232
فرشتوں کا قرآن سننے آنا	232
غزوات میں فرشتوں کے جھرمٹ میں	233
ابو جہل پر فرشتہ عذاب مقرر رہے	234
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حضرت جرائیل علیہ السلام سے ملاقات	236
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین میں فرشتوں کی شرکت	237

الاہداء

ان حاصل حیات لمحات کی نذر جب ایک بلند اقبال جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانیت کی معراج کو پہنچتا ہے

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِيَارَةَ حَبِيْبِكَ الْاَكْرَمِ بِحُرْمَةِ رَسُوْلِكَ الْاَعْظَمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فقیر مفتی عبدالرسول منصور

تقریظ

علامہ زماں فقیہہ دوراں استاذ العلماء مولانا مفتی محمد اکبر صاحب دامت فیوضاتہم علینا

مفتی دارالافتاء مفتاح العلوم، بہاولنگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علی الہ واصحابہ اجمین۔

امابعد بندہ نے رسالہ آئینہ میں جمال مصطفیٰ ﷺ اردو ترجمہ "تنویر العلك فی امکان رویته النبی وللملك" کا کچھ حصہ سنا قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ اصل رسالہ فیض مقالہ عمدۃ الحفاظ امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ جو اپنے صوری ومعنوی محاسن میں عدیم النظیر ہے۔ شکوک واوھام کی وادیوں میں بھٹکے ہوئے انسانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ اس رسالہ کی تالیف امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بیدار بخت اور خوش نصیب کے ہی شایان شان تھی جو عالم بیداری میں سرور دو عالم ﷺ کی زیارت مبارکہ سے پچھتر (۷۵) مرتبہ یقیناً مشرف ہوئے (میزان امام شعرانی جلد اول) اس سے زیادہ فیض یابی کا بھی قوی احتمال ہے لیکن اس افادیت ومقبولیت کے باوجود اس رسالہ کا سمجھنا علماء تک محدود تھا۔ عامہ الناس اس کی برکات وخیرات سے محروم تھے۔ اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے استاذ الادب حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرسول صاحب منصور سیالوی صدر مدرس جامع حنفیہ مسجد مدینہ ساہیوال نے اس کا اردو

ترجمہ فرما کر عوام کو اس سے استفادہ کا موقعہ دیا فی الواقع فاضل مترجم نے بڑا مفید کام کیا ہے ان کی مساعی جمیلہ بلاشبہ قابل تحسین ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمر میں برکتیں اور دونوں جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

محمد اکبر
خادم دارالافتاء مفتاح العلوم
بہاولنگر
۲۹ شوال ۱۳۹۹ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

باب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اما بعد! ارباب بصیرت کا حضرت سرورعالم ﷺ کی بیداری کے عالم میں دیکھنا کہاں تک درست ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو اکثر وبیشتر کیا جاتا ہے۔حتیٰ کہ بعض جاہل تو غلو سے کام لیتے ہوئے اس کا انکار کردیتے ہیں اور عالم بیداری میں دیدار خیر الانام ﷺ کو محال سمجھتے ہیں۔اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے میں نے یہ رسالہ مسمیٰ ''تنوير الحلك في رويته النبي والملك'' تحریر کیا ہے ہم اس رسالے کا آغاز اس مشہور حدیث سے کررہے ہیں جس کو امام بخاری ومسلم و ابوداؤد جیسی اہم شخصیات نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من رانی فی المنام فسيرانی فی اليقظته وليتمثل الشيطان بی

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا بس عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں ہوسکتا۔اب "فسيرانی فی اليقظته" کے علمائے راسخین نے مختلف معانی بیان کیے ہیں۔

پہلا معانی

یہ ہے کہ وہ مجھے قیامت کے دن دیکھے گا لیکن یہ معنی موزوں نہیں کیونکہ قیامت کے دن تو ساری امت آپ کا دیدار کرے گی خواہ اس نے خواب میں دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

دوسرا معانی

جس کی خواہش تھی کہ میں آپ کو آپ کی حیات مبارکہ میں دیکھوں۔مگر

دوری و غیوبت کی وجہ سے نہ دیکھ سکا تو آپ نے اسے بشارت دی کہ وہ مرنے سے پہلے بیداری میں دیکھے گا۔

تیسرا معانی

یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً وہ مجھے عالم بیداری میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ مگر قاضی ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے گا۔ امام ابو محمد بن ابی جمرہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں، یہ حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ عنقریب آپکو بیداری میں دیکھے گا۔ مگر وضاحت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس کی عمومیت آپ کی حیات و وفات دونوں سے ہے یا فقط حیات سے۔ نیز یہ انعام ہر دیکھنے والے کے لئے ہے یا فقط ان کے لئے خاص ہے جو اس کا اہل اور پابند اسوہ حسنہ ہو۔ خود ہی فیصلہ کرتے ہیں کہ حدیث پاک مطلقاً عموم پر دال ہے جو تخصیص کا دعوے دار ہے وہ انصاف سے بہت دور ہے، یعنی خواہ کسی نے آپ کو حیات مقدسہ میں یا وفات کے بعد خواب میں دیکھا ہو۔ وہ عنقریب آپ کو بیداری میں دیکھے گا امام موصوف مزید ارشاد فرماتے ہیں بعض حضرات اس کی عمومیت کے قائل نہیں ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو وفات پا جائے تو زندہ شخص اسے عالم شہادت میں دیکھے۔

پہلا جواب

یہ ہے کہ، ان حضرات کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے نکلے ہوئے کلمات پر یقین نہیں ہے۔

دوسرا جواب

یہ ہے کہ یہ قادر مطلق کی قدرت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ اور اسے عیاذاً اللہ عاجز تصور

کرنے کی ناپاک جسارت ہے۔ حالانکہ سورۂ بقرہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

اضربوہ ببعضھا کذلك یحی الله الموتٰی۔

ترجمہ: اس مقتول کو گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مارو یونہی اللہ مردوں کو زندہ کرے گا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا کہ "فخذ اربعتہ من الطیر الخ" یوں ہی حضرت عزیر علیہ السلام کے قصہ میں وارد ہوا ہے۔ پس جس ذات نے گائے کے گوشت کے مارنے کو میت کی زندگی کا سبب بنا دیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو مردہ پرندوں کی زندگی کا موجب بنا دیا اور حضرت عزیر علیہ السلام کے تعجب کو آپ کی وفات اور آپ کے گدھے کی موت کا سبب بنا دیا ہے پھر سو برس کے بعد دونوں کو زندہ کر دیا، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کو بیداری میں زیارت کے لئے سبب بنا دے۔ وما ذالك علی اللہ بعزیز۔

علمائے متقدمین و متاخرین نے ایسے نفوس قدسیہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر بیداری میں بھی آپ کے دیدار سے ہمکنار ہوئے یہ وہ خوش نصیب لوگ تھے جو اس حدیث کی صداقت پر ایمان کامل رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ سے ایسی چیزوں کے متعلق دریافت کیا جو ان کی سمجھ سے بالاتر تھیں، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشیاء کے بارے میں ارشاد فرمایا، جیسے آپ نے فرمایا بعینہٖ اسی طرح ہوا۔

تمہارے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کے رہی

نیز جو اس امر کا منکر ہے آیا وہ اولیاء کی کرامات کا اقرار کرتا ہے یا انکار۔ اگر وہ کرامات کا منکر ہے تو اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ کیونکہ وہ ایسے مسئلہ کا انکار کر رہا ہے جو احادیث صحیح سے ثابت ہے اور اگر وہ کرامات اولیاء کا مقر

ہے تو پھر یہ معاملہ بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اولیاء کاملین کی دوررس نگاہ عالم علوی وسلفی کی وہ چیز دیکھتی ہے جو عام آدمی کی بساط سے باہر ہیں۔ان کی نگاہ کے سامنے حجاب حجاب نہیں رہتا بلکہ آئینہ کا کام دیتا ہے تو کرامات اولیاء کا اقرار کرنے والا اس حدیث کے ظاہری مفہوم کا انکار نہیں کرے گا۔انتھی کلام ابن ابی جمرہ الیضاح۔

ہر اہل ایمان کو دیدار نصیب ہوگا:

امام موصوف کا یہ فرمانا کہ بیداری میں دیدار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم عام ہے خواہ اس میں اہلیت واتباع سنت ہو یا نہ ہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دیدار بیداری میں ضرور ہوگا خواہ زندگی میں ایک مرتبہ ہو کیونکہ آپ نے وعدہ فرمالیا ہے۔جس کا خلاف نہیں ہوسکتا۔اکثر طور پر عام مومنین کو یہ نعمت قریب المرگ میسر آتی ہے حتی کہ اس وقت تک ان کی روح بدن سے جدا نہ ہوگی جب تک وہ آپ کے دیدار سے مشرف نہ ہولیں گے۔

تا نہ بینم رخ تو روح رمیدن ندہم

خواص اگر سنت خیر الانام پر استقامت واجتہاد سے قائم رہیں تو اکثر طور پر آپ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتے ہیں اگر کسی وقت کوئی کمی واقع ہو جائے تو دیدار محبوب کا تسلسل قائم نہیں رہتا۔

خواہم کہ خار از پاکشم شد کاروانم از نظر
یک لحظہ غافل گشتنم صد سالہ راہم دور شد

آئینہ میں جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو یہ حدیث یاد آگئی جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" من رانی

فی المنام فسیرا نی فی الیقظتہ" کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا میں اسی فکر میں تھا کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوکر یہ خواب بیان کیا سیدہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ مبارک نکال کر میرے سامنے کیا میں نے آئینہ میں دیکھا تو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر آئی مجھے آئینہ میں اپنی صورت بالکل دکھائی نہ دی یوں "فسیرانی فی الیقظتہ" پس عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا کی تصدیق ہوگئی۔

صحابی رسول سے ملائکہ کا سلام وکلام

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم میں حضرت مطرف سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ مجھے سلام کہا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے پچھنے لگوائے تو سلام بند ہوگیا پھر میں نے پچھنے لگوانے چھوڑ دیئے تو دوبارہ سلام آنا شروع ہوگیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں اس حدیث کا معنی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بواسیر کی مرض تھی۔ آپ سخت درد وکرب میں مبتلا رہتے تھے ملائکہ آپ کے گھر آکر سلام کہا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے پچھنے لگوائے تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا آپ نے پچھنے لگوانے چھوڑ دیئے تو فرشتوں نے سلام کہنا شروع کردیا۔

اسی حدیث کو امام مسلم ایک دوسرے طریقے سے حضرت مطرف سے روایت کرتے ہیں حضرت مطرف فرماتے ہیں ایک روز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس بلوا بھیجا میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں اس شرط پر کہ جب تک میں زندہ رہوں آپ کسی کو نہ بتائیں۔ ہاں میری وفات کے بعد آپ کو اختیار ہے بات یہ ہے کہ ملائکہ مجھے سلام کہنے آتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ تعظیماً آپ کو سلام کہا کرتے تھے یہاں تک کہ جب آپ نے پچھنے لگوائے تو سلام آنا بند ہوگیا اس حدیث میں اولیاء کرام کی کرامات کا بین ثبوت ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمران حصین رضی اللہ عنہ نے مجھے مخاطب ہوکر فرمایا اے مطرف فرشتے مجھے میرے گھر میں اوپر اور دروازہ کے پاس آکر سلام کہتے تھے جب میں نے پچھنے لگوائے تو یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو مجھ سے فرمایا اے مطرف وہی سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا ہے لیکن میری زندگی میں اس کا اظہار نہ کرنا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عمران حصین رضی اللہ عنہ نے فرشتوں کے سلام کو کتنا چھپایا آپ نے شدید ضرورت کے پیش نظر پچھنے لگوائے تھے اگرچہ یہ فعل خلاف سنت تھا۔

امام بیہقی شعب الایمان میں اس حدیث کی تشریح میں یوں رقمطراز ہیں اگر پچھنے لگوانا حرام ہوتا تو آپ کبھی نہ لگواتے بلکہ آپ نے مکروہ کا ارتکاب کیا تھا تو ملائکہ نے سلام کہنا ترک کردیا پھر موت سے قبل یہ مبارک سلسلہ شروع ہوگیا۔

ابن اثیر نھایہ میں فرماتے ہیں فرشتے آپ کو سلام کہتے تھے جب آپ نے مرض کی وجہ سے پچھنے لگوائے تو انہوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھنے لگوانا ناجائز تھا بلکہ آپ کی جلالت شان اور رفعت مقام کے پیش نظر یہ چیز توکل علی اللہ و تسلیم الی اللہ کے خلاف اور اپنی طرف سے شفا ڈھونڈنے کے مترادف تھی۔

حافظ ابن سعد طبقات میں فرماتے ہیں ملائکہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا کرتے تھے جب آپ نے پچھنے لگوائے تو مصافحہ کرنا بند کردیا۔

امام ابونعیم الدلائل میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن سعید القطان

فرماتے تھے بصرہ میں ہمارے سامنے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں آیا مسلسل تیس سال تک ملائکہ آپ کے دولت کدہ پر آکر آپ کو سلام پیش کرتے تھے۔

امام ترمذی اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ سیدہ غزالہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہمیں حکم فرماتے ہیں کہ ہم گھروں کی صفائی رکھیں اور سلام سنیں۔ ہم آواز سنتے تھے اور کوئی نظر نہ آتا تھا امام ترمذی فرماتے یہ فرشتوں کا سلام تھا۔

اربابِ قلوب بیداری نہیں ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں:

امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ "المنقذ من الضلال" میں فرماتے ہیں کہ میں نے علوم متداولہ سے فارغ ہو کر اپنی ہمت کو صوفیائے کرام کے طریقے پر مرکوز کر دیا اور عنان توجہ کو مسائل تصوف کی طرف پھیر دیا میں یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ صوفیائے کرام ہی دراصل اللہ کی راہ پر چلنے والے ہیں ان کی سیرت احسن سیرت ان کے اخلاق نہایت ستھرے اور پاکیزہ ان کا راستہ نہایت واضح اور احسن راستہ ہے۔ بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل کل حکماء کی حکمت وبصیرت، اسرار شریعت سے واقف علماء کا علم جمع ہو کر صوفیائے کرام کے اخلاق کے کسی گوشہ کی تفسیر کرنا چاہے یا ان کی پاکیزہ سیرت کے کسی حصہ کو بیان کر کے کسی احسن طریقہ سے پیش کرنے کی سعی کرے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ ان کی ظاہری وباطنی حرکات وسکنات براہ راست مشکوٰۃ نبوت کے نور سے مستفیض ہیں اور ظاہر ہے کہ نور نبوت سے اعلیٰ روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی وضیاء حاصل کی جائے حتیٰ کہ ارباب قلوب بیداری میں ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے بیشمار فوائد حاصل کرتے ہیں، پھر عالم صور وامثال سے گزرتے ہوئے ایسے مقامات پر پہنچ جاتے ہیں کہ عقل انسانی جن کے احاطے سے قاصر ہے اور اشہب قلم اس میدان میں بے بس ہے۔

انبیاء اور ملائکہ کو دیکھنا اور ان کا کلام سننا ممکن ہے:

امام ابوبکر بن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''قانون التاویل'' میں ارشاد فرماتے ہیں صوفیائے کرام کا یہ نظریہ ہے کہ جب انسان کو طہارت نفس تزکیہ قلب اسباب دنیا مثلاً جاہ و مال سے انقطاع مشاغل دنیویہ سے فراغت حاصل ہو جائے اور وہ علم و عمل سے آراستہ ہو کر خدائے برتر کی طرف پوری توجہ سے منہک ہو جائے تو پھر دل اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے ان کی باتوں کو سنتا ہے انبیاء علیہم السلام کی روحوں سے ہمکلام ہوتا ہے کچھ آگے چل کر امام موصوف فرماتے ہیں انبیاء ملائکہ کو دیکھنا اور ان کے کلام کو سننا ممکن ہے مومن کے لئے کرامۃً اور کافر کیلئے عقوبۃً۔

دیدار خیر الانعام ممکن ہے

شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ قوائد الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن الحاج نے اپنی کتاب المدخل میں بیان کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم بیداری میں دیکھنا امر مشکل ہے اور کم لوگوں کو یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے ہاں وہ شخص جس میں ایک خاص قسم کی صفت موجود ہو جس صفت کا اس زمانے میں پایا جانا شاذ و نادر ہے بلکہ غالباً معدوم ہو چکی ہے ہاں اس کو یہ نعمت حاصل ہو سکتی ہے کہ جو صفت مذکورہ سے موصوف ہو اور جن نفوس قدسیہ کے ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی کدورت سے پاک کر دیا ہو اور وہ مکمل طور پر خدا کی حفاظت میں ہوں ان کے لئے عالم بیداری میں دیدار خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم امر ممکن ہے۔

ظاہر بین علماء کا اعتراض

بیداری میں تاج انبیاء کی زیارت کا انکار کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دار البقا میں ہیں اور دیکھنے والا دار الفناء میں ہے بنا بریں فانی باقی کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔

جواب

امام ابو محمد بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب۔ آپ فرماتے ہیں کہ مومن جب مرتا ہے اللہ رب العزت کا دیدار کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ پر موت نہیں۔ یوں ہی ایک ولی کامل تو روزانہ ستر مرتبہ مرتا ہے اور دیدار خداوندی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

حیات انبیاء امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی روحیں قبض کرنے کے بعد دوبارہ لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ شہیدوں کی طرح اپنے رب کے حضور زندہ ہیں جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج انبیاء کو ان کے جسم اور روح سمیت دیکھا نیز آپ نے ارشاد فرمایا، مجھ پر درود پڑھو، تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اور تمہارا سلام مجھے پہنچ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

امام بازری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک جماعت نے ہمارے دور کے اولیائے کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وصال شریف کے بعد بیداری میں زندہ دیکھا ہے۔

علمی تحقیق:

امام اکمل الدین البابری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح المشارق میں حدیث "من رانی" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بیداری وخواب میں دو شخصوں کا اجتماع حصول ماہیت اتحاد کی وجہ سے ہے اس اتحاد کے لئے پانچ راہنما اصول ہیں۔

(۱) ذات میں اشتراک

(۲) ایک صف یا ایک سے زائد میں اشتراک

(۳) ایک حال یا ایک سے زائد میں اشتراک

(۴) افعال میں اشتراک

(۵) مراتب میں اشتراک

جب بھی دو یا دو سے زائد اشیاء کے درمیان مناسبت پائی جائے گی تو ان پانچ اصولوں سے الگ ہو کر متصور نہیں ہو گی پھر یہ اتحاد جتنا زیادہ قوی ہو گا اتنا ہی دونوں کا اجتماع زیادہ ہو گا اور جتنا یہ اتحاد ضعیف ہو گا اتنا ہی اجتماع کم ہو گا۔ مگر کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ محنت اس حد تک چلی جاتی ہے کہ دونوں کا ایک دوسرے سے افتراق نہیں ہوتا اور کبھی اس کا عکس بھی ہو جاتا ہے المختصر جیسے یہ پانچ اصول حاصل ہو جائیں نیز اس کی اور کاملین کی روحوں کے درمیان گہری مناسبت پیدا ہو جائے تو ایسا شخص جب چاہے کاملین کو دیکھ سکتا ہے اور ان سے ہم کلام ہو سکتا ہے۔

دل میں آئینہ تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

امام ابو عبداللہ قرشی کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زیارت

شیخ صفی الدین بن ابی منصور رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں اور شیخ عفیف الدین یافعی رحمۃ اللہ علیہ "روض الریاحین" فرماتے ہیں کہ شیخ کبیر قدوۃ العارفین ابو عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب دیار مصر کو مہنگائی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے کسی کہنے والے نے کہا اس معاملہ میں دعا نہ کرو اس میں کسی کی دعا قبول نہ ہو گی، میں نے شام جانے کیلئے رخت سفر باندھا اور چل دیا جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار کے قریب پہنچا تو مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول اہل مصر کیلئے دعا فرمائیں، یہی آپ کی طرف سے میری مہمانی ہو گی، آپ نے دعا فرمائی تو وہ اس مصیبت سے نجات پا گئے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مجھے ملے یہ ایسی بات ہے جس کا انکار وہی انسان کر سکتا ہے جو اولیاء

کرام کے ان احوال کا منکر ہے جن کی وجہ سے وہ زمین و آسمان کی بادشاہت کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور انبیاء کو زندہ دیکھتے ہیں جیسے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں دیکھا پھر آپ کو دیگر انبیاء کے ساتھ آسمانوں میں دیکھا اور ان کے خطابات کو سنا پھر یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ جو کام نبی سے معجزۃً صادر ہوئے ہوں وہ ولی سے بطور کرامت صادر ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ولی چیلنج نہ کرے۔

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت:

شیخ سراج الدین ابن ملقن ''طبقات الاولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی البغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز ظہر سے قبل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا، آپ نے فرمایا اے بیٹا تم وعظ کیوں نہیں کہتے میں نے عرض کی اے ابا جان میں عجمی ہو کر بغداد کے فصحاء کے سامنے کیونکر وعظ کہہ سکتا ہوں آپ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے سات مرتبہ میرے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا جاؤ لوگوں کے سامنے وعظ کہو اور ان کو اپنے رب کی راہ پر لاؤ میں ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد ممبر پر بیٹھا اس دوران مسجد خلق خدا سے بھر گئی میرے خیالات وافکار مجھ پر غلط ملط ہو گئے میں نے دیکھا کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مجلس میں کھڑے ہو کر فرما رہے ہیں کہ بیٹا تو وعظ کیوں نہیں کہتا۔ میں نے کہا ابا جان میرے خیالات منتشر ہو چکے ہیں آپ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب مبارک ڈالا میں نے کہا کہ آپ ساتویں مرتبہ بھی ڈالیں، آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ ہے اس کے بعد آپ مجھ سے غائب ہو گئے پھر میں

نے حاضرین سے کہا کہ فکر کا غواص (غوطہ خور) دل میں غوطہ لگا کر معرفت کے موتی نکال کر سینے کے ساحل پر لے آتا ہے پھر زبان کا ترجمان اور دلال ان کی قیمت لگاتا ہے پھر ان نفیس اور نایاب موتیوں کو حسن طاعت اعلیٰ قیمت سے خرید لیتا ہے یہ کاروبار ایسے گھروں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے رفعت و بلندی بخشی ہے۔

خلیفہ بن موسیٰ کو ایک رات میں سترہ مرتبہ زیارت:

شیخ خلیفہ بن موسیٰ ملکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں درج ہے آپ بہت زیادہ بیداری و خواب میں دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے تھے، بلکہ کہا جاتا تھا آپ کے اکثر افعال بیداری یا خواب میں جناب ختمی مرتبت علیہ السلام سے وابستہ ہوتے تھے آپ نے ایک رات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سترہ مرتبہ دیکھا۔ اسی رات ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے خلیفہ میری طرف سے پریشان نہ ہونا بہت سے اولیاء میرے دیدار کی حسرت لئے دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں۔

شیخ ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ زیارت سے مشرف ہوتے:

شیخ کمال ازموی الطالع السعیدی، شیخ ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ مقیم اخمیم رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ ابو یحییٰ بن شافع کے اصحاب سے تھے صلاح باطن و کرامات و مکاشفات میں اپنی نظیر آپ تھے کے حالات میں لکھتے ہیں امام ابن نعمان، امام ابن دقیق العید اور قسطلانی ذکر کرتے ہیں کہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے اور آپ کے ساتھ اکٹھے بھی ہوئے تھے۔

ہر ساعت احوال سے باخبر:

شیخ ابو عبداللہ اسوانی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت دیکھتے تھے شیخ عبدالغفار بن نوح القوصی اپنی معروف تصنیف میں شیخ ابو عبداللہ اسوانی مقیم اخمیم کا

تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں آپ جناب رسول مقبول ﷺ کو ہر وقت دیکھتے اور ہر ساعت میں حضور ﷺ کے احوال سے باخبر رہتے تھے۔

سلام کا جواب:

اسی طرح کتاب الوحید میں شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کو نبی اکرم ﷺ سے ایسا خصوصی تعلق تھا جس کی بنا پر آپ جب بھی رسالت مآب ﷺ پر سلام بھیجتے تو حضور ﷺ کی طرف سے سلام کا جواب سنتے۔

شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کا حبیب کبریا ﷺ سے مصافحہ کرنا:

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ لطائف المنن میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا "یا سیدی صافحنی بکفك" حضور آپ میرے ساتھ اپنی اس ہتھیلی سے مصافحہ فرمائیں کیونکہ آپ نے متعدد شہروں میں کثیر التعداد اولیاء سے ملاقات فرمائی ہے آپ نے فرمایا میں نے اس ہتھیلی سے ماسوا رسول ﷺ کے کسی سے مصافحہ نہیں کیا نیز آپ نے فرمایا اگر ایک ساعت کیلئے بھی جمال مصطفیٰ میری آنکھوں سے اوجھل ہوجائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان تصور نہ کروں گا۔

انکس کی درنماز نہ بنید جمال دوست
فتویٰ ہمیں دہم کہ نماز قضا کند

کائنات وجود مصطفیٰ ﷺ سے بھرپور اور معمور ہے:

شیخ صفی الدین بن ابی منصور اپنے رسالہ میں اور شیخ عبد الغفار کتاب الوحید میں شیخ حسن زیادی سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے شیخ ابو العباس طنجی نے بتایا کہ ایک روز شیخ احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا

تو آپ نے فرمایا کہ تیرے شیخ عبدالرحیم نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کا عرفان حاصل ہے میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تم بیت المقدس جاؤ تمہیں رسول اللہ ﷺ کا عرفان حاصل ہو جائے گا میں نے بیت المقدس جانے کیلئے جب پہلا قدم اٹھایا تو زمین و آسمان عرش و کرسی کو رسول خدا ﷺ سے بھر پور پایا میں حضرت شیخ کی بارگاہ میں لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کیا رسول خدا ﷺ کا عرفان حاصل ہو گیا میں نے کہا ہاں پھر آپ نے فرمایا آپ کی طریقت مکمل ہو گئی نیز فرمایا اقطاب و اوتاد و اولیاء کا نبی معظم ﷺ کی معرفت کے بغیر اقطاب و اوتاد و اولیاء بننا ناممکن ہے۔

شیخ ابوالعباس حداد نے رسول اللہ ﷺ کو ولایت کا پروانہ لکھتے دیکھا

شیخ صفی الدین اپنے رسالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ ابوالعباس حداد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں ایک دن نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ اولیاء کرام کے لئے پروانہ ولایت لکھ رہے ہیں آپ نے میرے بھائی محمد کیلئے بھی ایک پروانہ لکھا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے لئے بھی میرے بھائی کی طرح ولایت کی رسید لکھ دیں آپ نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ میں تمہار ہو جاؤ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ اندلسی زبان کا ہے آپ کا مقصد یہ تھا کہ تیرا مقام ان کے علاوہ ہے۔

سرور عالم ﷺ کے پھونک سے چہرہ پرنور کی تابشیں:

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ ابوالعباس کے بھائی ولایت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے ان کے چہرہ پر نور برستا تھا جو بھی آپ کو دیکھتا آپ کے ولی ہونے میں شک نہ کرتا ہم نے شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ سے اس نور کی وجہ پوچھی تو

آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ نبی پاک ﷺ نے پھونک مارا تھا۔ یہ نور آپ کی پھونک کا نتیجہ ہے۔

شیخ ابو عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کا مکتوب شاہِ مصر کو پہنچانا:

شیخ صفی الدین فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ جلیل ابو عبداللہ القرطبی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو اکثر مدینہ منورہ میں قیام فرماتے تھے اور آپ کو رسالت مآب ﷺ کے دربار میں خاص رسائی حاصل تھی، ایک دفعہ امام الانبیاء ﷺ نے آپ کو ایک خط مبارک دے کر مصر کے نیک طینت بادشاہ کی طرف روانہ فرمایا آپ نے وہ خط مبارک بادشاہ کو پہنچایا اور واپس تشریف لے آئے۔

شیخ ابو العباس قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار ﷺ کے دربار سے قبولیت کی بشارت

شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں شیخ ابو العباس قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی آپ بھی شیخ قرشی کے اصحاب سے تھے اور اپنے وقت میں زاہد مصر کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے انہوں نے زندگی کے آخری ایام مکہ معظمہ میں گزارے، آپ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک روز آپ سرکار ابدقرار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، ''اخذ اللہُ بیدِك یا احمدُ'' اے احمد اللہ تیرا ہاتھ پکڑے۔

بعض اولیائے کرام کا کعبہ شریف کے گرد انبیاء و اولیاء و ملائکہ کو دیکھنا

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں لکھتے ہیں مجھے بعض اولیائے کرام نے بتایا کہ ہم کعبہ مکرمہ کے گرد انبیاء، ملائکہ، اور اولیاء کو دیکھتے ہیں خصوصاً خمیس کی رات اور سوموار کی رات کو دیکھے جاتے ہیں آپ نے مجھ سے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کا ذکر فرماتے ہوئے کہا ہر نبی کعبہ معظمہ کے گرد خاص مقام پر اپنے

اصحاب واقرباء کے ساتھ تشریف فرما ہوتا ہے۔ سید عالم ﷺ کے ساتھ آپ کی امت کے اولیاء کی اتنی بڑی تعداد ہوتی ہے جن کے صحیح شمار کو اللہ ہی جانتا ہے یہ خصوصیت دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نہیں دیکھی گئی آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کی اولاد مقام ابراہیم کے پاس تشریف رکھتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء کی ایک جماعت دو یمانی رکنوں کے درمیان جلوہ افروز ہوتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انبیاء کی ایک جماعت حجر اسود والی جہت میں رونق افروز ہوتی ہے، سید المرسلین ﷺ اپنے اہل بیت واصحاب و اولیائے امت کے ساتھ رکن یمانی کے پاس جلوہ ریز ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ آج بھی نماز میں ہر امام کے امام ہیں:

شیخ عبد الغفار بن نوح کتاب الوحید میں فرماتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں شیخ عبد اللہ دلاصی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ نے فرمایا میری ساری زندگی میں ایک نماز درجہ قبولیت کو پہنچی، ہجری ۶۷۳ کا واقعہ ہے میں نماز فجر، مسجد حرام میں امام حرم کے پیچھے ادا کر رہا تھا، جب امام نے تکبیر تحریمہ کہی میں نے بھی تکبیر کہی، بعد ازاں مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی میں نے دیکھا تو حضور سرکار دو عالم ﷺ بحیثیت امام دس آدمیوں کو نماز پڑھا رہے ہیں، میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے پہلی رکعت میں سورۂ مدثر اور دوسری رکعت میں "عم یتسآلون" پڑھی آپ نے سلام پھیرا اور یہ دعا مانگی۔

"اللھم اجعلنا ھداۃ مھدتین غیر ضالین ولا مضلین لاطمعاً فی برك ولا رغبۃ فی ماعندك لان لك المنۃ علینا بایجادنا قبل ان لم تکن فلك الحمد علی ذلك لا الٰہ الا انت"

جب حضور ﷺ دعا سے فارغ ہوئے تو ہمارے امام نے سلام پھیرا تو میں نے بھی سلام پھر دیا۔

قبر انور سے دست مبارک کا باہر آنا:

حضرت شیخ امام احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی فهی نائبتی
وهذه نوبة الاشباح قد حضرت فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی۔

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ میں جب آپ سے دور تھا اپنی روح کو بھیجتا تھا وہ میری نائب بن کر درِ اقدس پر بوسے دیتی تھی، آج تو غلام بارگاہ ناز میں حاضر ہے۔ دست اقدس ظاہر فرمائیں تاکہ میرے ہونٹ بھی پیاس بجھالیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرا بخت بیدار ہوا روضہ اقدس سے دست حق پرست ظاہر ہوا میں نے کمال شوق سے آگے بڑھ کر بوسہ لے لیا۔

شیخ علی بن محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ سے سرکار دو عالم ﷺ کا معانقہ:

ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ "المنح الالهیة فی مناقب السادة الوفیائیة" میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی بن محمد وفا رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ نے فرمایا میں پانچ برس کی عمر میں شیخ یعقوب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس قرآن مجید پڑھنے جاتا تھا ایک روز حسب معمول استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک طالب علم خوب سر ہلا کر منہ کو پیچ وخم دیئے آپ کو سورۃ والضحٰے سنا رہا تھا، اس کا ساتھی اس کی اس ادا پر ہنس رہا تھا، اسی وقت میں نے سید کائنات علیہ التحیات ﷺ کو بیداری میں دیکھا آپ نے سفید روئی کا کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا پھر میں نے وہی کرتہ اپنے

بدن پر دیکھا آپ نے فرمایا پڑھ، میں نے سورۃ والضحیٰ اور سورۃ الم نشرح پڑھ کر سنائی، اس کے بعد آپ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے جب میں اکیس برس کو پہنچا تو ایک روز فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے قرافہ کے مقام پر تکبیر تحریمہ کہی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے پایا، آپ نے مجھے بازوؤں میں لے کر سینہ سے لگایا اور فرمایا ''وامّا بنعمة ربك فحدث''۔

دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام اپنا اپنا:

ابو طاہر محمد بن علی علاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضرت ابوالحسن بن سمعون رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا آپ کرسی پر بیٹھ کر علم وحکمت کے موتی لٹا رہے تھے اور حضرت ابوالفتح فراس رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کرسی کے پاس تشریف فرما تھے، دوران وعظ حضرت ابوالفتح فراس رحمۃ اللہ علیہ پر اونگھ طاری ہوگئی حتیٰ کہ آپ سو گئے، امام ابوالحسن نے اسی وقت سلسلہ گفتگو ختم کر دیا، جب آپ بیدار ہوئے تو امام ابوالحسن نے آپ سے کہا ''رَأیتَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی نَومِكَ'' آپ نے نیند میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے آپ نے کہا ہاں، امام ابوالحسن نے کہا اسی لئے میں نے خاموشی اختیار کی تاکہ آپ کی اس حالت میں میرا بولنا مخل ثابت نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا جبکہ حضرت ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اپنی نیند میں کر لیا۔

روضۂ اطہر سے سلام کا جواب:

شیخ برہان الدین البقاعی اپنی معجم میں فرماتے ہیں کہ امام ابوالفضل بن ابی الفضل عن نویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سید نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے گنبد خضریٰ پر حاضر ہو کر کہا ''السلام علیك ایھاالنبی ورحمته الله وبرکاته'' حرم شریف میں موجود

لوگوں نے سنا کہ روضۂ اطہر سے آواز آئی "وعلیك السلام یاولدی۔

یونہی حافظ محب الدین بن النجار رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں کہ ابوالفرج مبارک بن عبداللہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں مناسک حج ادا کرنے کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا ایک دن میں حجرۂ مقدسہ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت ابوبکر الدیار بکری رحمۃ اللہ علیہ آئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے مقابل کھڑے ہوکر کہا "السلام علیك یارسول اللہ" میں نے سنا مزار پرانوار سے جواب آیا "وعلیك السلام یا ابابکر"۔

روضۂ اطہر کی خادمہ کو ایذا دینے والے مر گئے

امام شمس الدین محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ "مصباح الظلام فی الستغی بخیر الانام" میں فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف بن علی الرقاشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ہاشمیہ خاتون روضۂ اطہر کی خدمت کے لئے مدینہ منورہ میں رہتی تھی بعض خدام اس کو ایذا دیتے اور پریشان کرتے تھے ایک دن اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ کیا میں نے سنا روضۂ انور سے آواز آئی "اَمَالَكَ فِیْ اُسْوَۃٌ فَاصْبِرِیْ کَمَا صَبَرْتُ" کیا تیرے سامنے میرا نمونہ نہیں ہے جیسے میں نے صبر کیا تو بھی صبر سے کام لے اس پارسا خاتون نے کہا اس کے بعد میری پریشانی دور ہوگئی اور میں طمانیت قلب سے بہرہ ور ہوئی، چند روز کے بعد مجھے ایذا دینے والے تینوں خادم مر گئے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کرے جو فریاد امتی حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیرالبشر کو خبر نہ ہو

وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے:

حضرت ابوبکر بن ابیض اپنی تصنیف الحزب میں لکھتے ہیں مکہ مکرمہ میں ایک عاشق رسول جس کا نام شیخ ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ تھا وہ مسلسل ساٹھ برس تک مکہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوکر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عرض کرتے اور واپس چلے جاتے ایک سال کسی وجہ سے وہ حاضر نہ ہوسکے ایک دن وہ حجر اسود کے پاس نیم خوابی کی حالت میں بیٹھے تھے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے فرمایا "یاابن ثابت لم تذُرنا فذرناك" اے ابن ثابت اس دفعہ تو ہماری زیارت کو نہ آیا ہم ہی بخت جگانے آگئے۔

سنا ہے آپ ہر مومن کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسول اللہ

ایک مرد مومن کے وسیلہ سے فقیہہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

ایک مرد درویش ایک فقیہہ کی مجلس میں موجود تھا اس فقیہہ نے ایک حدیث بیان کی بزرگ نے فرمایا "ھٰذا الحدیث باطل" یہ حدیث غلط ہے فقیہہ نے کہا "من این لك ھذا" تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ حدیث غلط ہے اس مرددرویش نے فقیہہ سے کہا میں خود نہیں کہتا بلکہ

"ھٰذا النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم واقف علی راسك یقول انی لم اقل ھٰذا لحدیث الخ"

یہ دیکھ تیرے سر پر خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث میری نہیں ہے فقیہہ نے اوپر دیکھا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مرقد پاک سے اعرابی کو مغفرت کی بشارت :

امام ابن سمعانی الدلائل میں اسانید کثیرہ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن ہوئے تین دن گزرے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور قبر مبارک کی مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا ہم نے آپ کے ارشاد کو سنا آپ نے اللہ کے احکام کو حاصل کیا ہم نے آپ سے ان احکام کو حاصل کیا جو کلام اللہ نے آپ پر نازل کیا اس میں یہ آیت شریفہ بھی ہے۔

''ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤكَ''

ترجمہ: اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں۔

اے میرے آقا میں اپنی جان پر ظلم کرنے کے بعد آپ کے حضور حاضر ہوں میرے لئے استغفار فرمائیں میری سفارش کریں، قبر انور سے آواز آئی ''قد غفر لك''۔

مانگے گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے !!!

محققانہ تبصرہ :

اکثر طور پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فیض بشارت بیداری میں دل سے ہوتی ہے پھر اس میں یہاں تک ترقی ہوتی ہے کہ آپ آنکھ سے بھی دیکھے جاتے ہیں جیسا کہ قاضی ابو بکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گزر چکا ہے لیکن آپ کو آنکھ سے دیکھنا یوں نہیں کہ جیسے ہم اپنی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں بلکہ یہ ایک جمع حالی ایک حالت برزخیہ اور ایک امر وجدانی اس حقیقت کو وہی پاسکتا ہے جو اس

کیفیت سے دوچار ہوا ہو جیسے شیخ عبداللہ دلاصی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی آپ پڑھ چکے ہیں پھر کیا آپ بذات خود جسم اور روح سمیت دکھائی دیتے ہیں یا آپ کی شبیہہ اور مثال نظر آتی ہے جن ارباب حال کی میں نے زیارت کی ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ آپ کی مثال دکھائی دیتی ہے یونہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ دیکھنے والا جسم اور بدن نہیں دیکھتا بلکہ اس کی مثال ہوتی ہے۔ پھر جو متشکل نظر آتا ہے نہ وہ آپ کی روح ہوتی ہے اور نہ ہی آپ کی شخصیت بلکہ وہ دونوں کی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے جو شکل اور تصور سے پاک ہے پھر اس کی پہچان بندے کو مثال محسوس یعنی نور یا اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے ہوگی تو وہ مثال یقیناً اس کے دیدار کے لئے واسطہ بنے گی پس دیکھنے والا کہے گا میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا، یہ نہیں کہے گا کہ میں نے اللہ کی ذات کو دیکھا جیسے کسی دوسرے کے حق میں کہتا ہے۔ قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے پوری تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں جناب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار آپ کی صفت معلومہ سے کرنا ادراک علی الحقیقۃ ہے اور آپ کو صفت معلومہ کے علاوہ دیکھنا یہ مثال کا ادراک ہے۔ اس تحقیق نفیس کے پیش نظر آپ کی ذات شریفہ کو بجسدہٖ وروحہٖ دیکھنا بھی ممکن ہے اس لئے کہ آپ اور دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد لوٹا دی گئی ہیں اور انہیں اپنی قبور سے نکل کر عالم علوی وسفلی میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہے۔

حیات انبیاء:

امام بیہقی ''دلائل النبوۃ'' میں فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں امام موصوف کتاب الاعتقاد میں لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی

روحیں قبض ہونے کے بعد لوٹا دی گئی ہیں اب وہ شہدا کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

استاد ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں بلکہ آپ اپنی امت کے اعمال حسنہ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور گناہ گاروں کے گناہوں کو ملاحظہ فرما کر غمگین ہوتے ہیں اور آپ امت کا درود وسلام بھی سنتے ہیں نیز انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ بوسیدہ نہیں ہوتے نہ ہی زمین ان کے جسم اطہر کے کسی حصے کو کھا سکتی ہے، غور فرمائیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں انتقال فرما گئے تھے مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، حدیث معراج میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر بھی دیکھا، یوں ہی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی آپ نے دیکھا جب یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچی تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی نبوت رسالت پر جیسے زندگی میں تھے یوں ہی آج بھی ہیں بلکہ قیامت تک رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

موت کی تعریف:

امام قرطبی تذکرہ فی حدیث الصعقہ میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں کہ موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ موت تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کا نام ہے چنانچہ اس پر شہداء کا شہادت کے بعد زندہ ہونا، رزق دیا جانا اور خوشیاں منانا واضح طور پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہ دنیا میں زندوں کی صفات ہیں

پھر جب شہداء ان صفات سے موصوف ہیں تو انبیاء کرام تو بطریق احسن اس انعام سے بہرہ ور ہوں گے بنا بریں ہم اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ انبیاء کی موت یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں اس حیثیت سے ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے ملائکہ موجود ہیں مگر ہر آدمی ان کو دیکھ نہیں سکتا، ہاں وہ دیکھ سکتا ہے بلکہ دیکھتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خصوصی بصیرت ملی ہو۔

انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں:

امام ابو یعلیٰ اپنی مسند میں امام بیہقی کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

امام بیہقی رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انبیاء اپنی قبروں میں چالیس راتیں گزارنے کے بعد اپنے رب کے حضور نماز پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے یہاں تک کہ صور پھونکا جائے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ الجامع میں فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتیں نہیں گزارتا مگر اسے اٹھا لیا جاتا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بنا بریں وہ دیگر زندوں کی طرح ہو جاتے ہیں جہاں خدا انہیں رکھے وہیں رہتے ہیں۔

امام عبد الرزاق اپنی مصنف میں امام ثوری سے امام ثوری امام ابو مقدام سے وہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کوئی نبی

چالیس دن سے زائد اپنی قبر میں نہیں ٹھہرتا۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں امام طبرانی الکبیر میں، امام ابونعیم الحلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی وفات کے بعد اپنی قبر میں کھڑا ہو جاتا ہے ماسوا چالیس دنوں کے۔

مگر امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ النہایہ میں امام رافعی الشرح میں فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کے حضور اس بات سے زیادہ ارفع ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑ دے مگر ایک روایت میں دو دن کے بعد آیا ہے۔

مگر امام ابوالحسن بن الراغوانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ تو اپنی بعض تصانیف میں یہاں تک فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اس کی قبر میں نصف دن سے زیادہ نہیں چھوڑتا۔

امام بدرالدین بن الصاحب رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ آقائے دو جہاں وصال شریف کے بعد عالم برزخ میں زندہ ہیں آپ کی حیات برزخی کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ملتا ہے

''ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون''

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں مردہ نہ گمان کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

پھر یہی حالت بعد از اں وصال حیات برزخی ہے جو امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہداء کو حاصل ہے اور جن کو یہ مرتبہ عظمیٰ برزخ میں حاصل نہیں وہ اس انعام سے محروم ہیں لیکن کسی امتی کا مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ وارفع نہیں ہوسکتا بلکہ

شہداء کو یہ کمال ملا ہے تو نبی پاک کی برکت سے نیز شہداء اس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں تو شہادت کی وجہ سے اور شہادت اتم وجود سے نبی پاک ﷺ کو بھی حاصل ہے۔

فرمان رسول مقبول ﷺ:

خواجہ دوسرا ﷺ نے فرمایا شب معراج میں نے سرخ ٹیلے کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے، اس فرمان مقدس سے واضح طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت ملتا ہے ظاہر ہے کہ نماز پڑھنا اور کھڑے ہونا روح کی صفات نہیں بلکہ جسم کے صفات ہیں پھر قبر کی تخصیص نے مزید پختگی پیدا کردی کیونکہ اگر یہ روح کی صفات ہیں تو قبر کے ذکر سے کیا فائدہ اس لئے کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ انبیاء کی روحیں اپنے اجسام سمیت فقط قبروں میں ہیں اور شہداء ومومنین کی روحیں جنت میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت:

آپ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم سرکار دو جہاں ﷺ کے ہمراہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جارہے تھے جب ہم ایک وادی سے گزرے تو سید عالم ﷺ نے فرمایا یہ کون سی وادی ہے صحابہ نے کہا وادی ازرق۔ تو آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں دیئے تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں جب ہم مقام ثنیہ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں آپ اون کا جبہ پہنے سرخ رنگ کی اونٹنی پر سوار تلبیہ کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

انبیاء علیہم السلام کا حج کرنا تلبیہ کہنا وغیرہ کیسا ہے حالانکہ وہ تو عالم برزخ میں ہیں اور عبادات کا تعلق تو اس دنیا سے ہے جو دار العمل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ یہ حج کریں نمازیں پڑھیں اور حسب استطاعت خدا کا تقرب حاصل کریں اگرچہ وہ عالم برزخ میں ہیں اس لئے کہ جب تک وہ دنیا میں رہے جو دار العمل ہے اعمال و عبادات ادا کرتے رہے اور جب اس کی مدت ختم ہوئی تو اس کے بعد وہ دار العمل سے دار الجزاء میں پہنچے تو ان کا عمل منقطع ہوا۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ:

مندرجہ بالا جواب قاضی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر جب قاضی صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ یہ اپنی قبور کو چھوڑ کر اپنے جسموں سمیت حج کرتے ہیں پھر قاضی صاحب کا یہ انکار فہم سے بالاتر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کرتے ہیں تو روضۂ اطہر میں موجود نہیں ہونگے جب آپ جسم سمیت آسمان پر نماز پڑھیں گے تو قبر انور میں مدفون نہیں ہونگے۔

گزشتہ تقریر سے ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم روح اور جسم سمیت زندہ ہیں آپ تصرف فرماتے ہیں زمین و آسمان کے جس گوشہ میں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں آپ اپنی اسی ہیئت مبارکہ پر ہیں جس پر وفات سے پہلے تھے اور آپ کے جسم اطہر میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ آپ آنکھوں سے مخفی ہیں جیسے ملائکہ اپنے لطیف اجسام سمیت زندہ ہیں مگر نظر نہیں آتے، ہاں جب اللہ رب العزت کسی خوش نصیب کو اس نعمت سے نوازتا ہے تو حجابات اٹھا دیتا ہے اور دیکھنے والا

آپ کو اصل حالت میں دیکھتا ہے اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور نہ ہی یہاں آپ کی مثال کی ضرورت ہے بلکہ بجائے مثال خود ذات اقدس کو دیکھتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

لاتعداد دیکھنے والے آپ کو مختلف اور متباعد مقامات پر کیسے دیکھتے ہیں بعض صوفیائے کرام نے اس کا جواب یوں دیا ہے۔

''کالشمس فی وسط السماء وضوئہ لغشی البلاد مشارق ومغاربٌ''

ترجمہ: جیسے سورج آسمان کے درمیان ہے اور اس کی روشنی نے مشرق اور مغرب کو ڈھانپ رکھا ہے۔

ایک قطب اپنے وجود لطیف سے پورے جہان میں موجود ہوتا ہے:

شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کے مناقب میں آپ کے بعض تلامذہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوا ایک روز میں طواف کعبہ میں مشغول تھا، دوران طواف میں نے استاذ محترم شیخ تاج الدین کو طواف کرتے دیکھا، میں نے خیال کیا جب آپ طواف سے فارغ ہوں گے تو سلام کہوں گا، جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ کو گم پایا، پھر میں نے آپ کو میدان عرفات میں دیکھا، ملاقات کے لئے قریب ہوا تو آپ چھپ گئے علی ہذا القیاس میں نے آپ کو تمام مشاہد حج میں دیکھا مگر ملاقات سے محروم رہا، جب میں وطن مالوف قاہرہ پہنچا تو میں نے شیخ موصوف کے متعلق دریافت کیا، احباب نے کہا کہ آپ عافیت سے ہیں میں نے کہا کیا امسال آپ نے حج کیلئے سفر فرمایا تھا، انہوں نے کہا نہیں اس سال تو آپ گھر پر ہی رہے ہیں، ہم مل کر ہی شیخ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے سلام کہا، آپ

نے فرمایا تو نے کس کو دیکھا میں نے عرض کی "سیدی رائیتك" میرے آقا آپ کو دیکھا، آپ نے فرمایا ایک مرد جلیل پورے کون کو بھر دیتا ہے اگر وہ کسی سوراخ سے قطب کو آواز دے تو قطب اسے جواب دیتا ہے پھر جب قطب اپنے لطیف و وسیع وجود سے پورے کون میں ہوتا ہے تو سید المرسلین علیہ السلام کا مقام تو وراء الوراء ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر کوئی یہ کہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھنے والے کو صحابی کہنا چاہیے حالانکہ جن حضرات نے آپکو عالم بیداری میں دیکھا ہے کوئی بھی ان کو صحابی نہیں کہتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس دیدار سے صحابیت لازم نہیں آتی کیونکہ یہ دیدار ثانوی ہے اور صحابیت کے لئے ضروری ہے کہ آپ ذات شریفہ کو روح مع الجسد دیکھے اور اگر دیدار کے ساتھ یہ شرط لگائی جائے کہ آپ کو حیات ظاہری میں دیکھا جائے لہذا بعدہ آپ کو دیکھنے سے صحابیت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت آپ عالم شہادت میں تھے اور اب آپ عالم ملکوت میں ہیں صحابیت کا تعلق عالم شہادت سے ہے عالم ملکوت سے نہیں۔

اس کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ملتی ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام امت مجھ پر پیش کی گئی، اس حدیث میں ثابت ہوتا ہے کہ پوری امت نے آپ کو دیکھا، اس کے باوجود ساری امت صحابی اسلئے نہیں کہ یہ بات عالم ملکوت کی ہے جس سے صحابیت ثابت نہیں ہوتی۔

باب

زیارۃ الملائکہ

خواص، ملائکہ کی زیارت بھی کرتے ہیں:

امام احمد اپنی مسند میں امام الخرائطی ''مکارم الاخلاق'' میں حضرت ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ایک انصاری صحابی نے فرمایا میں اپنے گھر سے نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے جا رہا تھا میں نے دیکھا تو ایک شخص حضرت سید عالم ﷺ سے بات کر رہا تھا میں نے سوچا شاید باہمی خاص بات ہو رہی ہے، انصاری فرماتے ہیں آپ کافی دیر تک اس سے باتیں کرتے رہے اور میں آپ کو دیکھتا رہا، اس شخص کے جانے کے بعد میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ شخص آپ کے پاس بہت دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ میں کافی دیر تک آپکی طرف دیکھتا رہا آپ نے فرمایا کیا تو نے اس شخص کو دیکھا، میں نے عرض کی ہاں، فرمایا تو جانتا ہے وہ کون تھا، عرض کی نہیں، آپ نے فرمایا وہ جبرائیل تھا مجھے پڑوسی سے حسن سلوک اور اس کے حقوق کے بارے میں احکام الٰہی سنا رہا تھا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ کہیں پڑوسی کو وارثوں میں داخل نہ کر دے پھر آپ نے فرمایا اگر تو اسے سلام کہتا تو وہ تجھے جواب دیتا۔

امام ابوموسیٰ المدینی رحمۃ اللہ علیہ المعرفہ میں لکھتے ہیں حضرت تمیم بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک دن میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کے بعد واپس جا رہا تھا، اس شخص نے سر پر عمامہ باندھ کر شملہ پیچھے چھوڑا ہوا تھا، میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کون ہے آپ نے فرمایا جبرائیل۔

امام احمد بن حنبل، امام طبرانی الدلائل میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز میں سید عالم ﷺ کے قریب سے گزرا آپ ایک شخص کے ساتھ مصروف گفتگو تھے میں نے سلام کہا اور چل دیا۔ جب دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بھی رسالت کدہ پر تشریف لے جا چکے تھے، آپ نے فرمایا، کیا تو نے میرے پاس کھڑے شخص کو دیکھا تھا میں نے عرض کی ہاں فرمایا وہ جبرائیل تھا جس نے تیرے سلام کا جواب دیا تھا۔

امام ابن مسور، حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے اپنی زندگی میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو دفعہ دیکھا ہے۔

امام احمد و امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک شخص سے سرگوشی فرما رہے تھے اور میرے باپ سے بظاہر بے رخی برت رہے تھے میرے باپ نے مجھ سے کہا بیٹا دیکھا میرا بھتیجا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ مجھ سے کیسا سلوک کر رہے ہیں میں نے کہا ابا جان آپ ایک شخص سے کوئی اہم بات کر رہے ہیں پھر میرا باپ چلا گیا بعد میں مجھے سید عالم ﷺ نے فرمایا دیکھا تیرا باپ کیا کہہ رہا تھا، میں نے عرض کی آقا آپ اس شخص سے سرگوشی فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا کیا تو نے اس شخص کو دیکھا، میں نے عرض کی ہاں، آپ نے فرمایا وہ جبرائیل تھا، جس نے مجھے مشغول کر رکھا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

امام طبرانی، امام بیہقی، امام الضیاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جناب رسول مقبول ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو آواز دی، آپ اس کے دروازے کے قریب پہنچے تو اسے گھر میں کسی سے محو گفتگو پایا، جب آپ اندر تشریف لے گئے تو گھر میں اس کے سوا کسی کو نہ پایا آپ نے

فرمایا تو کس سے کلام کر رہا تھا، اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ایک شخص داخل ہوا، میں نے اس سے بڑھ کر کسی کو نفیس بات کرنے والا نہ پایا، آپ نے فرمایا وہ جبرائیل تھا اور تم میں کچھ ایسے بھی ہیں اگر وہ کسی کام پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا ہے۔

امام ابوبکر بن داؤد کتاب المصاحف میں حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جبرائیل امین علیہ السلام کی مناجات نبی پاک ﷺ کے ساتھ سنا کرتے تھے۔

امام محمد بن نصر مروزی کتاب الصلوٰۃ میں حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز میں نے جناب سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نماز ادا کر رہا تھا اسی اثناء میں مجھے یہ کلمات سنائی دیئے۔

اللھم لک الحمد و لک الملک کلمہ وبیدک الخیر کلہ والیک یرجع الامر کلہ علانیتہ و سرہ فلک الحمد انک علی کل شی تقدیر، اللھم اغفرلی جمیع ماحضی من و ذنوبی واعصمنی فی مابقی من عمری وارزقنی عملاً زکیتاً ترضی بہ عنی۔

آپ نے فرمایا کوئی فرشتہ تجھے اللہ کی تحمید و تسبیح سکھانے آیا تھا، یونہی امام محمد بن نصر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے کسی کے منہ سے یہ دعائیہ کلمات سنے ہیں، آپ نے فرمایا وہ خدا کا فرشتہ تھا تجھے تیرے رب کی تحمید بتانے آیا تھا۔

امام ابن ابی الدنیا کتاب الذکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے

ایک روز ارادہ کیا کہ آج مسجد میں جا کر نماز ادا کروں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد ایسی خوبیوں پر کروں گا کہ آج تک کسی نے ایسی حمد نہ کی ہو جب آپ نے نماز سے فارغ ہو کر حمد باری میں مشغول ہوئے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا۔

"اللهم لك الحمد كله علانيته وسره لك الحمد انك على كل شيء قدير، اغفرلي مامفى من ذنوبي واعصمني نى مابقى من عمري وارزقني اعمالاً زاكية ترضٰى بهاعني و تب عليٰ۔

آپ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا "ذالک جبریل" وہ جبرائیل تھا،

جنتی نوجوانوں کے سردار:

امام بیہقی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا جناب رسول مقبول ﷺ کا شانہ رحمت سے نکلے میں آپ کے پیچھے تھا ساتھ چل پڑا، ایک شخص آپ کے سامنے آیا، آپ نے مجھ سے فرمایا حدیفہ تونے میرے سامنے آنے والے شخص کو دیکھا ہے میں نے عرض کی ہاں فرمایا وہ ایک فرشتہ تھا جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی جو اسے مل گئی، اس نے مجھے سلام کیا اور بشارت دی کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سربراہ۔

فرشتوں کا قرآن سننے آنا:

امام بخاری، امام احمد، امام مسلم، امام نسائی، امام بیہقی، امام ابونعیم دلائل النبوت میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ایک رات اپنے گھر پر سورہ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے، پاس ہی آپ کا گھوڑا بندھا ہوا تھا اچانک گھوڑے نے بدکنا شروع کر دیا، آپ خاموش ہو گئے تو گھوڑے نے بدکنا بند کر دیا۔ آپ نے پھر تلاوت شروع کی تو وہ پھر بدکنا شروع ہو گیا آپ نے

آسمان کی طرف دیکھا تو ایک نوری سائبان نظر آیا جس میں چراغ جگمگا رہے تھے جن کا سلسلہ آسمان تک پھیلا ہوا تھا، جب صبح ہوئی تو آپ نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا وہ ملائکہ تھے جو تیرا قرآن سننے آئے تھے اگر تو سلسلہ تلاوت صبح تک جاری رکھتا تو اہل مدینہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔

غزوات میں فرشتوں کے جھرمٹ میں:

امام واقدی، امام بن عساکر، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے بدر کے روز نبی پاک ﷺ کے دائیں اور بائیں دو شخصوں کو دیکھا جو بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے پھر تیسرا شخص جو آپ کے پیچھے تھا اور چوتھا جو آپ کے آگے تھا میں نے ان کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا (یہ چاروں ہی فرشتے تھے)۔

امام ابن جریر اپنی تفسیر میں امام ابو نعیم و امام بیہقی دلائل النبوت میں حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا جب کہ آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی اگر آج میری بینائی ہوتی تو میں تمہارے ساتھ بدر میں جا کر شک و شبہ سے بالاتر ہو کر تمہیں بتاتا کہ وہ کون سی گھاٹی ہے جہاں سے ملائکہ برآمد ہوئے تھے۔

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں میں تین کافروں کے سر کاٹ کر نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں لایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ دو سر تو میں نے اپنی تلوار سے کاٹے ہیں اور تیسرا سر وہ ہے جس کو ایک سفید رنگ کے نوجوان نے قتل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ سفید جوان فلاں فرشتہ ہے۔

امام بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں آپ نے فرمایا فرشتے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے غازیوں اور مجاہدوں کی شکل میں

متشکل ہوکر ان کے گھر آکر اہل خانہ سے کہتے میں کفار کے قریب ہوکر آیا ہوں اور میں نے ان کو کہتے سنا ہے اگر مسلمان ہم پر حملہ کر دیں تو ہم ایک رات بھی نہ ٹھہریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اس کی تائید ملتی ہے۔

"اذیوحی ربك الی الملائکة انی معکم فثبتوالذین آمنوا"

ترجمہ: جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی نازل فرماتا ہے میں تمہارے ساتھ ہوں پس ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

امام ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں گرفتار کرنے والے حضرت ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے جو نہایت دبلے پتلے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ تنومند بھاری بھرکم جوان تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو الیسر تو نے عباس کو کیسے گرفتار کر لیا، آپ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں میرا تعاون ایک ایسے شخص نے کیا تھا جس کو میں جانتا نہیں تھا اس کی ہیئت کچھ اس قسم کی تھی۔ آپ نے فرمایا تیری امداد ایک مقدس فرشتے نے کی تھی۔

ابوجہل پر فرشتہ عذاب مقرر ہے:

امام ابن الدنیا کتاب القبور میں، امام طبرانی کتاب الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا میں بدر کے اطراف میں چل رہا تھا اچانک ایک گڑھے سے ایک شخص برآمد ہوا جس کے گلے میں طوق تھا مجھے ایک شخص نے ندا دی اے عبداللہ اسے پانی نہ پلانا یہ کافر ہے پھر اسے ڈنڈے سے خوب پیٹا حتیٰ کہ وہ دوبارہ گڑھے میں چلا گیا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا وہ دشمن خدا ابوجہل تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں آواز دینے والا اور مارنے والا فرشتہ تھا۔

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت سعید بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں، آپ نے فرمایا میں بیت المقدس میں آیا میں نماز ادا کرنے کیلئے مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا میں نے ایک پرندہ کو دیکھا جس کے دو پر تھے وہ میرے سامنے آکر یہ تسبیح پڑھ رہا تھا۔

سبحان الدائم القائم سبحان الحیی القیوم سبحان الملك لقدوس سبحان رب الملائکة و الروح سبحان الله وبحمده سبحان العلی الاعلیٰ سبحانه و تعالیٰ۔

پھر دوسرا پرندہ اس کے پیچھے یہی کلمات پڑھتا ہوا آیا، پھر یکے بعد دیگرے آتے رہے یہاں تک کہ مسجد بھر گئی ان میں سے ایک نے میرے قریب آکر کہا نماز ادا کر چکے ہو میں نے کہا ہاں اس نے کہا ''لاروع علیك هذه الملائکة'' گھبرائیں نہ یہ فرشتے ہیں۔

وہ روایت بھی اس سے ملتی جلتی ہے جس کو امام ابو داؤد حضرت ابو عمیرہ بن انس سے اور وہ اپنے چچا سے روایت فرماتے ہیں، حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک آنے والا آیا اس نے مجھے اذان کے کلمات سکھائے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی اس سے قبل یہ واقعہ پیش آچکا تھا مگر آپ نے اس معاملہ کو بیس دن تک چھپائے رکھا۔

امام ابو نعیم کتاب الصلوٰۃ میں بیان فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں تشویش میں نہ پڑوں تو کہہ سکتا ہوں کہ میں اس وقت سویا ہوا نہ تھا۔

امام ابو داؤد سنن میں ابو یعلیٰ سے وہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک شخص کو دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے اس نے اذان دی پھر بیٹھ گیا پھر اذان دی مگر ''قد قامت الصلوٰۃ'' کا جملہ بڑھا دیا میں اس وقت بیداری کے عالم میں تھا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے بہتر خبر دی ہے۔

شیخ ولی الدین عراقی اس مقام پر شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں "انی کنت نائمه ویقظا نا" میں سویا ہوا اور بیدار تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان دو حالتوں سے خالی نہیں۔ نیند یا بیداری گویا اس سے مراد وہ ہلکی سی نیند ہے جو بیداری کے قریب ہے بلکہ یوں سمجھئے وہ نیند اور بیداری کے درمیان متوسط درجہ ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں اس سے وہ حالت مراد ہے جو ارباب بصیرت کو پیش آتی ہے جس سے وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور سنتے ہیں جو سنتے ہیں یہی لوگ ارباب قلوب کے روساء ہیں۔

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ النہایہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ البسیط میں فرماتے ہیں کہ دس سے زائد صحابہ کرام اس کیفیت سے دوچار ہوئے تھے۔

امام حارث بن ابی اسامہ اپنی مسند میں لکھتے ہیں جس نے اذان دی وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات:

امام حارث بن ابی اسامہ اپنی مسند میں امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی علالت کی خبر دینے کے لئے آستانہ عالیہ میں تشریف لائے، اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رسالت کدہ پر حاضر ہو کر اندر آنے کیلئے اجازت چاہی، اجازت ملنے کے بعد آپ اندر حاضر ہوئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس قدر جلد صحت یابی پر تعجب کرنے لگے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے آنے کے بعد مجھے اونگھ آگئی، اسی اثناء میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور میرے ناک میں دوا ڈالی میں اس وقت تندرست ہو گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تدفین میں فرشتوں کی شرکت:

امام طبرانی معجم الکبر میں اور امام ابونعیم المعرفۃ میں حضرت مہم بن جیس سے روایت کرتے ہیں (آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر موجود تھے) آپ نے فرمایا میں نے شام کے وقت اپنے ساتھیوں سے کہا اگر تم نے امیر المومنین کی نعش مبارک کو رات میں نہ دفنایا تو صبح خارجی آپکی نعش مبارک کو مسخ کر دیں گے چنانچہ ہم آپ کے جسد اطہر کو اٹھا کرا جنت البقیع کی طرف لیجارہے تھے کہ ہم ایک جماعت کو اپنے تعاقب میں آتے دیکھ کر ڈر گئے قریب تھا کہ ہم آپکی نعش مبارک کو چھوڑ کر تتر بتر ہوجاتے اچانک ایک منادی نے ندا دی تم میں کوئی نہ ڈرے ثابت قدم رہو ہم بھی تمہارے ساتھ امیر المومنین کی تکفین و تدفین میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں امام ابن جیس فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم وہ فرشتے تھے۔

امام ابونعیم بن حماد کتاب الفتن میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہم سرزمین روم پر طوابہ کے مقام پر کفار سے برسرپیکار تھے میں نے اپنے ساتھیوں کو سواریوں کو ایک دوسری کیساتھ باندھ کر ایک چراگاہ میں چھوڑ دیا اور ہم اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے میں نے اچانک سنا کہنے والا کہہ رہا تھا "السلام علیکم و رحمته الله وبرکاته" میں نے دیکھا تو ایک شخص سفید لباس زیب تن کیے کھڑا تھا میں نے جواباً کہا "وعلیکم السلام ورحمته الله وبرکاته" اس نے کہا کیا امت محمدیہ سے ہو میں نے کہا ہاں اس نے کہا پھر صبر کرو یہ امت امت مرحومہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر پانچ نمازیں اور پانچ فتنے مقرر کیے ہیں میں نے کہا وہ پانچ فتنے کون سے ہیں اس نے کہا کہ

پہلا فتنہ تمہارے نبی ﷺ کی وفات جس کو کتاب اللہ میں نغمہ کیا گیا ہے دوسرا فتنہ شہادت عثمان جس کا نام کتاب اللہ میں قسماء ہے، تیسرا فتنہ ابن زبیر کا جسکو قرآن میں عمیاء کہا گیا ہے چوتھا فتنہ ابن الاشعث کا نام کتاب اللہ میں النیفر ہے پانچواں فتنہ ظلم اچانک پھر وہ غائب ہو گیا۔

آج بروز منگل ۱۱ شوال المکرم 1399ء بمطابق 4 ستمبر 1979ء کو دارالعلوم جامعہ حنفیہ میں ''تنویر الحلک فی رویتہ النبی والملک'' کا ''اردو ترجمہ آئینہ میں جمال مصطفےٰ ﷺ'' اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے رسول ﷺ کی عنایت سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد والہٖ وبارك وسلم

دُعاجُو

فقیر مفتی عبدالرسول منصور سیالوی غفرلہ

مسالك الحنفاء

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست

پیش لفظ	245
مسلک اول	248
پہلی آیت	248
تعذیب وسزا نہیں	249
وہ آیات جن میں اشارہ ہے	251
شرط ہلاکت	252
دوسری آیت	252
اگر تو رسول بھیجتا	253
تیسری آیت	253
اگر ہم ہلاک کر دیتے	254
ہلاک نہیں کرتا	254
بے خبر تھے	255
ڈرانے والا بھیجا تھا	255
حجت قائم کی جائیگی	256
اہل فترت کا امتحان ہوگا	257
احادیث	257
سعید بھی ہونگے	259
خود رسول ہوں	260

آگ ٹھنڈی ہو جاتی	261
اسناد حدیث	261
اگر حکم مان لیتے	262
مجھے علم تھا	263
فرمان خدا میں اختلاف محال ہے	265
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب نووی سے	268
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا حال ظاہر ہے	269
انکار نہ کرتے	271
توفیق اطاعت نصیب ہوگی	271
بھلائی کی امید	272
تقویت حدیث پہلی شفاعت	274
بنی ہاشم کیلئے	274
مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی بلند ہے خدا عاجز نہیں	276
ایک سوال، تین جواب	277
دوسرا مسلک	280
انبیاء کرام کے والدین کافر نہیں ہوتے	280
ساجدین میں پھرنا	280
سب سے افضل سب سے بہتر	282
پہلے مقدمہ کی دلائل	283
دوسرے مقدمہ کے دلائل	287
ہر زمانہ میں زمین پر ولی موجود ہوتے ہیں	288

آزر کے لئے مغفرت چھوڑ دی	294
اپنے والدین کے لئے مغفرت مانگتے رہے	295
مکہ معظّمہ میں کب آئے	297
اولاد ابراہیم کا عقیدہ	297
کلمہ توحید باقی رہا	300
آیت نمبر۲: دعا قبول ہوگئی	302
وہ کعبہ کے متولی ہوں گے	303
آیت نمبر۳: دین فطرت پر ہوتے تھے	304
آیت نمبر۴	304
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد کا وسیلہ	305
اجداد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو کہ میرا بیٹا نبی ہوگا	306
یہ روایت لانے والا	307
تین قول	308
ظاہر تو ہے مگر؟	309
حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا قیامت پر ایمان	310
خود کو اپنے کافر آباء سے منسوب نہ کرو	312
مشکل یہ ہے	314
آپ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگ آباؤ اجداد کا خلاصہ ہیں	315
شان حضرت آمنہ علیہا السلام	317
حضرت آدم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پشتوں کی تعداد	318
تمام انبیاء کرام کی مائیں مسلمان تھیں	320

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دیکھتی تھیں	322
سوال	323
سب سے بڑا جواب	324
جحیم ابوجہل کے لئے ہے نہ کہ	326
کبھی مومن تھے	329
والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم دین حنیف پر تھے	330
جواب یہ ہے	331
راوی کا تصرف	333
مسلم کا جواب مسلم سے	334
دوسری تقریر!	335
تتمہ	338
فائدہ از مترجم	338
میدانِ جدل	339
اگر مالکی ہے	341
اگر حنفی ہے	341
اگر حنبلی ہے	342
بات کرنے کا سلیقہ ہے	343
چاروں مذاہب کیلئے	344
تیسرا مسلک	345
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زندہ ہونا	345
یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں	346

خدا کی قدرت	346
حضور کے لئے احیائے موتی	347
بلندی کی طرف	347
ماں، ماں ہے	348
اس کے فضل کو تم بھی مان لو	348
خاتمہ نہ ماننے والے	349
لعنت نہ خریدو	349
حضور کو ایذاء دینا غیر مشروط پر منع ہے	350
زبان کاٹوں یا گردن کاٹ دوں	351
جو ثقلین کو ہلاکت سے بچانے والے ہیں	351
آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں	352
دور جاہلیت اور توحید پرستی	353
نماز توڑ کر جواب دیتا	353
ماں بیٹے کا پیار کافر بھی جانتے تھے	354
قدیم سے پاک حسب والے ہیں	354
اسے قتل کر دیا جائے	355
تشکر والتجاء	355
منقبت رضی اللہ عنہ	356

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جوہر واصل کائنات' باعث تکوین عالم' احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اور تمام آباؤاجداد کرام تا حضرت آدم علیہ السلام اور تمام امہات علیہ تحیات حضرت حوا علیہا السلام کی طہارت و پاکیزگی اور کفر شرک کی تمام تر آلائیشوں اور آلودگیوں سے پاک ہونا شروع اسلام سے ہی علمائے حدیث اور آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک قطعی طور پر پایہ ثبوت تک پہنچا ہوا ہے اور سلف میں سے مفسرین ومحدثین متعدد حضرات اسی طیب وطاہر اور صاف ستھرے عقیدہ پر رہیں۔

تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سلف میں متعدد ایسے حضرات بھی موجود ہیں جو اس کے برعکس ایسی روایات کو ترجیح دینے پر مجبور رہے ہیں جو بدقسمتی سے کسی نہ کسی ثقہ اور مشہور کتاب میں نقل ہوتی رہیں۔

بہر حال ادوار سابقہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ صورت ہی اختیار کئے رہا، خداوند قدوس وتبارک وتعالیٰ کروڑ کروڑ رحمتیں نازل فرمائے خاتم حفاظ مصر سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر جنہوں نے اس مختلف فیہ مسئلہ کو نہایت جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد ایک ایسی مثبت صورت میں پیش فرمایا جو طہارت وعصمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے علاوہ تمام اہل ایمان اور عشاقان مصطفےٰ کے لئے خواہ وہ مفسرین ومحدثین کرام کی مخصوص جماعت ہو یا عوام الناس، سب ہی نے آپ کی اس تحقیق مبارکہ کو استحسان کی نظروں سے سے دیکھتے ہوئے آپ کو خراجِ عقیدت

ومودت پیش کیا سوا ان معدودے چند لوگوں کے جو یا تو روایت پرستی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے اور یا ان کے دلوں میں حضور سرور کونین ﷺ کا وہ احترام واکرام موجود نہیں تھا جس کے بغیر اسلام کی لطافتوں اور ایمان کی عظمتوں سے کما حقہ آ گاہی نصیب نہیں ہوتی۔

بہر کیف: قارئین کرام کے لئے خاص طور پر یہ ایک بات ذہن نشین رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ علمائے سلف کا اس مسئلہ میں اختلاف اس امر کو مستلزم نہیں کہ اب بھی اس میں اختلاف کی گنجائش باقی ہے، کیونکہ یہ اس قدر نازک ترین مسئلہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مثبت تحقیق کے بعد کسی بھی مستند مفسر ومحدث اور امام ومجتہد نے اسے منفی انداز میں پیش کرنے کی جرأت نہیں کی، سوا ان دو قسم کے قلیل لوگوں کے جن کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

اندریں حالات آپ کے ذہن میں یہ سوال یقیناً پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ جو اب بھی آبائے مصطفے ﷺ کے ایمان ونجات کے بارے میں نہ صرف یہ کہ مضطرب ہیں بلکہ کھلم کھلا ان کے کفر وشرک اود معاذ اللہ جہنمی ہونے پر دلائل پیش کرتے ہیں کس زمرہ میں شمار ہوں گے، تو اس کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر ان کے دلوں میں احترام رسول خیر الانام ﷺ باقی ہوتا تو وہ لوگ ہر گز ایسا نہ کر سکتے اور یہی وجہ ہے کہ اس قماش کے لوگ اس مسئلہ کے علاوہ بھی متعدد ایسے مسائل میں بے باکی اور شوخی کا مظاہرہ کر لیتے ہیں، جہاں، گناہ ہے جنبش نظر بھی بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس قسم کی بے باکیاں اور شوخیاں محض اور محض ضیاع ایمان اور اسلام کی حدود سے نکل جانے پر ہی منتج ہوا کرتی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ عوام الناس اہل اسلام کو ان لوگوں کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرمائے۔

اس ضروری وضاحت کے بعد ہم اپنی اس بات کو بجانب اختتام لاتے ہیں جو مقصود آغاز تھی او وہ یہ ہے کہ سیدنا و امامنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے قیمتی متاع جمع فرمائی وہ بعض کے نزدیک نو ۹ عدد اور کثیر لوگوں کی نزدیک چھ ۶ عدد رسائل پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب انہی رسائل میں سے ایک رسالے "مسالک الحنفاء" کا ترجمہ ہے۔

علاوہ ازیں، حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اور آپکے تمام آباؤ امہات کے عظیم الشان مومن کی اثبات میں بندہ نے ایک عظیم ترین کتاب مسمی بہ "والدین سرور کونین"، تصنیف کی ہے جس میں حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر اٹھائے گئے اعتراضات کا بھی پورے طور محاسبہ کیا گیا ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے تصدق اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کی طباعت کے مرحلہ کو آسان تر فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین

صائم چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو نہایت مہربان رحم والا ہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام ان لوگوں پر جنہیں اس نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمالیا۔

مسئلہ:

اس حکم میں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جنتی اور ناجی ہیں اور ہر گز آگ میں نہیں ہیں، اور اس امر میں علمائے اعلام نے جو صراحت اور وضاحت کی ہے۔تو اس بات کے بیان میں کئی مسلک ہیں۔

مسلک اول

پہلی آیت:

چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا وصال مبارک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل ہوا ہے اور بعثت سے پہلے فوت ہونے والے کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا ارشاد ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (بنی اسرائیل آیت ۱۵)

ترجمہ: ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے۔

ہمارے آئمہ ''اشاعرہ'' میں سے اہل الکلام والاصول نے اور شافعیوں میں سے فقہائے کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ کوئی شخص فوت ہو گیا اور اسے دعوت اسلام نہیں پہنچی تو وہ ناجی فوت ہو اور اس کے ساتھ مقاتلہ نہ کرو حتیٰ کہ پہلے اسے اسلام کی طرف بلاؤ۔ اس لئے جب وہ قتل ہو جائے تو اس کی دیت

اور کفارہ کے لئے ضامن و کفیل ہو سکتا ہے۔

اس پر حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور تمام اصحاب کی نص ہے بلکہ بعض اصحاب نے یہ زیادہ کیا ہے کہ اس شخص کے قتل پر قصاص واجب ہے مگر اسکا خلاف صحیح ہے کیونکہ یہ حقیقی مسلمان نہیں اور قصاص کے لئے مکافات یعنی برابر ہونا شرط ہے۔

بعض فقہائے ایسے شخص کے فوت ہونے کے معذب نہ ہونے کے اسباب یہ بیان فرمائے ہیں کہ وہ اپنی اصل فطرت پر فوت ہوا ہے اور اس سے نہ تو عداوت وقوع پذیر ہوئی اور نہ ہی اس کے پاس کوئی رسول آیا جس کی اس نے تکذیب کی ہو۔

تعذیب وسزا نہیں

اور یہ پہلا مسلک ہے جو ہم نے اس مقام کے شخص کے متعلق اپنے شیخ، شیخ الاسلام امام شرف الدین مناوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، ان سے جب کسی نے پوچھا کہ، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی رضی اللہ عنہ آگ میں ہیں؟ تو آپ نے اس سائل پر شدید غصے اور سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔

پھر سائل نے عرض کیا کہ کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟ تو آپ نے فرمایا، ان کا وصال زمانہ فترت میں ہوا تھا اور بعثت سے قبل تعذیب وسزا نہیں۔

علامہ سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مرآۃ الزمان'' میں ایک جماعت سے حکایت نقل کرتے ہیں جس میں نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ معظمہ ومکرمہ کو زندہ فرمانے والی حدیث پر اپنے دادا کے کلام کا ذکر کیا اور اس پر تو قرآن مجید کی نص ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے''وما کنا معذبین حتیٰ نبعث

رسولا'' یعنی ہم کبھی معذب نہیں کرتے جب تک کہ اپنے رسول نہ بھیجیں۔

نیز حضور اکرم ﷺ کے والد مکرم اور والدہ معظمہ رضی اللہ عنہما کو تو دعوت ہی نہیں دی گئی، پھر ان کا گناہ کیا ہے؟ اور الابی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم و یقین کیا ہے میں عنقریب اس عبارت کا ذکر کروں گا۔

اور بے شک احادیث میں اہل فترت کے لئے آیا ہے کہ قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا اور ان کو عذاب و سزا نہ ہونے کے متعلق آیات میں اشارات موجود ہیں۔

اور اس نظریہ کی طرف حافظ العصر شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض کتب میں میلان کا اظہار کیا ہے۔

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی آل کے ساتھ یہ گمان ہے کہ وہ لوگ جو آپ کی بعثت مبارکہ سے پہلے وصال فرما گئے ہیں، قیامت کے روز بوقت امتحان اطاعت گزار اور فرمانبردار ہوں گے اور یہ اکرام رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوگا کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے ''الاصابہ'' میں نہایت ہی بوڑھے شخص اور وہ لوگ جو فترت کے زمانہ میں فوت ہوئے اور وہ جو بہرا، اندھا، گونگا اور اور مجنون پیدا ہوا یا قبل بلوغت دیوانہ ہو گیا تو ایسے لوگوں کے حق میں آنے والی روایت متعدد طریقوں سے نقل کی ہے اور ایسے ہی کئی دوسری روایات ہیں، چنانچہ یہ تمام اقسام کے لوگ حجت اور دلیل پیش کرتے ہوئے قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ اگر ہم عقل رکھتے ہوتے یا ہمیں تذکیر کی جاتی تو ہم ایمان لے آتے، ان کی اس دلیل کے جواب میں ان پر آگ بلند کی جائے گی

اور حکم ہوگا کہ اس میں داخل ہو جاؤ لوگ آگ میں داخل ہو جائیں گے، ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا جائے گا اور جو آگ میں داخل ہونے سے رک جائے گا، اسے زبردستی آگ میں داخل کر دیا جائے گا، اور مطلب ہے ان روایات کا جو اس ضمن میں آئی ہیں اور میں نے اس کے طرق کو ایک الگ جزو میں جمع کر دیا ہے۔

اور کہا کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ گھر والے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی نجات ہوگی۔

مگر ابو طالب! تو انہوں نے بعثت کا زمانہ پایا اور ایمان نہ لائے اور صحیح بخاری میں ہے کہ وہ آگ میں مقام ضحضاح پر ہیں اور جو کچھ امتحان کے اس قصہ میں موجود ہے وہ اس مسلک میں داخل ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اب تک کی نقل کی عبارت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ مسلک مستقل اور ظاہر ہے مگر میں نے اس میں دقیق معنے پائے ہیں جو اہل تحقیق پر مخفی نہیں۔

وہ آیات جن میں اشارہ ہے

''پہلی آیت'' اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا۔

ترجمہ: ہم اس وقت تک معذب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیجیں۔

اور یہ وہی آیت ہے جس پر آئمہ اہلسنت کا اتفاق ہے کہ بعثت سے

پہلے فوت ہونے والوں کے لئے تعذیب نہیں اور انھوں نے اس آیت سے معتزلہ اور ان لوگوں کا رد پیش کیا ہے جنھوں نے ان کی ہمنوائی میں عقل کو حکم بنایا ہے۔

ابن جریر اور ابن حاتم اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان "وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا" کا مطلب یہ ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو معذب نہیں کرتا جب تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس پر پہلے خبر اور نشانی نہ آجائے۔

شرط ہلاکت

دوسری آیت

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غافلون۔

(الانعام آیت ۱۳۱)

ترجمہ: یہ اس کی وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ وہاں کے رہنے والوں کو خبر نہ ہو۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ شرح جمع الجوامع میں اس آیت مبارکہ کو اس قاعدہ پر استدلال کے طور پر لائے ہیں کہ منعم حقیقی کا شکر محض عقلی طور پر نہیں بلکہ سمعی طور پر واجب ہے۔

اگر تو رسول بھیجتا

تیسری آیت

خداوند قدوس جل مجدالکریم قرآن حمید میں فرماتے ہیں۔

ولولا ان تصیبهم مصیبة بما قدمت ایدیهم فیقو لو اربنا لو لا ارسلت الینارسولا فنتبع آیا تك و نکون من المومنین۔(سورۃ القصص)

ترجمہ: اور ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے کرداروں کے سبب ان پر کوئی مصیبت، نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم اس کی تابعداری کر کے ایمان لانے والوں میں ہوتے۔

اس آیت مبارکہ کو بھی علامہ زرکشی نے اپنے مؤقف میں بیان کیا ہے علاوہ ازیں، امام ابن ابی حاتم اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ فترت میں فوت ہونے والا بارگاہ خداوندی میں عرض کرے گا، اے میرے پروردگار نہ مجھ تک تیری کتاب ہی آئی اور نہ ہی تیرا رسول آیا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعُ آيَاتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار اگر تو ہماری طرف اپنا رسول بھیجتا تو ہم تیری آیات کی اتباع کرتے اور مؤمنین میں سے ہو جاتے۔

اگر ہم ہلاک کر دیتے

چوتھی آیت! اللہ تبارک وتعالیٰ اعظم شانہٗ واتم برہانہٗ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۔ (الانبیاء، آیت ۱۳۴)

ترجمہ: اور اگر ہم ان کو قرآن آنے سے قبل کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ بطور عذر کے یوں کہتے کہ اے ہمارے پروردگار اگر آپ ہماری طرف اپنا رسول بھیجتے تو ہم آپ کی آیت کی اتباع اور پیروی کرتے اس سے پہلے کہ یہاں ذلیل وخوار ہوں۔

امام ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ زیر آیت روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عطیہ بن عوفی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی جو کہ لوگ عہد فترت میں فوت ہوئے ہوں گے وہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار تو نے نہ ہمارے پاس کوئی کتاب بھیجی اور نہ کوئی رسول بھیجا اور پھر یہ آیت پڑھی۔

ولو انا اهلكنا هم بعذاب من قبله لقا لوالی آخر الآية۔

ہلاک نہیں کرتا

اللہ رب العزت جل مجدہ العظیم کتاب مقدس قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وما كان ربك مهلك القرىٰ حتىٰ يبعث فی امها رسولا يتلو عليهم اياتنا۔ (سورۃ القصص)

ترجمہ: اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک نہیں فرماتا جب تک کہ ان

بستیوں کے صدر مقام پر اپنا رسول نہ بھیجے کو لوگوں جو ہماری آئتین پڑھ پڑھ کر سنائے۔

زیر آیت امام ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم دونوں سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ملت کو ہلاک نہیں فرماتا جب تک کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف مبعوث نہیں فرمایا، پھر جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور ظلم کئے وہ ہلاک ہوگئے۔

بے خبر تھے

اللہ تبارک وتعالیٰ اعظم شانہ، واتم برہانہ، قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وھذا کتاب انزلناہ مبارک فا تبعوہ واتقو لعلکم ترحمون○ ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طا ئفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغافلین ○ (الانعام آیت ۱۵۵،۱۵۶)

ترجمہ: یہ ایک بڑی خیر وخبر والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا تو اس کی اتباع کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے، مگر، کبھی تم یہ کہنے لگتے ہو کہ کتاب تو ان پر نازل ہوئی تھی جو ہم سے پہلے دو گروہ تھے اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے۔

ڈرانے والا بھیجا تھا

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ذکری وما کنا ظالمین○ (الشعراء آیت ۸۔۲۰۹،۲)

ترجمہ: اور ہم نے منکرین کی جتنی بستیاں برباد کی ہیں ان سب کی طرف ''نصیحت کرنے اور ارڈرانے والے'' رسول آئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اپنی تفسیروں میں اس آیت کے ماتحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی بستی کو ہلاک نہیں فرماتا مگر پہلے اس پر حجت قائم فرماتا ہے اور نشانیاں ظاہر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی طرف رسول اور کتاب بھیجی جاتی ہے جن میں ان کے لئے پند ونصائح کا ذکر ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے حجت ہوتی ہے ''وما کنا ظالمین'' یعنی ہم ظالم نہیں ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو عذاب دینے سے پہلے اپنی نشانیاں اور حجت قائم فرمالیتے ہیں۔

حجت قائم کی جائیگی

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذى كنا نعمل اولم نعمر كم ما يتذ كر فيه من تذ كرو جاء كم النذير۔

ترجمہ: اور وہ لوگ ''جہنم میں'' چلائیں گے، اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال لے اب ہم خوب اچھے کام کریں گے برعکس ان کاموں کے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈارانے والا ''رسول'' بھی بھیجا تھا۔

مفسرین کرام زیر آیت فرماتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کے لئے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت کو حجت کے طور پر پیش کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اس آیت کریمہ میں "نذیر" کہا گیا ہے۔

اہل فترت کا امتحان ہوگا

احادیث

قیامت کے روز اہل فترت کا امتحان لیا جائے گا، ان میں سے جو اطاعت گزار ہوں گے انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جو نافرمان ہوں گے وہ آگ میں پھینک دیئے جائیں گے۔

پہلی حدیث

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی مسند میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف مبارکہ الاعتقاد' میں صحت کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کا امتحان لیا جائے گا۔

اول: وہ بہرہ شخص جو قطعاً کچھ نہیں سن سکتا۔

دوم! وہ شخص جو احمق اور بے عقل ہے۔

سوم! وہ شخص جو بہت ہی زیادہ بوڑھا ہو۔

چہارم! وہ شخص جس نے اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا یا یعنی فترت کے زمانہ میں فوت ہو گیا۔

دوران امتحان بہرہ شخص دربار خداوندی میں عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار بے شک اسلام میرے زمانہ میں آیا مگر میں تو کچھ بھی نہ سن سکتا تھا۔

احمق اور بے عقل شخص بارگاہ ایزدی میں یہ عذر پیش کرے گا، اے میرے رب یقیناً میرے زمانہ میں اسلام آیا مگر اس وقت مجھے تو بچے مینگنیاں مار مار کر گرا دیا کرتے تھے۔

بوڑھا شخص یوں عرض کرے گا کہ اے میرے پالنے والے بے شک میری زندگی میں اسلام آیا مگر میں اس وقت کسی بھی چیز میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔

فترت کے زمانہ میں فوت شدہ شخص بارگاہ خداوند قدوس جل وعلا میں یہ عذر پیش کرے گا، اے میرے پالنے والے! میرے زمانہ میں تو تو نے اپنے کسی بھی رسول کو نہیں بھیجا تھا۔

پھر ان سب سے اطاعت کا اقرار لے کر آگ میں داخل کر دیا جائے گا اور ساتھ ہی فرما دیا جائے گا کہ اے آگ اس پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا اور جو داخل نہیں ہوگا اسے گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔

دوسری حدیث

حضرت امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہو (رحمہما اللہ) یہ اپنی مسندوں میں، امام ابن مردویہ اپنی تفسیر قرآن میں اور امام بیہقی ''کتاب الاعتقاد'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ چار قسم کے لوگوں کا امتحان لے گا، جیسا کہ حضرت اسود سریع رضی اللہ عنہ کی روایات میں بیان ہوا۔

سعید بھی ہونگے

تیسری حدیث

حضرت بزار اپنی تالیف مسند بزار میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روائت نقل کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بروز حشر تین قسم کے لوگ آئیں گے۔

ا۔ وہ جو فترت کے زمانہ میں فوت ہوا۔
۲۔ وہ بے عقل اور دیوانہ جو کبھی ہوش کی باتیں کرے اور کبھی دیوانگی کی۔
۳۔ پیدا ہونے والا بچہ، یعنی نومولود۔

چنانچہ فترت کے زمانہ میں فوت ہونے والا عرض کرے گا کہ میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ ہی رسول۔

دیوانہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھے عقل ہی عطا نہیں فرمائی تھی جس سے میں اچھے اور برے کی پہچان کر سکتا۔

اسی طرح نومولود عرض کرے گا الٰہی میں تو عمل کا ادراک ہی نہیں رکھتا تھا اور انہیں کہا جائے گا کہ اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو وہ لوگ جو علم الٰہی کے مطابق عملی زندگی میں سعید ہوتے آگ میں داخل ہو جائیں گے اور وہ لوگ جو عمل زندگی پاتے اور علم الٰہی کے مطابق شقی ہوتے آگ میں داخل ہونے سے رک جائیں گے، پس اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں فرمائے گا کہ اب جب کہ تم میری ہی نافرمانی کر رہے ہو تو میرے رسولوں کی عدم موجودگی میں کیا کرتے، اس حدیث کی اسناد میں عطیہ بن عوفی بھی ہے اور اس حدیث کے متعدد شواہد ہیں جو اس کے

حسن اور ثابت ہونے کے مقتضی ہیں۔

خود رسول ہوں

چوتھی حدیث

حضرت بزار اور جناب ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی مسند میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگ آئیں گے۔

(۱) مولود (۲) دیوانہ (۳) فترت کے زمانہ میں فوت ہونے والا (۴) بہت ہی بوڑھا شخص جو قریب المرگ ہو۔

یہ سب لوگ اپنی اپنی حجت بارگاہ ایزدی میں پیش کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم ارشاد فرمائے گا کہ انھیں جہنم سے آزاد کردو، اے جہنم انھیں باہر نکال دے، پھر ان سے فرمایا جائے گا۔

میں نے تمہاری طرف اپنے بندے تمہیں میں سے اپنے رسول بنا کر بھیجے اور اب میں تمہاری طرف خود ہی اپنی طرف سے رسول ہوں، اب تم آگ میں داخل ہو جاؤ۔

جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شقی بنایا ہوگا وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار کیا تو ہمیں اس آگ میں داخل کرے گا؟ اس سے تو ہم ڈرتے ہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے سعید بنایا ہوگا وہ فوراً اس آگ میں داخل ہو جائے گا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا، اب جب کہ تم لوگ براہ راست میری ہی نافرمانی کر رہے ہو تو اگر تمہاری طرف میرا رسول آیا ہوتا تو تم یقیناً اس کی

شدید تکذیب اور نافرمانی کرتے چنانچہ یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور تم جہنم میں جاؤ گے۔

آگ ٹھنڈی ہو جاتی

پانچویں حدیث

محدث عبدلرازق، ابن جریر، ابن المنذر اورابن ابی بن حاتم اپنی اپنی تالیفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب قیامت کادن آئے گا تو اللہ تبارک وتعالی جل مجدہٗ الکریم، اہل فترت، دیوانے، گونگے بہرے اور بہت ہی بوڑھے ایسے لوگوں کو جمع فرمائے گا جنھوں نے اسلام کا زمانہ نہیں دیکھا پھران کی طرف یہ پیغام بھیجے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ اور یہ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ تو نے ہماری طرف کسی رسول کو بھیجا ہی نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ کسی ردوکد کے آگ میں داخل ہو جاتے تو ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا جاتا۔

پھران کی طرف رسول بھیجے گا جو اس کی اطاعت کا خواہاں ہوگا وہ اس کی اطاعت کرے گا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو، وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔

اسناد حدیث

اس حدیث کی اسناد بخاری، مسلم کی شرطوں پر بھی صحیح ہیں اور یہ بھی اس قسم کی حدیث اپنی رائے سے نہیں بنائی جاسکتی پس یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔

اگر حکم مان لیتے

چھٹی حدیث

محدث بزار اپنی تالیف مسند بزار" میں اور علامہ حاکم اپنی تالیف مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اہل جاہلیت اپنے اپنے بتوں کو اپنی اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے بارگاہ رب العزت جل مجدہٗ الکریم میں سوال کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف نہ تو اپنا کوئی رسول بھیجا اور نہ ہی ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ہماری طرف تیرا بھیجا ہوا رسول آتا تو ہم اس کے اطاعت کیش اور تیرے عبادت گزار ہوتے خداوند قدوس جل مجدہٗ الکریم کا فرمان ہوگا اگر اب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو کیا تم اس کی پیروی کرو گے؟ وہ لوگ کہیں گے، ہاں ! تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم انہیں ارشاد فرمائے گا جہنم کی طرف چلو اور اس میں داخل ہو جاؤ۔

وہ چلتے چلتے جب جہنم کے قریب آجائیں گے تو اسے سخت غصے اور آواز نکالتا ہوا پائیں گے تو پلٹ آئیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس آگ سے بچالے، ہم اسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا، کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اگر اب میں تمہیں حکم دوں تو تم میری اطاعت کرو گے؟ وہ کہیں گے ہاں ایسا ہی گمان ہے اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے عہد لے لے گا اور فرمائے گا کہ جہنم کا رخ کرو اور اس میں داخل ہو جاؤ، وہ چل پڑیں گے اور جہنم کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائیں گے اور واپس آکر اللہ تعالیٰ

سے عرض کریں گے کہ ہم ان کے ڈر کی وجہ سے واپس آگئے ہیں اور اس میں داخل ہونے کی ہمت نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب اس میں ذلت کے ساتھ داخل ہو جاؤ، حضور رسالتمآب ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلی بار داخل ہو جاتے تو وہ آگ ان کے لئے سلامتی اور ٹھنڈک کا موجب بن جاتی۔

جرح! حافظ الحدیث امام ابوعبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسناد کے اعتبار سے حدیث صحیح ہے اور امام بخاری اور مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔

مجھے علم تھا

ساتویں حدیث

امام طبرانی اور حافظ ابونعیم رحمہما اللہ حضرت معاذ جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دیوانے اور زمانہ فترت میں فوت ہونے والے اور وہ بچے جو کم سنی میں فوت ہو گئے ہیں دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے اور ممسوخ العقل دیوانہ کہے گا یا اللہ! تو نے مجھے عقل ہی نہیں عطا فرمائی تھی اب اگر مجھے عقل عطا فرمائی جائے تو مجھ سے تو اپنی عطا فرمودہ عقل سے کام لینے والا سعادت مند پائے گا۔

اور اسی طرح عہد فترت میں فوت ہونے والے اور صغیر سنی میں انتقال کرنے والے عرض کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم انہیں ارشاد فرمائے گا کہ اگر اب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو کیا تم اطاعت اور فرماں برداری کرو گے؟ وہ لوگ کہیں گے، ہاں! پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا جاؤ اور آگ میں داخل ہو جاؤ۔

اگر وہ جہنم میں داخل ہو جاتے تو آگ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی، پس ان کے شانوں کا گوشت پھڑکنے لگے گا، پس ان لوگوں کو گمان ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا فرمایا ہے وہ ہلاک ہو جائے گا چنانچہ وہ لوگ واپس آ جائیں گے، پھر انہیں دوبارہ آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا مگر وہ پھر پہلے کی طرح واپس پلٹ آئیں گے۔

پروردگار عالم کا ارشاد ہوگا کہ میں تمہاری تخلیق سے بھی پہلے جانتا تھا کہ تم کون کون سے عمل کرو گے اور میں نے تمھیں اپنے علم کی بنا پر ہی پیدا کیا ہے۔ مجھے تمہارے پیچھے کا بھی علم ہے اور اس چیز کا بھی علم ہے جس کی طرف تم مائل ہو اور جس کو تم نے پکڑ رکھا ہے۔

علامہ الکیا الہراسی کتاب الاصول کے حاشیہ میں شکر منعم کے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اس بات کو سمجھ لیجئے کہ تمام اہلسنت کی آراء کا اس امر پر اجماع ہے کہ شرح منقول کے سوا، احکام کا کوئی مدرک نہیں اور عقلی قضیوں سے حکم اخذ نہیں کیا جا سکتا، اور اہل حق کے سوا، مخلوق کے جو طبقات ہیں جیسے رافضہ، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ، ان کے خیال ہیں احکام منقسم ہیں، کچھ شرع منقول سے اخذ کیے جاتے ہیں اور کچھ عقلی قضایا سے،

مگر ہم یہ کہتے ہیں، کہ اس رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں پر" کوئی چیز واجب نہیں، کیونکہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر تشریف لا کر اظہار رسالت فرمائے اور معجزات پر قائم ہو جائے تو عقلمند کو بحث و نظر کی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بغیر احکام خداوندی کو سننے کے واجبات وضروریات دین کا علم نہیں ہوسکتا، البتہ! جب اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر تشریف لے آئے تو اس کی طرف غور کرنا ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے۔

فرمان خدا میں اختلاف محال ہے

اس موقع پر بعض استفادہ کرنے والے پوچھتے ہیں کہ واجب چیز اطاعت ہے مگر یہ قربت تو نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غور وفکر اول الواجبات سے ہے اور یہی اطاعت ہے مگر اسے قربت اس لئے نہیں کہتے کہ وہ حصول معرفت کے لئے غور وفکر سے کام لیتا ہے پس وہ مطیع ہے متقرب نہیں، اس لئے کہ وہ اسی کے قریب ہوگا جسے پہچانتا ہوگا۔

نیز ہمارے شیخ اور امام نے اس موقع پر یقیناً یہ نہایت ہی اچھی بات کہی ہے رسول کی تشریف آوری سے قبل جب اسے کوئی خیال آتا ہے تو خیالات اور طریقوں میں تصادم ہوتا ہے او یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوئی ایسا خیال سوجھ جائے جو اس کی نقیض اور ضد ہو اور اس سے عقل حیرت میں پڑ جائے، پس الجھن کے دور تک توقف ضروری ہے۔

اور بعض خطرات کے ظہور میں آنے سے عقل حیرت اور دہشت کا شکار ہو جاتی ہو۔

اور پوشیدہ چیزوں کے انکشاف اور وقوع پذیر ہونے کی سلسلے میں توقف کرنا اور رک جانا ہی ضروری معلوم ہوتا ہو۔

چنانچہ ان امور کا سد باب اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر نہ آ جائے۔

اور ایسے ہی استاذی المکرم جناب ابو اسحاق اسفرائنی قدس سرہ العزیز، نے فرمایا ہے کہ ''لا ادری'' کہنا، نصف علم ہے یعنی یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا نصف علم ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرا علم اس حد تک پہنچ گیا ہے جہا تک عقل کی گزرگاہ ہے اور یہ بات وہی شخص کہتا ہے جو علم میں نہایت باریک بین ہو اور عقل کی ان گزرگاہوں کا واقف ہو، جس میں اس کا گزر نہیں ہوسکتا۔

نیز امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''المحصول'' میں فرماتے ہیں کہ شکر منعم، عقل کے لئے ضروری نہیں بخلاف معتزلہ کے، کیونکہ! اگر عقل کے لئے بعثت رسول سے پہلے نعمتیں عطا فرمانے والے کا شکریہ ادا کرنا متحقق ہو!

تو اس کا تارک ضرور معذب ہوگا پس اس کا وجوب ثابت نہیں ہوا، اب رہی یہ بات کہ شکر نعمت کے لازم حال ہے تو یہ ایک واضح بات ہے اور یہ بات جو کہی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا تو اس کا موجب اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا''۔ تعذیب کی نفی بعثت کی حد تک ہے اگر عذاب منتفی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے قول میں اختلاف ہو جائے گا جو ایک امر محال ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہوئے کتاب ''الحاصل والمحصول'' کے مصنف اور امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المنہاج'' میں انہی امور کا تذکرہ فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت امام قاضی تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''شرح المختصر ابن الحاجب'' شکر منعم کے مسائل بیان کرتے ہوئے یہ مسئلہ تخریج فرمایا ہے کہ جب تک کسی شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی طرف سے دعوت الی

الاالحق نہ پہنچ جائے یعنی رسول نہ آئے وہ شخص ناجی ہے لہٰذا اس سے اس وقت تک قتال نہ کیا جائے جب تک کہ اسے اسلام کی دعوت نہ دے لی جائے۔

صاحب معالم التنزیل حضرت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "التھذیب" میں نقل فرماتے ہیں کہ جب تک کسی شخص کو اسلام کی دعوت نہ دے لی جائے اس وقت تک اسے قتل کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی شخص اسلام کی دعوت دینے سے قبل ہی اسکو قتل کر دیتا ہے تو اس کے وارثوں کو دیت یا کفارہ دینا پڑے گا اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شخص کے قتل پر دیت اور کفارہ کے معاملہ میں "کسی مسلمان کا" ضمانت دینا ضروری نہیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کے قتل سے تاوان واجب نہ ہوگا۔

اس مسئلہ میں ان کی اصل یہ ہے کہ اس پر عقلاً حجت قائم ہو چکی ہے اور ہمارے نزدیک دعوت پہنچنے سے قبل اس پر حجت قائم نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا"۔

اور حضرت امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ الشرح میں فرماتے ہیں کہ جس شخص کو دعوت نہ پہنچی ہو۔ اسے اطلاع اور دعوت الی الاسلام دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اور اگر وہ قتل ہو جائے تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے برخلاف وہ مکفول ہوگا۔ اور بنائے اختلاف یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس پر عقلاً حجت ہو چکی ہے اور ہمارے نزدیک اسے دعوت نہیں پہنچی اس لئے اس پر حجت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ارشاد خداوندی "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" کے مطابق اس سے مؤاخذہ ہوگا۔

اور حضرت امام غزالی اپنی کتاب "البسیط" میں فرماتے ہیں کہ جس شخص

کو دعوت اسلام نہ پہنچی ہو اس کی دیت اور کفارہ دینا پڑے گا، صحیح مسلک کے مطابق اس کا قصاص نہیں ہوگا کیونکہ وہ بالتحقیق مسلمان نہیں صرف معناً مسلمان ہے۔

علاوہ ازیں علامہ ابن رفعت نے اپنی تصنیف کفایہ" میں مزید تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ وہ فطرت پر پیدا ہوا اس سے اسلام کی خلاف' عناد اور دشمنی ظاہر نہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب نووی سے

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں کفار و مشرکین کے بچوں کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ تمام محققین کے نزدیک صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب اس شخص کو عذاب نہیں ہوگا جسے دعوت نہیں پہنچی تو اس کا غیر بدرجہ اولیٰ مستحق عذاب نہ ہوا۔

اگر آپ سوال کریں کہ جو مسلک وہ خود کرتے ہیں۔

کیا یہ تمام تر اہل جاہلیت کے لئے عام ہے؟

تو میں کہتا ہوں نہیں بلکہ یہ اس شخص کے لئے مخصوص ہے جسے بذریعہ رسول قطعاً دعوت الی الحق نہ پہنچی ہو۔

مگر جب ان کو انبیائے سابقین میں سے کسی نہ کسی کی دعوت پہنچ جائے اور پھر بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہیں تو وہ قطعی طور پر آگ میں جائیں گی اور اس مسئلہ میں کسی بھی قسم کا ہرگز نزاع نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا حال ظاہر ہے

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا حال ظاہر ہے کہ آپ اس گروہ میں شامل ہیں جنہیں آخر زمانہ تک کسی بھی رسول اور پیغمبر کی طرف سے دعوت نہیں پہنچی۔

اور ان کی اور انبیائے سابقین کے درمیان بعد زمانی پایا جاتا ہے، ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے ان کے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان چھ سو سال کا دورِ فترت پایا جاتا ہے۔

اور پھر ان دونوں کے زمانہ میں تو مشرق و مغرب میں زمین کے ہر طبقہ پر جہالت کا دور دورہ تھا اور کسی جگہ بھی احکام شریعت کی دعوت پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

اور شریعتوں کو جاننے والے لوگ مفقود ہو چکے تھے اور دعوت الی الحق کا کام اہل کتاب کے علماء میں سے ایک چھوٹی سی جماعت اکناف زمین میں جیسے شام وغیرہ ہیں، متفرق طور پر انجام دے رہی تھی اور نہ ہی انھوں نے کوئی لمبی عمر پائی کہ وہ اس میں تحقیق و جستجو کر سکتے بلا شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی قلیل عمر پائی۔

امام حافظ صلاح الدین علائی اپنی کتاب، الدرالسنیتہ فی مولد سید البریتہ" میں نقل فرماتے ہیں۔

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے والد مکرم سے آپ کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہو تو اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ اور آپ کی والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک بھی آپ کے والد

گرامی رضی اللہ عنہ کی عمر کے برابر تھی۔

اور جب سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جبیں اقدس سے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اقدس جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں منتقل ہو چکا تھا تو اس وقت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی اور انہی ایام میں آپ مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً سے مدینہ منورہ زادہا اللہ تعظیماً وتکریماً اہل خانہ کے لئے کھجوریں لینے کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں پر بنونجار کے قبیلہ میں آپ کی خالاؤں کے ہاں آپ کا وصال مبارک ہوگیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک اس وقت بھی اپنی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مقدس میں تشریف فرما تھا۔

اور اکثر طور پر عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ مردوں کے دین اور شریعت کے بارے میں نہیں جانتیں، خصوصاً اس زمانہ میں، جس میں عورتیں تو درکنا مرد بھی کچھ نہ جانتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی اور آپ نے اعلان رسالت فرمایا تو اہل مکہ نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے؟

قالو آابعث الله بشرا رسولاO (بنی اسرائیل آیت ۹۴)

نیز کہتے تھے کہ:

اگر اللہ کو رسول بھیجنا منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا، کیونکہ ہم نے اپنے پہلے باپوں ''بڑوں'' سے یہی بات سنی ہے۔

ولو شآء الله لا نزل ملئكة ما سمعنا بهٰذ فی آبا ئنا الاولینO

(المومنون، آیت ۲۴)

انکار نہ کرتے

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ان لوگوں کو بعثت رسول ﷺ کا علم ہوتا وہ ہرگز اس کا انکار نہ کرتے۔

اور بعض اوقات وہ خیال کرتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی وہی دین لے کر مبعوث ہوئے تھے جس پر وہ قائم ہیں کیونکہ انھیں کوئی ایسا شخص ہی نہیں ملا جو انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحیح شریعت کی طرف رہنمائی کرتا کیونکہ وہ مٹ چکی تھی اور اس کو جاننے والے بھی مفقود ہو چکے تھے اور ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے بھی زائد وقفہ ہے پس اس امر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ دونوں صحیح معنوں میں اسی مسلک میں داخل تھے۔

توفیق اطاعت نصیب ہوگی

علاوہ ازیں شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب امالی میں فرماتے ہیں جس کی عبارت یہ ہے کہ:

تو اس بناء پر ہر نبی کی قوم کے علاوہ جو لوگ بھی ہوئے سوائے سابق نبی کی ذریت کے اہل فترت میں سے تھی۔ اگر چہ بلا شبہ وہ سابق نبی کی مخاطبین کے زمرہ میں ہیں، مگر یہی شریعت مٹ جائے تو وہ سب کی سب اہل فترت میں سے ہو جاتے ہیں یہ شیخ عزالدین کا کلام ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے والدین شریفین رضی اللہ عنہما اہل فترت میں سے تھے۔ اس لئے کہ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذریت سے تھے اور نہ ہی ان کی قوم کی اولاد سے تھے۔ بعد ازاں آپ حافظ العصر ابو الفضل علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مزین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

کے والدین کریمین کے متعلق گمان ہے کہ وہ ان دو امور کے تحت آئیں گے، پہلا امر یہ ہے جسے امام ابو عبد اللہ حاکم نے المستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایت صحیح بیان کیا ہے کہ ایک ایسے انصاری نے حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جو راوی کے گمان کے مطابق سب سے زیادہ سوال پوچھا کرتا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کے خیال میں آپ کے والدین آگ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں نے اپنے رب سے اس کے متعلق دریافت نہیں کیا، میں قیامت کے دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ مقام محمود پر قیام کرنے کے وقت اپنے والدین کریمین کے متعلق بھلائی کی امید رکھتے ہیں اور وہ بھلائی یہ ہے کہ آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے اور انھیں اہل فترت کے امتحان کے وقت توفیق اطاعت نصیب اطاعت ہوگی۔

بھلائی کی امید

اور اس میں قطعاً شک و ریب نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہوگا، محبوب سوال کرو تا کہ عطا کیا جائے اور شفاعت فرمایئے تا کہ قبول کی جائے، جیسا کہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں جب سوال کروں گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے عطا فرمائے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے جو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان ''ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ'' کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا یہ ہوگی کہ آپ کی اہل بیت اطہار سے کوئی ایک

شخص بھی آگ میں نہ جائے۔

اسی لئے حافظ ابن حجر نے اپنے قول ''انظن بآل بیتہ کلھم ان یعطیعو اعند الامتحان'' میں تعمیم کردی ہے۔

علاوہ ازیں تیسری حدیث علامہ ابو سعید نے اپنی کتاب ''شرف النبوت'' میں اور علامہ الملا نے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری اس التجا کو قبول فرمالیا اور جو میں نے مانگا تھا وہ مجھے عطا فرمادیا، نیز یہ روایت محبّ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ذخائر العقبیٰ'' میں بھی نقل فرمائی ہے، اور چوتھی حدیث ان دونوں سے زیادہ واضح ہے۔

چنانچہ حضرت تمام رازی رحمۃ اللہ علیہ ضعیفسند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنی کتاب ''فوائد'' میں راویت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اپنے والد گرامی سیدنا عبداللہ اور اپنی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ اور اپنے عم محترم حضرت ابو طالب اور دور جاہلیت کے اپنے رضاعی بھائی کی شفاعت کرونگا۔

اور علامہ محب طبری جو کہ حفاظ حدیث اور فقہائے کرام میں سے ہیں اپنی تصنیف لطیف ''ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ'' میں نقل فرماتے ہیں کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوجائے تو بخاری کی اس حدیث کی تاویل کرنی پڑے گی جو حضرت ابو طالب کی تخفیف کے بارے میں بیان ہوئی ہے اور یہ حدیث صرف حضرت ابو طالب کے لئے محتاج تاویل ہے، ورنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

کے والدین کریمین اور رضاعی بھائی کے لئے اس کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔
بھائی ہیں، کیونکہ حضرت ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت مبارکہ کا زمانہ پایا اور اسلام قبول نہ کیا' جب کہ پہلے تینوں کا وصال فترت کی زمانہ میں ہوا۔

تقویت حدیث پہلی شفاعت

یہ متعدد احادیث ہیں جو ایک دوسری کو تقویت کا باعث ہیں، کیونکہ ضعیف حدیث کثرت طرق سے قوی ہو جاتی ہے۔ اور ان سے ملتی جلتی حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جسے حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔

نیز جو ہم کہتے ہیں اس حدیث سے بھی صاف طور پر مترشح ہوتا ہے، جسے امام ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے قاسم بن ہاشم سمسار نے اور حدیث بیان کی ان سے مقاتل بن سلیمان رملی نے ابی معشر سے کہ سعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بیس سالہ بندوں کیلئے دعا کی اس نے وہ مجھے عطا فرمادیئے اگر چہ وہ مقصود بیان میں غیر واضح ہے اور جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دیلمی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت پھر ان کے بعد قریبی رشتہ داروں کی اور پھر جوان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں گے۔

اور محب طبری ذخائر العقبیٰ میں اور امام احمد نے مناقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ نے فرمایا! یا بنی ہاشم۔

بنی ہاشم کیلئے

اگر مجھے جنت میں لے جانے کے لئے حلقہ وار شفاعت کا اذن ہوا تو

میں تم سے اس کی ابتداء کروں گا۔ اس حدیث کو خطیب نے اپنی تصنیف تاریخ بغداد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یغنم کی حدیث سے روایت کیا ہے، نیز انھوں نے اس حدیث کو ابو البختری کی طرف منسوب کیا ہے اس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کیا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرے رشتہ داروں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا یاد رکھو کہ مجھ سے میرے رشتہ داروں کو ضرور فائدہ حاصل ہوگا، یہاں تک کہ یہ فائدہ یمن کے ایک قبیلہ تک پہنچے گا، مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور میں شفاعت کروں گا، یہاں تک کہ جس کے لئے شفاعت کی سفارش کروں گا، وہ بھی شفاعت کرے گا، حتیٰ کہ اس سلسلہء شفاعت کو دیکھ کر ابلیس بھی شفاعت کی لمبی آرزوئیں کرنے لگے گا۔

اور ایسے ہی امام طبرانی نے حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال ہے کہ میری شفاعت، میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی، جب کہ میری شفاعت کی صورت حال یہ ہے کہ وہ ''حا'' اور ''حکم'' قبیلوں تک پہنچے گی۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخادم'' میں ابن دحیہ سے نقل کیا ہے، شفاعت کی قسموں میں سے ایک یہ ہے کہ ابولہب کے عذاب میں ہر پیر کے دن تخفیف ہو جاتی ہے، کیونکہ جب اس کی کنیز حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی بشارت سنائی تو اس نے خوش ہو کر اس کنیز کو آزاد کر دیا تھا اور یہ رعایت اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے ہے۔

علاوہ ازیں میں نے اس مسئلہ میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ امام

عبداللہ بن محمد خلف الابی کا وہ کلام بھی دیکھا ہے جو انہوں نے مسلم شریف کی حدیث "ان ابی و اباك في النار" کی شرح کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے، پہلے تو انہوں نے ''نووی'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو کفر کی حالت میں فوت ہوا تو وہ جہنمی ہے اور اسی قریبیوں کی قرابت کوئی نفع نہیں دے گی، بعد ازاں آپ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس اطلاق کی طرف بھی نظر کرو۔ اور امام سہیلی نے فرمایا ہے کہ ہم ایسی بات کیوں نقل کریں جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ زندوں کو فوت شدگان کی وجہ سے اذیت نہ دو، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذ دیتے ہیں۔

اور شاید یہ روایت صحیح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ پاک سے سوال کیا تو اس نے میرے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائے۔

مقام مصطفےٰ ﷺ اس سے بھی بلند ہے خدا عاجز نہیں

حضور رسالت مآب ﷺ کو تو اس سے بھی بلند مقام حاصل ہیں اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی، پھر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو نقل کرتے ہیں کہ جو شخص زمانہ فترت میں فوت ہو اور اس دور کے عربوں کی طرح بت پرستی کرتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا اور یہ تعذیب، قبل از بلوغ دعوت نہیں ہے، کیونکہ ان لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

امام نووی کے کلام میں جو منافات پائی جاتی ہے ذرا اس پر غور کرو، کیونکہ جن لوگوں کو دعوت پہنچ جائے وہ اہل فترت نہیں ہوتے، اہل فترت تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو دو رسولوں کے درمیانی زمانہ میں ہوتے ہیں، نہ ان کی طرف پہلا رسول آتا ہے اور نہ وہ دوسرے رسول کا زمانہ پاتے ہیں جیسے وہ بدو جن کی

طرف نہ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام تشریف لائے اور نہ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ اس تفسیر کے مطابق زمانہ فترت دو رسولوں کے درمیانی زمانہ کو کہتے ہیں، مگر فقہاء کرام جب فترت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی درمیانی وقفہ کو مراد لیتے ہیں۔

مگر جب دلائل قاطعہ نے بتایا کہ حجت کے قیام کے بغیر، عذاب نہیں ہوتا تو ہمیں معلوم ہو گیا انھیں عذاب نہیں ملے گا۔

ایک سوال، تین جواب

اگر آپ کہیں کہ صاحب مجن وغیرہ نے ان احادیث کو جو اہل فترت کی تعذیب کے بارہ میں آئی ہیں، صحیح قرار دیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا جواب تین طریقوں سے دیا ہے۔

(۱) یہ کہ یہ احادیث ہیں اور قاطع کے معارض نہیں۔

(۲) ان پر عذاب کا کم ہونا ہے اس کا سبب اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(۳) ان احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جو شخص شرائع میں تغیر و تبدل کرے اور ایک گمراہ کن شریعت وضع کرے، اسے کوئی شخص بھی معذور خیال نہیں کرے گا لہٰذا بلا شبہ اہل فترت تین ہی قسم کے لوگوں کو کہتے ہیں۔

اس جواب کے علاہ مزید یہ ہے کہ اہل فترت بھی تین اقسام پر مشتمل ہے اور ان میں پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو نگاہ بصیرت سے ادراک توحید کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان تبدیل شدہ شریعتوں میں سے کسی ایک میں بھی داخل نہیں ہوتے، جیسا کہ جناب قیس بن ساعدہ اور حضرت زید بن عمرو بن نفیل ہیں اور ان

میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو شریعت حقہ جس کے الفاظ قائم ہوتے ہیں، میں داخل ہو جاتے ہیں جیسے جناب تبع حمیری رضی اللہ عنہ اور اُن کی قوم۔

اہل فترت میں سے دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو موجودہ شریعت میں تغیر و تبدیلی کرتے ہیں اور توحید پر قائم رہنے کی بجائے شرک کرتے ہیں۔ اور از خود ایک شریعت بنا کر اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام مقرر کرتے ہیں۔

اس قسم کے اکثر لوگ ہیں جیسا کہ ''عمرو بن لحی'' وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل عرب کے لئے بتوں کی پرستش کی بنیاد ڈالی، اور اپنی طرف سے خود ہی شریعت بنا کر اس خود ساختہ شریعت کے احکام میں ''بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام'' وغیرہ جانور مقرر کیے اور ان کو ذبح کرنے سے منع کر دیا۔

اور عرب کے ایک گروہ نے اس کی بنائی ہوئی شریعت پر اضافہ کر کے جنات اور ملائکہ کی پرستش کی، بیٹوں اور بیٹیوں کو جلایا اور اپنے معبودوں کے لئے گھر بنا کر پردے کھینچ دیئے اور ان کے لئے دربان مقرر کر لئے۔ اس طرح وہ کعبہ کی مشابہت اختیار کرتے جیسے کہ انہوں نے لات، منات اور عزیٰ کے معاملہ میں کیا۔

اہل فترت کی تیسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو نہ مشرک ہوتے ہیں نہ موحد، اور نہ ہی کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوتے ہیں اور نہ نیا دین بناتے ہیں بلکہ ان کی ساری عمر غفلت میں ہی گزر جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں اس قسم کے لوگ بھی پائے جاتے تھے پس جب اہل فترت تین اقسام میں منقسم ہو گئے تو صحیح معنوں میں عذاب دوسری قسم کے لوگوں پر ان کے کفر کی وجہ سے آئے گا اور انھیں معذور قرار نہیں دیا جائے گا۔

اس کے برعکس جو لوگ تیسری قسم کے ہیں فی الحقیقت وہی اہل فترت

ہیں، وہ ہرگز معذب نہیں ہوں گے جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جاچکا ہے۔

اب رہے اہل فترت میں سے پہلی قسم کے لوگ تو ان کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”قیس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل“ ان میں سے ہر ایک کو، ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا اور جناب تبع اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں وہی حکم ہوگا جو ان لوگوں کی بارے میں تھا جنھوں نے اس دین کو قبول کرلیا تھا جب تک کہ ان میں سے کوئی شخص اسلام کا زمانہ نہ پالے جو تمام ادیان کا ناسخ ہے ابی کا بیان یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرا مسلک

انبیاء کرام کے والدین کافر نہیں ہوتے

ساجدین میں پھرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق دوسرا مسلک یہ ہے کہ ان دونوں ''مقدس ہستیوں'' سے صدورِ شرک ثابت نہیں بلکہ وہ اسی دین حنیف پر تھے جو ان دونوں کے جدِ امجد حضرت ابرہیم خلیل علیہ السلام کا دین تھا، جیسا کہ اس دین حنیف پر اہل عرب کا ایک گروہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل وغیرہ ہما کی مثل قائم تھا اور یہ وہ مسلک ہے جس پر ایک گروہ گامزن ہے اور ان میں سے ایک امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں فرمایا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے کہ آزر حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا، اور اس پر متعدد وجوہ سے حجت پکڑی ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء کرام کافر نہیں ہوتے اور اس پر بھی کئی وجوہ سے استدلال کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

الذی یراك حین تقوم ہ وتقلبك فی الساجدین ○

(سورۃ الشعراء، آیت ۲۱۸۔۲۱۹)

ترجمہ: آپ کے قائم ہونے کے وقت ہم آپ کا ساجدین کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے، بریں یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اجداد کرام مسلمان تھے۔

اور یہ امر اس بات کو قطعی طور پر واجب کرتا ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہ تھے بلکہ وہ یعنی آزر آپ کا چچا تھا، زیادہ سے زیادہ اس باب میں یہی کہا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے قول "وتقلبك في الساجدين" کو دیگر وجوہ پر حمل کیا جائے۔

اس بارے میں وارد ہونے والی تمام روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں پائی جاتی پس آیت کو تمام روایات پر حمل کرنا واجب ہوا اور جب یہ بات صحیح قرار پا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بتوں کے پجاری نہیں تھے۔

اس کے بعد امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ہم ہمیشہ طیب وطاہر اصلاب سے طیب وطاہر اور پاکیزہ ارحام میں انتقال فرماتے رہے ہیں، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کے آباء اجداد کرام میں سے ایک شخص بھی شرک میں ملوث نہیں ہوا' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "انما المشركون نجس" یعنی بے شک مشرک تو محض ناپاک ہیں۔

تو اس آیت کریمہ کے مطابق ضروری ہے کہ آپ کے آباء اجداد کرام میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو۔

یہ کلام بلفظہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

پس تیرے لئے اس امام کی امامت وجلالت ہی کافی ہے کیونکہ وہ اپنے

زمانہ میں اہل سنت کے امام تھے اور بدعتیوں کا رد و بطلان کرنے پر قائم تھے اور اپنے زمانہ میں اشاعرہ کے مذہب کے ناصر اور مددگار تھے، اور امور دینیہ کی تجدید واحیاء کے لئے چھٹی صدی کے مجدد اور عظیم عالم کی حیثیت سے مبعوث ہوئے تھے۔

سب سے افضل سب سے بہتر

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک اختیار کیا ہے میں اس کی نصرت کئی امور کی بناء پر کرتا ہوں ان میں سے ایک مستنبط دلیل ہے جو دو مقدموں سے مرکب ہے۔

اول یہ کہ بے شک احادیث صحیحہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اصل اصول سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد محترم سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں۔

اور دوسرا یہ کہ وہ احادیث و آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں جن میں واضح طور پر آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک اور پھر آپ کے عہد مقدس سے لے کر قیامت تک زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہے گی جو دین فطرت پر قائم رہتے ہوئے توحید پرست اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں اور انہی کے دم سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ ان رحمتوں، برکتوں کا نزول ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ موجود نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ اس میں ہے ہلاکت اور بربادی کا شکار ہو جائے۔

جب آپ ان دونوں مقدموں کو ملائیں گے تو ان سے یہ قطعی نتیجہ برآمد ہوگا۔ اور یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آباء الکرام میں سے کوئی ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا، اس لیے یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد کرام اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے

بہتر اور افضل تھے، جب کہ ہر زمانہ کے لوگوں میں ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا فطرت پر ہونا بھی ثابت ہے۔

پس اگر ہر زمانہ میں کچھ لوگ فطرت پر تھے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

اور اگر ان کے غیروں کو فطرت پر قرار دیا جائے تو پھر یہ مشرک تھے۔

تو یہاں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا یقیناً لازم آئے گا۔

اول یہ کہ، مشرک شخص مسلمان سے بہتر اور افضل ہے اور یہ بالا جماع باطل ہے۔

دوم یہ کہ، اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے لوگ حضور سرور انبیاء ﷺ کے آباء اجداد الکرام سے بہتر تھے تو یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے، تو لازم ہوا کہ آباء النبی ﷺ میں سے کوئی ایک شخص بھی مشرک نہیں تھا کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ میں تمام اہل زمین سے بہتر تھے۔

پہلے مقدمہ کی دلائل

(۱) امام بخاری، بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنی نوع انسان میں قرن بعد بہتر زمانوں میں مبعوث ہوتے رہے حتیٰ کہ اس زمانہ میں ہماری بعثت ہوئی۔

(۲) امام بیہقی دلائل النبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ!

جب بھی لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں سے اچھے گروہ میں مجھے رکھا ہے پس میں اپنے والدین سے پیدا ہوا تو مجھے عہد جاہلیت کی کسی چیز سے حصہ نہیں ملا۔ اور ہم نکاح سے پیدا ہوئے ہیں سفاح سے نہیں، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والد مکرم اور والدہ معظمہ رضی اللہ عنہما

تک اس نکاح کا اہتمام قائم رہا پس میں ذاتی طور پر بھی اپنے آباء الکرام کی وجہ سے بھی تم سب لوگوں سے بہتر ہوں۔

(۳) حافظ ابونعیم دلائل النبوت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ کے طریقہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہر کی طرف مصفا ومہذب اور پاکیزہ صورت میں منتقل فرماتا رہا نیز ہر زمانے میں دو گروہ ہوتے، اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ہمیشہ بہتر گروہ مقرر فرما رکھا تھا۔

(۴) امام مسلم اور امام ترمذی، مسلم شریف اور ترمذی شریف میں صحت کیساتھ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اعظم شانہ واتم برہانہ نے حضرت ابرہیم خلیل علیہ السلام کی اولاد پاک سے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا انتخاب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنو ہاشم کو پسند فرمایا اور ہمیں بنو ہاشم سے منتخب فرمایا۔

(۵) حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف السہمی نے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ اس حدیث کو ان لفظوں سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت ابرہیم خلیل علیہ السلام کو چنا اور انہیں خلعت سے سرفراز فرمایا، اور پھر اولاد ابراہیم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند کیا، پھر ان کی اولاد سے "نزار اور مضر" کو منتخب کیا پھر اولاد مضر سے کنانہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا اور پھر ان کنانہ کی اولاد سے قریش کو منتخب فرمایا اور پھر قریش سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور پھر بنو ہاشم سے "بنو عبدالمطلب" کو منتخب فرمایا اور پھر بنو عبدالمطلب سے ہمیں پسند فرمایا۔

(۶) علامہ محب طبری "ذخائر العقبی" میں اور امام ابن سعد طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

تمام عرب میں سے بہتر مضر ہیں اور اولا مضر میں سب سے بہتر بنو عبد مناف ہیں اور بنو عبد مناف میں سب سے بہتر بنو ہاشم ہیں اور بنو ہاشم میں سب سے بہتر بنو عبدالمطلب ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قسم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے لے کر جب بھی بنی آدم دو گروہوں میں تقسیم ہوئے میں ان میں سے بہتر گروہ میں ہوتا تھا۔

(۷) امام طبرانی، امام بیہقی، حافظ ابو نعیم، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تمام مخلوق میں سے بنو آدم کو پسند فرمالیا اور تمام بنو آدم سے "بنو ہاشم" کو چن لیا، چنانچہ ہم بہتر سے بہتر کی طرف منتقل ہوتے رہے۔

(۸) امام ترمذی، ترمذی شریف میں حسن حدیث کی صورت میں اور امام بیہقی دلائل النبوت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے مخلوق بنائی تو ہمیں سب سے بہتر مخلوق میں سے بنایا، پھر جب اس نے قبائل بنائے تو مجھے ان میں سے قبیلہ کے لحاظ سے بہتر مخلوق میں سے بنایا، پھر جب اس نے نفوس کو بنایا تو مجھے ان میں سے نفس کے لحاظ سے بہتر بنایا، پھر جب اس نے گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے والا بنایا پس میں ان سب سے گھرانے اور اپنی ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں۔

(۹) امام طبرانی، امام بیہقی اور حافظ ابو نعیم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلقت کو دو

قسموں میں تقسیم فرمایا اور ہمارے لئے بہترین قسم کو پسند فرمایا پھر اس قسم کی تین قسمیں بنائیں تو ان میں سے بھی بہتر قسم ہمارے لئے مخصوص کی اور پھر اس ایک قسم سے تین قبیلے مقرر فرمائے تو ہمارے لئے بہترین قبیلہ منتخب کیا اور پھر اس قبیلہ میں سے گھروں کا انتخاب کیا ہمارے لئے بہترین گھر پسند کیا۔

(۱۰) ابو علی بن شاذان کی نقل کردہ یہ روایت مسند بزار میں ہے اور علامہ محب طبری نے اسے ''ذخائر العقبیٰ'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ قریش کی کچھ لوگ ''میری پھوپھی جان'' سیدنا صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر کے بیان کرنے لگے۔

ان کے جواب میں سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کا یہ ارشاد سنا تو اہل قریش نے کہا کہ تم درخت اگاتی ہو کھجور یا درخت کوڑا کرکٹ میں اگ آتا ہے

جناب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے قریش کی اس طعن کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا تو آپ غضب ناک ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں منادی کردو، چنانچہ لوگ جمع ہو گئے، تو آپ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر فرمایا، اے لوگو! میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' آپ نے فرمایا میرا نسب بیان کرو لوگوں نے عرض کیا، محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ''صلی اللہ علیہ وسلم'' آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے اصل کو فروتر بیان کرتے ہیں، خدا کی قسم! میں اصل کے لحاظ سے بھی ان سے بہتر ہوں۔

(۱۱) امام حاکم حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ آپ پر عیب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مثال تو اس کھجور کی سی ہے جو کوڑا کرکٹ میں اگ آتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ سنا تو غضب ناک ہوکر فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق فرمایا تو اس کے گروہ بنائے اور میرے لئے ان دونوں میں سے بہترین گروہ مقرر فرمایا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبائل بنائے تو میرے لئے بہترین قبیلہ مقرر فرمایا اور پھر حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے قبیلے کے لحاظ سے بھی بہترین اور گھر کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

(۱۲) امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوت میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ہماری خدمت میں ہمارے ہی متعلق عرض کیا کہ میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو چھان مارا مگر کسی ایک شخص کو بھی حضرت محمد ﷺ سے افضل نہیں پایا اور نہ ہی کسی باپ کے بیٹوں کو بنو ہاشم سے افضل دیکھا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''امالی'' میں فرماتے ہیں کہ اس عبارت کے صفحات پر، صحت کی علامات واضح ہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہی ہے کہ برتری، پسندیدگی اور برگزیدگی منجانب اللہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شرک کے ساتھ افضلیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

دوسرے مقدمہ کے دلائل

(۱) علامہ عبد الرزاق، مصنف عبد الرزاق'' میں معمر، ابن جریج اور ابن مسیب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ ہر زمانے میں زمین پر سات بلند مرتبہ مسلمان ضرور ہوتے ہیں۔

اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ زمین کے اوپر ہے سب تباہ و برباد ہوجائے اس حدیث کی اسناد، شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور اس قسم کی بات اپنی جانب سے نہیں کہی جاسکتی، پس حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

(۲) علامہ ابن منذر نے اپنی تفسیر میں علامہ دبری اور امام عبدالرزاق سے یہی روایت بیان کرتے ہیں کہ شہر بن حوشب نے فرمایا کہ یہ زمین ہرگز باقی نہ رہتی زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے اشخاص موجود رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اہل زمین سے مصیبتوں کو دور رکھتا ہے اوران کے لئے برکتیں پیدا فرماتا ہے۔

مگران کی لئے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے زمانہ کی تخصیص ہے کیونکہ ایک وقت ایسا تھا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے علاوہ دوسرا کوئی مسلمان زمین پر موجود نہیں تھا۔

ہر زمانہ میں زمین پر ولی موجود ہوتے ہیں:

(۳) ابن منذر اپنی تفسیر میں ارشاد خداوندی:

قلنا اهبطوا منها جميعا فاما يا تينكم منى هدى فمن تبع هدى۔

(البقرہ آیت ۳۸)

ترجمہ:۔ ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے ہدایت آئے تو جو ہدائت کا پیرو ہو۔

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ولی رہتے ہیں جب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس کے لئے زمین کو خالی نہیں چھوڑا بلکہ اس پر ہمیشہ اپنے ولیوں کو بھی رکھا جو جانتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(۴) حافظ الحدیث علامہ ابوعمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ، ابن قاسم سے اور وہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ جب تک زمین میں شیطان کے ولی رہیں گے اس وقت تک ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ولی بھی زمین پر رہیں گے۔

(۵) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف ''کتاب الزہد'' میں اور علامہ خلال اپنی کتاب ''کرامات اولیا'' میں بخاری، مسلم کی شرطوں پر صحیح سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کو کبھی خالی نہیں چھوڑا، اور ہر زمانہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سات ایسے خاص بندے ضرور موجود رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اہل زمین پر آنے والی مصیبتوں کو دور فرماتا ہے یہ حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

(۶) علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں روایت نقل کرتے ہیں، کہ زہیر بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین پر ہمیشہ سات یا اس سے زیادہ مسلمان موجود رہتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور اس پر جو کچھ ہے ہلاک اور برباد ہو جائے۔

(۷) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر ہمیشہ چودہ ایسے اشخاص ضرور موجود رہتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور کر دیتا ہے۔

(۸) علامہ خلال اپنی تالیف ''کرامات اولیاء'' میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت زاذان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ایسے بارہ اشخاص سے زمین کبھی خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اہل زمین کو بچائے رکھتا ہے۔

(۹) امام ابن منذر اپنی تفسیر میں آیت کریمہ ''رب جعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی'' کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح کے ساتھ ابن جریج کی روایت نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ دین فطرت پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان تینوں احادیث میں ''من بعد نوح'' یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے زمانہ کی قید لگائی ہے اس لئے کہ حضرت

نوح علیہ السلام سے پہلے سب لوگ ہدایت پر تھے۔

(۱۰) حضرت بزار ''مسند بزار'' میں اور امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اپنی اپنی تفسیر میں اور امام حاکم اپنی تالیف ''المستدرک'' میں صحت کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد گرامی۔ ''کان الناس امتہ واحداۃ'' یعنی وہ لوگ ایک امت تھے۔

کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ اور ان دس صدیوں میں تمام لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن رہے اور پھر جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے کہ لوگ ایک امت تھے پھر ان میں اختلاف پیدا ہوگئے۔

(۱۱) ابویعلی، طبرانی، ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ ''کان الناس امت واحدہ'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگ اسلام پر تھے۔

ابن ابی حاتم آیت کریمہ ''کان الناس امت واحدۃ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کا وقفہ ہے اور وہ سب لوگ راہ ہدایت پر تھے اور شریعت حقہ پر تھے، پھر ان میں اس کے بعد اختلاف پیدا ہوگئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ پہلے رسول ہیں جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل زمین کی طرف بھیجا۔

(۱۲) علامہ ابن سعد ''طبقات ابن سعد'' میں دوسری وجہ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نوح اور حضرت

آدم علیہ السلام کے درمیانی عرصہ میں ہمارے آباء اجداد میں سے تمام لوگ اسلام پر تھے۔

''التنزیل میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا'' رب اغفرلی ولوالی ولمن دخل بیتی مومنا، کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت سام بالاجماع مومن ہیں اور اس پر نص یہ ہے کہ آپ اپنے والد گرامی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والوں میں تھے اور سفینہ نوح پر بیٹھ کر نجات حاصل کرنے والوں میں سوائے مومنوں کے اور کوئی نہ تھا۔

اور قرآن کریم میں ہے کہ ''وجعلنا ذریتہ ھم الباقین'' اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے والوں میں رکھا بلکہ ایک اثر میں آیا ہے کہ سام بن حضرت نوح علیہ السلام نبی تھے اور اس کو ابن عبد الحکم نے تاریخ مصر میں بیان کیا ہے۔

علامہ ابن سعد ''طبقات'' میں، زبیر بن بکار نے ''الموفقیات'' میں اور ابن عساکر نے تاریخ ابن عساکر میں جناب کلبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت سام کے صاحبزادے حضرت ارفخشد کا اسلام صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔

ابن عبد الحکم ''تاریخ مصر'' میں رقمطراز ہیں کہ حضرت ارفخشد نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کی زیارت کی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی تھی کہ!

اللہ تعالیٰ ان کی اولا میں بادشاہت اور نبوت کو جاری فرمائے اور تارح کی پیدائش ارفخشد کے ہاں ہوئی، ایک اثر میں ان کے مومن ہونے کی تصریح بیان کی گئی ہے۔

اور ابن سعد نے، سفیان بن سعید ثوری کے طریق سے ان باپ سے اور ان کے باپ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں میں سب لوگ اسلام پر قائم تھے اور

قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے یہ دعا بیان کی گئی ہے۔

ابن سعد طبقات میں کلبی کے طریق سے ابی صالح کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام سفینہ سے اترے تو ایک قریہ میں تشریف لے گئے اور وہاں کشتی سے اترنے والے ہر شخص کے لئے الگ الگ گھر بنایا اور اس قریہ کا نام ''سوق لثمانین'' عنی اسی بازار رکھا اور بنو قابیل تمام غرق ہو گئے تھی، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک سب آباء اجداد اسلام پر تھے۔

پھر جب ''سوق المثانین'' بستی تنگ ہوگئی تو ان لوگوں نے بابل شہر کی بنیاد ڈالی اور پھر ان کی تعداد مسلسل بڑھنے لگی حتیٰ کہ ان کی تعدا ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ سب اسلام پر تھے اور بابل میں رہائش پذیر تھے کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام ان کا بادشاہ بن گیا اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ بتوں کی پرستش کریں چنانچہ وہ لوگ بت پوجنے لگے یہ الفاظ اس اثر کے ہیں۔

چنانچہ ان جمیع آثار واخبار سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد کرام نمرود کے زمانہ تک قطعی اور یقینی طور پر مومن تھے اور نمرود ہی کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر تھے، تو اگر آزر کو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا والد تسلیم کیا جائے تو وہ سلسلہ نسب سے مستثنیٰ ہوگا اور اگر وہ چچا تھا پھر بغیر استثناء کے رہے۔

اور یہ قول کہ یعنی آزر سیدنا ابرہیم علیہ السلام کا باپ نہیں سلف صالحین کی ایک جماعت سے روایت ہے۔

ابن بی حاتم اپنی تفسیر میں ضعیف سند کے ساتھ آیت کریمہ ''واذقال ابرھیم لابیہ آزر'' کے تحت روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہرگز آزر نہیں تھا

بلکہ ان کا نام تارح تھا۔

ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، بعض صحیح طریقوں سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد نے فرمایا، آزر حضرت ابرہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔

علامہ ابن منذر اپنی تفسیر میں آیت کریمہ "واذقال ابراهيم لابيه آزر" کے تحت صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن جریج کی روایت نقل کرتے ہیں کہ۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہرگز آزر نہیں تھا بلکہ ان کا نام تیرح یا تارح تھا، یعنی ابراہیم بن تارح بن شاروخ بن ناحور بن فالخ آپ کا سلسلہ نسب ہے۔

ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت سدی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے، آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ ان کا نام تارخ ہے اور آپ نے لغت کی رو سے بتایا کہ عربوں کے ہاں "اب" کے لفظ کا عم پر اطلاق کرنا ایک شائع متعارف بات ہے اگر چہ یہ اطلاق بطور مجازی کیا جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ام كنتم شهدا اذ حضر يعقوب الموت اذقال لبنيه ما تعبدون من بعدی قالو النعبد الهك واله آبالك ابراهيم واسمعيل واسحاق۔

(البقرہ ۱۳۲)

اس آیت میں لفظ "اب" کا اطلاق حضرت اسماعیل علیہ السلام پر ہوا ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے، اور یہاں لفظ "اب" کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں۔

ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے "الجد اب" یعنی دادا بھی باپ ہی ہے اور یہ آیت تلاوت

فرماتے تھے۔ قالو انعبد الهك واله آبائك۔

ابن ابی حاتم، مزید ابی عالیہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واله آبائك ابراهيم واسمعيل" تو یہی چچا کو باپ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور محمد بن کعب القرضی کا زیر آیت یہ قول مزید نقل فرمایا کہ ماموں بھی باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے اور اس کی تزئین اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابن امنذر نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ سلیمان بن صرد سے بیان کیا ہے۔

آزر کے لئے مغفرت چھوڑ دی

اور اس بارے میں یہ اقوال سلف صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ہیں، علاوہ ازیں اس حدیث سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جسے ابن المنذر نے صحیح سند کے ساتھ سلیمان بن صُرد سے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جب "نمرودیوں" نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ایندھن جمع کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں جمع کر رہی تھی۔

پس جب وہ لوگ حضرت ابرہیم علیہ السلام کو آگ میں داخل کرنے لگے تو آپ نے فرمایا "حسبی الله ونعم الو کیل" اور جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یا نار کونی براد وسلام ما علی ابراهیم ۔ (سورۃ الانبیا آیت ٦٩)

ترجمہ: اے آگ ابرہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔

پس حضرت ابرہیم علیہ السلام کے چچا آزر نے کہا کہ مجھے اس سے دور لے جاؤ تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ میں سے ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پاؤں پر گرا اور اس کو جلا دیا، اس حدیث میں یقیناً اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔

اور اس میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آزران دنوں ہلاک ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا، اور بے شک اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ نے اسی وقت اس کے لئے استغفار طلب کرنا چھوڑ دیا، اور آثار و احادیث میں آیا کہ جب آپ پر امر ظاہر ہو گیا کہ آزر شرک کی موت مرا ہے تو آپ نے اس کے بعد کبھی اس کے لئے مغفرت طلب نہیں کی۔

ابن ابی حاتم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کے مرنے تک اس کے لئے استغفار طلب کرتے رہے اور جب وہ مر گیا اور آپ پر ظاہر ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ نے اس کے لئے مغفرت نہیں مانگی۔

اپنے والدین کے لئے مغفرت مانگتے رہے

ابن ابی حاتم نے دوسری روایت، محمد بن کعب اور قتادہ اور مجاہد اور حسن وغیرہم سے نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی موت تک اس کے لئے پرامید تھے پس جب وہ شرک پر مر گیا تو آپ نے اس سے اظہار بریت کر دیا، پھر آگ کے واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام کی طرف ہجرت کر گئے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ نص بیان فرمائی ہے، پھر کچھ عرصہ بعد آپ شام سے ہجرت کر کے مصر میں تشریف لے گئے اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے وہاں کے جابر بادشاہ سے ملے تو اس نے حضرت سارہ کی خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو بطور کنیز پیش کیا، پھر آپ وہاں سے شام کی طرف لوٹ آئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہاجرہ اور اس کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ کی طرف لے جاؤ، تو آپ دونوں کو لے کر

مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں آ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دعا کی۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیمو الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ربنا انك تعلم مانخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شی فی الارض ولا فی السماء الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحق ان ربی لسمیع الدعا رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا و تقبل دعاء ربنا غفرلی ولوالدی وللمو منین یوم یقوم الحساب۔

(پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۳۷ تا ۴۱)

ترجمہ! اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں، تو تو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں، اے رب ہمارے تو جانتا ہے ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں، سب خوبیاں اللہ کو جن نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق دیئے، بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے، اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ، اور کچھ میری اولاد کو، اے رب ہمارے اور میری دعا سن لے۔

اے رب ہمارے مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو سب مسلمان کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کی ہلاکت کے طویل عرصہ بعد ان آیات میں ''اپنے والدین کے لئے مغفرت طلب کی ہے تو اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور اس کی مغفرت سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بریت کا ذکر ہے وہ آپ کا چچا ہے حقیقی باپ نہیں، پس اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے اس کے اوپر جو دل میں ڈالتا ہے۔

مکہ معظمہ میں کب آئے:

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ''طبقات'' میں کلبی سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ کی عمر مبارک سینتیں ۳۷ سال تھی، پس آپ حران میں تشریف لائے اور وہاں ایک زمانہ تک قیام فرمایا، پھر آپ اردن میں آ گئے اور وہاں بھی ایک مدت تک قیام پذیر رہے، پھر آپ مصر کو چلے گئے اور وہاں پر بھی عرصہ گزارا اور پھر وہاں سے واپس شام کی طرف لوٹ آئے اور ایلیا و فلسطین کے مابین ''اسع ارضا'' کے مقام پر اترے، پھر وہاں کے بعض شہریوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو آپ ان سے رخ پھیر کر رملہ اور ایلیاء کے درمیان ایک مقام پر ٹھہرے اور ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر مبارک نوے سال تھی۔ پس ان ہر دو آثار حدیث سے پتہ چل جاتا ہے کہ آگ کے واقعہ کے بعد بابل سے ہجرت کرنے اور مکہ معظمہ میں اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کرنے کے درمیان پچاس سال سے بھی زیادہ مدت کا فاصلہ ہے۔

اولاد ابراہیم کا عقیدہ

''اتمام'' پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے توحید پر ہمیشہ قائم رہے، چنانچہ علامہ شہرستانی ''الملل والنحل'' میں فرماتے ہیں کہ دین ابراہیم قائم تھا اور توحید صدر عرب میں ظاہر اور مشہور تھی، اور سب سے پہلے توحید کے علاوہ اصنام (بت پرستی) شروع کرنے والا عمرو بن لحی ہے میں کہتا

ہوں یقیناً یہ حدیث صحیح ہے، بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے اور وہ سب پہلے سوائب کو مقرر کرنے والا تھا۔

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے سیب السوائب اور بتوں کی پرستش شروع کرنے ولا ابوخزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں نے اسے دیکھا کہ وہ آگ میں اپنی آنتیں کھینچ رہا ہے۔

ابن اسحاق نے اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ وہ جہنم کی آگ کے ساتھ اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے۔

اور یہ وہ پہلا شخص ہے جو دین ابرہیم پر نہ تھا اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ وہ پہلا آدمی ہے جو دین اسمٰعیل کے علاوہ دوسرے دین پر تھا یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے اوثان کو نصب کیا اور جانوروں میں بحیرہ، سائبہ، اوصلیہ اور حام مقرر کیئے۔

اور اس کے لئے دوسرے طریق پر بزار نے اپنی مسند صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر تھے اور شیطان لوگوں کو بدعات کی طرف لاکر اسلام سے نکالنے لگا حتیٰ کے ان پر تلبیہ میں نئے الفاظ داخل کر کے یوں بنا دیا۔لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك الا شریك تملکه وما ملك، یعنی حاضر ہوں، یا اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر تیرا وہ شریک ہے جسے تو نے ملکیت دی۔کہا کہ شیطان نے یہ مہم جاری رکھی، یہاں تک کہ انھیں اسلام سے نکال کر شرک کی

طرف لے آیا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الانف'' میں بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن لحی کا وہ زمانہ ہے جب اخزاء نے بیت اللہ شریف پر غلبہ حاصل کیا وہ عربوں کیلئے بدعات کو جنم دیتا مگر بدعت کو شروع سے اخذ کرتا وہ لوگوں کیلئے کھانا تیار کر کے حج کی دنوں میں ان کی دعوت کرتا۔

اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن لحی نے سب سے پہلے حرم میں بت داخل کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت پر ابھارا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تلبیہ اس طرح تھا۔

لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك۔

یہاں تک کہ عمرو بن لحی لوگوں کے درمیان تلبیہ پڑھ رہا تھا کہ شیطان نے ایک بوڑھے کی صورت میں عمرو بن لحی کیساتھ یہ تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا تو عمرو بن لحی نے کہا ''لبيك لا شريك لك'' یعنی میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، شیطان نے بوڑھے کے روپ میں کہا کہ "الاشريك" مگر وہ تیرا شریک ہے، عمرو بن لحی نے اس جملے کا انکار کرتے ہوئے پوچھا، وہ کون ہے جو اس کا شریک ہے؟ شیطان نے کہا ''قل تملكه وما ملك'' یعنی کہو وہ تیرا شریک ہے جس کو تو نے ملکیت دی، اس بات میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ عمرو نے ایسا ہی کہنا شروع کر دیا اور عرب اس کے ساتھ ہو گئے، انتہی۔

حافظ عماد الدین تاریخ ابن کثیر میں فرماتے ہیں کہ تمام عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر الخزاعی مکہ کا متولی ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام کے ہاتھوں بیت اللہ کی تولیت نکل گئی، پس عمر مذکور نے بتوں کی پرستش جاری کر دی اور عرب کے لئے سوائب وغیرہ مقرر

کر کے گمراہی کی شریعت بنائی اور تلبیہ میں، لبیك لا شریك کے بعد الا شریکا ھو لك تملکه وما ملك کے الفاظ زائد کئے پس یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کہا اور اس کیلئے عرب شرک پر کھڑے ہوئے پس انکی قوم نوح اور تمام پہلی امتوں سے مشابہت ہے اور ان میں سے اس دین پر تھے اور بقایا دین ابراہیم پر تھے اور خزاعہ کی تولیت کعبہ کی مدت تین سو سال ہے اور انکی یہ منحوس ولایت حضور نبی اکرم ﷺ کی جدامجد حضرت قصی رضی اللہ عنہ کی آمد تک ہے آپ نے ان سے جنگ کی اور عربوں نے انکے ساتھ لڑائی میں آپ کی مدد کی اور آپ نے انکی تولیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا مگر اس کے بعد عرب ان بدعات سے واپس نہ آئے جو ان کیلئے عمر والخزاعی نے بتوں کی پوجا وغیرہ کی صورت میں جاری کی تھیں۔

پس ثابت ہوا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے آباء اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر عمر و بن لحی مذکور کی تک تمام کے تمام یقیناً مومنین ہیں۔

کلمہ توحید باقی رہا

دوسرا امر جو اس مسلک کی امداد کرتا ہے وہ آیات و آثار ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اس کے پیچھے آنے والوں کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیت جو اس امر کی صراحت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

واذ قال ابراھیم لابیه و قو مه اننی برآء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانه سیھدین وجعلھاکلمه با فی عقبه قیبة لعلھم یرجعون۔

(پ ۲۵، سورہ الزخرف آیت ۲۵ تا ۲۷)

ترجمہ! اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ "چچا" کو اور اس کی قوم کو میں ان چیزوں سے الگ ہوں جسے تم پوجتے ہو مگر جس نے مجھے بنایا وہی مجھے راہ

سو جھائے گا اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں تاکہ وہ رجوع رہیں۔

عبد بن حمید نے تفسیر میں اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ وجعلها كلمة باقية فی عقبه لا اله الا الله ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے باقی رہا۔

اور عبد بن حمید نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے یونس نے ان سے شیبان نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہ اللہ تعالیٰ کا قول، وجعلها كلمة باقية فی عقبه، لا الٰہ الا اللہ اور توحید کی گواہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد آپ کی اولاد میں ہمیشہ باقی رہی۔

اور عبد الرزاق نے معمر سے انھوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد خداوندی ''وجعلها كلمة باقية فی عقبه'' کی تفسیر میں فرمایا ''الاخلاص والتوحید'' جو ہمیشہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں باقی رہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتی اور اس کی عبادت کرتی۔ ابن منذر اسی روایت کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ابن جریج نے آیت کریمہ عقب ابراہیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اولاد ابراہیم میں اس کے بعد یہ بات ہمیشہ باقی رہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فرمایا! اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں تاقیامت ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہیں گے جو دین فطرت پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔

عبد بن حمید اس آیت کی تفسیر میں زہری سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ ''العقب'' مردوں اور عورتوں کی اولاد اور اس اولاد کی مردوں کی اولاد ہے۔

اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرمایا کہ ''العقب'' کا معنی اس کی اولاد اور عصبہ ہے۔

آیت نمبر۲: دعا قبول ہوگئی

دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا وجنبني وبني ان نعبد الاصنام ○ (پ۱۳، سورۃ ابراہیم آیت ۳۵)

ترجمہ! اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر مکہ معظمہ کو امان والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کو پوجنے سے بچا۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے متعلق اپنی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا! اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کیلیے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا پس آپ کی اولاد میں سے اس دعا کے بعد کسی نے بتوں کی پرستش نہیں کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی کہ اس شہر کو امان والا بنادے، اور آپ کے اہل کو پھلوں سے رزق دیا اور آپ کو امام بنایا اور آپ کی اولاد میں سے لوگوں کو نماز پر قائم رکھا۔

اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں وہب بن منبہ سے روایت کی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف اتارا گیا تو آپ پریشان ہوگئے بیت الحرام کے قصہ میں یہ طویل حدیث ذکر کی گئی ہے اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اس کے لئے ایک امت بنائی ہے جو میرے حکم کی فرماں برداری کرے گی اور لوگوں کو میرے راہ پر بلائے گی وہ پسندیدہ اور ہدایت پر گامزن ہوگی۔

اس کے بیٹے اور اس کی ذریت جو بعد میں آئے گی کے حق میں اس کی دعا قبول ہوگی اور وہ ان میں شفیع ہوگا اور ان کے لئے گھر بنائے گا اور وہ اس گھر کے متولی اور مددگار رہوں گے۔

وہ کعبہ کے متولی ہوں گے

یہ حدیث پاک حضرت مجاہد کے اس قول کے موافق ہے جس کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے اور اس میں شک نہیں کہ بیت اللہ شریف کی تولیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر تمام ذریت کے بالعکس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے لئے خصوصیت کے ساتھ مشہور معروف ہے یہاں تک کہ عمرو الخزاعی نے یہ تولیت ان سے چھین لی تو پھر ان میں واپس آ گئی، پس یہ معروف بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد شریف خصوصیت کی ساتھ چنے ہوئے لوگ ہیں اور ان میں ایک کے بعد دوسرے میں نور نبوت منتقل ہوتا رہا۔

اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد "رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی" کے مشار الیھم' میں سے بہتر ہیں۔

اور ابن ابی حاتم نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے پوچھا کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کسی نے بتوں کی پوجا کی ہے فرمایا نہیں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی "واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام" یعنی مجھے اور میرے بیٹوں کی بتوں کی پرستش سے بچا؟ کہا تو اس حکم میں اولاد اسحاق اور ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد کیسے داخل نہیں ہوگی؟ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اس شہر یعنی مکہ معظمہ میں رہائش پذیر تھے، پس فرمایا، اجعل ھذا البلد آمنا یعنی اس شہر کو امان والا بنا، تو اس سے اس دعا میں تمام شہر شامل نہیں ہیں، پس اس میں "واجنبی وبنی ان نعبد الاصنام" آپ کی اولاد کے لئے خاص ہے۔

اور کہا ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك

المحرم ربنا لیقیمو الصلوۃ۔ (ابراہیم آیت ۳۵)

ترجمہ! اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔

تو اس کے اس جواب کی طرف غور کرو جو حضرت سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے اور وہ ائمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں اور ہمارے امام، امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شیخ ہیں۔

آیت نمبر ۳: دین فطرت پر ہوتے تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی۔

ترجمہ! اے میرے رب مجھ کو نماز قائم کرنے والا اور کچھ میری اولاد کو۔

ابن المنذر حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے ارشاد خداوندی، ''رب جعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی'' کے متعلق فرماتے ہیں پس اولاد ابرہیم علیہ السلام سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے۔

آیت نمبر ۴

ابوالشیخ اپنی تفسیر میں حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو فرشتوں نے بشارت دی تو آپ نے فرمایا۔

یاویلتاء الدوانا عجرزوھذابعلی شیخا ان ھذالشئی عجیب۔

(سورۃ ہود آیت ۷۲)

ترجمہ! ہائے خرابی میرے بچہ ہوگا اور میں بوڑھی ہوں اور میرے بوڑھے شوہر ہیں، بے شک یہ تو اچنبے کی بات ہے۔

اس کے جواب میں فرشتوں نے حضرت سارہ کی خدمت میں عرض کیا۔

اتعبجین من امر الله رحمة الله وبرکاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید۔ (سورۃ ہود آیت ۷۳)

فرمایا! تو یہ اس قول ''وجعلها کلمة باقیة فی عقبه'' یعنی میرے پیچھے کلمہ باقی رکھ۔ کی طرح ہے حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کی تمام تر آل طاہرہ اسی نسبت سے عقب ابراہیم میں داخل ہے۔

اور ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ! حضرت عدنان، حضرت معد، حضرت مضر، حضرت خزیمہ اور حضرت اسد رضی اللہ عنہما حضرت ابرہیم علیہ السلام کی ملت پر تھے، لہٰذا ان کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ کیا کرو۔

حضور ﷺ کے جدا مجد کا وسیلہ

ابو جعفر طبری و دیگر مورخین نے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی کی وہ کہ بخت نصیر کی طرف جائیں اور اسے بتائیں کہ میں اسے عربوں پر غلبہ دوں گا اسی اثنا میں حضرت ارمیا علیہ السلام کو معلوم ہوگیا کہ!

مذکورہ بخت نصر عرب پر مسلط ہو رہا ہے، چنانچہ اللہ جل مجدالکریم نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ وہ جناب معد بن عدنان کو سواری پر بٹھا کر اپنے ساتھ رکھیں، تاکہ دشمن سے مقابلہ کے وقت اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے، کیونکہ میں ان کی پشت مبارک سے اپنے اس نبی کریم (ﷺ) کو نکالوں گا وہ خاتم الرسل ہے۔

چنانچہ حضرت ارمیا علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر شام کی طرف آئے پس وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ پرورش

پاتے رہے پھر فتنوں کے سرد ہو جانے کے بعد واپس آ گئے۔

علامہ ابن سعد ''طبقات ابن سعد'' میں عبد اللہ بن خالد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جناب مضر کی شان میں گستاخی نہ کرنا، کیونکہ وہ بلا شک و ریب مسلمان تھے۔

اجداد مصطفےٰ ﷺ کو برا نہ کہو کہ میرا بیٹا نبی ہوگا

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ اس طرح ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو کیونکہ یقیناً یہ دونوں مومن تھے تو میں (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ میں اس حدیث کے سلسلہ سند سے بھی واقف ہوں اور اسے ابو بکر محمد بن خلف بن حیان المعرف وکیع نے کتاب الغرر میں اس طرح نقل کیا ہے۔

اسحاق بن داود، عیسیٰ الروزی، ابو یعقوب شعرانی، سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی، عثمان بن قائد، یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ، اسماعیل ابن محمد بن سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ربیعہ اور مضر کو بُرا نہ کہو یہ دونوں مومن تھے نیز ام لمومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمیم اور ضبہ کو برا نہ کہو کیونکہ یہ دونوں مومن تھے۔

اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سند کے ساتھ نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قس'' کو برا نہ کہو کیونکہ یہ مومن تھے۔

پھر امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ الیاس کو گالی نہ دو کیونکہ وہ مومن تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پشت میں حضور نبی کرام ﷺ کو حج کا تلبیہ پڑھتے سنا کرتے تھے۔

نیز فرمایا کہ حضرت کعب بن لوی پہلے شخص ہیں جنھوں نے سب سے

پہلے یوم العروبہ کو جمع فرمایا اور کہا کہ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے یوم العروبہ کا نام جمعہ رکھا۔ اس روز قریش جمع ہوتے تو آپ انھیں خطاب فرماتے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے بتاتے کہ جان لو کہ وہ میرا بیٹا ہوگا، اور میں تمہیں ان کی اتباع کرنے اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ شعر کہا

یا لیتنی شاہدا فحواہ دعوتہ

اذا قریش تبغی الحق حذلانا

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام ماوردی نے کتاب الاعلام میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ روایت لانے والا:

میں (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس روایت کو حافظ ابونعیم نے بھی ابی مسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی سند سے دلائل النبوت شریف میں نقل فرمایا ہے اور اس کے آخر پر مزید یہ جملہ نقل کیا ہے کہ حضرت کعب کی وفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے مابین پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔

اور یہ روایت نقل کرنے والے علامہ ماوردی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ہمارے آئمہ اصحاب میں سے ایک ہیں اور کتاب ''الحاذی الکبیر'' کے مصنف ہونے کے علاوہ ان کی عظیم تالیف ''اعلام النبوت'' بے شمار فوائد کی حامل ہے، میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں سے کئی روایات عنقریب ہم اس کتاب میں نقل کریں گے اور جو روایات ہم نے نقل کیں ان کا ماحصل یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد مقدس سے لے کر حضرت کعب بن لوی رضی اللہ عنہما تک تمام تر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے اور حضرت کعب

کے صاجزادے جناب مرہ کے بارے میں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین ابراہیم پر ہی تھے اس لئے کہ ان کے والد نے انھیں مومن رہنے کی وصیت فرمائی تھی۔

تین قول:

چنانچہ جناب مرّہ کعب رضی اللہ عنہما اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد میں سے باقی یہ چار بزرگ ہیں، جناب کلاب، قصی، عبدمناف، اور ہاشم رضی اللہ عنہم تو ان کے متعلق میں کسی قسم کی نقل حاصل کرنے مین کامیاب نہیں ہوسکا۔

مگر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے متعلق تین قول ہیں، ایک تو یہ اشبہ قول ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی جیسا کہ بخاری وغیرہ میں روایت آئی ہے۔

دوم یہ کہ آپ توحید پر تھے اور ملت ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہے نیز اس سے قبل حضرت مجاہد اور ابوسفیان بن عینیہ وغیرہما کی وہ تفسیر بیان کی جاچکی ہے جو انھوں نے اس سلسلہ میں آیات قرآنیہ کے تحت کی ہے۔

سوم یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں حضور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لاکر مسلمان ہونے اور پھر اس کے بعد وصال فرماگئے۔

یہ روایت ابن سید الناس نے بیان کی ہے اور یہ پہلے دونوں اقوال سے کمزور اور ساقط ہے اور اس پر نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ ہی یہ روایت کسی ضعیف یا دوسری حدیث میں بیان ہوئی ہے اور نہ ہی یہ ائمہ اہل سنت میں سے کسی کا قول ہے۔

انہوں نے یہ روایت بعض شیعہ حضرات سے بیان کی ہے اس لئے زیادہ مصنفین نے پہلے دونوں قول بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے

اور تیسرے قول کے بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا ہے اس لئے کہ شیعہ کیخلاف بات کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ظاہر تو ہے مگر؟

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الانف'' میں بیان فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوطالب کے انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو وہاں ابوجہل اور ابن ابی امیہ بھی موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان! ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے متعلق اپنی گواہی پیش کرسکو، اسی اثناء میں ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے حضرت ابوطالب کو کہا کہ کیا آپ ملت عبدالمطلب کو چھوڑ رہے ہیں؟ تو جناب ابوطالب نے کہا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا ظاہر طور پر یہی اقتضاء ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات شرک پر ہوئی ہے، مگر میں نے سعودی کتب میں حضرت عبدالمطلب کے متعلق دیکھا ہے کہ آپ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، آپ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کا مشاہدہ کیا تو آپ نے حالت اسلام میں انتقال کیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کے دن توحید پر اٹھایا جائے گا۔ واللہ علم۔

نیز مسند بزاز اور کتاب النسائی میں حضرت عبداللہ ابن عمرو کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا بیٹی! آپ نے انصار کی ایک میت کی تعزیت کی ہے شاید آپ ان کے ساتھ قبرستان گئی ہوں گی جناب سیدہ نے عرض کیا، نہیں ابا جان! ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی!

اگر ان لوگوں کے ساتھ قبرستان میں جاتیں تو آپ اس وقت تک جنت کو نہ دیکھتیں جب تک آپ کے باپ کے دادا اسے نہ دیکھ لیتے۔

اس روایت کو ابو داؤد نے بھی نقل کیا ہے مگر اس میں اس آخری حصہ کا تذکرہ نہیں کیا کہ جب تک آپ کے والد کے دادا جان، جنت کو نہ دیکھ لیتے، اور امام نسائی اپنے دادا کے بجائے، اپنے باپ کے دادا کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں، یہ اس ضعیف حدیث کی تقویت کے لئے ہیں جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں کہ!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی اور والدہ معظمہ کو زندہ فرمایا اور وہ برکت حاصل کرنے کے لئے ''آپ پر ایمان لائے واللہ اعلم''۔

فرمایا ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس بات سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تخویف کا ارادہ فرمایا ہو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول، حق ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لوگوں کے ساتھ قبرستان میں جانا آگ میں ہمیشہ رہنے کو واجب نہیں کرتا۔ اور یہ تمام کلام بلفظ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا قیامت پر ایمان:

اور امام شہرستانی اپنی تصنیف ''الملل والنحل'' میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مقدس حضرت عبدالمطلب ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کی پیشانی کی شکنوں میں نمایاں ہوتا اور اسی نور کی برکت کے طفیل آپکے دل میں بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر کا القاء کیا گیا اور اسی نور مبارک کی برکت سے آپ اپنی اولاد کو ظلم و زیادتی سے منع فرماتے تھے اور انھیں مکارم اخلاق کا درس دیتے اور ذلیل امور سے روکتے تھے۔

اسی نور مصطفےٰ ﷺ کی برکت سے آپ نے اپنی وصیت مبارک میں اپنی اولاد کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ!

ظالم شخص اس وقت تک دنیا سے نہیں جائے گا۔ جب تک اس سے بدلہ نہ لیا جائے گا اور اسے سزا ملے گی، اتفاق کی بات ہے کہ ایک آمی فوت ہو گیا اور اسے کوئی سزا نہ ملی، حضرت عبدالمطلب سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سوچنے کے بعد فرمایا کہ اس گھر کے پیچھے ایک اور گھر ہے جہاں محسن کو اس کے احسان کی جزادی جائے گی اور خطا کار کو اس کی سزادی جائے گی۔

اور یہ اسی نور سرور انبیاء ﷺ کی برکت ہے کہ آپ نے کعبے شریف پر حملہ آور ہونے والے ابرہہ کو فرمایا کہ اس گھر کی حفاظت اس کا رب فرمائے گا۔

اور جو کچھ آپ نے کوہ ابوقبیس کے اوپر چڑھ کر ارشاد فرمایا اس میں سے یہ شعر بھی ہیں:

لاھم ان المرینع، رحلیہ رحالك

لایغلبن صلیبھم، ومحالھم یوم عالك

وانصر علی آل الصیب، وعابدیہ الیوم آلك

علامہ شہرستانی کا کلام ختم ہوا، اب آپ تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جو علامہ ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیت دس اونٹوں کی ہوا کرتی تھی جب کہ حضرت عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنھوں نے جان کے بدلہ میں "سو اونٹوں کی دیت کی سنت جاری کی پھر قریش اور عربوں میں سو اونٹوں کی دیت رواج پذیر ہوگئی اور رسول کریم ﷺ نے بھی اسے قائم رکھا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن خود کو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ذات سے منسوب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

انا النبی لاکذب۔انا ابن عبدالمطلب۔

جن شواہد و دلائل سے امام فخر الدین اور آپ کے موافقین نے اپنی گفتگو کو مضبوط بنایا ہے ان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشا قوی تر ہے کہ خود کو اپنے کفار آباء سے منسوب نہ کرو۔

خود کو اپنے کافر آباء سے منسوب نہ کرو

چنانچہ امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو شخصوں نے خود کو اپنے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں کا بیٹا ہوں، اس کی یہ بات سن کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخص خود کو اپنے آباؤ اجداد سے منسوب کرتے تھے اور ان میں سے ایک شخص تو اپنی نو پشتیں گن جاتا جب کہ دوسرا شخص یہ کہتا کہ میں فلاں بن فلاں بن اسلام ہوں۔

چنانچہ ان دونوں کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے شخص کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تو نے اپنے جن نو عدد باپ، داداؤں سے خود کو منتسب کیا ہے وہ سب کے سب جہنم میں ہیں اور تو ان کا دسواں بھی ان سے منسوب ہونے کی وجہ سے جہنمی ہے اور دوسرے کو فرمایا تو نے جو دو نسبتیں بیان کی ہیں وہ دونوں جنتی ہیں اور تو ان کا تیسرا بھی جنتی ہے۔

امام بیہقی اس ضمن میں دوسری روایت حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کو اپنے نو کافر آباؤ اجداد منسوب کرے گا۔

اور یہ نسبت بیان کر کے اس کا مقصد اپنے آپ کو صاحب عزت وشرف بنانا ہوتو وہ ان کے ساتھ دسواں جہنمی ہوگا۔

تیسری روایت امام بیہقی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! تم اپنے ان آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو جو جاہلیت میں فوت ہوئے مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو کچھ گبریلا اپنی ناک سے لڑھکاتا پھرتا ہے وہ تمہارے جاہلیت میں مرنے والے آباؤ اجداد سے بہتر ہے۔

چوتھی روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو دور کردیا ہے تاکہ وہ لوگ رک جائیں جو ان اشخاص کی وجہ تفاخر سمجھتے ہیں جو جہنم کے کوئلوں میں سے ایک کوئلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی حیثیت ان گبریلوں سے بھی ذلیل تر ہے جو اپنی ناک سے سنڈ اس کی لڑھکاتے ہیں۔

اس مفہوم کی کثیر احادیث موجود ہیں اور اس بارے سب سے واضح مسلم کی وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ!

چار امور ابھی باقی ہیں جنھیں لوگ ترک نہیں کریں گے جن میں سے ایک اپنے آباؤ اجداد یعنی اپنے حسب نسب پر فخر کرنا ہے، تو بے شک یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے معارض ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیں بنی ہاشم سے پسند کیا گیا ہے" تو اس سلسلہ میں حلیمی نے کہا کہ اس فخر سے مراد وہ فخر نہیں ہے کیونکہ اس سے مذکورین کی منازل ومراتب بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ کوئی یہ کہنے والا کہ میرا باپ فقیہ تھا وہ اس بات سے فخر کا اظہار نہیں کر

رہا بلکہ دوسروں سے قطع نظر، اپنے باپ کی حالت بیان کر رہا ہے فرماتے ہیں، کبھی اظہار حال سے مقصد اپنے آپ اور اپنے آباؤ اجداد پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے تاکہ اس کا شکر ادا کیا جائے، یہ بات فخر میں شامل نہیں۔ انتہی

اس کے بعد خاتم حفاظ مصر سیدنا وامامنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قول کہ یا تو اس سے مذکورین کی منازل ومراتب کی تعریف بیان کرنا مراد ہے اور یا اس میں یہ ارشاد ہے کہ اس کی ذات پر اور اس کے آباؤ اجداد پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کیا جائے۔

مشکل یہ ہے:

بہر کیف! علامہ حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ توجیہہ یقینی طور پر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی بات اور اس کی عمومی اجراء کی تقویت کا باعث ہے۔

جیسا کہ یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ "اصطفاء" اسی شخص کا ہوسکتا ہے جو عقیدہ توحید پر ہو، بلاشبہ خصوصیت کے ساتھ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ترجیح دینا نہایت مشکل ہے کیونکہ بخاری کی حدیث اس سے زبردست ٹکراتی ہے اور اگر آدمی اس کی تاویل کرنے لگے تو کوئی قریب کی تاویل نہیں ملتی اور تاویل بعید سے اہل اصول انکار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دلائل کے اس تصادم اور ٹکراؤ کو دیکھا تو حضرت عبدالمطلب کے حق میں اس حدیث کو ترجیح نہ دے سکے اور توقف وسکوت پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا کہ، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ توقف کو اس بارے میں، چوتھا قول شمار کیا جائے، اس حدیث کی تاویل میں میرے خیال میں دو بعید تاویلیں آئی ہیں مگر میں نے انہیں ترک کر دیا ہے۔

مگر جو حدیث نسائی شریف میں بیان کی گئی ہے اس کے لئے قریب کی

تاویل موجود ہے، اور اس تاویل کا دروازہ امام سہیلی نے کھولا ہے مگر اسے پورا نہیں کر سکے۔ صرف اسے حضرت عبداللہ کی جانب ترجیح دینا آسان ہے حالانکہ اس کے ساتھ حدیث مسلم کا زبردست معارض موجود ہے اس کی قریبی تاویل اس لئے آسان ہے کہ اس سے اس کی غایت درجہ وضاحت ہو جاتی ہے اور تاویل کی جانب رجحان کے دلائل قائم ہو جاتے ہیں جس سے نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے۔ واللہ علم۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابوالحسن ماوردی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جسے امام فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے مگر وہ امام رازی کی طرف اسے صراحت سے بیان نہیں کر سکے تاہم آپ اپنی کتاب ''اعلام النبوت'' میں فرماتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور برگزیدہ بندوں کو قیام حق اور ارشاد خلق کے لئے مکلّف فرمایا تو انھیں معزز ترین عناصر اور محکم ترین مواثیق سے منتخب فرمایا۔

تاکہ لوگوں کے قلوب ان کے لئے صاف تر اور موافق تر ہوں، پس لوگ ان کی بات کو قبول کرنے میں تیز اور ان کے اوامر کے مطیع تر ہوں گے۔

آپ ﷺ بزرگ آباؤ اجداد کا خلاصہ ہیں:

اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو پاکیزہ نکاحوں میں خالص فرمایا، اور فواحشات کی آلودگی سے آپ کو محفوظ رکھا اور آپ کو اصلاب طاہرہ سے منزہ ارحام منتقل فرمایا۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما آیت کریمہ ''وتقلبك في الساجدين'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آباؤ الکرام میں ایک کے بعد دوسرے کے طرف پاک صلبوں میں پھرتے رہے حتیٰ کہ آپ نبوت کے ساتھ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ کا نور نبوت آپ

کے آباؤ اجداد میں ظاہر تھا۔ پھر آپ کے والدین کی جانب سے کسی بھائی یا بہن نے آپ کی ولادت کے سلسلہ میں شرک نہیں کیا کیونکہ یہ نسب آپ تک پہنچنے تک انتہائی طور پر مصفّٰی اور پاکیزہ رہا ہے تاکہ یہ اس نسب سے مختص ہو جائے، جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کی غایت اور اس کے تفرد کی وجہ سے نہایت قرار دیا ہے پس اس میں مشارکت و مماثلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا یہی وجہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کا وصال آپ کی چھوٹی عمر میں ہی ہو گیا۔

بلکہ آپ کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال اس وقت ہو گیا جب آپ ابھی اپنی والدہ مکرمہ کے بطن اطہر میں جلوہ افروز تھے جب کہ آپ کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال مبارک کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک صرف چھ سال تھی۔

اور جب تو آپ کے نسب کا حال اور آپ کی پیدائش کی طہارت کی عرفان حاصل کرلے گا تو تجھے پتہ چل جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگ آباؤ اجداد کا خلاصہ ہیں اور آپ کے آباء میں سے کوئی شخص بھی رزیل، مطعون اور متبذل نہیں۔

بلکہ سب کے سب سردار قائد تھے اور شرف نسب اور طہارت مولد نبوت کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔ انتہیٰ: علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بلفظہ ختم ہوا۔

ابو جعفر نحاس رحمۃ اللہ علیہ ''معانی القرآن'' میں آیت مبارکہ ''وتقلبك فی الساجدین،، کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساجدین کی پشتوں میں پھرنا ہے حتیٰ کہ آپ نبی پیدا ہوئے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہی اچھا ارشاد ہے کہ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عظیم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں انتقال

فرماتا رہا اور قرن بعد قرن ان کی اصلاب طاہرہ میں پھرتے پھرتے خیر المرسلین بن کر جلوہ افراز ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے نام کی لاج اور آپ کی کرامت کی خاطر آپ کے بزرگ آباء کی بھی حفاظت فرماتا رہا ہے۔

اور آپ کے آباء اجدا کرام نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد اور والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہما تک سفاح کو ترک کیے رکھا اور انہیں کوئی ایسی چیز نہیں پہنچی جو باعث ننگ وعار ہو۔

شان حضرت آمنہ علیہا السلام:

صاحب قصیدہ بُردہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ رسالت ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں!

یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی رفعت شان کو انبیاء کیسے حاصل کر سکتے ہیں، اے بلندی میں آسمان مرتبت! بلندی میں آسمان بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ انبیاء بلندی میں آپ کی برابری نہیں کر سکتے، آپ کی نورانیت اور بلندی شان ان کے درمیان حائل ہوگئی ہے، انھوں نے تیری صفات کو لوگوں کے سامنے مثالی رنگ میں یوں پیش کیا ہے جیسے پانی میں ستارے مثالی طور پر نظر آتے ہیں۔ آپ تمام افضال واحسانات کے چراغ ہیں اور آپ کے نور سے ہی تمام نور نکلتے ہیں۔ آپ کو خدائے عالم الغیب کی جانب سے علوم کے جواہر عطا کیے گئے ہیں اور انھیں علوم میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے اسماء بھی ہیں۔ وہ ہمیشہ پوشیدگی میں آپ کے لئے امہات اور آباء کا انتخاب فرماتا رہا، کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں رسولوں نے اپنی قوم کو آپ کے متعلق بشارت نہ دی ہو، زمانہ آپ کے وجود پر فخر وناز کرتے رہے اور آپ کے طفیل رفعتوں پر رفعتیں حاصل کرتے رہے اور

اے سیدہ آمنہ! آپ کے وجود باوجود سے ایک کریم انسان، عالم وجد میں آیا ہے جس کے آباء اجداد بھی کریم ہیں، وہ نسب ایسا بلند و برتر ہے کہ جوزاء نے اس کی بلندیوں کو اپنے ستاروں کا ہار بنا کر پہنا دیا ہے، پس اے سیدہ آمنہ علیہا السلام اس فضیلت پر مبارک باد قبول ہو جس سے حضرت حوا کو شرف حاصل ہوا ہے، حضرت حوا کو کون کہے کہ وہ حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حمل میں لے لیتی یا ان سے نفاس والی ہو جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دینے کی وجہ سے حضرت آمنہ علیہا السلام کو جو فخر و فضیلت حاصل ہوا ہے اسے عورتیں حاصل نہیں کرتیں۔ آپ سے قبل کنواری مریم، قوم کے پاس جو بچہ لی کر آئی تھیں آپ اس سے کہیں زیادہ افضل بچہ قوم کے پاس لائی ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پشتوں کی تعداد:

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ابی موسیٰ بن ایوب نصیبی، صمرہ، عثمان بن عطا، حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان انچاس پشتیں ہیں۔

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے متعلق ایک خاص اثر وارد ہے جسے ابونعیم نے دلائل النبوت میں ضعیف سند کے ساتھ امام زہری کے طریق سے بیان کیا ہے جو انھوں نے ام سماعۃ بنت ابورہم اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ میں حضرت آمنہ علیہا السلام کے وصال کے وقت ان کی خدمت میں حاضر تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پانچ سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر کے قریب تھے، جناب سیدہ آمنہ علیہا السلام آپ کے رخ انور کو دیکھے جا رہی تھیں اور اسی عالم حسرت و یاس میں یکھتے ہوئے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے میرے بیٹے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔ آپ

اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو سردار شریف قوم تھے اور جنھوں نے صاحب جود وسخا اور بزرگ و برتر خداوند قدوس کی نصرت وامداد سے نجات حاصل کی، اور جن کی زندگی بچانے کے لئے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی تو ان کے بدلہ میں ایک سو اچھی نسل کے اونٹوں کا فدیہ دیا گیا۔

اے میرے چاند! میں نے خواب میں جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے اگر وہ درست ہے تو آپ خدائے ذوالجلال والاکرام کی طرف سے تمام لوگوں کے لئے نبی بن مبعوث ہونے والے ہیں۔

اور آپ حلت وحرمت کے لئے اسی دین کے ساتھ نبی بن کر مبعوث ہوں گے جو آپ کے جدامجد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا دین تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ بتوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا اور ان قوموں کے ساتھ آپ کی دوستی نہیں ہوگی جو اصنام پرستی کرتی ہیں۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر زندہ کے لیے موت ہے اور ہر بننے والی چیز کو ختم ہونا ہے اور ہر کبیر کے لئے فنا ہے، میں بھی مر رہی ہوں مگر میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس لئے کہ میں اس خیر ہی خیر کو چھوڑ کر جا رہی ہوں جسے میں نے طیب وطاہر اور پاکیزہ جنا ہے، پھر اس کے بعد جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہوگیا تو میں نے آپ کی موت پر جنات کی یہ نوحہ خوانی سنی اور مجھے ان کا یہ نوحہ حفظ ہوگیا۔

فبکی الفتاۃ البرۃ الأمینۃ

ذات الجمال العفۃ الرزینہ

زوجۃ عبداللہ والقرینہ

ام نبی اللہ ذی السکینہ

وصاحب المنبر با المدینہ
صارت لدی حضر تہا رھینہ

ترجمہ: تو ہم روتے ہیں اس پاک باز، امینہ اور نوجوان بی بی! حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی صاحب قرینہ زوجہ مکرمہ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سکون وراحت دینے والی والدہ معظّمہ ہیں۔ آپ ان کی امی جان ہیں: جو مدینہ منورہ میں صاحب منبر ہوں گے، لہٰذا آپ کو خوشی سے سپرد لحد نہیں کیا جا سکتا۔

یہ متذکرہ بالا استدلال قائم کرنے کے بعد خاتم حفاظ مصر سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم سیدہ آمنہ علیہا السلام کے منقولہ بالا کلام کو دیکھ ہی رہے ہو کہ اس میں کس قدر صراحت کے ساتھ اقوام عرب کے اصنام پرستوں کے ساتھ دوستی اور موالات کا انکار موجود ہے اور کتنی وضاحت کے ساتھ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ کے دین کی حقانیت کا اعتراف کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرمائی گئی ہے کہ ان کے لخت جگر صلی اللہ علیہ وسلم اہل عالم کی طرف خدائے ذوالجلال والاکرم کا دین، دین اسلام لے کر مبعوث ہونے والے ہیں۔ اور یہ ایسے کلمات طیبات ہیں جو جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی ذات کے معاذ اللہ مشرکہ ہونے کی قطعی طور پر نفی کر رہے ہیں۔

تمام انبیاء کرام کی مائیں مسلمان تھیں:

پھر میں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ماؤں کے متعلق تحقیق کی ان سب کو مومنہ ہی پایا چنانچہ حضرت اسحاقؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ہارون حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں اور حضرت حواء والدہ حضرت شیث علیہم السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے بلکہ بعض نے ان کے لئے نبوت کا ذکر بھی کیا ہے۔ نیز حضرت ہاجرہ ام اسمٰعیل علیہم السلام اور جناب حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت زکریاؑ حضرت

یحییٰ، حضرت شمویل، حضرت شمعون اور حضرت ذی الکفل علیہم السلام کی ماؤں سلام علیہم الصلوٰۃ علیہن کا اسلام پر ہونا احادیث میں وارد ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ماؤں کا مومنہ ہونا بعض مفسرین کے نزدیک منصوص ہے اور ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسے راجح قرار دیا ہے نیز اس سے پہلے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد بھی نقل کیا جاچکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں حضور کے تمام آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی والد کافر نہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ ایزدی میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن داخل ہوا۔ اسے بھی بخش دے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرمادے جو قیام قیامت تک ہوں گے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن مجید میں خاص طور پر صرف اپنے چچا کے متعلق استغفار کرنے سے معذرت کی ہے' اپنی والدہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مومنہ تھیں۔

امام حاکم المستدرک میں حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما سے صحت کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں۔

اور بنی اسرائیل تمام تر مومنین تھے۔ اور ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

بعثت مبارکہ تک کوئی کافر نہیں تھا۔ مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے کفر کیا اور تمام انبیاء کرام کی مائیں بنی اسرائیل میں سے تھیں اور سب کی سب مومنہ تھیں' اور یہ کہ اکثر انبیائے بنی اسرائیل یا تو انبیاء کرام کی اولاد تھے یا ان کی اولاد کی اولاد تھے اور جیسا کہ مشہور خبروں میں ہے کہ ان کی نبوت انہیں کی ذریت اور نسل میں ہوتی۔ ان کے علاوہ جن دس انبیاء کرام کا اوپر ذکر ہوا ہے ان میں سے حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت کیا جاچکا ہے جب کہ حضرت ہود حضرت صالح' حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی ماؤں کے ایمان کے لئے نقل یا دلیل کی احتیاج ہے' بظاہر تو وہ ایمان دار ہی ہیں جس کا ثبوت انشاء اللہ العزیز پیش کر دیا جائے گا یہی صورت حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی ہے اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ وہ نور نبوت کو دیکھا کرتی تھیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دیکھتی تھیں:

امام احمد بن حنبل' علامہ بزار' علامہ طبرانی' علامہ حاکم اور امام حاکم بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی اپنی تالیفات میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس وقت بھی خاتم النبیین تھا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر مٹی کی صورت میں تھا اور میں تمہیں اس امر کی خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ علیہا السلام کا خواب ہوں جس طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں خواب دیکھا کرتی تھیں۔ میری والدہ نے بھی میرے متعلق خواب دیکھا تھا'

اور بے شک رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے وقت سیدہ آمنہ علیہا السلام نے ایک نور دیکھا جس کی ضیا پاشیوں میں آپ نے شام کے محلات کا مشاہدہ فرمایا اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ علیہا السلام نے دوران حمل اور آپ کی ولادت کے وقت دیگر انبیاء کی ماؤں سے کہیں زیادہ اور عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ کیا' جیسا کہ ہم نے اخبار کو کتاب المعجزات میں بیان کیا ہے۔ اور بعض نے ذکر کیا ہے!

کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی کسی خاتون کا دودھ نہیں پیا جو مشرف بہ اسلام نہ ہوئی ہو اور آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی یہ چار خواتین ہیں۔

۱۔ یہ آپ کی والدہ مکرمہ حضرت آمنہ علیہا السلام۔

۲۔ حضرت جناب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔

۳۔ حضرت جناب ثوبیہ رضی اللہ عنہا۔

۴۔ حضرت جناب ام ایمن رضی اللہ عنہا۔

سوال:

اور اگر تو سوال کرے کہ حضور سرور کائنات احمد مجتبیٰ ﷺ کے والدین الشریفین سیدنا عبداللہ اور سیدتنا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کے متعلق ایسی روایات موجود ہیں، جن میں ان کا معاذ اللہ" کافر اور جہنمی ہونا ثابت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا، کاش مجھے معلوم ہوتا میرے والدین نے کیا کیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ آپ سے اصحاب جحیم کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ حدیث کہ آپ اپنی والدہ مکرمہ کے لئے استغفار فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے سینہ مبارک پر ہاتھ مار کر کہا مشرک فوت ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت نہ فرمائیں۔ اور آپ کو

والدہ مکرمہ کے لئے استغفار کرنے سے منع کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ''نبی اور مومنین کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اور حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ملیکہ کو یہ فرمانا کہ تمھاری ماں جہنم میں ہے تو ان دونوں کو یہ بات گراں گزری تو آپ نے انھیں بلا کر فرمایا، میری ماں بھی تمھاری ماں کے ساتھ ہے'' معاذ اللہ

سب سے بڑا جواب:

یہ منفی روایتیں کرنے کے بعد سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس کا سب سے بڑا جواب تو یہ ہے کہ تمام تر روایات ضعیف ہیں اور ان میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں سوائے مسلم شریف میں آنے والی حدیث کے جس میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہیں ملی، اور یا وہ حدیث جو آپ کے والد گرامی کے متعلق آئی ہے۔ چنانچہ ان ہر دو روایات کا جواب آگے آرہا ہے مگر یہ روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کاش ہمیں اپنے والدین کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے کیا کیا اور اس پر آیت کریمہ نازل ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت سرے سے حدیث کی کسی بھی معتمد کتاب میں موجود ہی نہیں البتہ، بعض تفاسیر میں اس روایت کو منقطع سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے مگر نہ تو اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے حجت پکڑی جاسکتی ہے اگر ہم احادیث واہیہ سے حجت پکڑنے لگیں تو ہم اسکا اس واہی حدیث سے معارضہ کریں گے جسے ابن جوزی نے حضرت علی کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے ہماری خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم کا سلام پہنچایا اور کہا کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محبوب جس صلب سے آپ کا نزول ہوا ہے اور جس بطن مقدس نے آپ کو اٹھایا ہے اور جس آغوش اقدس نے آپ کی کفالت کی ہے ہم ان سب پر جہنم کو حرام کر دیا ہے اگرچہ معارضہ کے باب میں واہی روایت کو واہی روایت کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکتا ہے مگر ہم اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے اور نہ اس سے حجت پکڑتے ہیں پھر یہ سب علم اصول' علم بلاغت اور اسرار بیان کی کئی وجوہ کے باعث بھی مردود ہے۔

اور یہ اس کے ماقبل اور مابعد کی آیات سے ہی صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے' کیونکہ یہ تمام آیات یہودیوں کے حق میں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے' اے بنی اسرائیل تم لوگ میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے ہیں اور میرے وعدہ کو پورا کرو اور میں تمہارے وعدہ کو پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ہی ڈرو (البقرہ: آیت ۴۰)

چنانچہ یہ سب آیات "واذ تبلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات" تک یہودیوں کے حق میں ہیں اور یہ قصہ انہی پر ختم ہوتا ہے اور اس کے درمیان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد "یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم" دو آیات ہیں جن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب جحیم سے مراد کفار اہل کتاب ہیں۔

اور یہ بات صراحت کے ساتھ اس اثر میں موجود ہے جسے عبد بن حمید الفریابی ابن جریر اور ابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں حضرت مجاہد سے بیان کیا ہے۔

کہ سورہ بقرہ کی ابتدائی چالیس آیات میں سے چار آیات مومنین کی تعریف میں ہیں اور تیرہ آیات منافقین کی صفت میں ہیں اور پھر آیت نمبر چالیس سے ایک سو بیس آیت تک بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے حق میں ہیں اس روایت کا اسناد صحیح ہے۔

اور جو چیز اس امر میں مزید مضبوط کرتی ہے وہ یہ ہے کہ سورہ البقرہ مدنی ہے اور اس میں اکثر طور پر یہودیوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

اور مناسبت کے لحاظ سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ جحیم لغت وآثار کی رو سے آگ کے اس طبقہ کا نام ہے جو بہت بڑا ہے

چنانچہ ابن ابی حاتم ابی مالک رضی اللہ عنہ سے اصحاب جحیم' کے تحت روایت نقل کرتے ہیں کہ جحیم آگ کے بہت بڑے اور سخت طبقہ کا نام ہے۔

جحیم ابوجہل کے لئے ہے نہ کہ:

ابن جریر اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ "لها سبعتہ ابواب" کے تحت نقل کرتے ہیں کہ دوزخ کے ان طبقات کے نام یہ ہیں جہنم، نطی، حطمہ، سعید، سقر جحیم، ہاویہ اور فرمایا کہ جہنم کا چھٹا طبقہ یعنی جحیم ابوجہل کے لئے ہے اور اس روایت کا اسناد صحیح ہے ابوجہل اپنے عظیم کفر سخت گناہ' دعوت اسلام سے عناد انحراف اور علم کے بعد انکار کرنے کے باعث اسی مقام کے لائق ہے اس کے بارے میں تخفیف عذاب کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اب جبکہ یہ ظاہر ہے جہنم کا یہ سخت تر طبقہ جحیم اس بڑے سے بڑے کفر کی سزا ہے جو دعوت وتبلیغ کے وقت ابوجہل جیسے معاندین سے سرزد ہوتا تھا اور جب یہ صحیح ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کی وجہ سے تمام اہل نار سے کم تر عذاب حضرت ابوطالب کا ہے۔

اور آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا ادراک کرکے آپ سے حسن سلوک بھی کیا اور طویل عمر پانے کے باوجود اس دعوت کو بظاہر قبول کرنے سے رکے بھی رہے۔ تو پھر تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین "رضی اللہ عنہما" کے جنتی ہونے میں کیوں شک ہے کہ جب انہیں حضرت ابوطالب سے کہیں زیادہ

اپنے بیٹے ﷺ کی قرابت اور محبت حاصل ہے اور ان کے لئے زمانہ فترت کا عذر بھی موجود ہے اور ان کی عمر بھی مختصر ہیں۔ ان شواہد کی موجوادگی میں' ان کے متعلق یہ غلط گمان کہ وہ معاذ اللہ دوزخ کے سخت تر طبقہ جحیم میں ہیں معمولی ساذوق سلیم رکھنے والے شخص کے لئے بھی ناقابل فہم امر ہے۔

نیز وہ حدیث کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے سینہ اطہر پر تھپکی دے کر کہا کہ آپ مشرکہ والدہ کے لئے استغفار نہ کریں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو علامہ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معروف سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اور وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی والدہ مکرمہ کے لے استغفار کرنے سے منع کرنے کے لئے آیت کریمہ "ماکال للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین" نازل ہوئی ہے تو اس کے متعلق بخاری مسلم میں آیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو طالب کے حق میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما کر ان کے لئے استغفار شروع کیا کہ جب تک منع نہ کیا گیا میں آپ کے لئے استغفار کروں گا۔

اور وہ حدیث جس میں آپ نے بنو ملیکہ کو فرمایا کہ میری والدہ بھی تمہاری ماں کے ساتھ جہنم میں ہے معاذ اللہ تو اسے امام حاکم نے المستدرک میں نقل کرتے ہوئے اس کی تصحیح بھی کی ہے اور المستدرک' حدیث کو صحیح قرار دینے میں جس قدر سہل پسند واقع ہوا ہے وہ ایک مشہور بات ہے اور علوم حدیث میں یہ بات طے پاچکی ہے کہ اگر اکیلا صاحب مستدرک کسی حدیث کو صحیح قرار دے گا تو اس کی بات کو قبول نہیں کیا جائے گا پھر علامہ ذہبی جب اس حدیث کو مختصر المستدرک میں لائے ہیں تو آپ نے وہاں حاکم کے قول کو بھی نقل کیا ہے کہ وہ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں، عقبہ کہتے ہیں میں نے کہا قسم بخدا عثمان بن عمیر

کو دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ پس علامہ ذہبی نے اس حدیث کے ضعف کو واضح کیا ہے اور اس پر شرعی حلف بھی اٹھایا ہے' پس جب اس مسئلہ میں صرف ضعیف احادیث ہی پائی جاتی ہیں تو دوسری احادیث پر غور کرنے کا وسیع میدان موجود ہے۔

چوتھا امر جو اس مسلک کو مدد دیتا ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے کچھ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین یعنی دین حنیف پر بھی تھے اور انہوں نے شرک کو ترک کر رکھا تھا اور جب یہ حقیقت موجود ہے تو اس کے لیے کون سا امر مانع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین الشریفین بھی اس مسلک حنیفیہ پر ہی گامزن تھے۔

چنانچہ حافظ ابو الفراج ابن جوزی نے اپنی تصنیف ''التلقیح'' میں لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت ترک کرنے والوں کے یہ نام ہیں۔

ابوبکر صدیق' زید بن عمرو بن نفیل' عبداللہ بن جحش' عثمان الحویرث' ورقہ بن نوفل' رباب بن البرا' اسعد ابو کریب حمیری، قیس بن ساعدہ ایادی ابو قیس بن صرمتہ۔

اور بے شک احادیث میں آیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل ورقہ بن نوفل اور قیس بن ساعدہ دین حنیف پر تھے اور روایت کی ابن اسحاق نے اور حاشیہ میں اس کی اصل کو صحیح کہا گیا ہے کہ حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کی دیوار سے پشت سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا اور وہ کہہ رہے تھے اے گروہ قریش تم میں سے میرے سوا کوئی شخص بھی دین ابراہیم پر نہیں ہوا پھر کہا! اے اللہ اگر مجھے اس طریق عبادت کا علم ہوتا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو میں اس طریق سے تیری عبادت کرتا' لیکن مجھے اس کے متعلق علم نہیں۔

کبتی مومن تھے:

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت اس امر کی تائید کرتی ہے جو مسلک اول کے تحت بیان کیا جا چکا ہے کہ اس وقت کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہ گیا تھا جو دعوت و تبلیغ کا کام کرتا اور دعوت کی حقیقت سے آشنا ہوتا۔

نیز حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوت میں عمرو بن عبسہ سلمٰی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے دور جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے معبودوں سے اعراض کر لیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ یہ معبود باطلہ ہیں اور میری قوم پتھروں کی پرستش کیا کرتی تھی اور امام بیہقی اور حافظ ابو نعیم دونوں نے دلائل النبوت میں امام شعبی کے طریق سے جہنیہ کے ایک بزرگ سے روایت بیان کی ہے کہ عمیر بن حبیب الجہنی نے زمانہ جاہلیت میں شرک ترک کر رکھا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اسلام کا زمانہ پالیا۔

نیز اشاعرہ کے امام شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس سے رضا کے ساتھ رہے اور لوگوں میں اس کلام کے متعلق اختلاف ہے کہ ابو الحسن اشعری نے اس کلام میں کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ ایسی حالت میں رہے کہ وہ مورد غضب نہیں ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ عنقریب ایمان لا کر چنے ہوئے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔

حضرت علامہ شیخ تاج الدین سبکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر اس سے یہ امر مراد ہے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر ہیں اور جو عبارت علامہ اشعری نے حضرت ابوبکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں لکھی ہے تو "بات یہ ہے" اس سے حق تلفی نہیں ہوئی صحیح بات یہ ہے کہ

حضرت صدیق کے متعلق یہ بات کہیں ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ہو، شاید بعثت مصطفیٰ ﷺ سے قبل آپ کی حالت زید بن عمرو بن نفیل اور انکے ساتھیوں جیسی ہو، یہی وجہ ہے کہ دوسرے صحابہ کو چھوڑ کر، خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ امام سبکی قدس سرہ العزیز کا کلام ختم ہوا۔

والدین مصطفیٰ ﷺ دین حنیف پر تھے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہی بات رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے حق میں بھی ہوسکتی ہے کیونکہ ان دونوں میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کفر کا حال ثابت نہیں ہوسکتا ہے کہ ان دونوں کا حال بھی ویسا ہی ہو جیسا حال زید بن عمرو بن نفیل حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے ساتھیوں کا تھا بے شک ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے زمانہ جاہلیت دین حنیف حاصل تھا۔

پس یہ دونوں بعثت سے قبل رسول کریم علیہ تحیۃ والتسلیم کے دوست تھے اور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

پس رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما ان دونوں کی نسبت آپ کی برکت کا زیادہ استحاق رکھتے ہیں نیز اہل جاہلیت کے طریق سے محفوظ رہنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

تو اگر تو یہ کہے کہ ابھی مسلم شریف کی اس حدیث کا جواب دینا باقی ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا آگ میں پھر جب وہ شخص واپس ہونے لگا تو آپ نے بلا کر دوبارہ ارشاد فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں آگ میں ہیں۔

نیز مسلم شریف اور ابو داؤد شریف کی وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ کے لئے مغفرت کی اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت نہ ملی تو اب تم اس عقدہ کا بھی حل بیان کرو۔

جواب یہ ہے:

میں (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ تمہارا یہ سوال سر آنکھوں پر، چنانچہ اس کا جواب یہ ہے میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں' ان لفظوں کے ساتھ اس قول پر راوی متفق نہیں ہیں، اس روایت کو حماد بن سلمہ نے ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور یہ مسلم میں بیان ہونے والی روایت کا ایک طریق ہے' جب کہ اس روایت کو معمر نے بھی ثابت بن انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے' مگر اس میں انہوں نے ہرگز یہ ذکر نہیں کیا' حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں بلکہ اس روایت میں ہے کہ جب تو کسی کافر کی قبر پر سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا' ان الفاظ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کے متعلق قطعی طور پر کوئی بات نہیں پائی جاتی اور رواۃ کے لحاظ سے بھی یہ روایت زیادہ مضبوط ہے اور معمر' حماد سے زیادہ مضبوط ہے اور حماد کے حافظے میں بھی کلام کیا گیا ہے اور اس کی بیان کردہ احادیث میں منکر روایات بھی ہیں محدثین نے بیان کیا ہے کہ حماد کے ایک ربیب (پچھ لگ) نے ان روایات کو اس کی کتب میں گھسیٹر دیا ہے۔

نیز یہ کہ حماد کو حدیث یاد نہیں ہوتی تھی اور وہم کا شکار ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی اور نہ ہی مسلم نے اصول میں اس کی کوئی روایت قبول کی ہے۔ سوائے اس مذکورہ بالا حدیث کے جو اس نے حضرت ثابت بن انس سے روایت کی ہے۔

اور امام حاکم نے اپنی تصنیف المدخل میں بیان کیا ہے کہ مسلم نے حماد سے اصول میں کوئی روایت نقل نہیں کی سوائے حضرت ثابت بن انس کی روایت کے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

الشواہد میں ایک گروہ کی طرف سے اس روایات کو بیان کیا گیا ہے

اس کے برعکس معمر کے حافظہ میں کسی کا کلام نہیں اور نہ ہی اس کی بیان کردہ حدیث میں سے کسی چیز کو غیر مانوس سمجھا گیا ہے اور اس کی تخریج پر بخاری مسلم دونوں ہی متفق ہیں۔ اور اس کی بیان کردہ حدیث کے الفاظ بھی پائیدار ہوتے ہیں۔

پھر ہمیں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ملی ہے جس میں جناب معمر کی روایت کی مانند الفاظ پائے جاتے ہیں جو اس نے حضرت ثابت اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

بزار، طبرانی، بیہقی، ابراہیم بن سعد کے طریق پر زہری سے وہ عامر بن سعد سے اور وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں اس نے پھر سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب بھی تو کسی کافر کی قبر سے گزرتے تو اسے آگ کی وعید سنانا؟

یہ اسناد، شیخین کی شرط پر ہے پس ان الفاظ پر اعتماد اور اس کا دوسروں پر تقدم متعین ہو گیا۔

دوسری روایات پر یہ روایت مقدم ہے، نیز طبرانی اور بیہقی کی بیان کردہ اس روایت کے آخر پر یہ جملہ زائد ہے کہ پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا تو پھر کہنے لگا

کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مشقت میں ڈال دیا ہے کہ جب بھی تو کسی کافر کی قبر کی پاس سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا!

ابن ماجہ میں ابراہیم بن سعد کے طریق پر مروی ہے کہ سالم اپنے باپ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا وہ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آگ میں ہے۔ اسے اس بات کے سننے سے غم محسوس ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ آپ کا باپ کہاں ہے؟ تو رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب تو کسی مشرک کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا، روای کہتا ہے کہ اعرابی نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مشقت میں ڈال دیا ہے کہ جب تو کسی کافر کی قبر کی پاس سے گزرے تو اسے آگ کی وعید سنانا۔

راوی کا تصرف:

بلاشبہ اس اضافہ نے وضاحت کردی ہے کہ یہ عمومی الفاظ جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے، اعرابی نے انھیں ایک ایسا حکم تصور کیا جو قبول اسلام کے بعد بھی پابندی کا مقتضی ہے اور اس کی پابندی کے بغیر اسے کوئی چارا نظر نہیں آیا اور اگر پہلے الفاظ کے ساتھ جواب دیا جائے تو اس میں قطعاً کسی چیز کا حکم نہیں پایا جاتا، البتہ پہلے جملہ میں راوی کا تصرف معلوم ہوتا ہے جو اس نے اپنے فہم کے مطابق روائت بالمعنیٰ کی صورت میں کیا اور اس قبیل کی روایات بخاری، مسلم کی دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسملہ کی قرات کی نفی میں آئی ہے زیادہ پائیدار ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعلیل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ''بسملہ'' کے سماع کی نفی میں ایک اور طریق سے بھی آئی ہے لیکن راوی نے نفی سماع کو نفی قرات سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق اس کی روایت بالمعنیٰ

بیان کردی اور اس کے بیان میں خطا کا ارتکاب کیا۔

مسلم کا جواب مسلم سے:

اور ہم اس مقام پر حضور رسالت مآب ﷺ کے والد گرامی'' کے متعلق آنے والی مسلم کی حدیث کے جواب میں وہ نظیر پیش کریں گی جو ہمارے امام، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بسملہ کی قرأت کی نفی میں مسلم میں آنے والی اس حدیث کے جواب میں پیش کر رکھی ہے۔

پھر اگر پہلے الفاظ پر راویوں کا اتفاق فرض کرلیا جائے تو وہ پہلے دلائل کے معارض ہوگا اور جب دوسرے دلائل صحیح حدیث کے معارض ہوں تو حدیث ان سے ارجح ہوجاتی ہی اور اس کا تاویل کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

اور دلائل کو حدیث پر مقدم کرنا علم اصول کا قاعدہ ہے اور اس آخری جواب سے اس حدیث کا جواب دیا جائے گا جس میں حضور رسالت مآب ﷺ کو اپنی والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہا کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملنے کا ذکر ہے حالانکہ یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں اس امر کا بھی ادعا ہو کہ یہ صورت ہمیشہ لازم نہیں رہے گی اور اس کی لیل یہ ہے کہ آغاز اسلام میں مقروض مسلمان پر نماز پڑھنا منع تھا ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا پر کفر کے سوا دیگر قسم کے تاوان ہوں جن کی وجہ سے ان کے استغفار سے منع کیا گیا ہو۔

اور پہلا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! بیٹھ جاؤ اور فی الجملہ یہ بھی ایک تاویل ہے کہ سائل نے حضور سرور کائنات ﷺ کے والد گرامی کے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا مگر اس نے حسن ادب کے پیش نظر سوال پوچھنے سے پہلوتہی کی۔

حاکم نے المستدرک میں لقیط بن عامر سے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ وہ نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق کے ہمراہ حضور رحمت عالم ﷺ کی خدمت

مین حاضر ہوئے اور انھوں نے بیان کیا کہ ہم رجب المرجب کا مہینہ گزرنے کے بعد مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں، پہنچے اور فجر کی نماز حضور رسالت مآب علیہ التحیات والتسیمات کی ساتھ پڑھی اور بعد نماز آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر خطاب فرمایا اور یہ حدیث بھی ارشاد فرمائی، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے جو شخص دور جاہلیت میں فوت ہوا، کیا اسے بھی کوئی بھلائی پہنچے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے قبل، ایک معزز قریشی نے مجھے کہا کہ تیرا باپ المنتفق آگ میں ہے۔ اس نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے میرے باپ کے متعلق یہ بات کی تو میرے چہرے کی جلد اور گوشت کے درمیان ایک تپش سی محسوس ہوئی اور میں نے خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کہاں ہیں؟ پھر میں نے غور کیا تو مجھے یہ بات زیادہ بہتر معلوم ہوئی اور میں نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل کہا ہیں؟

آپ نے میری بات کے جواب میں ارشا فرمایا کہ جب تو کسی قریشی یا عامری مشرک کی قبر پر جائے تو اسے کہنا کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے پاس بھیجا ہے اور اسے وہ وعید سنا دینا جس سے تجھے تکلیف پہنچی ہے۔ اس روایت میں کوئی اشکال موجود نہیں اور یہ روایت اس قسم کی تمام روایات سے زیادہ واضح ہے۔

دوسری تقریر!

اس بات سے کون سا امر مانع ہے کہ سائل نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی پوچھا ہو کہ آپ کے باپ کہاں ہے؟ اور حضرت انس کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ''ان ابی'' آیا ہے تو اگر ''بالفرض محال'' یہ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے مراد آپ کے چچا ابو طالب ہوں گے نہ کہ آپکے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اس جگہ دو باتیں اس حدیث کی تزئین کرتی ہیں، اول یہ کہ اس

حدیث کا اطلاق آپ کے زمانے میں بھی حضرت ابو طالب کے بارے میں ظاہر و باہر تھا یہی وجہ ہے کہ کفار حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنے بیٹے سے کہہ دیجئے کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آ جائے اور ایک مرتبہ حضرت ابو طالب نے کفار کا یہ پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا بھی تھا۔ اور ایک بار حضرت ابوطالب کو کفار مکہ نے یہ پیش کش کی کہ تم اپنا بیٹا ہمیں دے دو تا کہ ہم اسے ''معاذ اللہ'' قتل کر دیں اور اس کی جگہ تم اس لڑکے کو لے لو تو حضرت ابو طالب نے انھیں فرمایا تھا کیا خوب! ہیں تمہیں اپنا بیٹا صلی اللہ علیہ وسلم دے دوں کہ تم اسے قتل کر دو اور میں اس کی جگہ تمھارے بیٹے کو لے کر اس کی پرورش کروں۔

نیز یہ کہ جب حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ شام کے سفر کو تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی تو اس نے حضرت ابو طالب سے پوچھا کہ ''اس صاجزادے صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا کیا رشتہ ہے تو حضرت ابوطالب نے جواب میں فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے صلی اللہ علیہ وسلم تو بحیرا راہب نے کہا کہ اس بچے کا باپ زندہ نہ ہونا چاہیے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی حضرت ابو طالب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کے نام سے پکارے جاتے تھے اور یہ بات ان کے شائع و متعارف تھی کیونکہ آپ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، پرورش کنندہ، محافظ و مددگار اور بچپن ہی سے کفالت فرمانے والے تھے پس ان کے بارے میں سوال کرنے کا گمان ہوسکتا ہے

اور دوسرا امر یہ ہے کہ اس حدیث کی مشابہ میں حضرت ابوطالب کا ذکر ایک واقعہ کے ضمن میں آیا ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ترغیب دیتے ہیں کہ صلہ رحمی کی جائے، ہمسایوں سے اچھا سلوک کیا جائے یتیموں کی پرورش کی جائے، مہمان نوازی کی جائے اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے اور یہ سب امور ''میرا باپ'' ہشام بن مغیرہ بجالاتا تھا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا اس کے متعلق کیا گمان ہے؟

حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہر وہ قبر جس کے مکین نے لاالہٰ الااللہ کی گواہی نہیں دی وہ قبر آگ کا انگارہ ہے اور میں نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو آگ کے سمندر میں تیرتے دیکھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ساتھ ان کے تعلق اور حسن سلوک کی وجہ سے انھیں وہاں سے نکال کر ان کے لئے وہ جگہ مقرر کردی جہاں ان کے ٹخنوں تک آگ کے شعلے پہنچتے ہیں۔

ایک گروہ کو ان سب جوابات سے طمانیت وتسکین حاصل ہوئی ہے اور ان دونوں یعنی آپ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں آنے والی احادیث کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکی ہیں جیسا کہ انھوں نے ان احادیث کا جواب دیا ہے جن میں ہے مشرکین کے بچے آگ میں ہیں اور ان کا ناسخ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد بتایا ہے کہ، ''ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ'' ۔الآیۃ

اور حضور رسالت مآب ﷺ کے ابوین کریمین کا ناسخ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان مقدس ہے کہ، وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ الآیۃ

''کسی قوم کو اس وقت تک معذب نہیں کرتے جب تک اس میں اپنے رسول نہ بھیجیں''

اور یہ بھی ایک پرلطف بات ہے کہ فریقین کے بارے میں دونوں جملے ایک ہی آیت میں اکٹھے اور نظم کلام میں متعاطف ومتناسق آئے ہیں نیز یہ ایک مختصر اور مفید جواب ہے جو تمام جوابات سے مستغنی کردیتا ہے، مگر یہ جواب دیگر

مسالک کی بجائے مسلک اول کے مطابق ہوگا جیسا کہ یہ واضح ہے اس لئے ہم نے مسلک ثانی کے جوابات لکھنے میں اس سے حجت پکڑی ہے۔

تتمہ!

بے شک بخاری کی حدیث میں ثابت ہے کہ اہل نار میں سب سے کم تر عذاب حضرت ابو طالب کا ہے اور وہ آگ میں مقام ضحضاح پر ہیں جہاں ان کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں جن کی وجہ سے ان کا دماغ کھولتا ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے والدین کریمین ہرگز آگ میں نہیں ہیں اور اگر وہ معاذ اللہ آگ میں ہوتے تو یقیناً ان کا عذاب حضرت ابو طالب سے بھی کم ہوتا کیونکہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی زیادہ قربت نصیب ہے اور ان کے لئے واضح ترین عذر موجود ہے کہ انھوں نے بعثت مصطفیٰ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان دونوں پر اسلام پیش کیا گیا ہے کہ وہ بخلاف حضرت ابو طالب کے اسے قبول کرنے سے رک گئے ہوں۔ بے شک صادق ومصدق حضور رسالت مآب ﷺ نے خبر دی ہے کہ حضرت ابو طالب کا عذاب سب اہل نار سے کم تر ہے۔ لہٰذا یقینی امر ہے کہ سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین آگ میں نہیں ہیں اور اہل اصول کے نزدیک اس کا نام دلالۃ الاشارہ ہے۔

فائدہ از مترجم:

حضور سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین طیبین وطاہرین کی طرح آپ ﷺ کے عم محترم ومکرم حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ایمان اور عدم ایمان میں اختلاف روایات موجود ہے میں نے سالہا سال کی سعی وجہد کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ کے جان نثار چچا اور امیر المومنین شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی حضرت ابو طالب کے ایمان کے اثبات میں بارہ صد

صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں ضخیم کتاب مسمی بہ ''عیون المطالب فی اثبات ایمان ابی طالب'' لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے جو شائع ہو چکی ہے اس کتاب کے مطالعہ سے آپ پر ان تمام روایات کی حقیقت واضح ہو جائیگی جو حضرت ابو طالب کے عدم ایمان پر پیش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ توحید پر ہونا قطعی طور پر ثابت ہوجاتا ہے۔ جبکہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس امر کے مقر ہیں کہ حضرت ابو طالب کا یہ کہنا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں۔

حضرت عبدالمطلب کے عقیدہ توحید کے خلاف وہ زبردست شہادت ہے جس کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ (مترجم)

میدان جدل:

اس زمانہ میں اکثر لوگ جدل ومناظرہ میں الجھے ہوئے ہیں' خاص طور پر زیر بحث مسئلہ میں اکثر لوگ معروف مجادلہ ہیں حالانکہ وہ طریق استدلال سے ہی ناواقف ہیں تو ان کے ساتھ کلام کرنا ضیاع محض ہے۔

مگر میرا طریق بحث یہ ہے کہ میں مجادلہ کرنے والے کے متعلق غور وفکر کرتا ہوں اور اس سے اس طریقہ پر بحث کرتا ہوں جو اس کے ذہن کے قریب ہوتا ہے۔

چونکہ کثرت ایسے لوگوں کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا معاذ اللہ جہنمی ہونا صحیح مسلم سے ثابت ہے تو اس کے خلاف کیوں کہا جاتا ہے۔

تو اس کا جواب اس طرح ہے کہ اگر ایسی بات کرنے والا ہمارے مذہب یعنی شافعی المذہب ہونے سے متعلق ہے تو اس کے لئے میں کہتا ہوں کہ۔ کہ صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ''بسم اللہ

الرحمٰن الرحیم'' نہیں پڑھی اور تم بغیر بسملہ کے نماز کو درست قرار نہیں دیتے۔

نیز بخاری' مسلم میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم امام مقرر کر کے مقتدی بن جاؤ تو اس کے ساتھ ہرگز اختلاف نہ کرو۔ بلکہ جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جس وقت وہ ''سمع الله لمن حمد'' کہے تو تم ''ربنا لك الحمد'' کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

مگر جب امام ''سمع الله لمن حمد'' کہتا ہے تو تم بجائے ''ربنالك الحمد'' کہنے کے امام کی طرح ہی ''سمع الله لمن حمده'' کہتے ہو اور جب امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو تم کھڑے ہونے پر قادر ہونے کی وجہ سے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہو۔ اور ''صلی جالسسا فصلو اجلو سا اجـمـعـون'' سے مخالف کرتے ہوئے اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز نہیں پڑھتے' اور بخاری مسلم میں حدیث تیمّم میں ثابت ہے کہ بے شک تمہارے لئے تیمّم میں دونوں ہاتھوں کی ایک ضرب کافی ہے۔

اور پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر اور دونوں ہتھیلیوں کی بیرونی جانب اور چہرے پر پھیرا اگر تم اس کے برعکس تیمّم کے لئے ایک ضرب کو ناکافی سمجھتے ہو اور اس کے ساتھ کہنیوں تک مسح نہیں کرتے۔

اور نہ ٹخنوں تک مسح کو کافی سمجھتے ہو پس آپ ان احادیث کی کیسے مخالفت کرتے ہیں جو صحیحین سے ثابت ہیں یا ان دونوں میں سے کسی ایک صحیح میں پائی جاتی ہیں۔

پس جس شخص کو علم کی ہوا بھی لگی ہے اس کے لئے یہ کہنا ضروری ہے کہ ان احادیث کے معارض مجھے دلائل مل گئے ہیں اس لئے میں نے انہیں مقدم کیا ہے۔

تو میں اسے کہتا ہوں کہ یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے اور اس پر اسی طریقہ سے حجت قائم کی جاسکتی ہے پس یہ طریق اسے اور اس کے ہم نواؤں کو ملزم کرنے والا ہے۔

اگر مالکی ہے:

اور اگر مناظر مالکی المذہب ہو تو میں اسے کہتا ہوں کہ۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب تک خرید وفروخت کرنے والے الگ الگ نہ ہو جائیں تو انہیں اختیار ہے۔

مگر آپ خیار مجلس کا اثبات نہیں کرتے۔

اور مسلم شریف سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور پورے سر کا مسح نہیں فرمایا تو آپ جواب میں یہی کہیں گے کہ اس کے معارض دلائل کو میں نے مقدم کیا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ ہمارا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

اگر حنفی ہے:

اور اگر جھگڑا کرنے والا شخص حنفی المذہب ہے تو ہم اس کے لئے یہ کہیں گے کہ! (۱) بے شک صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں ایک دفعہ منہ ڈالدے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہیے مگر کتے کی اس نجاست کو دور کرنے کے لئے آپ اس شرط کو قائم نہیں رکھتے۔

(۲) اور بلاشبہ بخاری مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے نماز نہیں ہوتی مگر آپ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(۳) اور بخاری مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ!

تو سیدھا کھڑا ہو جائے مگر آپ اطمینان کے ساتھ سیدھے ہوئے بغیر نماز کو درست خیال کرتے تھے۔

(۴) اور حدیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جب پانی دوقلوں یعنی بارہ سو رطل کے برابر ہو جائے تو وہ نجاست کو برداشت نہیں کرسکتا۔

مگر آپ پانی کی اس مقدار کو طہارت کے لئے معتبر نہیں سمجھتے۔

(۵) اور بخاری مسلم کی حدیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر غلام کی بیع کی ہے اور آپ لوگ مدبر کی بیع کے قائل نہیں۔

تو بتائیے کہ آپ ان صحیح احادیث کی مخالفت کیسے کرتے ہیں۔

وہ جواب دیتا ہے کہ اس کے معارض دلائل مجھے مل گئے تھے اور میں نے انہیں ان احادیث پر مقدم کرلیا ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ ہمارا یہ استدلال بھی اسی کی مثل ہے۔

اگر حنبلی ہے:

(۱) اور اگر جھگڑا کرنے والا شخص حنبلی المسلک ہے تو ہم اسے کہیں کہ بے شک بخاری اور مسلم میں ثابت ہے کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا انکار کیا۔

(۲) اور بخای مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان شریف سے ایک یا دو روز پہلے روزہ نہ رکھو۔

مگر تم کہتے ہو کہ شک کے دن روزہ رکھا جاسکتا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اب آپ فرمائیں کہ بخاری مسلم کی احادیث سے آپ کی یہ مخالفت کیسی ہے؟

تو آپ جواب دیں گے کہ اس کے معارض دوسرے دلائل مل گئے تھے اس لئے میں نے انہیں اس حدیث پر مقدم کرلیا ہے۔

لہٰذا ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے ایمان کے خلاف

آنے والی احادیث پر اسی طریقہ سے استدلال قائم کرتے ہیں۔

بات کرنے کا سلیقہ ہے:

خاتم حفاظ مصر سیدنا امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ اسکے بعد فرماتے ہیں کہ:

میں نے جو امور بیان کئے ہیں عصر حاضر کے لوگوں کے اذہان کے قریب تر ہیں اور اگر کوئی مناظر ان لوگوں میں سے ہے جو کتابت حدیث کرتے ہیں اور علم فقہ اس کے پاس نہیں تو اسے کہا جائے گا کہ پہلے لوگوں کا قول ہے کہ!

وہ محدث جو فقہ سے بے بہرہ ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ وہ عطار جس کی دکان سے ادویات تو مل جاتی ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ دوائیں کس کام آتی ہیں۔

اور وہ فقیہ جو علم حدیث سے ناواقف ہے ایسا ہے جیسے کوئی شخص طبیب تو ہے اور جانتا ہے کہ فلاں دوا کارگر ہوگی مگر عطار نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پاس ادویات ہی موجود نہیں۔

مگر بحمد اللہ تعالیٰ میرے پاس حدیث، فقہ، اصول، تمام آلات عربیہ، معانی، بیان سب چیزیں جمع ہیں۔

اس کے علاوہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ بھی آتا ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھے کیسے استدلال کرنا چاہئے اور کیسے ترجیح دینی چاہیے۔

مگر اے مجھ سے مخالفت کرنے والے بھائی! اللہ تجھے توفیق عطا فرمائے یہ تیرے بس کا روگ نہیں ہے کیونکہ تو فقہ اصول' آلات عربیہ اور حدیث کے متعلق کلام کرنے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور حدیث سے استدلال کرنا' آسان کام نہیں اور جو شخص ان علوم کا جامع نہ ہو اس کے لئے اس بارے میں گفتگو کا اقدام کرنا جائز نہیں ہوگا اور جب تم سے کسی حدیث کے متعلق پوچھا جائے تو اتنا

ہی کہہ دیا کرو کہ یہ حدیث کتب میں آئی ہے یا نہیں آئی اور حفاظ حدیث نے اسے صحیح حسن یا ضعیف قرار دیا ہے مگر تمہارے لئے فتویٰ دینا اس وقت جائز ہوگا جب تم اس مقام کو حاصل کرلو گے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ کام ان لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو اس کے اہل ہیں۔

بزرگی کو وہ کھجور نہ سمجھ لے جو تو کھا رہا ہے تو "ایلوا" کھائے بغیر بزرگی کو ہرگز حاصل نہیں کرسکتا۔

چاروں مذاہب کیلئے:

پھر ایک اور بات بھی ہے جو میں ایک مذاہب اربعہ کے سب مقلدین سے کہنا چاہتا ہوں کہ مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت کے ابتدائی دور میں، تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، چنانچہ میں طالب علم سے کہتا ہوں کہ کیا تم بھی اس حدیث کے مقتضیٰ کے مطابق فتویٰ دیتے ہو کہ جو شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دے اسے فقط ایک ہی طلاق ہوتی ہے؟ اگر وہ جواب دے کہ ہاں اسے ایک ہی طلاق ہوتی ہے تو میں اس سے اعراض کرلیتا ہوں اور اگر وہ جواب دے کہ نہیں تین طلاقیں ہوتی ہیں تو میں اسے کہوں گا کہ تو صحیح مسلم کی حدیث کی کیسے مخالفت کرتا ہے؟ اور اگر وہ کہے کہ اس حدیث کے معارض احادیث بھی موجود ہیں تو میں اسے کہوں گا کہ اس معاملہ کو بھی اس جیسا ہی سمجھ لو، اس تمام سیاق کا مقصود یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ہر حدیث کے معارض حدیث موجود ہونے کی وجہ سے اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

تیسرا مسلک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زندہ ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس مسلک کی طرف حفاظ محدثین کے طائفہ کثیرہ کا میلان پایا جاتا ہے جن میں ابن شاہین، حافظ ابوبکر خطیب بغدادی، امام سہیلی، امام قرطبی، محب طبری اور علامہ ناصر الدین دمشقی وغیرہ رحمہم اللہ اجمعین شامل ہیں۔

ان حضرات نے اس مسلک کا استدلال اس روایت سے کیا ہے جسے علامہ ابن شاہین نے "الناسخ والمنسوخ" میں حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق" میں، امام دارقطنی اور ابن عساکر نے "غرائب مالک" میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے، آپ فرماتی ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ آخری حج کیا اور آپ حجون کی گھاٹی سے نہایت غمزدہ حالت میں تشریف لا کر میرے پاس سے گزرے اور پھر آپ نیچے اتر کر طویل عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہے اور پھر جب آپ وہاں سے لوٹ کر میرے پاس تشریف لائے تو آپ نہایت شادمان وشگفتہ خاطر تھے اور آپ کے ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔

میں نے آپ سے اس خوشی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے ان کو زندہ کرنے کی دعا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں زندہ فرمادیا اور وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس بلا لیا۔

یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں:

اس حدیث پاک کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ بعض نے اسے موضوع بھی کہا لیکن درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔

میں نے اس امر کی وضاحت کے لئے ایک جز علیحدہ تالیف کر رکھی ہے اور امام سہیلی نے "الروض الانف" میں اسے ایک سند سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس روایت میں دو راوی غیر معروف ہیں' ان کی روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کے حضور میں دعا کی کہ میرے والدین کو زندہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان کو زندہ فرما دیا اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دے دی۔

خدا کی قدرت:

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے اور اس کی رحمت وقدرت کسی امر میں درماندہ اور کمزور نہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جس بزرگی اور خصوصیت سے چاہے نوازے۔

اور حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنے والی حدیث کا نہی عن الاستغفار والی حدیث سے کوئی تعارض نہیں اور اس کی دلیل ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ وہ حدیث ہے جس میں حجۃ الوداع کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ ابن شاہین نے اس حدیث کو دوسری حدیث کا ناسخ قرار دیا ہے۔

حضور کے لئے احیائے موتی:

علامہ ناصر الدین منیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب "المقتفی فی شرف المصطفیٰ" میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کے لئے مردوں کو زندہ کیا گیا اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کی مثل ونظیر ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے مزید وضاحت سے فرمایا؟ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کفار کے لئے استغفار سے منع فرمایا گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، میرے والدین کو زندہ کیا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر آپ کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور حالت ایمان میں فوت ہوئے۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل آپ کے وصال مبارک تک مسلسل ظہور پذیر ہوتے رہے اور یہ بات بھی آپ کے فضائل میں ہے نیز یہ کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا عقلاً اور شرعاً ممتنع نہیں، قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا اپنے قاتل کے متعلق اطلاع دینے کا ذکر موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مردوں کو زندہ فرمایا کرتے تھے، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کے ہاتھوں پر مردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا۔

پس جب یہ امور ثابت ہیں تو حضور رسالت مآب ﷺ کے والدین کریمین کے زندہ کرنے کے بعد ایمان لانے میں بھی کوئی امتناع نہیں، بلکہ یہ تو حضور ﷺ کے فضل وکرامت میں اضافہ کا باعث ہے۔

بلندی کی طرف:

جناب حافظ فتح الدین بن سید الناس اپنی سیرت کی کتاب "عیون

الاثـر" میں حضور سرور کائنات ﷺ کے والدین کریمین کے زندہ ہونے کے واقعہ کے بعد بیان کرتے ہیں کہ تعذیب کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں۔ ان کے درمیان بعض اہل علم کے تطبیق دینے کا ذکر کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی مقامات رفیعہ اور درجات عالیہ کی طرف بلند ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال مبارک ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قرب خاص میں جگہ دی۔

پس یہ جائز ہے کہ یہ درجہ رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہو کیونکہ آپ کے لئے اس سے قبل اس درجہ کا ظہور نہ ہوا تھا اور زندہ کرنے اور ایمان لانے کا واقعہ ان احادیث سے بعد کا ہے پس ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں پایا جاتا اور اس کی طرف بعض علماء نے اشارہ کیا ہے۔

ماں ماں ہے:

بعد ازاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی خبر "وما اسداہ" بیان کی ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت حلیمہ آپ کے پاس تشریف لائیں تو یہ والدہ کی طرف سے انہیں دودھ پلانے کی جزا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جزائے عظیم ملے گی۔

اور مجھے حضور رسالت مآب ﷺ کی والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہی امید ہے کہ ان پر احسانات و انعامات ہوں گے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے انہوں نے سعادت سے ایسے ہی حصہ لیا جیسا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو ملا۔

اگرچہ یہ بات بھی مسلم ہے کہ بسا اوقات انسان کو شقاوت کے بعد سعادت حاصل ہوتی ہے۔

اس کے فضل کو تم بھی مان لو:

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب "مورد الصادی فی

مولد الهادی" میں مذکورہ بالا حدیث بیان کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں کہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ پر مزید افضال واکرام نازل فرمائے۔ وہ آپ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں۔ یہ اس کا آپ پر بڑا ہی لطیف فضل ہے اور تم بھی اس بات کی تسلیم کرلو کہ وہ ایسے امور پر قدیم سے ہی قدرت رکھتا ہے اگرچہ اس بارے میں بیان ہونے والی حدیث ضعیف ہے۔

خاتمہ نہ ماننے والے:

علماء کے ایک گروہ کے نزدیک یہ مسالک مضبوط اور قوی نہیں ہیں' اور انہوں نے مسلم کی دو حدیثوں وغیرہما کو نسخ کے دعویٰ سے عدول کئے بغیر اپنی ظاہری صورت پر قائم رکھا ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ کسی کے لئے اس بات کا بیان کرنا جائز نہیں۔

لعنت نہ خریدو:

حضرت امام سہیلی الروض الانف میں مسلم کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق ایسی کوئی بات کرنا جائز نہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زندوں کو مردوں کے باعث ایذاء نہ دو اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ "ان الذین یوذون اللہ ورسولہ' الآیہ۔

ابوبکر بن العربی مذہب مالکیہ کے اماموں میں سے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے والدین آگ میں ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان "ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرہ" کے

مطابق یہ بات کہنے والا شخص ملعون ہے اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے اور اذیت کیا ہوگی کہ آپ کے والدین کریمین کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔

حضور کو ایذاء دینا غیر مشروط پر منع ہے:

بعض علماء پانچویں قول کی طرف گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس بارے میں کوئی بات نہ کی جائے' چنانچہ شیخ تاج الدین الفاکہانی' اپنی کتاب ''الفجر المنیر'' میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کے والدین کے حالات کو زیادہ جانتا ہے۔

اور باجی شرح موطا میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے رسول اللہ ﷺ کو مباح فعل سے ایذاء دینا بھی جائز نہیں جب کہ دوسرے لوگوں کو مباح فعل سے ایذاء دینا جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کو مباح فعل سے ایذاء دینے سے ہمیں منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی فعل مباح کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سے دوسرے کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچتی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جب ابوجہل کی بیٹی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کی بات ہوئی تو حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امر کو حرام نہیں کرتا' مگر خدا کی قسم! رسول خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہوسکتیں۔

چنانچہ موئف نے دونوں پر حکم قرار دیا کہ حضور رسالت مآب ﷺ کو فعل مباح سے بھی تکلیف نہیں دینی چاہئے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے حجت پکڑی ہے کہ

''ان الذین یوذون اللہ رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ''

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کو ایذاء دیتے ہیں' ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔

پس مومنین پر یہ شرط لگا دی گئی کہ وہ بغیر دوسروں کے کسی فعل کے انکو ایذاء نہ دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا خصوصیت کے ساتھ غیر مشروط طور پر منع ہے۔

زبان کاٹوں یا گردن کاٹ دوں:

امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن عبدالمالک بن ابی غنیۃ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عامل نوفل بن الغرات نے بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس اہل شام کا ایک امان یافتہ کاتب تھا۔ اس نے ایک ایسے آدمی کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا جس کے باپ نے ایک مجوسیہ سے زنا کیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ تجھے اس امر کی جرات کیسے ہوئی کہ ایک مجوسی عورت سے زنا کرنے والے شخص کو ایک ضلع کا افسر بنا دیا؟ اس نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ امیر المومنین کو خیریت سے رکھے اس بات کی وجہ سے مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بھی مشرک تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سنی تو آہ سرد کھینچ کر خاموش ہو گئے اور پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ کیا میں اس کی زبان کاٹوں یا ہاتھ اور ٹانگ کاٹ دوں یا اس کی گردن ہی کاٹ دوں؟ پھر فرمایا جب تک میں زندہ ہوں تو حکمران نہیں بن سکے گا۔

جو ثقلین کو ہلاکت سے بچانے والے ہیں:

سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہا گیا میں اس مسئلہ کو نظم کی صورت دے کر اپنی تالیف کو ختم کر دوں' تو میں نے کہا کہ جس رب عظیم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث

فرمایا ہے اور آپ کے صدقہ اور وسیلہ سے جنوں اور انسانوں کو ان امور سے نجات دے گا جو ان کی ہلاکت کا باعث ہیں تو آپ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی نجات کا حکم بھی مشہور و معروف ہے اور اہل تصنیف حضرات نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جن میں سے ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو ان اشخاص پر محمول کیا ہے جن کے پاس دعوت دینے والے مددگاروں کی خبر نہیں پہنچی اور جس شخص کو دعوت کی خبر نہ پہنچے اس پر عذاب کا حکم نہیں ہوگا اور یہی مذہب تمام شافعیوں اور اشعریوں کا ہے اور سورہ اسراء میں اس کے متعلق حجت موجود ہے اور قرآن مجید میں اس کے بارے میں جو آیات پائی جاتی ہیں وہ مشہور و معروف ہیں اور بعض فقہا نے اس کی تعلیل میں نہایت لطیف معانی بیان کئے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک الگ موقف اختیار کیا ہے جو سننے سے تعلق رکھتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما فطرت پر پیدا ہوئے ہیں اور ان سے دین اسلام کے خلاف عناد اور مخالفت کا اظہار نہیں ہوا۔

آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں:

اور پہلے گروہ نے کہا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین، توحید اور دین حنیف پر پیدا ہوئے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی بھی مشرک نہیں تھا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے توحید کو ناپسند کیا ہے۔

اور سورہ توبہ کے بیان "انما المشرکون نجس" کے مطابق آپ کے آباو اجداد کو پاک بیان کیا جاتا ہے اور سورہ الشعراء میں ان کے بارے میں "تقلبك فی الساجدین" کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ کلام امام و بزرگ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اسرار التنزیل کا ہے جسے پڑھ کر آنکھوں سے آنسو برسنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں نعمتوں والی خوش رنگ

جنتیں عطا فرمائے۔

دورِ جاہلیت اور توحید پرستی:

نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں ایک فرقہ دین ہدایت پر تھا جس میں زید بن عمرو اور ابن نوفل اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل ہیں' ان لوگوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی اور حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مقالہ لکھا ہے اور امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ مزید لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ توحید پرست رہے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے زیر اثر تھے اور انہوں نے جاہلیت میں بھی شرک کا ارتکاب نہیں کیا۔ اندریں حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما شرک سے بچے رہنے کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں اور انہوں نے بیشمار نشانیوں کو دیکھا ہے۔

ایک جماعت نے آپ کے والدین کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ ابن شاہین نے اس بارے میں ایک مسند حدیث کا تذکرہ کیا لیکن وہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اگر یہ تمام مسالک متفرد یعنی الگ الگ بھی ہوتے تو بہر صورت کافی تھے۔ اب جب کہ یہ سب ایک جگہ جمع ہیں تو اس شخص کی کیا حالت ہوگی جو ادبا خاموش رہنے پر بھی راضی نہیں ہوتا؟ مگر انصاف پسند شخص کہاں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے کسی توحید پرست نے ان کی طرح دین کی تجدید نہیں کی۔

نماز توڑ کر جواب دینا:

حضرت امام بیہقی شعب الایمان میں حدیث بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوالحسین بن بشران نے بتایا کہ ابوجعفر الرزاز' زید بن الحباب، یٰسین بن معاذ' عبداللہ بن فرید' طلق بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو

پالیتا اور میں عشاء کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد ﷺ تو میں انہیں نماز چھوڑ کر جواب دیتا کہ امی جان میں حاضر ہوں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف ایک راوی یٰسین بن معاذ ضعیف ہے۔

ماں بیٹے کا پیار کافر بھی جانتے تھے:

علامہ ازرقی نے تاریخ میں کہا کہ محمد بن یحیٰ، عبدالعزیز بن عمران، ہشام بن عاصم اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ جب قریش غزوہ اُحد میں حضور رسالت مآب ﷺ کے مقابلہ کے لئے نکلے اور جب وہ مقام ابو پر پہنچے تو ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے کہا کہ اگر تم یہاں سے آمنہ ام محمد ﷺ کی قبر اکھاڑ لو تو ہم ان کے بدلہ میں ان تمام آدمیوں کو چھڑا سکیں گے جو ہم میں سے مسلمانوں کے قیدی بنیں گے۔ ابوسفیان نے اپنی بیوی کا یہ مشورہ قریش کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ابوسفیان یہ دروازہ ہمارے لئے نہ کھولو ورنہ بنو بکر ہمارے مردوں کو کھود ڈالیں گے۔

قدیم سے پاک حسب والے ہیں:

علامہ صلاح صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تذکرہ میں رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار نقل فرمائے ہیں کہ

ہر ملک کے مسافروں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ زمین کے سرداروں پر فضیلت حاصل ہے اور میرے والد گرامی حضرت عبدالمطلب اس سردار اور بزرگی والے ہیں جس کی طرف ہر نشیب وفراز سے اشارہ کیا جاتا ہے اور ان کے آباؤ اجداد قدیم سے ہی پاک حسب والے ہیں۔

اسے قتل کردیا جائے:

امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ مقنع کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو مسلمان یا کافر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ معظمہ پر شرک وغیرہ کی اتہام تراشی کرتا ہے اسے قتل کیا جائے۔

تشکر والتجاء:

خداوند قدوس جل مجدہ الکریم کی خصوصی توفیق وعنایت اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال مہربانی اور توجہ سے آج مورخہ ۱۲ ربیع اول ۱۴۰۰ھ کو اس کتاب مستطاب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔ رب عظیم وکریم کے حضور میں التجاء ہے کہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے میری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد الکریم اور والدین کریمین کے صدقہ سے میرے تمام مسلمان آباؤ اجداد اور پیارے والدین کی نجات ومغفرت فرماتے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

صائم چشتی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

تمت بالخیر

دعا بارگاہ رب العالمین بوسیلہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس کی اشاعت اور دیگر رسائل سیوطی کی ترتیب کا شرف اللہ پاک نے مجھ خطا کار کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور میرے والدین میاں غلام رسول والدہ حاجن کنذن بی بی کو جنت الفردوس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے والدین کی صحبت نصیب فرمائے آمین۔

محمد عبدالاحد قادری

۱۹/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء

منقبت رضی اللہ عنہ

عزم کے کر کو ہسارا ے صدیق
اے صدیق شعار اے صدیق
آپ پر جاں نثار اے صدیق
آپ دیں کا وقار اے صدیق
آپ ہی نے ہمیں سکھایا ہے
عشق کا کاروبار اے صدیق
کیسے کرسکتا ہے بھلا کوئی
وصف تیرے شمار اے صدیق
اے نبی پاک کے مزاج شناس
یار غار ونزا اے صدیق
ملک صدیقیت کے اے سرتاج
سرتاپا شاہکار اے صدیق
اے بلا فصل جانشین رسول
ظل پروردگار اے صدیق
ثانی اثنین کا ہے سر پہ تاج
صاحب اعتبار اے صدیق
باخدا آپ ہی سے سجتی ہے
محفل چاریار اے صدیق
ساتھ لیکر حضور ﷺ کو آؤ!
میرے گھر ایک بار اے صدیق
مستفید آپ سے ہوگر شہزاد
دور ہوا انتشار اے صدیق

الروض الانیق فی فضل الصدیق رضی اللہ عنہ

فضائل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ شہزاد مجددی

ترتیب نو

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

تمہید	360
اختلاف ناپسند	365
جنتی بزرگوں کے سردار	365
جنتی صحابہ رضی اللہ عنہم	366
سر اور آنکھ	367
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دین	367
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین	368
اُمت میں سب سے زیادہ مہربان	368
زمین اور آسمان میں سب سے بہتر	369
لوگوں میں سب سے بہتر	369
یار غار	370
خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک	370
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل	370
ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے	371
قیامت تک ہر شخص سے بہتر	371
جہنم سے آزاد	372
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر	372
جنت میں سب سے پہلے داخل	372
امت میں سب سے افضل	373

مشاورت کا حکم	373
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہ چلو	374
امت پر بھاری	375
محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم	375
یوم قیامت ساتھ	376
ابو بکر اور عمر کے مابین اٹھوں گا	376
خلافت کے صحیح حقدار	376
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا	377
ان کا دامن تھام لو	377
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد؟	378
تعبیر کے عالم	378
خلفائے راشدین صحابہ میں افضل	378
چار سے محبت کا حکم	379
زمین و آسمان میں وزیر	380
اگر خلیل بناتا؟	380
غلطیوں سے پاک	381
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کا حکم	381
علم تعبیر	382
اوصاف صحابہ	382
یوم حشر اکھٹے جلوہ گری	383
حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شان ابو بکر میں اشعار	383

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

حضرت امیر المومنین خلیفۃ الرسول بلا فصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں پہلے مسلمان اور اولین صحابی ہیں۔ آپ کے منصب صحابیت کا تذکرہ قرآن پاک کی سورہ توبہ میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا ......الخ (سورہ توبہ: آیت 40)

ترجمہ:۔ دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اور جبکہ اس نے اپنے صحابی سے کہا غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

صحیح بخاری میں اس معیت الٰہیہ کی بشارت درج ذیل الفاظ میں مروی ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تشویش پر ان الفاظ سے ان کی تشفی فرمائی۔ ما ظنك باثنين الله ثالثهما۔

(بخاری، مناقب، رقم:3310 مسلم:4389)

ترجمہ ان دو کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

بچپن اور جوانی کے پاکیزہ ادوار سے لے کر غار مزار تک کی رفاقتوں کے یہی وہ مقدس مراحل ہیں۔ جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ثانی اسلام اور بالا صالت خلیفۃ الرسول کے منصب پر فائز کر دیا اور آپ بالاتفاق امام الصحابہ اور رئیس الصدیق کی اعلیٰ مسند پر فائز نظر آتے ہیں۔

قرآن پاک کی آیات آپ کے فضائل و مناقب کی گواہی دیتی ہیں۔
زبان رسالتمآب ﷺ آپ کی خدمات و احسانات کا اعتراف فرماتی ہے اور جلیل القدر صحابہ خصوصاً حضرت عمر ابن خطاب اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما آپ کے مداحین و معتقدین میں سر فہرست دکھائی دیتے ہیں۔

ائمہ تصوف آپ کے ارشادات، تعلیمات اور سیرت کے تابناک پہلوؤں سے روشنی لیتے ہوئے احوال و معارف کے باب میں انہیں بطور سند پیش کرتے ہیں۔

ائمہ طریقت و تصوف کا اجماع ہے کہ اس امت کے اولین و عظیم ترین صوفی بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ''السابقون الاولون'' کے اس قدسی صفات گروہ کے سرخیل ہیں۔ جنہیں ایمان و اسلام اور تمام امور خیر میں اولیت و سبقت کی سند خود رب العالمین نے عطا کی ہے۔

اہل تاریخ و سیر نے آپ کی اولیات کو خصوصی اہمیت کے ساتھ نقل کیا۔

اوّلیات

محدثین و مورخین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان کارناموں کا الگ الگ ذکر کیا ہے جن میں آپ نے سب سے پہلے سبقت کی ہم ذیل میں ان کی سرفہرست یک جا نقل کرتے ہیں۔

۱۔ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔
۲۔ قرآن مجید کا نام سب سے پہلے آپ نے مصحف رکھا۔
۳۔ قرآن مجید کو سب سے پہلے آپ نے جمع کرایا۔

۴۔ سب سے پہلا شخص جس نے کفار قریش کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حمایت میں جنگ لڑی اور ضربات شدیدہ برداشت کیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

۵۔ اسلام میں سب سے پہلے جس نے مسجد بنائی وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔ ''حضرت صدیق اول کسے است کہ مسجد بنا کرد واعلام اسلام نمود''۔

۶۔ آنحضرت ﷺ کی حیات میں جس کو سب سے پہلے حج کی امامت کا شرف حاصل ہوا وہ آپ ہی ہیں۔

۷۔ آنحضرت ﷺ نے جس کو باصرار نماز کی امامت کا حکم فرمایا اور خود بھی اس کے پیچھے اقتدا کی وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

۸۔ سب سے پہلے خلیفہء راشد ہیں اور سب سے پہلے شخص ہیں جو اس لقب سے پکارے گئے۔

۹۔ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کو باپ کی زندگی میں خلافت ملی۔

۱۰۔ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کا نفقہ رعایا نے مقرر کیا۔

۱۱۔ سب سے پہلے بیت المال آپ نے قائم کیا۔

۱۲۔ سب سے پہلے دوزخ سے نجات کی خوش خبری آنحضرت ﷺ نے آپ کو ہی دی اور عتیق کے لقب سے مشرف فرمایا۔

۱۳۔ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بارگاہ نبوت سے کوئی لقب حاصل کیا۔

۱۴۔ سب سے پہلے آپ نے ہی فرمایا ''البلاء موکل بالمنطق'' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تھے ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے لیکن

جب مدینہ پہنچے صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے باقی رقم سب کی سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔

قرآن پاک کی سورہ حدید میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس خصوصیت کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ ''تم میں سے وہ لوگ جو فتح مکہ سے پہلے خرچ کرتے تھے اور قتال کرتے تھے وہ درجہ کے اعتبار سے بہت بڑے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا'' (سورہ حدید، آیت ١٠)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانی و مالی خدمات کا اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار مجمع عام میں فرمایا۔

حدیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس قسم کے متعدد مواقع کا ذکر ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر۔

ترجمہ:۔ ابوبکر کے مال نے مجھ کو جو نفع پہنچایا ہے کسی اور کے مال نے اتنا نہیں پہنچایا۔ (مناقب ابی بکر صدیق۔ جامع ترمذی)

ایک دوسرے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ امتنان وتشکر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ:۔ ''بے شبہ جان و مال کے لحاظ سے زیادہ مجھ پر کسی اور کا احسان نہیں ہے''۔

تو حضرت ابو بکر رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جان اور مال کیا کسی اور کے لئے بھی ہے۔ (کنز العمال ٦/٣١٦)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جن احسانات و خدمات کا اعتراف ہمارے

آقا ومولا علیہ الصلوۃ والسلام نے برملا فرمایا ہے یقیناً پوری امت مسلمہ مل کر بھی ان کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔ بقول اقبال

آن امن الناس برمولائے ما
آن کلیم اول سینائے ما
ہمت اوکشت ملت راچوابر
ثانی اسلام وغار وبدر وقبر

پیش نظر مختصر رسالہ جو چہل احادیث پر مشتمل ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت کی ایک بہترین صورت ہے۔ جسے پیش کرنے کی سعادت خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی الشافعی رحمۃ اللہ کے حصہ میں آئی ہے۔ فضائل ومناقب صدیق رضی اللہ عنہ پر مشتمل یہ اربعین اردو ترجمہ اور تخریج کے ساتھ آپ تک پہنچانے کا شرف ''سنی لٹریری سوسائٹی'' (ریلوے روڈ لاہور) کو حاصل ہوا ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، اس مخلصانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ (آمین)

محمد شہزاد مجددی
جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ
۴۹۔ ریلوے روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس امت میں سب سے بہتر بنایا اور انہیں یقین وتصدیق کے ہر مقام پر دوسروں سے بلند تر رکھا، تحقیق کہ آپ شیخ الاسلام ہیں۔

میں اللہ کی ثناء بیان کرتا ہوں کہ وہ ہر قسم کی حمد سے متصف ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا اور لاشریک ہے، وہ شہادت جو اپنے اقرار کنندہ پر آنے والی ہر تنگی کو وسعت میں بدل دیتی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار حضرت محمد اس کے بندے، اس کے رسول اور مہربان نبی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے آل واصحاب و ازواج وذریت پر جو اہل ارشاد توفیق ہیں۔ اما بعد......

یہ کتاب جسے میں نے ''الروض الانیق فی فضل الصدیق'' کا لقب دیا ہے۔ میں اس میں مختصر چالیس احادیث لایا ہوں جو انہیں حفظ کرنے اور یاد رکھنے والے نیک آدمی کے لئے نہایت آسان ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنی نسبت کا نفع عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ قرب میں اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرمائے۔ آمین

اختلاف ناپسند:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ اور ایمان والے تیرے بارے میں اختلاف کو ناپسند کرتے ہیں (مسند احمد)۔

تخریج:

مسند احمد، باقی مسند الانصار: رقم: ۲۳۰۶۸ فضائل الصحابہ: رقم: ۲۲۴

کنز العمال: رقم: ۳۲۵۶۱

جنتی بزرگوں کے سردار:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ابوبکر اور عمر اولین و آخرین میں سے جنتی بزرگوں کے سردار ہیں، سوائے انبیاء کرم (علیہم السلام) کے۔ اسے ضیاء المقدسی نے مختارہ میں اور اکثر ائمہ نے نقل کیا ہے۔

تخریج:

رواہ الترمذی عن علی فی باب مناقب ابی بکر وعمر: رقم الحدیث:3599
امام ترمذی کی روایت میں "لاتخبر هما یا علی"۔ مختارہ: رقم: ۲۵۰۹۔۲۵۱۰ معجم کبیر رقم: ۱۰۴/۲۲۔

فرماتے ہیں:

یہ دونوں ہیں سردار دوجہاں
اے مرتضیٰ! عتیق وعمر کو خبر نہ ہو

جنتی صحابہ رضی اللہ عنہم:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے، سعد بن ابی وقاص جنتی ہے، سعید بن زید جنتی ہے، ابوعبیدہ بن الجرح (رضی اللہ عنہم) جنتی ہے۔ (اسے ضیاء نے مختارہ میں اور دیگر کثیر ائمہ نے روایت کیا ہے)۔

تخریج:

(ترمذی: مناقب رقم: ۳۶۸۱، ابن ماجہ المقدمہ، رقم: ۱۳۵، ابو داؤد فی السنۃ، رقم: ۴۰۳۱، فضائل الصحابۃ لاحمد، رقم: ۸۵)

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

سر اور آنکھ:

حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے لئے ایسے ہیں جیسے سر میں آنکھیں اور کان ہوتے ہیں۔

تخریج:

رواہ، الترمذی، بلفظ "ہذان السمع والبصر" فی مناقب ابی بکر وعمر رقم: ۳۶۰۴ فضائل الصحابۃ، امام احمد، رقم: ۵۷۷:۱/۲۸۲۔

اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دین:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس دین میں ایسے ہیں جیسے چہرہ میں آنکھیں اور کان ہوتے ہیں۔ (اسے ابن النجار اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)۔

تخریج:

مستدرک حاکم، ۳/۷۸: رقم: ۴۴۹۸ فضائل الصحابہ: ۱/ ۲۸۲۔ ابن عساکر: ۳۰/۱۱۶ عن جابر۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۶۷۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر صدیق میرے بعد میری امت کے لئے میرا وزیر اور خلیفہ ہے، اور عمر میری زبان سے بولتا ہے اور علی میرا چچا زاد بھائی اور میرا پرچم بردار ہے اور عثمان مجھ سے ہے اور میں عثمان سے ہوں۔

اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابن عدی وغیرہما نے کامل میں روایت کیا ہے۔

تخریج:

الخلیلی فی مشیخیة عن انس، ابن حبان فی الضعفاء، ابن عساکر عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده وفیه کادح رحمته۔ قال ابن عدی: یروی الموضوعات عن الثقات۔ (الکامل: ۶/۸۳) کنز العمال رقم: ۳۳۰۶۱۔ کتاب المجروحین: ۲/۲۳۰، رقم: ۹۰۴۔

اُمت میں سب سے زیادہ مہربان:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر میری امت میں سب سے بڑھ کر نرم مزاج اور مہربان ہے اور عمر میری امت میں بہترین اور عادل ہے اور عثمان بن عفان میری امت میں سب سے زیادہ حیا اور عزت والا ہے اور علی میری امت میں سب سے بڑھ کر دانا اور شجاع ہے اور عبد اللہ بن مسعود میری امت میں زیادہ نیک اور امن والا ہے اور ابو ذر غفاری میری امت میں زیادہ زاہد اور صدق والا ہے اور ابو الدرداء میری امت میں زیادہ عبادت گزار اور متقی ہے اور معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں زیادہ حلم اور سخاوت والا ہے۔ اسے ابن عساکر نے نقل کیا اور اس کی تضعیف کی جبکہ دیگر علماء نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

تخریج:

ابن عساکر: ۳۶۵/۱۳، غیر ماذکر فیہ علی ابن ابی طالب، کنز العمال، رقم: ۳۳۶۷۰، الفردوس للدیلمی: ۴۳۸/۱، رقم: ۱۷۸۷۔

زمین اور آسمان میں سب سے بہتر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر وعمر اگلوں میں سب سے بہتر ہیں اور زمین والوں اور آسمان والوں میں سب سے بہتر ہیں سوائے انبیاء ومرسلین کے۔ (اسے ابن عدی اور حاکم نے (الکنی میں) اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

تخریج:

الکامل، رقم ۳۶۸، ۱۸۰/۲، العلل المتناہیۃ: ۱۹۸/۱، کنز العمال، رقم: ۳۲۶۴۵، جامع الاحادیث والمرسل: رقم: ۱۲۴: ۲۲/۔

لوگوں میں سب سے بہتر:

حضرت عکرمہ بن عمار، الیاس بن سلمۃ بن اکوع سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر میرے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ نبی نہیں ہے۔

تخریج:

الکامل: ج: ۵ ص: ۲۷۶، مجمع الزوئد: ۴۴/۹، کنز العمال: ۳۲۵۴۸۔

یار غار:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر میرا یار غار اور ساتھی ہے تو اسے اس بات سے آگاہ کردو، پس اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ اسے عبداللہ بن الامام احمد نے زوائد مسند میں اور دیلمی وغیرہما نے روایت کیا۔

تخریج:

صحیح بخاری: مناقب: رقم ۳۳۸۳۔ مسلم، فضائل الصحابۃ: رقم: ۴۳۹۰۔

خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے لئے ایسے ہیں جیسے چہرے میں آنکھیں اور عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) میرے لئے ایسے ہے جیسے منہ میں زبان اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) میرے لئے ایسے ہے جیسے میرے جسم میں میری روح ہے۔ اسے ابن النجار نے نقل کیا ہے۔

تخریج:

کنز العمال: رقم: ۳۳۰۶۲۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے لئے ایسے ہیں جیسے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے حضرت ہارون۔ (علیہ السلام)

اسے خطیب وغیرہ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

تخریج:

ابن عساکر: ۳۰/۲۰۶، کنز العمال: رقم: ۳۲۶۸۲۔ ابن عدی: ۶/۱۴۲ ذخیرۃ الحفاظ: ۴/۲۱۲۶۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ (اسے دیلمی نے روایت کیا)۔

تخریج:

الفردوس بمأثور الخطاب: ۱/۴۳۷، رقم: ۱۷۸۰۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۵۵۰۔

قیامت تک ہر شخص سے بہتر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) زمین اور آسمان والوں سے بہتر ہیں۔ اور قیامت تک آنے والے ہر شخص سے بہتر ہیں۔ (اسے دیلمی نے روایت کیا)۔

تخریج:

مسند الفردوس: ۱/۴۳۸، رقم: ۱۷۸۳۔ ابن عساکر: ۳/۱۸۲۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۰۶۸۶۔

جہنم سے آزاد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ نے جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔
(اسے ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ میں نقل کیا ہے)

تخریج:

ترمذی، مناقب ابی ابوبکر وعمر: رقم ۳۶۱۲۔ مستدرک حاکم: ۲/۶۴ رقم: ۴۴۵۳۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ابوبکر میرا وزیر اور قائم مقام ہے اور عمر میری زبان سے بولتا ہے اور عثمان میرا ہے میں عثمان کا ہوں۔

اسے ابن النجار نے روایت کیا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس صفت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان محدثین میں سے ہیں جن کی زبانوں سے فرشتے کلام کرتے ہیں)۔

تخریج:

الفردوس للدیلمی، ۱/۴۳۷ رقم: ۱۷۸۲۔ کنزالعمال: رقم: ۳۳۰۶۳، فضائل الخلفاء الرشدین للاصفہانی، رقم: ۲۳۳ عن جابر۔ الضعفاء الکبیر للعقیلی۔

جنت میں سب سے پہلے داخل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا۔

میرے پاس جبرئیل آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا اور اس دروازے کو دیکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے ابوبکر! تو میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور حاکم نے دوسری سند سے اسے صحیح کہا)

تخریج:

ابوداؤد فی السنۃ، رقم: ۴۰۳۳۔ مستدرک حاکم: ۳/۷۷ رقم: ۴۴۹۴۔

امت میں سب سے افضل:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میرے پاس جبرئیل آئے تو میں نے پوچھا: میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ انہوں نے کہا؟ ابوبکر اور وہی آپ کے بعد آپ کی امت سے ملے گا اور وہی آپ کی امت میں سب سے افضل ہے۔ (دیلمی)

تخریج:

مسند الفردوس: ۱/۴۰۴ رقم: ۱۶۳۱، کنز العمال: رقم: ۳۲۵۸۸۔

مشاورت کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو ابوبکر صدیق سے مشاورت کا حکم دیتا ہے۔

اسے تمام نے راویت کیا۔

تخریج:

ابن عساکر: ۳۰/ ۱۲۹ عن عبداللہ بن عمرو بن عاص۔ فوائد تمام: عن ابن عمرو بن عاص، رقم: ۱۳۷۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہ چلو:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چلتے دیکھا تو اسے فرمایا!

کیا تم اپنے سے بہتر کے آگے چلتے ہو؟ بے شک ابوبکر ہر اس شخص سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

ابونعیم نے فضائل الصحابۃ میں اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔

کیا تم اپنے سے بہتر کے آگے چلتے ہو۔ کیا تم جانتے نہیں کہ سورج کبھی ابوبکر صدیق سے بہتر شخص پر نہیں چمکا اور نہ اس سے بہتر شخص پر کبھی غروب ہوا ہے۔ انبیاء و مرسلین (علیہم السلام) کے بعد سورج کبھی ابوبکر صدیق سے بہتر شخص پر نہ طلوع ہوا ہے نہ غروب۔

تخریج:

فضائل الصحابۃ: ۱/ ۵۲ ارقم: ۱۳۵۔ ابن عساکر، ۳/ ۲۰۸، کتاب المجروحین۔ ۱/ ۱۳۵۔ السنۃ لابن ابی عاصم: رقم ۱۰۲۳ امالی ابن بشران: رقم: ۵۸۹۔

امت پر بھاری:

حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میرے پاس ترازو کا ایک پلڑا لایا گیا اور مجھے اس میں رکھا گیا اور پھر میری امت کو لا کر دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ تو میں اپنی امت پر بھاری رہا۔ پھر مجھے ہٹا کر ابوبکر کو لایا گیا اور ترازو کے پلڑے میں رکھا گیا تو وہ میری امت پر بھاری رہا۔ پھر ابوبکر کو ہٹا کر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو لا کر پلڑا میں رکھا گیا تو وہ بھی میری امت پر بھاری رہا۔ پھر میزان (ترازو) کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور میں اسے دیکھتا رہا۔ (اسے ابونعیم نے فضائل الصحابۃ میں روایت کیا)

تخریج:

فضائل الصحابۃ لابی نعیم: ۱/۲۰۶ رقم: ۲۲۸۔ ۱۹۴ عن ابی بکرۃ فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: رقم: ۱۹۷۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۶۸۸، شرح مذاہب اہل السنۃ: لابن شاہین: رقم: ۱۵۳۔

محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھے عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ ہے اور مردوں میں سے اس کا باپ۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔)

تخریج:

بخاری فی المناقب والمغازی: رقم: ۳۳۸۹، صحیح مسلم، فضائل الصحابۃ، رقم: ۴۳۹۶۔

یوم قیامت ساتھ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں ابوبکر اور عمر اس طرح محشر کی طرف نکلیں گے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھنگلی کے علاوہ تینوں انگلیوں کو باہر نکالا) اور ہم لوگوں میں نمایاں ہوں گے۔ (اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا۔)

تخریج:

نوادر الاصول، ۱/۱۶۶۔ ابن عساکر ۳۰/۲۱۴، کنز العمال: رقم: ۳۲۶۹۷

ابوبکر اور عمر کے مابین اٹھوں گا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قیامت کے دن میں ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے مابین اٹھوں گا حتی کہ میں حرمین کے درمیان ٹھہروں گا اور اہل مدینہ واہل مکہ مجھ سے آملیں گے۔ (اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔)

تخریج:

الجامع الترمذی، مناقب عمر: رقم: ۳۶۲۵۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۶۹۸، میزان الاعتدال: ۲/۳۸۹۔

خلافت کے صحیح حقدار:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اے عائشہ! اپنے باپ ابوبکر اور بھائی (عبدالرحمٰن) کو بلاؤ تا کہ میں تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے، کہ میں (خلافت کا) زیادہ حقدار ہوں اور اللہ اور ایمان والے سوائے ابوبکر کے کسی پر راضی نہ ہوں۔ (اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا۔)

تخریج:

مسلم، فضائل الصحابة: فضائل ابی اکبر: رقم: ۴۳۹۹۔ احمد، باقی مسند الانصار: رقم: ۲۳۹۶۱۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میرے بعد ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی کرنا۔

تخریج:

ترمذی مناقب ابی اکبر وعمر: رقم: ۳۵۹۵۔ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے ابن ماجہ مقدمہ: رقم: ۹۴۔

ان کا دامن تھام لو:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میرے بعد ان لوگوں یعنی ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا، یہ دونوں اللہ کی لٹکتی ہوئی رسی ہیں۔ جس نے ان دونوں (کا دامن) تھام لیا تو یقیناً اس نے (اللہ کی طرف) نہ ٹوٹنے والی مضبوط رسی کو تھام لیا۔ (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا)

تخریج:

مجمع الزوائد: ۹/۵۳ ابن عساکر ۳۰/۲۲۹۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۶۴۹۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد؟:

حضرت سہل بن أبی حثمۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جب میں، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) وفات پا جائیں، تو اگر تم مر سکو تو مر جانا۔

(اسے ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے روایت کیا۔)

تخریج:

ابونعیم۔ حلیۃ الاولیاء۔ فضائل الصحابۃ ۱/۲۲۵، کنز العمال: رقم: ۳۳۱۲۵ المجروحین: ۱/۳۴۵ رقم: ۴۴۳۔ ابن عدی: ۳/۳۰۔

تعبیر کے عالم:

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خواب کی تعبیر ابوبکر سے لوں۔

اسے دیلمی نے روایت کیا۔ صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر خواب کی تعبیر کے عالم تھے۔

تخریج:

ابن عساکر: ۳۰/۲۱۸۔ کنز العمال: ۳۲۵۵۲۔

خلفائے راشدین صحابہ میں افضل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو سوائے انبیاء مرسلین کے تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میرے صحابہ میں سے چار کو چن کر باقی اصحاب سے بہتر بنایا اور میرے سب صحابہ میں بھلائی ہے۔ (یہ چار) ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور مجھے بہترین زمانے میں مبعوث فرمایا، پھر دوسرا پھر تیسرا، شبہ ہے کہ پھر چوتھا فرمایا یا نہیں۔ (اسے ابونعیم اور خطیب نے روایت کیا اور کہا یہ غریب ہے۔ ابن عساکر نے بھی)۔

تخریج:

المجروحین ۱/۵۳۵۔ تاریخ بغداد: ۳/۳۸۱۔ ابن عساکر: ۳۰/۲۰۷۔ الاحکام الصغریٰ: رقم: ۹۰۵ قال (صحیح الاسناد)۔

چار سے محبت کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے صحابہ میں سے چار کے ساتھ خاص محبت کا حکم دیا ہے، اور فرمایا میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) سے محبت کرتا ہوں۔ (اسے ابن عساکر اور دیگر نے روایت کیا۔)

تخریج:

ذخیرہ الحفاظ، ۱/۵۷۱۔ کنز العمال: رقم: ۳۳۰۲۔

نوٹ:

علامہ ضیاء الدین المقدسی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں!

"ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) ان چاروں کی محبت سوائے قلب مومن

کے کہیں اور جمع نہیں ہوتی۔ (النہی عن سب الاصحاب۔ للمقدسی)۔"

زمین وآسمان میں وزیر:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے چاروں وزیروں کے ذریعے میری مدد فرمائی ہے، ان میں سے دو آسمان والے، جبرئیل ومیکائیل ہیں اور دو اہل زمین میں سے ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ (اسے خطیب، ابن عساکر اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا)۔

تخریج:

ابن عساکر! ۳۰/۱۲۰۔ فضائل الصحابۃ الاحمد: رقم: ۱۰۵، مجمع الزوائد: ۹/۵۱۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۶۵۸۔

اگر خلیل بناتا؟:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا وآخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا تو اس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس (یعنی آخرت) اسے اختیار کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوبکر! "رومت بے شک لوگوں میں سے اپنے مال اور محبت کے ساتھ مجھ پر سب سے زیادہ احسانات کرنے والا ابوبکر ہے اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن (ہمارے درمیان) اسلامی

محبت اور بھائی چارہ ہے مسجد نبوی شریف کی طرف کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔ (اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔)''

تخریج:

(بخاری فی المناقب: رقم: ۳۳۸۱، مسلم فی الفضائل: رقم: ۴۳۹۰)۔

غلطیوں سے پاک:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی غلطی کریں۔ (اسے حارث بن اسامہ نے روایت کیا ہے۔)

تخریج:

(مسند الحارث، کتاب المناقب باب: فضل ابی ابکر الصدیق: رقم: ۹۴۶ مجمع الزوائد ۹/۴۶) ابن عساکر۔ ۳۰/۱۲۰۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۶۳۱۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کا حکم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میں اپنی امت سے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ محبت رکھنے کی ایسے امید رکھتا ہوں جیسے ''لا الـه الا اللـه'' کہنے کی امید رکھتا ہوں۔ (اسے الدیلمی نے راویت کیا ہے)۔

تخریج:

مسند الفردوس، للدیلمی، ۱/۵۹ رقم: ۱۶۸۔ کنز العمال: رقم: ۳۲۷۰۲۔

علم تعبیر:

حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بلاشبہ ابوبکر خواب کی تعبیر جاننے والا ہے اور بے شک اچھے خواب نبوت کا جزء ہیں۔ (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا۔)

تخریج:

مجمع الزوائد: ۷/۱۷۳، کنز العمال: رقم: ۳۲۵۵۲۔

اوصاف صحابہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

میری امت میں سب سے زیادہ بڑھ کر نرم مزاج ابوبکر ہیں۔ اور دینی امور میں سب سے بڑھ کر سخت عمر ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر سچی حیا والا عثمان ہے اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ابی طالب ہیں اور فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔ قرآن پاک کے سب سے بڑے قاری ابی ابن کعب ہیں۔ اور حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں۔ سن لو اور بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ ابن کا جراح (رضی اللہ عنہم) ہے۔ (اسے ابن عساکر وغیرہ نے رادیت کیا)

تخریج ابن عساکر ۲۵/۴۴۶ مجمع الزوائد رقم ۱۵۹۴۱ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ لوگ سرکردہ ہوتے ہیں اور بے شک میرے اصحاب میں سرکردہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ (اسے طبرانی

نے روایت کیا ہے)۔

تخریج:

مجمع الزوائد: ۹/ ۵۲۔ کنزالعمال: رقم: ۳۲۶۵۹۔ المعجم الکبیر: ۱۰/ ۷۷ رقم: ۱۰۰۰۹۔ لسان المیزان: ۳/ ۳۶۵ رقم: ۱۴۶۳۰ الفردوس للدیلمی: ۳/ ۳۴۴ رقم: ۵۰۰۵۔

یوم حشر اکھٹے جلوہ گری:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سب سے پہلے اپنی قبر سے میں اٹھوں گا پھر ابوبکر اور پھر عمر۔ پھر ہم اکھٹے جنت البقیع کی طرف جائیں گے اور اہل بقیع ہمارے ساتھ شامل ہوں گے، پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور وہ مجھ سے آملیں گے اور پھر ہم حرمین کے مابین اٹھائے جائیں گے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حسن غریب ہے)۔

تخریج:

(الجامع الترمذی: ۱۰/ ۱۹۴: رقم: ۳۸۴۷)۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شان ابوبکر میں اشعار:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے ابوبکر کے بارے میں کوئی شعر کہا ہے انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھو میں سنتا ہوں۔ حضرت حسان نے کہا:

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد

طاف العدوبه اذصاعد الجبلا

وکان حب رسول الله قد علموا

من البرایة لم یعدل به الرجلا

ترجمہ: اور جب دشمن ان کی تلاش میں پہاڑ پر چڑھے جبکہ وہ محاصرہ کئے ہوئے تھے اور ابو بکر غار (ثور) میں دو میں سے ایک تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے اور تمام صحابہ جانتے تھے کہ اس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے پچھلے دندان مبارک دکھائی دینے لگے پھر فرمایا اے حسان! تم نے سچ کہا وہ ایسا ہی ہے جیسا تم نے کہا ہے۔ (اسے ابن عدی اور ابن عساکر نے راویت کیا ہے۔)

تخریج:

(مستدرک حاکم عن حبیب ابن ابی حبیب، ۲/ ۶۷: رقم: ۴۴۲۲)۔

جان لو اس باب میں کثیر احادیث آئی ہیں لیکن یہ مختصر رسالہ اتنے ہی پر اکتفا کرنے والے کے لئے ہے۔ ہر قسم کی حمد اول و آخر، ظاہر و باطن، مالک الملک کے لئے ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وازاجہ وذریۃ وسلم تسلیما کثیر ادائما ابدا اسرمدا۔

الیٰ یوم الدین۔ وحسبنا اللہ ثم الحمد للہ والصلاۃ علیٰ رسولہ۔

☆☆☆☆☆

القول الجلی فی فضائل علی

فضائل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

علامہ سید خضر حسین چشتی

ترتیب نو

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

انتساب	389
ابتدائیہ	390
موت وحیات میرے ساتھ	396
سرداران جنت سے بہتر	396
حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں	397
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ اخوت	398
وضاحت از مترجم	398
سب سے بڑا بہادر	402
روح رسول صلی اللہ علیہ وسلم	403
روح	404
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم ہے	404
تیری روح میری روح سے ہے	406
جنت مشتاق	407
قاضی امت	408
خاتون جنت کا نکاح اللہ کے حکم سے	409
مومن ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے	409
تمام عرب کے سردار	410
یوم قیامت عرش کے سایہ میں	411

شجرۂ واحدہ	412
رسول اللہ ﷺ کے بعد ہادی امت	412
نذیر ومنذر، وضاحت از مترجم	412
ھادی	413
دروازۂ حکمت	413
حکمت کے معانی، وضاحت از مترجم	413
دروازہ علوم	415
میں علم کا شہر ہوں	415
وہ دروازے سے آئے	415
فائدہ از مترجم	416
ہزار، دروازوں سے لاکھوں دروازے	416
یوم قیامت حجت	417
حجۃ اللہ، فائدہ از مترجم	417
حجت کے معانی	418
اور کون کون حجت ہے؟	419
قائم کے معنی	419
سلامتی کی ضمانت	420
جنابت کی حالت میں	421
حضرت علی رضی اللہ عنہ مولائے کائنات ہیں	423
رسول اللہ ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا	423
عزت ومدد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے	425

دعائے برکت	425
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث	428
میرا بھائی	428
دعائے رضا وصلواۃ	429
حق علی کے ساتھ	430
حضرت علی بمنزلہ سر کے	431
دنیا اور آخرت میں میرا بھائی	432
قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ	433
نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل	433
علم کی زنبیل	434
عیبۃ کے معانی: (از مترجم)	434
مومنوں کا سردار	437
علی رضی اللہ عنہ میرے دشمنوں کا کام تمام کرے	438
اسماءِ الٰہی کا علم	439
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان ہے	440
مومن کون؟ کافر کون؟	441
باب حطہ	441
قرآنی ارشاد	442
ہر مومن کا ولی	445
خاتمہ	447
اس کا آخر	447

انتساب

کشتۂ عشق علی، مخزن حکم وکرم
پیر طریقت، فیض درجت
فخر اولاد بتول، حسن چشتیت
والد گرامی
حضور پیر
سید چراغ حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ
کے نام
جن کی کریمانہ تربیت نے بندہ ناچیز کو قلم وقرطاس کے
رشتوں کی پہچان کا نور عطا فرمایا۔

بندہ ناچیز
سید خضر حسین چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

از

خطیب الاسلام صاحبزادہ پیر سید مزمل حسین جماعتی
صدر مرکزی جماعت اہلسنت برطانیہ ویورپ

دنیا میں پھیلی ہوئی انسانیت کے مختلف مذاہب اور ان کے وہ افراد جو کسی نہ کسی طرح خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یکتائیت کے قائل ہیں، انہیں وحدت پرست تو کہا جاسکتا ہے مگر توحید پرست نہیں کہا جائے گا۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل هو الله احدٌ

''(اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے''۔

اعتقادیات سے معمولی سی دلچسپی رکھنے والا ہر فرد اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ وہ وجود باری تعالیٰ کا اقرار فرمانِ رسالت کی تصدیق وتائید کے ساتھ کیا جائے تو توحید کہلاتا ہے ورنہ نہیں۔ بعینہٖ ایمان کے وجود کا تعارف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان حقیقت بیان کا مرہونِ منت ہے۔ کتبِ احادیث وتفاسیر میں ۵ھ میں پیش آنے والے معرکہ احزاب کے موقع پر امیر المومنین امام الکاملین، سید المتقین مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ، کو مشہور دشمنِ اسلام عمرو بن عبدود کے مقابل دیکھتے ہوئے ہزاروں جانثارانِ اسلام کی موجودگی میں اللہ کے پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاریخی اعلان فرمایا۔

برز الایمان کلهٗ الی الکفر کله

ترجمہ: مکمل ایمان مکمل کفر سے لڑ رہا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ دنیائے کفر کا نمائندہ لشکر ایمان کی طاقت و اہمیت سے خبردار ہو جائے اور دوسری طرف اسلام کے کاروانِ صدق ویقین اور مبلغین دین کے نمائندہ افراد اسد اللہ الغالب کے مرتبہ وکمال کے گواہ بن جائیں۔ کیونکہ مختلف قبائل اور علاقوں سے سمٹ کر آنے والے مجاہدین کا اجتماع کثیر موجود تھا۔ معرفت علی رضی اللہ عنہ کا بیان جن الفاظ سے ہو رہا ہے وہ خود اس بات کے متقاضی ہیں کہ بغیر کسی تشریح اور تطبیق کے وجود علی رضی اللہ عنہ مجسم ایمان تسلیم کر لینے میں ہی نجات ہے۔ ایک اور موقع پر حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان علیاً منی وانا منه وهو ولی کل مؤمنٍ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ ہر مومن کا ولی ہے۔

بصد چشم اس فیصلے کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مقدس جماعت نے فرحت وصحبت کے پاکیزہ جذبوں سے تسلیم کیا۔ جس پر خلفائے راشدین کا کردار گواہ ہے۔ علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو آدمیوں کے درمیان تنازعہ کھڑا ہوا تو خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو فیصلہ کے لئے حضرت مولائے کائنات کی بارگاہ میں پیش کیا، ان میں سے ایک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرانے سے انکار کر دیا۔ بس پھر کیا تھا؟

فوثب الیه عمر و اخذ بتلبیبه وقال ویحك ماتدری من هذا مولك ومولیٰ کل مومن ومن لم یکن مولاه فلیس بمومنین۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے گریبان کو زور سے پکڑ لیا اور فرمایا تجھ پر افسوس تو نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ یہ تیرا بھی مولا ہے اور ہر ایک مومن کا

مولا ہے اور جس نے اسے اپنا مولا نہ مانا وہ ہر گز مومن نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جناب حضرت مولائے کائنات سے جو عقیدت اور محبت تھی اور اس کے بے شمار واقعات کتابوں میں ملتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول معظم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔

ذکر علی عبادۃٌ۔

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵۶)

رحمت کائنات ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے۔

من فارق علیاً فارقنی ومن فارقنی فقد فارق اللہ۔

جو علی کو چھوڑ دے گا اس نے مجھے چھوڑ دیا اور جس نے مجھے چھوڑ دیا اس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔

صراط مستقیم کے متلاشیوں کے لئے نبی برحق مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان بھی منزل کی شناسائی کے لئے کافی ہے۔ جس کو علامہ شیخ سلیمان قندوزی نے نقل کیا ہے۔

یاعلی من اتبعك نجی ومن تخلف عنك هلك وانت الطریق الواضح والصراط المستقیم۔ (ینابیع المودۃ باب ۴۴ ص ۱۰۹)

ترجمہ: اے علی رضی اللہ عنہ! جو تیری اتباع کرے گا نجات پائے گا اور جو تیری مخالفت کرے گا ہلاک ہوجائے گا تو ہی روشن راہ صراط مستقیم ہے۔

جناب امیر المومنین مولائے کائنات کے متعلق جس قدر قرآن واحادیث کی روشنی میں محامد ومحاسن کا بیان موجود ہے اس کا احاطہ ناممکن ہے یہی

وجہ ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر آج تک علمائے حق نے اسی نکتہ ایمان کی اہمیت کے پیش نظر ہر ایک کے دشوار گذار حالات واقعات میں بھی ولایت شیر خدا کے فضائل ومناقب اور کردار کی شرافت، ذات کی طہارت، طبیعت کی نفاست، گفتار کی عظمت، علم کی شہرت، آپ کی شہادت کی حقیقت علاوہ ازیں آپ کے مخصوص امتیازات وخصوصیات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان میں حافظ الحدیث امام المفسرین حضرت امام عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی زیر نظر کتاب۔

"القول الجلی فی فضائل علی رضی اللہ عنہ" بھی اس کی ایک کڑی ہے۔ آپ بھی ان حقیقت شناس افراد کی مقدس جماعت کے سرخیل ہیں جو اپنے فولادی عزائم لے کر آگے بڑھے اور سنگلاخ زمینوں کے سینوں کو چیر کر نور ایمان سے منور کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان خاصان خدا کے برعکس تاریخ کے وہ سیاہ کردار سفاک مورخین ومبلغین جو حالات کے بہاؤ میں منزل حق کی راہ سے بھٹک گئے وہ اپنے ضمیر اور ایمان کو حکام اور سلاطین زمانہ کے درباروں میں سستے داموں فروخت کرتے رہے۔

اموی وعباسی تاریخ کا طویل دور جب امراء ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اظہار وبیان کو اپنے مزاج پر بار گراں محسوس کرتے تھے۔ جبراً خاندان رسول کی توہین کے ذریعے راحت محسوس کرتے تھے۔ ان کے اس قلبی بوجھ کو ہلکا کرنے کی خدمت کا فریضہ جن ناعاقبت اندیش افراد نے اٹھا کر قلم وقرطاس کی آبرو کو رسوا کیا۔ آج بھی ان کی معاونت واعانت اور تحریک وفکر سے لکھی جانے والی جاں سوز تحریروں میں ان کے قلم کے نیچے اہل ثروت کی دولت روشنائی کی صورت دیتی

ہے۔ ہمارے دور میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو دنیاوی منفعت اور دولت کی چمک کے عوض اپنے یقین کی دولت لٹا دیتے ہیں، پھر اس پر شرمندگی نہیں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ دَیدَہ دلیری سے اپنے آقاؤں کے خود ساختہ نسبی قصائد پڑھنے کے ساتھ ساتھ خاندان رسول ﷺ بالخصوص ائمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی توہین کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ماضی قریب میں محمود عباسی اور محمد دین بٹ لاہوری جیسے خوارج کی طرح ہمارے دور میں بھی انہی کے پس خردہ جو خود کو سنی مبلغ اور رضوی فکر کے ترجمان کہتے ہیں، توہین آل پیغمبر ﷺ میں اس قسم کے ہفوات وخرافات کہہ جاتے ہیں۔ جن کا اہل سنت و جماعت کے مذہب محبت کے عقائد ونظریات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا، علم کلام سے نابلد ایسے لوگوں کے بیان وزبان پر شراروں اور انگاروں کے سوا کچھ بھی نہیں، وہ اس لئے کہ ان کی اعتقادی سطح بہت زیادہ ناہموار ہے جبھی تو وہ ہر ٹھوکر کھا کر بے بسی کے عالم میں اہل محبت پر الزام تراشی کرکے اپنی علمی مفلسی کا اعلان فرماتے رہتے ہیں۔

جہاں تک مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی علیہ الرحمۃ کے فکر ونظر میں آل رسول ﷺ سے تعلق وتمسک کی اہمیت ہے اس کا ایک جہاں گواہ ہے۔ ان کے ہاں تو خون انور واطہر کے تقدس کا بیان اس طرح ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

زیر نظر کتاب ''القول الجلی فی فضائل علی رضی اللہ عنہ'' کے مترجم میرے برادر اکبر خضر ملت، تصویر اسلاف سید خضر حسین چشتی سیالوی وہ درویش صفت

شخصیت ہیں۔ جن کی تربیت کے باعث میرے افکار ونظریات کو جلا ملی ہے، میری سوچوں کی سانسوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بھی آئی ہے دل کے آنگن میں خون رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کے شگوفے بھی پھوٹے ہیں، اور انہی کے دم قدم سے میرے یقین وایمان کی دنیا میں بہار بھی ہے۔

یہ میرے بھائی میری زندگی کا سرمایہ افتخار بھی ہیں، میرے محسن اور میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین بھی ہیں، میں ان کے حضور ہدیہ سپاس گزاری کے لیے یہی کہوں گا۔

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے بنایا میری زندگی فسانہ

میری دعا ہے کہ ان کا سایہ شفقت میرے خاندان کے سر پر تادیر قائم ودائم رکھے اور ان کی نظر کرم ہمیشہ ہمارے تعاقب میں رہے۔

امین بحق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

موت وحیات میرے ساتھ

عن شرا حیل بن مرة ان رسول اللهﷺ قال۔ ابشر یا علی حیاتك وموتك معی۔ (اخرجه الطبرانی فی الکبیر وغیره)

ترجمہ: حضرت شراحیل بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے علی! بشارت ہے تمہارے لیے کہ موت وحیات میرے ساتھ ہے۔ (یہ حدیث امام طبرانی نے معجم کبیر میں نقل فرمائی ہے)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت مولا علی کو خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ اے علی خوش ہو جاؤ کہ تمہاری زندگی اور وفات میرے ساتھ ہے۔

رواۃ:

اس حدیث کے راوی۔ قیس بن ربیع، ابو اسحاق، ابو البختری، حجر بن عدی اور شراحیل بن مرہ ہیں۔

یہ حدیث مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۱ میں بھی موجود ہے۔

سرداران جنت سے بہتر:

عن علی کرم الله وجهه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ابنای هٰذان الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة وابوهما خیرٌ منهما۔

(اخرجه ابن عساکر)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے یہ دونوں بیٹے حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور

ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔ (اس حدیث کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے)

رواۃ:

اس حدیث شریف کے راوی امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امام علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابن عساکر نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں:

عن سعید ابن زید ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: علی فی الجنة۔ (اخرجه ابن ابی شیبة وغیرہ)

ترجمہ: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی (کرم اللہ وجہہ) جنتی ہیں۔ (اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی حر بن صیاح عبدالرحمٰن بن اخنس اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

فائدہ از مترجم:

ابن ابی شیبہ نے اپنی عظیم کتاب ''مصنف'' کی جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۳۷۴ میں اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

ابوبکر فی الجنة وعمر فی الجنة وعثمان فی الجنة وعلی فی الجنة وطلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة وعبدالرحمن بن عوف فی الجنة سعد بن

ابی وقاص فی الجنة وسعید بن زید فی الجنة وابوعبیدة بن جراح فی الجنة۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر جنتی ہیں، حضرت عمر جنتی ہیں، حضرت عثمان جنتی ہیں، حضرت علی جنتی ہیں، حضرت طلحہ جنتی ہیں، حضرت زبیر جنتی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں، حضرت سعید بن زید جنتی ہیں اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہم) جنتی ہیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ اخوت:

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: علی ابن عمی واخی وحامد رایتی۔ (اخرجه الخلیل فی مشیخته)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی ہے اور میرا جھنڈا اٹھانے والا ہے۔ (اس حدیث کو خلیل نے مشیخت میں بیان کیا ہے)

وضاحت از مترجم:

مندرجہ بالا حدیث پر علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ کلام کے بعد اسے موضوعات میں درج کیا ہے۔ حالانکہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ علمائے حدیث علامہ ابن جوزی کے مزاج کی شدت سے پوری طرح واقف ہیں۔

علامہ ابن جوزی کی احتیاط سے خالی ایک مختصر سی تحریر کا سہارا لے کر خالی قسم کے نواصب وخوارج اور منکرین عظمت حضرت علی نے بہت شور مچا رکھا ہے۔ ان کی خدمت میں صرف اتنی گزارش ہے کہ اپنے آپ کو قابو میں رکھیں۔ اور اس

پوری حدیث شریف پر نظر ڈالیں جسے حافظ الحدیث علامہ محبّ الدین احمد طبری نے اپنی عظیم کتاب ''الریاض النظرۃ'' میں نقل فرمایا ہے۔ جو حدیث پاک بیان کرنے جا رہا ہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں ہوسکتا ہے کہ تمہاری دل ودماغ اور جان وایمان کے روگ کا کچھ علاج ہو سکے۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا تم نہیں جانتے؟ کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جسے بلایا جائے گا، وہ میں ہی ہوں گا۔ میں عرش کی دائیں جانب اس کے سایہ میں کھڑا ہوں گا۔ اور جنتی حُلّوں میں سے ایک سبز رنگ کا حُلّہ مجھے پہنایا جائے گا، اور پھر دیگر انبیاء کو بلایا جائے گا۔ اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے۔ وہ عرش کے دائیں جانب دو قطاروں میں کھڑے ہوں گے اور انہیں بھی جنتی حلّوں میں سے سبز رنگ کے حُلّے پہنائے جائیں گے۔

خبردار! اے علی! میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ تمام اُمتوں سے پہلے میری اُمت کا ہی حساب لیا جائے گا۔

ثم ابشر اول من یدعیٰ بک بقرابتک منی فیدفع الیک لواء ی وھو لواء الحمد تسیر بہٖ بین السماطین اٰدم وجمیع خلق اللہ تعالیٰ یستظلون بظل لواء ی یوم القیامۃ۔

ترجمہ: تجھے بشارت ہو کہ پھر سب سے پہلے میری قرابت کی وجہ سے بلایا جائے گا پھر میرا جھنڈا جسے لوائے حمد کہتے ہیں تجھے دیا جائے گا اور تو اسے لے کر دونوں صفوں کے درمیان چلے گا حضرت آدم علیہ السلام اور تمام مخلوقِ خدا قیامت کے دن میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوگی۔ (الریاض النظرہ جلد۲)

حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! حضرت

علی رضی اللہ عنہ لوائے حمد کو کس طرح اٹھا سکیں گے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کیسے نہیں اٹھا سکیں گے حالانکہ انہیں مختلف خصائص عطا فرمائے گئے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا۔

صبرً کصبری وحسنًا کحسن یوسف وقوۃً کقوۃ جبریل ○

(الریاض النظرہ ج ۲)

ترجمہ: کہ میرے صبر جیسا صبر، یوسف کے حسن جیسا حسن اور حضرت جبریل علیہ السلام کی قوت جیسی قوت۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی جناب میں یہ جو عرض کیا گیا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت علی لوائے حمد کو کیسے اٹھا سکیں گے؟ مطلب یہ ہے کہ ایسا عرش نما جھنڈا جس کے نیچے تمام مخلوقِ خدا ہوگی۔ اتنا بڑا جھنڈا حضرت علی کس طرح اٹھا سکیں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیوں نہیں اٹھا سکیں گے جب کہ ان کو منفرد خصائص سے نوازا گیا ہے۔ جو امت میں کسی اور کے حصے میں نہیں آئے۔ میرے صبر جیسا صبر حسن یوسف جیسا حسن اور حضرت جبریل علیہ السلام کی طاقت جیسی طاقت عطا کی گئی ہے۔ ان تمام خصائص کو جمع کر کے تصور کی آنکھوں سے دیکھیں تو آپ کو عظمت کی بلندیوں پر جو پیکر نظر آئے گا وہ مولا مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہوگی۔

''القول الجلی فی فضائل علی''۔ پر تحقیق کرنے والے'' جناب شیخ عامر احمد حیدر'' حدیث نمبر ۴ کے تحت۔ کنز العمال اور کامل ابن عدی۔ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ابوبکر الصدیق وزیری وخلیفتی علی امتی من بعدی وعمر ینطق علی لسانی وعلی ابن عمی واخی وحامل رایتی وعثمان منی وانا من عثمان۔

ترجمہ: ابوبکر صدیق میرا وزیر، اور میرے بعد میری امت پر میرا خلیفہ ہے، اور عمر (رضی اللہ عنہ) میری زبان بولتا ہے اور علی میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی ہے اور میرا جھنڈا اٹھانے والا ہے اور عثمان مجھ سے اور میں عثمان سے ہوں۔ (القول الجلی)

مجھے یقین ہے کہ اس حدیث کی موجودگی کے باوجود خارجیوں کے سینے میں یقین کی ٹھنڈک نہ پہنچ سکے گی۔ اس لئے کہ اس میں سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے اور جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام آجائے وہاں منکرین ولایت علی کا ٹھہرنا مشکل ترین دکھائی دیتا ہے۔ اور پھر یہ بھی جولوگ قرآنی آیات پر اعتماد نہ کرتے ہوں وہ بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو کیا اہمیت دیں گے۔ خوارج کی اطلاع کے لئے بتاتا چلوں کہ علامہ ابن جوزی نے اپنے شعلہ بار قلم سے مندرجہ بالا حدیث کا سر قلم کرنے کی کوشش بھی فرمائی ہے۔

چلتے چلتے اس قسم کی ایک اور حدیث بیان کرتا چلوں جسے حافظ محبّ الدین احمد طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الریاض النضرۃ" میں "ابن السمان" کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. ابوبكر وزيرى والقائم فى امتى وعمر حبيبى وينطق على لسانى، وعثمان منى، وعلى اخى وصاحب لواءى۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر میرا وزیر اور میری امت کا نگہبان ہے اور عمر میرا حبیب اور زبان پر بولتا ہے اور عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی اور میرے جھنڈے کو اٹھانے والا ہے۔ (الریاض النظرہ ج۱)

حدیث نمبر۴ کی اس حدیث مقدسہ سے تائید ہوتی ہے۔ اور محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ جب کسی حدیث کو مختلف طرق سے روایت کیا جائے تو وہ حدیث مقبول ہو جاتی ہے۔ (وضاحت ختم ہوئی از مترجم)

سب سے بڑا بہادر:

عن شدّاد بن اوسٍ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: علی بن ابی طالبٍ الب امتی واشجعها۔ (اخرجه العقیلی)

ترجمہ: حضرت شدّ اد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب میری اُمت کے سب سے زیادہ عقل مند اور سب سے زیادہ بہادر ہیں۔

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں بشیر بن زادان، عمر بن صبح، رکن الشامی، شدّ اد بن اوس۔

فائدہ:

عقیلی نے اس حدیث کو ''الضعفاء الکبیر'' میں بشر بن موسیٰ کی سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

ابوبکرٍ اوزن امتی واوجهه وعمر بن الخطاب خیر امتی واکملها وعثمان بن عفان احیٰ امتی واعدلها وعلی بن ابی طالبٍ ولی امتی واوسمه وعبد الله بن مسعودٍ امین امتی واوصله وابوذرٍ ازهد امتی وارقه وابوالدرداء اعدل امتی وارحمه ومعاویة بن ابی سفیان احلم امتی واجودها۔

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے بڑھ کر صاحبِ وجاہت اور ایمان میں وزنی ہے اور عمر بن خطاب میری امت میں بہترین اور کامل ترین ہے اور عثمان بن عفان میری امت میں صاحبِ حیا اور عادل ترین ہے اور علی ابن ابی طالب میری امت کا وارث اور خوبصورت ترین ہے اور عبداللہ بن مسعود میری امت کا امین اور نیک ترین ہے اور ابوذر میری امت میں سب سے زیادہ زاہد اور رقیق القلب ہے اور ابودرداء میری امت میں سب سے زیادہ عادل اور رحم کرنے والا ہے اور معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سخی اور حلیم ہے۔

علامہ ابن جوزی نے اپنی کلکِ برق بار سے اس حدیث کو بھی من گھڑت قرار دیا ہے۔

روح رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: علی بن ابی طالب منی کروحی فی جسدی۔ (اخرجه ابن النجار)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب مجھ سے اس طرح ہیں۔ جیسے میرے جسم میں میری روح ہے۔

فائدہ از مترجم:

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالی شان پر سینے میں محبت کی دنیا بسا کر غور فرمائیں۔ کہ حضرت علی بن ابی طالب مجھ سے اس طرح ہیں جس طرح میرے جسم میں میری روح ہے۔

روح:

حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے جسمِ مقدس میں روح کی طرح فرمایا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روح کے بارے میں قرآنی ارشاد کیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الاقلیلا۔ (پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۵)

ترجمہ: ''یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق (انہیں فرمایئے روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم (اے سوال کرنے والو!) مگر تھوڑا''۔

حضور ﷺ کو روح کا علم ہے:

حضور ﷺ سے سوال کرنے والے یہودی تھے۔ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھی روح کا تھوڑا سا علم ثابت فرمایا ہے۔ اور جب یہودیوں کے لئے روح کے بارے علم قلیل ثابت ہے تو پھر سرکار دو عالم ﷺ کے علمِ روح کے بارے میں شکوک وشبہات کیوں؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ''تفسیر مظہری'' میں فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ سید عالم ﷺ آپ کے اربابِ بصیرت اور اطاعت گزاروں کو روح کا علم نہ ہو۔

- شفاء السقام' میں ہے کہ روحیں اجسامِ لطیفہ ہیں۔
- امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

انها جسمٌ لطیفٌ مشتبكٌ بالاجسام الکثیفة اشتباك الماءَ بالعود الاخضر۔

ترجمہ: کہ "روح" ایک لطیف جسم ہے، جو کثیف جسموں میں اس طرح داخل ہے جس طرح سبز لکڑی کے اندر پانی۔

○ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں روح مخلوق ہے۔

○ تفسیر نور العرفان میں ہے کہ روح، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی۔

○ آج کل تو بعض خوارج نے بھی یہ مسلک بنا رکھا ہے، کہ روح کو موت نہیں آتی۔

آپ ان تمام عبارات پر غور فرمائیں اور پھر اس حدیث کو پڑھیں۔

علی بن ابی طالب منی کروحی فی جسدی

کہ علی بن ابی طالب مجھ سے اس طرح ہے جس طرح میرے جس میں میری روح ہے۔ تو حقیقت نکھر کر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ اور مولائے کائنات کی عظمت وفضیلت کا چمکتا ہوا سورج آپ کی نگاہوں کو خیرہ کرتا چلا جائے گا۔

○ اسی قسم کی ایک اور حدیث دیکھیں۔ جسے ابو جعفر محبّ الدین احمد طبری نے نقل فرمایا ہے۔

عن البراء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسل، علی منی بمنزلة راسی من جسدی۔ (الریاض النظرة ج ۲ ص ۱۱۷)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ایسے ہیں جیسے جسم سے میرا سر ہے۔

تیری روح میری روح سے ہے:

اسی سلسلے کی ایک اور حدیث دیکھیں جسے شیخ قندوزی نے "ینابیع المودّة" میں نقل فرمایا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا علی انا مدینة الحکمة وانت بابها ولن توتی المدینة الا من قبل الباب وکذب من زعم انه یحبنی ویبغضك لانك منی وانا منك لحمك من لحمی ودمك من دمی وروحك من روحی وسریرتك من سریرتی وعلانیتك من علانیتی وانت امام امتی وصیی سعد من اطاعك وشقی من عصاك وربح من تولاك وخسر من عاداك فازمن لزمك و هلك من فارقك ومثلك ومثل الائمة من والدك مثل سفینة نوح من رکبها نجاو من تخلف عنها هلك ومثلکم مثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجمٌ الیٰ یوم القیامة۔ (ینابیع جلد اول ص ۱۳۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اے علی رضی اللہ عنہ! میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ ہو اور شہر میں دروازے کے ذریعے ہی داخل ہوا جاتا ہے اور وہ جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تم سے بغض رکھتا ہے کیونکہ تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں تیرا گوشت میرے گوشت سے، تیرا خون میرے خون سے اور تیری روح میری روح سے ہے، تیرا باطن میرے باطن سے، اور تیرا ظاہر میرے ظاہر سے ہے، تو میری امت کا امام اور میرا وصی ہے، جس نے تیری فرماں برداری کی وہ خوش بخت ہے اور جس نے نافرمانی کی وہ بدبخت ہے۔ وہ نفع میں رہا جس نے تمہارے ساتھ دوستی رکھی اور تم سے دشمنی رکھنے والا گھاٹے میں رہا، اور جو تیرے ساتھ رہا وہ

کامیاب ہوا اور جو تجھ سے علیحدہ ہوگیا وہ تباہ ہوگیا، تیری اور تیری اولاد میں سے اماموں کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔ تمہاری (اولاد کی) مثال ستاروں جیسی ہے جب بھی کوئی ستارہ طلوع ہوجائے گا دوسرا ستارہ غروب ہوجائے گا اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ (فائدہ ختم ہوا، از مترجم)

جنت مشتاق:

عن محمد بن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ ﷺ قال: اتانی جبریل فقال یا محمد ان اللہ یحب من اصحابك ثلاثة واجبھم: علیؓ وابوذر والمقداد بن الاسود، یا محمد ان الجنة تشتاق الی ثلاث من اصحابك علیؓ وعمارؓ وسلمان۔ (اخرجه ابو یعلیٰ الموصلی)

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے اصحاب میں سے تین کو محبوب رکھتا ہے، آپ بھی ان سے محبت فرمائیں۔ وہ تین حضرت علی، حضرت ابوذر، حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ بے شک جنت آپ کے اصحاب میں سے تین کی مشتاق ہے۔ وہ تین حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

رواۃ:

نصر بن حمید کندی، سعد اسکاف، ابو جعفر محمد بن علی۔ یہ حدیث ابو یعلیٰ

موصلی نے اپنی مُسند میں اور مُسند حسین بن علی ابن ابی طالب میں بیان کی ہے۔

قاضی امت:

عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قا: اقضی امتی علی بن ابی طالب۔

(اخرجه الطبرانی فی الاوسط وحسن)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا سب سے بڑا قاضی علی ابن ابی طالب ہے۔

(اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں نقل کیا ہے اور اس حدیث کو حسن قرار دیا گیا ہے)۔

رواۃ:

مندل بن علی غزی، ابن جریج، محمد بن منکدر، جابر عبداللہ۔

فائدہ:

شیخ عامر احمد حیدر نے مندرجہ بالا حدیث کو طبرانی کی معجم صغیر کے حوالے سے مندرجہ ذیل حدیث کو جز قرار دیا ہے۔

ارحم امتی بامتی ابوبکر وارفق امتی، لامتی عمر بن الخطابه و اصدق امتی حیاء عثمان بن عفانه واقضی امتی علی بن ابی طالبه واعلمها بالحلال اولخرام معاذ بن جبل یجیی یوم القیامة امام العلماء برتوۃٍ امتی ابی بن کعب وافرضها زید بن ثابته وقد اوتی عویمرٌ عبادةً یعنی ابادرداء (رضی اللہ عنہم) (المعجم الصغیر طبرانی مطبوعه دارالفکر بیروت)

ترجمہ: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم والا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اور میری امت میں میری امت کے لیے سب سے زیادہ نرم دل

عمر بن خطاب ہے۔ میری امت میں حیا کے اعتبار سے صادق ترین عثمان بن عفان ہے اور میری امت کا سب سے بڑا قاضی علی ابن ابی طالب ہے، اور ان میں حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل ہے قیامت کے دن علماء کے آگے چلے، میری امت میں سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے، اور علم فرائض کا سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت ہے، اور تحقیق عویمر یعنی ابو درداء کو عبادت کا شوق عطا کیا گیا۔ (رضی اللہ عنہم)

خاتون جنت کا نکاح اللہ کے حکم سے:

عن ابن مسعود ان رسول اللہ ﷺ قال: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی۔ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہ میں سیدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔ (اس حدیث کو طبرانی نے نقل فرمایا ہے)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں، شعبہ بن حجاج، عمرو بن مرہ، مسروق، عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم)۔

مومن ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے:

عن علی کرم اللہ وجهه، ان رسول اللہ ﷺ قال: انه لا يحبك الا مومن ولا يبغضك الا منافقٌ۔ (اخرجهُ الترمذی وقال حسن صحيحٌ)

ترجمہ: حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' یقینا اے علی تیرے ساتھ سوائے مومن کے کوئی

محبت نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے کوئی بغض نہیں رکھے گا۔

(اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل فرمایا ہے)

رواۃ:

اس حدیث شریف کے راوی ہیں، اعمش، عدی بن ثابت، زر بن حبیش، مولا مرتضٰی اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

فائدہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

فرماتے ہیں۔

ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی بن ابی طالب۔ (ترمذی ج۲)

ترجمہ: ہم منافقین کو ان کے مولا علی کرم اللہ وجہہ، کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے پہچانتے تھے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن۔ (ترمذی ج۲)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا اور ان سے کوئی مومن بغض نہیں رکھتا۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حب علی ایمان کا سرمایہ اور آپ سے بغض رکھنا منافقت کی نشانی ہے۔

تمام عرب کے سردار:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: انا سید الناس وعلیٌ سید

العرب۔ (اخرجه الدار قطنی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں تمام لوگوں کا سردار ہوں اور علی رضی اللہ عنہ تمام عربوں کا سرادر ہے۔ (علامہ دار قطنی نے اس حدیث کی تخریج کی ہے)

رواۃ:

اس حدیث شریف کے راوی یہ ہیں، عبدان، خارجہ بن مصعب، ابن جریج، عطاء، حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم)۔

فائدہ از مترجم:

اس حدیث کو بنیاد بنا کر بعض خوارج ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں کہ مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ، کی سیاست محض جزیرہ نمائے عرب تک محدود ہے۔ ان بخت جلوں کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔ اور یہ حدیث معنوی تواتر کا درجہ رکھتی ہے۔

جس کا میں مولا ہوں فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاک نے
اس کا ہے ہر دور میں شاہ وولی مولا علی رضی اللہ عنہ

(فائدہ ختم ہوا)

یوم قیامت عرش کے سایہ میں:

عن ابی موسیٰ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: انا وعلی وفاطمة والحسن والحسین یوم القیامة فی قبة تحت العرش۔

(اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن وحسین قیامت کے دن ایک قبہ (گنبد نما محل) میں ہوں گے جو کہ عرش کے نیچے ہوگا۔ (اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے)

شجرۂ واحدہ:

عن جابرٍ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:انا وعلى من شجرةٍ واحدةٍ والناس من اشجارٍ شتى۔ (اخرجه الديلمى)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ میں اور علی ایک درخت سے ہیں۔ اور دوسرے تمام لوگ مختلف درختوں سے۔ (اس حدیث کو امام دیلمی نے فردوس میں روایت کیا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہادی امت:

عن ابن عباسٍ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:اناالمنذر وعلى الهادى وبك ياعلى يهدى المهتدون من بعدى۔ (اخرجه الديلمى)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ڈر سنانے والا ہوں اور علی ہدایت دینے والا ہے۔ اور اے علی میرے بعد تیرے ذریعے سے ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ (اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا ہے)

نذیر ومنذر، وضاحت از مترجم:

آنے والے خطروں سے بروقت آگاہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

ھادی:

ہدایت دینے والے کو کہا جاتا ہے اور ہدایت۔ رستہ دکھانے۔ رہنمائی

کرنے۔ آگے آگے چلنے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کو کہتے ہیں۔

رسولِ مکرم، منذر اور مولا علی مرتضیٰ۔ ہادی ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے معنوں پر نظر رکھنے سے جو نتائج سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک امر یہ ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ کی ولایت اور آپ کی ذات سے جاری ہونے والے تمام سلاسل سے قیامت تک کے لئے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حضور مولا علی رضی اللہ عنہ کو دو طرح کی خلافت سے نوازا ہے۔ خلافتِ ظاہری اور خلافتِ باطنی۔ اور یہ بھی کہ خلافت باطنی کا فیض قیامت تک جاری ہے۔ علماء نے خلافتِ باطنی کو ولایت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور ولایت حسنِ نبوت کا عکسِ جمیل ہے۔

دروازۂ حکمت:

عن علي كرم الله وجهه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: انا دارالحكمة وعلى بابها۔ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ: سیدنا مولا علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (اس حدیث شریف کو امام ترمذی نے بیان فرمایا)

رواۃ:

راوی اس حدیث کے یہ ہیں۔ شریک۔ سلمہ بن کہیل۔ سوید بن غفلہ۔ صنابحی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حکمت کے معانی، وضاحت از مترجم:

حکمت۔ عدل وانصاف۔ فلسفہ اور دانائی علم ودانش کا نام ہے۔

○ امام علاؤ الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حکمت کے معنی بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

هي الاصابة في القول والعمل۔

ترجمہ: گفتار و کردار کی درستگی کو (حکمت) کہا جاتا ہے۔

○ فرماتے ہیں۔

هي التي ترد عن الجهل والخطاء

ترجمہ: جو جہالت اور خطا سے دور کرے (اس کو حکمت کہتے ہیں)

○ الحكمة معرفة الشياء بحقائقها۔ (تفسیر خازن ج ۱)

ترجمہ: چیزوں کی حقیقتوں کے جاننے کا نام حکمت ہے۔

○ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں حکمت کے معنی ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

وضع الشياء مواضعها ما يزيل من القلوب وهج حب الدنيا۔

ترجمہ: ہر چیز کو اپنے محل اور مواقع پر رکھنا (حکمت کہلاتا ہے) جو چیز دنیا کی آتشِ محبت کو دل سے نکال دے اسے (حکمت کہا جاتا ہے)۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱)

لفظ حکمت کے لغوی تحقیق کے بعد مندرجہ بالا حدیث شریف (کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے) پر غور کرنے سے جوامر روزِ روشن کی طرح واضح ہوا، وہ یہ ہے کہ مولا مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کے بغیر حکمت و دانائی، علم کا نور، معرفت اور دینی فقاہت کا پایا جانا ممکن نہیں۔ (از مترجم)

دروازہ علوم:

عن علی کرم اللہ وجھہ ان رسول اللہ ﷺ انا مدینة العلم وعلی بابھا۔ (اخرجه ابو نعیم فی الرفتہ)

ترجمہ:۔ حضرت مولا مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔علی اس کا دروازہ ہیں۔

(اس حدیث کو امام ابونعیم نے بیان فرمایا)

میں علم کا شہر ہوں:

عن جابران رسول اللہ ﷺ قال: انا مدینته العلم وعلی بابھا فمن ارادالعلم فلیات الباب۔ (اخرجه الحاکم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ پس جو علم (حاصل کرنے) کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ دروازے کے پاس آئے۔

(اس حدیث کو امام حاکم نے بیان فرمایا ہے)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ سفیان الثوری۔ عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ عبدالرحمٰن بن عثمان التیمی۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔

وہ دروازے سے آئے:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال: انا مدینته العلم وعلی بابھا فمن ارادا العلم فلیاته من بابه۔ (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ جو علم (حاصل کرنے) کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس کے دروازے سے آئے۔

(یہ حدیث طبرانی کی معجم کبیر سے لی گئی)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ عبدالسلام بن صالح ہروی، ابو معاویہ، اعمش، مکاہد، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

فائدہ از مترجم:

قارئین کرام! اوپر درج تینوں احادیث سیدنا علی المرتضیٰ کے علمی مقام و مرتبت کا پتہ دیتی ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ ہے۔ اور جو علم حاصل کرنا چاہتا ہو اسے دروازے کے پاس آنا پڑے گا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چوکھٹ کو چومنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت رکھنے والے ظاہری علم کے قواعد سے کسی نہ کسی طرح واقف ہیں۔ مگر ان کے سینے علم کے انوار سے یکسر خالی ہیں۔

ہزار، دروازوں سے لاکھوں دروازے:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۲۳ کے ضمن میں مولا مرتضیٰ کے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الف باب من العلم واستبطت من کل باب الف باب۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۳)

ترجمہ:۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں اور میں نے ہر باب سے ہزار باب استنباط کیے۔

برادران اسلام! جب معلم رسول موجودات، اور متعلم مولائے کائنات ہوتو پھر علم کی حدود کا تعین نواصب وخوارج کے بس کا روگ نہیں۔ (از مترجم)

یوم قیامت حجت:

عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال: واشار الیٰ علی انا وھذا حجته علیٰ امتی یوم القیامته۔ (اخرجه الخطیب)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ میں اور یہ (علی رضی اللہ عنہ) قیامت کے دن اپنی امت پر حجت ہوں گے۔ (یہ حدیث خطیب کی تاریخ بغداد سے لی گئی ہے)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی ہیں۔ علی بن مثنیٰ طہوی، عبید اللہ بن موسیٰ، مطر بن ابی مطر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

حجۃ اللہ، فائدہ از مترجم:

کنوز الحقائق میں امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی ایک اور حدیث نقل فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

انا وعلی حجته الله علی عبادہ۔

ترجمہ:۔ میں اور علی بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت وبرہان ہیں۔

○ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلسلے کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

انا وھذا حجته الله علی خلقه یوم القیامته۔

ترجمہ:۔ کہ میں اور یہ (علی) قیامت کے دن خدا کی ساری مخلوق پر خدا

کی حجت و دلیل ہونگے۔

○ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

یاانس ھذا حجتی علی امتی یوم القیامتہ۔

ترجمہ: اے انس! یہ (علی رضی اللہ عنہ) قیامت کے دن میری امت پر میری حجت ہوگا۔ (کنوز الحقائق (امام مناوی) علی حاشی الجامع الصغیر جلد اول ص ۸۰)

فائدہ:

شیخ عامر احمد حیدر نے القول الجلی میں ص ۳۸ پر حدیث نمبر ۱۹ کے ضمن میں یہ حدیث نقل کی ہے

حجت کے معانی:

مندرجہ بالا احادیث میں حجت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں لفظ حجت کے معنی بیان کیے جائیں۔ علامہ ابن منظور، اپنی شہرہ آفاق کتاب ''لسان العرب'' میں حجت کے معنی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

الحجتہ: مادوفع بہ الخصم۔

ترجمہ:۔ حجت وہ ہے جس کے ساتھ دشمن کو ہٹایا جائے دفع کیا جائے۔

الحجتہ: الوجہ الذی یکون بہ الظفر عند الخصومتہ۔

ترجمہ:۔ حجت ایسی وجہ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ (نظریاتی) لڑائی جھگڑے کے وقت کامیابی حاصل کی جائے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حجت کو حجت۔ کہتے کیوں ہیں؟ تو اس کا

جواب "لسان العرب" میں اس طرح ہے۔

لانها تحج ای تقصد لان القصد لها والیها۔

ترجمہ: کہ حجت کا ایک معنی قصد بھی ہے۔ چونکہ ضرورت کے وقت اس کا بھی قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو حجت کہتے ہیں۔

خیال رہے کہ دلیل، غلبہ، برہان اور قصد یہ سب حجت کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

اور کون کون حجت ہے؟

حضور سرور کائنات ﷺ نے سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

انت حجته بن حجته اخو حجته۔

ترجمہ: تم حجت ہو، حجت کے بیٹے ہو۔ اور حجت کے بھائی ہو۔

حضور ﷺ نے اسی بات پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آگے فرمایا۔

وانت ابو حجج تسعه تاسعهم قائمهم۔

ترجمہ: اور تم نو حجتوں کے باپ ہو ان میں نواں قائم ہے۔ (امام مہدی علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے)۔ (ینابیع المودۃ جلد ۳ ص ۱۵۵)

قائم کے معنی:

قائم کے معنی ہیں، کھڑا ہونے والا، سیدھا مضبوط، پائیدار، موجود، مستقل، مقرر کیا ہوا، برقرار، نگہبان، ذمہ دار، خبر گیری کرنے والا، حق ثابت اور ظاہر کرنے والا، کسی معاملہ کا دار ومدار، مایہ انتظام یعنی معاملات کا سامان مہیا کرنے والا۔

لفظ قائم کے تمام معنوں پر غور فرمائیں اور پھر مندرجہ بالا احادیث کو حجت کے معنوں سمیت دیکھیں تو حقیقت نکھر کر آپ کے سامنے آجائے گی۔ اور اس حقیقت کے نور سے دل جگمگا اٹھیں گے اور ایمانوں کو تازگی ملے گی۔

لیکن: خارجی، ناصبی، رافضی اور اہل بیت کے ساتھ عداوت رکھنے والے لوگ ان احادیث کو دیکھنے کے باوجود شاید راہ راست پر گامزن نہ ہوسکیں۔ اس لئے وہ ان پاک حدیثوں کی تلاوت سے پرہیز کریں۔ کیونکہ ان کے مرض نفاق کے بڑھ جانے، اختلاج قلب اور آنکھوں میں خون اترنے کا اندیشہ ہے۔

(فائدہ ختم ہوا)

سلامتی کی ضمانت:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لعلی وفاطمة والحسن والحسین: انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم۔

(اخراجه الحاکم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں اس سے جنگ کروں گا۔ میں اس کے لئے سلامتی کی ضمانت ہوں۔ جو ان کے لئے سلامتی کا خواہاں ہو۔

(یہ حدیث مستدرک حاکم سے لی گئی)

رواۃ:

ابوالجحاف۔ ابو حازم۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فائدہ:

مندرجہ بالا حدیث مستدرک کے علاوہ، مسند امام احمد، معجم الکبیر، طبرانی۔ اور مجمع زوائد میں بھی موجود ہے اور اس کے ہر لفظ کے تیور بتا رہے ہیں کہ جو بد بخت میرے ان قریبیوں سے جنگ کرے گا اور لڑائی جھگڑا کرے گا رسول خدا اس سے جنگ کریں گے اور جو ان کی سلامتی چاہے گا رسول خدا ﷺ اس کی سلامتی کے ضامن ہیں۔

یزید کو پیدائشی جنتی کا سرٹیفکیٹ دینے والے اور اس سرکش کے سر صحابیت کا تاج سجانے کی کوشش کرنے والے اس حدیث شریف پر بار بار غور کریں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تعصب وعناد کی عینک اتار کر غور کریں۔ ہوسکتا ہے کہ باطل کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا مقدر کا ستارہ دوبارہ طلوع ہو جائے۔ (از مترجم)

جنابت کی حالت میں:

عن ام سلمة ان رسول اللہ ﷺ قال: الا لا يحل هذا المسجد لجنب ولا حائض الا لرسول الله وعلى وفاطمة والحسن والحسين، الا قد بينت لكم: (اخرجه ابن عساكر والبيهقى فى السنن)

ترجمہ:۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! یہ مسجد کسی جنبی مرد اور حیض والی عورت کیلئے حلال نہیں۔ سوائے اللہ کے رسول، علی اور فاطمہ، حسن اور حسین کے۔ خبردار! میں نے تمہارے لئے وضاحت کر دی ہے۔

(یہ حدیث شریف ابن عساکر اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں نقل فرمائی ہے)

زواۃ:

اس حدیث کے راوی ہیں۔ ابو خطاب ہذلی۔ محدوج۔ ذہلی۔ جسرہ۔ اورام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث کے ذیل میں شیخ عامر احمد حیدر نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

الا بینت لکم الاسماء ان لا تضلوا ○

ترجمہ: خبردار! میں تمہیں نام بتا دیئے ہیں تا کہ تم گمرہ نہ ہوجاؤ۔

○ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث پاک شیخ عامر احمد حیدر نے (حاشیہ القول الجلی کے ص۱۰ پر) حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا سے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

الا ان مسجدی حرام علی کل حائض من النساء وکل جنب من الرجال الا علی محمد واهل بیته علی وفاطمة والحسن والحسین۔

ترجمہ:۔ خبردار! میری مسجد (میں داخلہ) حرام ہے ہر حیض والی عورت اور ہر جنبی مرد پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں پر (وہ ہیں) علی، فاطمہ حسن اور حسین (علیہم السلام)۔

اوپر والی دونوں حدیثیں بتارہی کہ جنابت کی حالت میں رسول کائنات مولائے کائنات سیدہ کائنات سبطین حسنین، امامین، کریمین علیہم السلام کے سوا کوئی بھی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (شیخ عامر حیدر یہ حدیث نقل کرنے کے بعد بخاری کے حوالہ سے اس پر کلام کیا ہے)۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پاک باز ہستیوں کو جنابت ناپاک

نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کوئی ناپاک آدمی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اور اس امر کا قرآن پاک نے غیر مبہم انداز میں بتادیا ہے۔ کہ ہر قسم کی ناپاکی اور رجس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک کردیا ہے۔

ان کی پاکی کو خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ مولائے کائنات ہیں:

عن حُبشی بن جنادة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اللھم وال من والاہ والنصر من نصرہ واعن من اعانه۔ (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ:۔ حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔ اے اللہ کریم! تو اس کو اپنا دوست بنالے، جس نے علی کو دوست بنایا۔ اور اس کی مدد کر جس نے علی کی مدد کی۔ اور معاونت فرما اس کی جس نے علی کی حمایت ومعاونت کی۔

(یہ حدیث طبرانی سے لی گئی ہے)

رواۃ:

سلمہ بن فضل۔ سلمان بن قرم الضبی، ابو اسحاق ہمدانی، حبشی بن جنادہ۔

یہ حدیث شریف امام طبرانی نے معجم کبیر کی جلد نمبر ۴ میں نقل فرمائی ہے اور اس میں، وال من والاہ کے بعد، وعاد من عاداہ، یعنی اے اللہ! اس کے ساتھ دشمنی رکھ جس نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمنی رکھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: دعا لعلی فقال: اللھم اعنه

واعن بہ وارحمہ وارحم بہ والنعرہ والنعربہ، اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو بلایا۔ ''اور پھر'' بارگاہ خداوندی میں عرض کی، اے اللہ! معاونت فرما اس کی اور اس کے ذریعہ سے۔ اور رحم فرما اس پر اس کے ذریعہ سے، اور مدد فرما اس کی اس کے ذریعہ سے، اے اللہ! دوست بنالے اس کو جس نے علی رضی اللہ عنہ کو دوست بنایا۔ اور دشمن بنالے اس کو جس نے علی سے دشمنی کی۔

رواۃ:

راوی اس حدیث کے یہ ہیں۔ ابو مالک جنبی، جوہر، ضحاک، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

فائدہ:

اس حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب مولا علی کرم اللہ وجہہ، کو اپنے پاس بلایا اور ان کے لئے دعا فرمائی اور 'بہ' کا لفظ ارشاد فرمایا، اور اس میں۔ ب۔ وسیلہ کے لئے ہے۔ اور 'ہ' ضمیر کا مرجع حضرت مولا علی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم 'واعن بہ' اے اللہ! اس (علی) کے ذریعہ سے اعانت فرما۔ کس کی اعانت فرما؟ مفعول ذکر نہیں کیا۔ حدیث کے الفاظ اور عربی لغت کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اس حدیث کا مفہوم یہ نکلتا ہے۔

کہ اے اللہ! علی کو اعانت 'رحم' اور نصرت کا ذریعہ بنادے۔ اور ساتھ ہی امت کو یہ ہدایت کر دی گئی ہے۔ کہ جو اعانت، رحم اور مدد کا طلب گار ہے اس کو حضرت علی المرتضیٰ کے دروازے پر حاضر ہو کر ان کا دامن تھامنا ہوگا۔ جو آپ

کے وسیلہ وواسطہ کا قائل نہیں، وہ اعانت ورحم اور مدد کی توقع نہ تو بارگاہ خداوندی سے رکھے اور نہ ہی دربار نبوت ﷺ سے۔ (از مترجم)

عزت ومدد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے:

عن عمر وبن شرحیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: وسلم قال: اللهم انصر من نصر علياً اللهم اكرم من اكرم علياً اللهم اخذل من خذل علياً۔ (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ:۔ حضرت عمر وبن شرحیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا، اے اللہ! اس کی مدد فرما جس نے علی کی مدد کی، اے اللہ! اس کی عزت کر (یعنی اس کی عزت بلند فرما) جس نے علی کی عزت کی، اے اللہ! اس کو رسوا فرما جس نے علی کو رسوا کیا۔

(یہ حدیث شریف طبرانی کی ہے)

رواۃ:

راوی اس حدیث کے یہ ہیں۔ سعید بن ابی عروبہ، قسم بن الغفار، حضرت عمرو بن شرحیل رضی اللہ عنہ۔

دعائے برکت:

عن بريدة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: لعلي وفاطمة ليلةً اللهم بارك فيهما وبارك عليهما وبارك لهما في نسلهما۔ (اخرجه ابن سعد)

ترجمہ:۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔ اے اللہ! ان دونوں میں اور ان دونوں پر برکت (کی

چادر) ڈال دے۔ اور ان دونوں کے لئے ان دونوں کی نسل میں برکت ڈال دے۔ (یہ حدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات ابن سعد سے نقل کی ہے)

رواۃ:

راوی اس حدیث کے یہ ہیں۔ عبدالرحمٰن بن حمید الرواسی، عبدالکریم بن سلیط، ابن بریدہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ۔

فائدہ:

اس حدیث شریف کا پس منظر کچھ اس طرح ہے۔ کہ انصار کی ایک جماعت نے کسی مقام پر حضرت مولا مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملاقات کی اور دوران گفتگو حضرت علی سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ سیدہ خاتون جنت کا رشتہ طلب کریں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ما حاجة ابن ابی طالب" یعنی ابو طالب کے بیٹے کو کیا حاجت ہے۔ حضرت علی نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا۔

ذكرت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ:۔ میرے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا گیا ہے۔

(مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی فرزندی میں قبول فرما لیجئے۔ حیا اور وفا کے اعلیٰ ترین آسمان پر چمکتے ہوئے اس چاند کے رشتہ طلب کرنے کا یہ بے مثل انداز دیکھئے!)

جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا۔ "مرحباً واھلاً" اور ان دو لفظوں کے سوا آپ نے کچھ نہ فرمایا۔

حضرت مولا علی ان انصار کے پاس واپس آئے، جنہوں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا۔ اور انتظار میں بیٹھے تھے۔ انصار نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔

ماوارءك؟ آپ کیا خبر لائے؟

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ما ادری غیر انه تال لی مرحباً واهلاً

ترجمہ:۔ میں تو اتنا ہی جانتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا خیر مقدم کیا یعنی مرحبا واھلا فرمایا۔

انصار نے عرض کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرحبا، یا 'اھلا' فرمانا ہی کافی ہے۔اور عرض کیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو لفظ اہل اور لفظ مرحبا سے یاد فرما کر رضا مندی کا اشارہ دیا۔

خیال رہے کہ اہل عرب ''اھلاً ومرحباً'' کے الفاظ خیر مقدم کے لئے بولتے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اہل میں آئے۔ اور تم نے کشادگی پائی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح کرنے کے بعد ارشاد فرمایا۔

یا علی انه لا بد للعروس من ولیمة

ترجمہ:۔ اے علی دولھا کے لئے ولیمہ ضروری ہے۔

میرے پاس ایک مینڈھا ہے۔ میں اسے پیش کرتا ہوں۔ اور انصار نے جوار کے کچھ صاع جمع کیے پھر جب سید فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ میرا انتظار کرنا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا اور اس میں وضو فرمایا۔ پھر وہ پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا۔

اللهم بارك فيهما وبارك عليهما وبارك لهما في نسلهما۔

(الطبقات الکبریٰ بیروت ج ۸)

ترجمہ:۔ اے اللہ! ان دونوں میں برکت عطا فرما اور دونوں پر برکت عطا فرما اور ان دونوں کے لئے ان دونوں کی نسل میں برکت عطا فرما۔

(از مترجم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث

عن علی ان رسول اللہ ﷺ قال: اللهم انك اخذت منی عبيدة ابن الحرث يوم بدر، وحمزة بن عبد المطلب يوم احد، وهذا علیؓ فلا تذرنی فرداً وانت خير الوارثين۔ (اخرجه الديلمی)

ترجمہ:۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی، اے اللہ! بے شک تو نے بدر کے دن حضرت عبیدہ بن حارث کو اور اُحد کے دن حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو مجھ سے لے لیا، اور یہ علی ہیں، پس مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا اور تو بہترین وارث ہے۔

میرا بھائی:

عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال: اللهم هل بلغت هذا واشار الیٰ علی۔ اخی وابن عمی وصهری وابو ولدی، اللهم كب من عاداه فی النار۔ (اخرجه الشيرازی دی الالقاب وابن النجار)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دے، یہ میرا بھائی، میرا چچا کا بیٹا اور میرا داماد اور میرے نواسے کا باپ ہے۔

اے اللہ! اس کو آگ میں الٹا لٹکا دے جس نے اس سے عداوت رکھی ہے۔

فائدہ:

اوپر والی حدیث شریف: ''کنز العمال'' میں بھی دو مقام پر موجود ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کو تھپکتے ہوئے مندرجہ بالا حدیث ارشاد فرمائی۔

دعائے رضا وصلواۃ:

عن واثلة ان رسول اللهﷺ قال: اللهم اجعل لصواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك على وعليهم: يعنى علىٌ وفاطمة وحسن وحسين۔
(اخرجه الطبرانى)

ترجمہ:۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا۔ اے اللہ! اپنی صلوات اور اپنی رحمت ومغفرت اور رضا مندی مجھ پر اور ان پر، یعنی علی، فاطمہ، حسن اور حسین پر کر دے۔
(یہ حدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کی معجم کبیر سے نقل فرمائی ہے)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ یزید بن ربیعہ، یزید بن ابی مالک، ابو الازہر، واثلہ۔

فائدہ:

یہ حدیث شریف طبرانی کی معجم کبیر کی جلد ۲۲ اور صفحہ ۹۵/۹۶ پر ہے واثلہ فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی۔ سیدہ فاطمہ اور حسن وحسین کو ایک

کپڑے کے نیچے جمع فرمایا۔ اور پھر ان کے لئے مندرجہ ذیل دعا فرمائی۔

○ صاحب کنز نے طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے حضرت واثلہ سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث بیان فرمائی ہے۔

اللهم انك جعلت صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوان على ابراهيم وال ابرهيم اللهم انهم منى وانا منهم فاجعل صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك على وعليهم وفاطمة وحسناً وحسيناً۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! بے شک تو نے اپنی صلوات اور اپنی رحمت ومغفرت اور اپنی رضامندی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر فرمائی۔ اے اللہ! بے شک یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں تو اپنی صلوات اور اپنی رحمت ومغفرت اور اپنی رضامندی مجھ پر اور ان پر۔ یعنی علی وفاطمہ اور حسن وحسین (علیہم السلام) پر فرما۔
(حاشیہ القول الجلی ص ۴۸)

حق علی کے ساتھ:

عن علی کرم الله وجهه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: رحم الله علياً ادرالحق معه حيث دار۔ (اخرجه الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے علی (رضی اللہ عنہ) جس طرف اپنا رخ کریں حق بھی اسی طرف اپنا رخ پھیر لے۔

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ مختار بن نافع۔ ابوحیان کے والد سعید۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

فائدہ:

ترمذی شریف میں پوری حدیث اس طرح ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ عجم اللہ ابابکر زوجنی ابنۃ واحملنی دار الھجرۃ واعتق بلالاً من مالہ رحمن اللہ عمر یقول الحق وان کان ومالہ صدیقْ، رحم اللہ عثمان تستحییہ الملائکۃ رحم اللہ علیہً اللھم ادر الحق معہ حیث۔

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، انہوں نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، ہجرت کے وقت مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کیا، اور اپنے مال سے حضرت بلال کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ حق کہتے ہیں، اگرچہ کڑوا ہو، حق بات نے ان کی یہ حالت کردی کہ اب ان کا کوئی دوست نہیں رہا اللہ تعالیٰ حضرت عثمان پر رحم فرمائے، ان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، اے اللہ! علی رضی اللہ عنہ جس طرف رخ کریں حق کا رخ بھی ادھر ہو جائے۔

(جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ سیعد کمپنی کراچی، باب مناقب علی ابن ابی طالب)۔

خیال رہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب مولا مرتضٰی کے فضائل میں لکھی ہے۔ اس لئے آپ نے حدیث شریف کے اس حصے کو نقل فرمایا۔ جو فضائل علی رضی اللہ عنہ میں تھا۔ (از مترجم)

حضرت علی بمنزلہ سر کے:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال: علیّ منی بمنزلۃ راسی من بدنی۔ (اخرجہ الدیلمی)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ایسے، جیسے میرے بدن سے میرا سر ہے۔

(یہ حدیث فردوس دیلمی میں ہے)

رواۃ:

ابن مردویہ اور ان کے دادا، اور محمد بن حسین۔ ہیثم بن خلف۔ احمد بن محمد بن یزید بن سلیم۔ حسین اشقر قیس بن ربیع۔ ابو ہاشم اور لیث۔ مجاہد۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

دنیا اور آخرت میں میرا بھائی:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: علیٌ اخی فی الدنیا والاخرۃ۔

(اخرجه اصطبرانی)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(یہ حدیث طبرانی کی ہے)

فائدہ:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

عن ابن عمر قال آخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابه فجآء علیٌ تدمع عیناه فقال یا رسول اللہ آخیت بین اصحابك ولم تواخ بینی وبین احدٍ فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت اخی فی الدنیا۔ (جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حالت میں

حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ لیکن مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا یا حضور علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا، تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ (از مترجم)

قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ:

عن ام سلمة ان رسول اللہ ﷺ قال: عليٌ مع القران والقران مع علي لن يتفرقا حتىٰ يردا علي الحوض۔ (اخرجه الحاکم واطبرانی الاوسط)

ترجمہ:۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول دوجہان ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ (یہ حدیث مستدرک حاکم اور طبرانی کی معجم اوسط میں ہے)

رواۃ:

علی بن ہاشم بن برید۔ ہاشم۔ ابوسعید تیمی۔ ابو ثابت۔ حضرت ام سلمہ۔

نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل:

عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال: عليٌ امام البررة قاتل الفجرة منصورٌ من نصره مخذول خذله۔ (اخرجه الحاکم)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ارضین وسماوات نے ارشاد فرمایا؟ علی نیک لوگوں کے امام ہیں فاسق وفاجر لوگوں کے قاتل ہیں۔ اس کی مدد ہوگی جس نے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی۔ وہ رسوا ہوگا، جس نے علی رضی اللہ عنہ کو رسوا کیا۔

رواۃ:

عبدالرزاق۔ سفیان ثوری۔ عبداللہ بن عثمان خثیم۔ عبدالرحمان بن بہمان۔ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ)

علم کی زنبیل:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال: عليٌّ عيبة علمي۔

(اخرجه ابن عدی)

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ میرے علم کی زنبیل ہے۔

(یہ حدیث کامل ابن عدی کی ہے)

رواۃ:

راوی اس حدیث کے یہ ہیں۔ ضرار بن صرد۔ یحیٰ بن عیسیٰ۔ رملی۔ اعمش۔ عبایہ۔ عبداللہ بن عباس۔

عیبۃ کے معانی: (از مترجم)

لفظ عیبۃ کی جمع۔ عیابٌ، عیبٌ۔ ہے۔

(۱) وعاءٌ من ادم یکون فیھا المتاع۔

ترجمہ:۔ چمڑے کا وہ تھیلہ جس میں سامان ہوتا ہے، اسے عیبہ کہتے ہیں۔

(۲) زنبیل من ادم ینقل فیه الزرع المحصود الی اجرین۔

ترجمہ:۔ چمڑے کا وہ بڑا سا بورا جس میں کاٹی ہوئی کھیتی کھلواڑے کی طرف منتقل کی جائے۔

اہل ہمدان کی لغت میں اس طرح ہے:

(۳) ما یجعل فیه الثیاب۔

ترجمہ:۔ کہ عیبہ اس صندوق کو کہا جاتا ہے جس میں کپڑے رکھے جاتے ہیں۔

(۴) حدیث شریف کی رو سے صلح حدیبیہ کی دستاویز کو بھی عیبہ کہا گیا ہے۔

(۵) والعرب تجنی عن الصدور والقلوب التی تحتوی علی الضمائر المخفاۃ بالعیاب۔

ترجمہ:۔ اہل عرب ان دلوں اور سینوں کو بھی عیاب (عیبہ کی جمع) کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جو پوشیدہ تصورات وخیالات پر حاوی ہوتے ہیں۔ (یعنی جو راز کو راز رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں)

(۶) عیبـــہ:۔ اہل کو بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ وہ اس طرح کہ حضور ﷺ نے کیسی وجہ سے اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہوکر علیحدگی اختیار فرمالی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ملامت فرمائی۔

جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یاابن الخطاب علیک بعیبتک (لسان العرب)۔

ترجمہ:۔ اے خطاب کے بیٹے آپ اپنے اہل کو لازم پکڑو! یعنی تم بیٹی حفصہ کو اس قسم کی جھڑک نہ دو۔

(۷) شیخ عامر احمد حیدر نے 'عیبہ' کا معنی یوں بیان کیے ہیں۔

الوعاء الذی یضع فیه الانسان ما یحتاجهٗ ویعز علیه

عیبہ اس برتن یا صندوق کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی ضرورت کی، اور محبوب ترین چیزیں رکھتا ہو۔

''اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی محبوب ترین چیز علم ہے''۔

(۸) علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فیض القدیر'' میں عیبہ، کے معنی ان الفاظ میں بیان کیے ہیں۔

والعیبة مایحرز الرجل فیه نفائسهٗ۔

''عیبہ'' اس چیز کو کہتے ہیں جس میں آدمی اپنی نفیس ترین چیزیں رکھتا ہو۔

(۹) علامہ ابن درید فرماتے ہیں۔

وھٰذا من کلامه الموجز الذی لم یسبق ضرب المثل به فی ارادة اختصاصه باموره الباطنة التی لایلع علیھا احدٌ غیرہٗ۔

یہ حدیث آپ کے مختصر کلام میں سے ہے وہ امور باطنیہ جن پر آپ کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں، ان کے ساتھ آپ کے مختص ہونے کے ارادہ میں اس سے پہلے کوئی ضرب المثل نہیں۔

(۱۰) علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وذٰلك غایةٌ فی مدح علیٍ

کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انتہائی مدح میں ہے۔

(۱۱) عیبہ: برتن، خزانہ، کان، (یعنی سرچشمہ) چمڑے کا وہ صندوق جس میں کپڑے اور اپنا خاص قیمتی سامان رکھا جاتا ہے وہ دل اور سینے جو رازوں کی حفاظت کر سکیں۔ اسرار و موز کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ وہ ضرب المثل ہے جو صرف مولا علی کے لئے مختص ہے۔ یہ وہ امور باطنیہ ہیں جن پر آپ کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ یہ حدیث شریف مولا مرتضیٰ کی انتہائی تعریف و مدحت میں ہے۔

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مولا علی، سید عالم ﷺ کے علم کا بہت بڑا خزانہ ہے اور جو بھی علم کا طالب ہو گا اسے مولا علی کریم کی چوکھٹ کو چومنا پڑے گا۔ اور دروازۂ علومِ نبوت کے سامنے کھڑے ہوکر علمی خیرات کے لئے ہاتھوں میں کشکول تھام کر صدا دینا ہوگی۔ اور یہ بات بھی حق ہے کہ حضرت علی کریم کے دشمن کو عالم کہنا علم نبوت کی توہین ہے۔

راقم کو اس چیز کا علم ہے کہ دشمنِ علی اور منافق کے سینے میں علم کا نور نہیں ہوتا۔ بلکہ آگ شعلہ زن ہوتی ہے۔

مومنوں کا سردار:

عن عليٍ كرم الله وجهه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عليٌ يعسوب المؤمنين، والمال يعسوب المنافقين۔ (اخرجهٗ ابن عدی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ ارض وسماوات نے فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ مومنوں کا سردار اور بادشاہ ہے۔ اور مال منافقوں کا سردار ہے۔

(یہ حدیث کامل ابن عدی میں ہے)

رواۃ:

عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب اس حدیث شریف کے راوی ہیں۔

فائدہ از مترجم:

''فیض القدیر'' میں امام مناوی۔ یعسوب۔ کا معنی بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں۔

عليٌ يعسوب المؤمنين ای سیدهم۔ یعنی ان کے سردار ہیں۔

"محکم" میں ہے۔ الیعسوب امیر النحل۔ یعنی یعسوب سے مراد شہد کی مکھیوں کا سردار۔

ثم کثر حتی سموا کل رئیس یعسوبًا۔

پھر اس کا کثرت سے استعمال ہونے لگا یہاں تک اہل عرب ہر رئیس کو یعسوب کہنے لگے۔

○ طبرانی اور بزار نے حضرت ابوذر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ حدیث ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے۔

اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيد علي فقال: هٰذا اول من امن بي، واول من يصافحني يوم القيامة وهٰذا الصديق الاكبر وهٰذا فاروق هٰذه الامة وهٰذا اليعسوب المؤمنين، والمال يعسوب المنافقين۔

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، یہ سب سے پہلا شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا، اور یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے، اور یہ اس امت کا (حضرت) فاروق ہے اور یہ مومنوں کا سردار ہے۔ اور مال منافقوں کا سردار ہے۔

علی رضی اللہ عنہ میرے دشمنوں کا کام تمام کرے:

عن سلمان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: علي بن ابي طالب ينجز عداتي ويقضي ديني۔ (اخرجه الديلمي)

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی ابن ابی طالب میرے دشمنوں کا کام تمام کرے گا اور میرا قرض ادا کرے گا۔ (یہ حدیث فردوس دیلمی سے لی گئی)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ محمد بن اسماعیل بن رجاء زبیدی۔ مطر۔ انس۔ سلمان۔

فائدہ:

اس حدیث مبارکہ میں۔ عداتی۔ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ شیخ عامر لکھتے ہیں، کہ یہ لفظ اصل میں عھداتی ہے۔ 'ینجز' کا لفظ عربی لغت میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب اس کا مفعول۔ الحاجۃ یا الوعد ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے پورا کرنا۔ اور جب اس کا صلہ 'علی' ہو تو معنی بنتا ہے۔ کام تمام کرنا، ختم کرنا، نمٹنا، لڑائی کرنا۔ اس وضاحت کے مطابق، اگر مذکورہ لفظ عداتی ہو تو معنی ہوگا علی میرے دشمنوں کا کام تمام کرے گا۔ اور اگر یہ لفظ 'عھداتی' ہو تو معنی ہوگا علی رضی اللہ عنہ میری وعدوں کو پورا کرے گا۔

اسماء الٰہی کا علم:

عن علی کرم اللہ وجھہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: علی بن ابی طالب اعلم الناس باسم اللہ، واشد الناس حبا وتعظیما باھل لاالہ الا اللہ۔ (اخرجہ ابونعیم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ علی ابن ابی طالب، اللہ تعالیٰ کے نام کو لوگوں سے بہت زیادہ جاننے والے ہیں، اور بہت زیادہ محبت اور تعظیم کرنے والے ہیں۔ اہل لا الہ الا اللہ (یعنی اسرار لا الہ الا اللہ، سے واقف لوگوں) سے بہت پیار اور شفقت فرمانے والے ہیں۔

(یہ حدیث شریف امام ابونعیم کے حلیۃ الاولیاء کی ہے)

شیخ عامر احمد حیدر قمطراز ہیں کہ میں نے امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کے "حلیۃ الاولیاء" سے یہ حدیث ان الفاظ میں دیکھی ہے۔

انصح الناس واعلمهم بالله واشدالناس حبا وتعظيما لحرمة لااله الا الله۔ (شرح القول الجلی ص ۵۷)

ترجمہ: لوگوں میں سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا، اور اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا "علی" ہے اور لا الہ الا اللہ کی حرمت کے لئے لوگوں کی سب سے زیادہ محبت و تعظیم کرنیوالا ہے۔

اور اس حدیث کی سند اس طرح ہے۔ محمد بن احمد بن حسن۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔ ضرار بن صرد۔ علی بن ہاشم۔ برید۔ محمد بن عبداللہ بن ابی رافع۔ عمر بن علی بن حسین۔ علی بن حسین۔ علی ابن طالب علیہم السلام۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان ہے:

عن ابی ذر ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال: علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت به من بدی، حبه ایمان وبغضه نفاق والنظر اليه رأفة (اخرجه الديلمی)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ علی میرے علم کا دروازہ ہیں، اور میری امت کے لئے اس چیز کو واضح وظاہر کرنے والے ہیں، جس چیز کے ساتھ میں بھی بھیجا گیا ہوں۔ علی کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض منافقت ہے اور ان کی طرف دیکھنا باعثِ آرام وسکون ہے۔

(یہ حدیث دیلمی میں ہے)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی ہے موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب۔ عبدالمہیمن بن عباس (عن ابیہ عن جارہ) سہیل بن سعد۔ ابوذر

فائدہ از مترجم:

یہ حدیث دیلمی کی مسند الفردوس کی جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۶۵ میں ہے اور اس کے آخر میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔

ومودته عبادۃ۔ ان کی موڈت عبادت ہے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھ چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے، کہ علی رضی اللہ عنہ میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ میری رسالت ونبوت اور میری شریعت وطریقت کے علوم واسرار کو واضح کرنے والا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان ہے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنا منافقت ہے۔ اور علی کے ساتھ محبت ومودّت اور عقیدت رکھنا عبادت ہے۔

ان تمام امور کو ذہن میں رکھتے ہوئے موجودہ دور کے خارجیوں کے نظریات پر نظر رکھیں اور ان کی اعتقادی دنیا کی بربادی کا نقشہ آپ کو واضح دکھائی دے گا۔

مومن کون؟ کافر کون؟:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: علی بن ابی طالب باب حطة من دخلهٗ کان مؤمنا ومن خرج منه کان کافراً۔

(اخرجه الدار قطنی فی الافراد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہوگا وہ مؤمن ہوگا، اور جو اس میں خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔ (یہ حدیث دار قطنی نے افراد میں نقل فرمائی ہے)

رواۃ:

حسین بن بن اشقر۔ شریک۔ اعمش۔ عطاء ابن عباس۔ اس حدیث کے راوی ہیں۔

فائدہ از مترجم:

باب حطہ:

خیال رہے۔ باب حطہ۔ بنی اسرائیل کے لئے بمنزلہ کعبہ کے تھا جو ''بیت المقدس'' یا اس کے قریب 'اریحا' نامی بستی کے سات دروازوں میں سے ایک تھا۔ اور اس میں داخل ہو۔ اور اس کی طرف سجدہ کرنا گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ و وسیلہ قرار دیا گیا۔

قرآنی ارشاد:

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

واذقلنا ادخلوا هٰذه القرية فكلوا منها حيث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدًا وقولوا حطةٌ نغفرلكم خطٰيٰكم وسنزيد المحسنين۔

(پارہ اول سورۂ بقرۂ آیت ۵۸)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرمایا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ، پھر اس میں

جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ، اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا، اور یہ کہو ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے، اور قریب ہے کہ نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں''۔

○ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ بیت المقدس کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ اس دروازے کو۔ باب حطہ کہا جاتا ہے۔

روح البیان میں ہے۔

التی کان یتعبد فیها موسیٰ وهارون ویصلیان مع بنی اسرائیل الیها۔

باب حطہ وہ دروازہ ہے جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام عبادت کرتے اور بنی اسرائیل کے ساتھ اس کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرتے تھے۔ (روح البیان ج اول ص ۱۴۳)

لفظ حطة، کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف اور ساقط کر دے۔ لیکن بنی اسرائیل نے حطة، کی بجائے حنطةٌ فی شعیرةٍ۔ (یعنی ہم کو گندم اور جو دے)۔

○ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ باب حطہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔

○ حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔

طوطیءَ لهم الباب ان یدخلوه سجدًا۔

(تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۱۴۴)

کہ باب حطہ بہت نیچے رکھا گیا تھا تاکہ وہ داخل ہوتے وقت اپنے سر کو

سجدہ کی حالت میں جھکا دیں (لیکن وہ بدبخت سجدے کے منکر تھے)۔

اس لئے وہ اپنے آپ کو سرین (چوتڑوں) کے بل گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے۔ اس طرح بنی اسرائیل نے قول و فعل دونوں کو بدل دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کا عذاب نازل فرمایا۔ اور ستر ہزار اسرائیلی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔

قارئین کرام! آپ نے قرآن مجید کے اندر بابِ حطہ کا تذکرہ اور اس کی مختصر تفسیر دیکھ لی۔ اب حضور ﷺ کے اس ارشاد کو دیکھ لیں۔ کہ ''حضرت علی ابن ابی طالب باب حطہ ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا''۔

برادرانِ اسلام! اس بات پر غور فرمائیں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے گناہوں کی معافی کے لئے، باب حطہ کو ہی کیوں منتخب فرمایا اور اس کو قد کے اعتبار سے چھوٹا کیوں رکھا؟۔

ذرا اپنے وجدان و ذکاوت کو آواز دے کر پوچھیں تو یہی جواب آئے گا کہ یہ وہ دروازہ ہے جہاں حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے نسبت ہو جائے وہ جگہ وہ مقام مقدس و پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اور وہاں ہر قسم کی خطائیں معاف، مشکلیں آسان، اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ والوں سے بے نیاز ہوکر خدا تعالیٰ تک پہنچنا اور معرفت خداوندی حاصل کرنا دشوار تر ہے۔

اور اس دروازے کو لمبائی میں چھوٹا رکھنے میں حکمت یہی ہو سکتی ہے کہ

جب اس میں داخل ہوں تو خود کو جھکا لیں۔ بنی اسرائیل کا باب حطہ بیت المقدس میں ہے۔ اور امت رسول کا باب حطہ مولا مرتضٰی ہے۔ وہ لمبائی میں چھوٹا یہ قد کے اعتبار سے چھوٹا۔ جب باب حطہ ہوتو بنی اسرائیل کو جھک جانے کا حکم ہے۔اور جب بارگاہِ حیدری ہوتو امت رسول کو جبین نیاز کو خم کرنے کا حکم ہے۔ مومن اس میں جھکتا ہوا حاضر ہوتا ہے۔ اور کافر ہمیشہ اس سے خارج اور دور رہتا ہے۔ الغرض مولا علی مرتضٰی امت مصطفوی کا باب حطہ ہیں اور یہ فرمان ہے اللہ کے آخری رسول ﷺ کا۔

ہر مومن کا ولی:

عن عمران بن حصین ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: علی منی وانا من علی، وعلی ولی کل مؤمن بعدی۔ (اخرجه ابن ابی شیبة وصححهٗ)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ اور علی میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔
(یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے تخریج کی اور اسے صحیح قرار دیا)

رواۃ:

اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔ یزید الرشک۔ مطرف۔ عمران بن حصین۔
⊙ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ نمبر ۳۷۲ میں مکمل حدیث ان الفاظ میں ہے اور اسے ترمذی نے بھی باب مناقب میں روایت کیا ہے۔

بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم سریة واستعمل علیهم علیا، فصنع علی شیئًا انکروه فتعاقد اربعة من اصحاب رسول الله صلی الله

عليه وسلم ان يعلموه وكانو اذا قدموا من سفرٍ بدأوا برسول الله صلى الله عليه وسلم فسلمواعليه ونظروا اليه ثم ينصرفون الى رحالهم، قال فلما قدمت السرية سلموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقام احد الاربعة فقال يارسول الله الم تران عليا صنع كذاوكذا؟

فاقبل اليه رسول الله يعرف الغضب في وجهه فقال ماتريدون من علي؟ ماتريدون من علي؟ علي مني وانامن علي، وعلي ولي كل مؤمن بعدي۔

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا، حضرت نے ایک ایسا کام کیا جسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے (اپنے طور پر) ناپسند کیا، اور آقا ﷺ کے چار صحابہ رضی اللہ عنہم نے معاہدہ کیا کہ وہ اس کے بارے میں آپ ﷺ کو بتائیں گے، جب سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے اور آپ کی طرف دیکھتے اور پھر ان کجاووں کی طرف لوٹ جاتے جب یہ لشکر آیا تو حضور ﷺ کو سلام عرض کیا تو ان چار میں سے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے (ایسی حالت میں کہ) آپ ﷺ کے رخِ انور سے غصہ ظاہر ہورہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں، اور علی میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

خاتمہ:

توفي علي تكرم الله وجهه ورضي الله عنه وسنه ثلاثة وستون سنة على الصحيح وقيل: بل هو ابن ثمانية وخمسين سنة وقتل رضي الله عنه سنة اربعين، وكانت خلافته خمس سنين وستة اشهرٍ رضي الله عنه: واعاد علينا وعلى المسلمين من بركاته۔

صحیح روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی اور آپ کو ۴۰ھ میں شہید کیا گیا اور آپ کی خلافت ۵ سال ۶ ماہ تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر راضی ہو اور ہم پر اور تمام مسلمانوں پر آپ رضی اللہ عنہ کی برکات لوٹا دے۔

اوپر والی روایت میں آپ کی ظاہری خلافت ۵ سال چھ ماہ مذکور ہے۔ جب کہ طبقات ابن سعد۔ اور تاریخ طبری میں ۴ سال چھ ماہ ہے۔

اس کا آخر:

یہ اس کا آخر ہے۔ جس کا ہم نے ارادہ کیا اور اپنے مقصد کی تکمیل کی۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ یہ کتاب قسطنطنیہ میں مکمل ہوئی وار اس کتاب کی کتابت اس نے کی جو اللہ غنی کی طرف محتاج ہے۔ یعنی علی بن محمد الشروانی۔ اللہ تعالیٰ باپ بیٹے کو معاف فرمائے۔ (۱۱۳۵ھ)

کتاب "القول الجلی فی فضائل علی" کا ترجمہ وتشریح ۲۴ اگست ۲۰۰۵ء رات کے دس بج کر پچیس منٹ پر مکمل ہوا۔

اے اللہ کریم! اپنے اس عبد حقیر کی اپنی بارگاہ میں نذر قبول فرما۔ جو

تیرے پیارے محبوب ﷺ کے سب سے پیارے بھائی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب کے اردو ترجمہ کی شکل میں پیش کی ہے۔

اے اللہ! اپنے حبیب ﷺ کے طفیل حیدر کرار کی شجاعت کے صدقے میں۔خاتونِ جنت کے فقر کے صدقہ۔اپنے اس خطا کار بندہ پر اور اس کی اولاد واحباب پر رحم فرما۔فضل وکرم سے نواز۔

غلامِ غلامانِ حیدر کرار رضی اللہ عنہ
سید خضر حسین چشتی کوٹلہ سارنگ شریف، ضلع گجرات
حال مقیم منڈی بہاؤالدین

الثغور الباسمة فی مناقب فاطمة

مناقب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری

املاء

ملک محبوب الرسول قادری

عنوانات

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

مناقب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا سے خوشی و مسرت	452
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ عطا کرنا	452
سیدہ کے نکاح کے بارے میں احادیث	454
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ کو مہر دینا	455
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے نکاحِ سیدہ کے لئے پیغام آئے	457
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے معاملات	458
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز	459
سیدہ رضی اللہ عنہا کے خصائص اور مناقب	459
فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر کا گوشہ ہے	460
تمام لوگوں سے سیدہ فاطمہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہونا	461
چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ	462
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ کے ساتھ سرگوشی کرنا	462
جنتی خواتین کی سربراہ	463
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا	464
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی	464
اولادِ فاطمہ پر جہنم حرام	465
سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور وصال	465
کیا سیدہ نے غسل خود کرلیا تھا؟	466

وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت 467
سیدہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث 468
مسجد کے داخلہ کے وقت دعا پڑھنا 468
سیدہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات مبارکہ 469
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر سیدہ کا مرثیہ 470

مناقب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا سے خوشی ومسرت

ترجمہ: محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

تگ ودو کے باوجود امام سیوطی کی کتاب ''الشفور الباسمۃ فی مناقب فاطمۃ'' نہ ملی ایک روز علامہ محمد عارف جاوید خطیب انارکلی لاہور کا فون آیا کہ میرے پاس کافی کتب بطور امانت آئی ہیں چونکہ ان کا اٹھانا مشکل ہے اس لئے آپ آکر دیکھ لیں ان میں سے جس کی چاہیں فوٹو کاپی بنوالیں۔ دس محرم الحرام کو نماز جمعہ کے بعد عزیزم محمد فاروق قادری حفظہ اللہ کے ساتھ حاضر ہوا علامہ موصوف نے پرتپاک استقبال کیا عصر کی نماز کے بعد کتب دیکھیں ان کتب میں دیگر کتب کے ساتھ یہ کتاب بھی حاصل ہوگئی۔ جیسے ہی محب اہل بیت علامہ محبوب الرسول قادری کے علم میں آئی تو انہوں نے فی الفور املاء ترجمہ کی تیاری کرلی بندہ نے تین مختلف نشستوں میں ترجمہ کروادیا ''سوئے حجاز'' میں امام دولابی رحمۃ اللہ علیہ کی فریۃ الطاہرہ کا ترجمہ شائع ہورہا ہے اس دفعہ اسے روک کر امام سیوطی قدس سرہٗ کی اس کتاب کا ترجمہ شامل کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں اور پھر اسلامک میڈیا سنٹر کی طرف سے امام تقی الدین احمد بن علی المقریزی رحمۃ اللہ علیہ اور زیر نظر کتاب یکجا چھپ رہی ہیں واضح رہے کہ یہاں اس کی سند حذف کردی گئی ہے اسے الگ کتاب کی صورت میں اصل متن کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

(مفتی محمد خان قادری)

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

رسول اللہ ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ عطا کرنا

روایت ا:

حضرت عطا بن سائب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ آپ ﷺ نے بستر، تکیہ (جس کے اندر کھجوروں کی چھال تھی) دو چکیاں، مشکیزہ اور دو گھڑے عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اللہ کی قسم! کہ تو جب کنوئیں سے پانی لاتی ہے تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد ﷺ کے ہاں کچھ قیدی بھیجے ہیں ان سے جا کر کوئی خادم مانگ لو۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں اللہ کی قسم چکی پیستی تھی حتیٰ کہ میرے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے اور میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی! کس وجہ سے آئی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں اور سوال کرنے سے حیا کیا اور واپس لوٹ آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بھی سوال کرتے ہوئے حیا آتا ہے تو دونوں مل کر اکٹھے حاضر ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم یہ کنوئیں سے پانی لاتی ہے اس پر مجھے تکلیف ہوتی ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں چکی پیستی ہوں جس سے میرے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قیدی بھیجے ہیں ہمیں کوئی خادم عطا فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں یہ عطا نہیں کرتا کہ میں اہل صفہ کو

اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کے پیٹ خالی ہوں میں ایسی چیز نہیں پاتا کہ جوان پر خرچ کروں میں ان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔ تو دونوں واپس لوٹ آئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور وہ دونوں ایک ایسی (مختصر) چادر میں تھے کہ اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے ہو جاتے اور اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ دونوں اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو پھر فرمایا کہ! میں تمہیں ایسی چیز کی خبر دوں کہ جو تم نے مجھ سے مانگا اس سے بہتر ہے تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں کہ جو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے بتائے ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس دفعہ ''سبحان اللہ'' دس دفعہ ''الحمدللہ'' اور دس دفعہ ''اللہ اکبر'' پڑھ لیا کرو۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو ۳۳ بار ''سبحان اللہ''، ۳۳ مرتبہ ''الحمدللہ'' اور ۳۴ مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ہمیں سکھائے ہیں ہم نے ان کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ابن الکواء نے عرض کیا کہ کیا صفین کی رات بھی؟ فرمایا ہاں صفین کی رات بھی نہیں چھوڑے۔

یہ حدیث صحیح مشہور ہے اسے اصحاب ستہ نے نقل کیا۔ دیگر نے بھی ان کو طویل اور مختصر الفاظ کے ساتھ طرق کثیرہ سے نقل کیا ہے۔

روایت ۲ تا ۱۵:

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر اس روایت کو ۱۵ کتب اور اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سیدہ کے نکاح کے بارے میں احادیث:

شیخ ابن مندہ نے ''المعرفۃ'' میں کہا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

مدینہ منورہ میں ہجرت کے ایک سال بعد ہوا اوران کی رخصتی اس کے ایک سال بعد ہوئی اور ان کے ہاں حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت اُم کلثوم اور حضرت زینب کی ولادت ہوئی۔

ابن سعد کی طبقات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ماہ رجب میں ہوا۔ اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ آنے کے پانچ ماہ بعد ہوا۔ اور رخصتی بدر سے واپسی پر ہوئی۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی اور دیگر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح واقعہ اُحد کے بعد ہوا اور سیدہ کی عمر اس وقت ساڑھے پندرہ برس تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ کو مہر دینا:

روایت ۱۶:

امام بیہقی نے ''الدلائل النبوۃ'' میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی مجھے ایک خاتون نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بارے میں بات کی ہے تو میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ بات کریں کون سی چیز ہے جو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے منع کرتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ میرے پاس کون سی چیز ہے کہ جس پر میں نکاح کی بات کروں؟ تو وہ کہنے لگی کہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دیتے۔ وہ مجھے امید دلاتی رہی حتیٰ کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی جلالت وہیبت تھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو چپ رہا۔ اللہ کی قسم! میں گفتگو کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی! کس وجہ سے آئے ہو؟ کیا معاملہ ہے؟ میں خاموش رہا تو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تو فاطمہ کے پیغامِ نکاح کے لئے آیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کو تو حلال کرے؟ (یعنی مہر) میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ ﷺ، فرمایا وہ زرہ کا کیا کیا۔ جو میں نے تمہیں عطا کی تھی؟ اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ حطیمہ تھی تو فرمایا میں تمہارے ساتھ اس زرہ پر نکاح کرتا ہوں تم وہ میری طرف بھیج دو جس کی وجہ سے وہ تم پر حلال ہو جائے گی تو یہ زرہ حضور ﷺ کی بیٹی فاطمہ کا مہر بنا۔

روایت ۱۷:

امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کاش تم حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ خوشخبری ہے اور مسرت کا مقام ہے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہ کی۔ حضرت علی واپس اس گروہ صحابہ کے پاس آئے جو جواب کے انتظار میں تھے انہوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو تو بتایا کہ آپ نے صرف اتنا فرمایا ہے کہ......مرحبا واھلاً......انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہی کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے دو الفاظ استعمال کئے ہیں اہل تجھے عطا کیا ہے اور خوشی (یعنی مرحبا)۔

اور بتایا کہ جب آپ ﷺ نے حضرت علی کے ساتھ سیدہ کا نکاح کیا تو فرمایا کہ علی! شادی کا ولیمہ ہوتا ہے حضرت سعد کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک دنبہ تھا اور انصار نے ان کے لئے چند صاع باجرہ جمع کیا۔ جب رخصتی کی رات آئی تو فرمایا علی! تم کوئی بات نہ کرنا۔ یہاں تک کہ مجھے ملو۔ تو حضور ﷺ نے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی بہایا ہے اور یہ دعا کی۔ اے اللہ! اس

میں برکت عطا فرما ان دونوں کو برکت عطا فرما اور ان کی نسل کو برکت عطا فرما۔

روایت ۱۸:

امام ابوداوٗد نے حضرت عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں کوئی چیز دو۔ عرض کیا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ فرمایا! تمہاری حطمی زرہ کہاں گئی؟ ابن سعد نے عکرمہ سے مرسلاً یہ اضافہ بھی نقل کیا کہ یہ زرہ مہر کے طور پر دی گئی اور اس کی قیمت چار سو درہم تھی۔

روایت ۱۹:

ابن سعد نے الباابن احمد یشکری سے نقل کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا تو انہوں نے اپنا اونٹ بیچا جس کی قیمت ۴۸۰ درہم تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو تین حصے کرو۔ دو حصے خوشبو اور ایک حصہ کپڑوں کے لئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے نکاحِ سیدہ کے لئے پیغام آئے:

روایت ۲۰:

حجر بن عنبس سے ابن سعد نے نقل کیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغامِ نکاح بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! یہ تمہارے لئے ہے اور میں کبھی حق کے خلاف بات کرنے والا نہیں اور یہ بتایا کہ حضرت علی کے ساتھ وعدہ تھا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پیغامِ نکاح سے پہلے۔

روایت ۲۱:

ابن سعد نے حضرت عطا سے نقل کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے کہا کہ علی نے تمہارے بارے میں بات کی ہے تو آپ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا۔

روایت ۲۲:

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو جہیز میں جو چیزیں دی گئیں ان میں ایک بُنی ہوئی چارپائی، ایک چمڑے کا تکیہ (جس میں کھجور کی چھال تھی) اور چمڑے کا مشکیزہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم بیوی کے پاس جاؤ تو قریب نہ جاؤں یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ یہود کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی بیوی سے خلاف فطرت ہم بستری کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے پانی منگوایا اور وہ پانی ایک ٹب میں تھا یا کسی اور برتن میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور منہ میں وہ پانی لے کر ان کے ہاتھوں، سینے اور دونوں بازوؤں پر وہ پانی پھینکا۔

روایت ۲۳:

اسی کی مثل حضرت سعید بن مسیب نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے معاملات:

روایت ۲۴:

امام ابن ماجہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کی تو اس رات جو ہمارے پاس بستر تھا وہ کھال کا چمڑا تھا۔

روایت ۲۵:

امام ابن سعد نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح ہوا تو میرے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی خادم نہ تھا۔

روایت ۲۶:

امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں حاضر ہوئے ہم نے ان کی شادی سے بڑھ کر کوئی خوبصورت شادی نہیں دیکھی۔ ہمیں کھجور دار منقیٰ پیش کیا گیا جو ہم نے کھایا اور شادی کی رات ان کا بچھونا کھال کا بستر تھا۔

روایت ۲۷:

امام ابن سعد نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئیں ان کو دو چادریں دی گئیں جن پر چاندی سے کشیدہ کاری کی گئی تھی اور وہ زعفرانی رنگ کی تھیں۔ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئیں تو وہاں دیکھا کہ بکری کی کھال کا بچھونا تھا۔ ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال تھی۔ ایک مشکیزہ تھا، ایک پیالہ اور ایک تولیہ تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز:

روایت ۲۹:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "زہد" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بستر، مشکیزہ اور چمڑے کا تکیہ دیا جس میں کھجور کی چھال تھی۔

روایت ۳۰:

انہوں نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہمارے پاس چمڑے کا بستر تھا جس کے ایک پہلو پر ہم سوئے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کے خصائص اور مناقب:

روایت ۳۱:

بخاری اور مسلم نے متعدد اسناد کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ سے

بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنو ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ ایک بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کرنا چاہتے ہیں میں اجازت نہیں دیتا اور نہ دوں گا۔ حتیٰ کہ علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور پھر وہ ان کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر لیں اور میں حلال کو حرام کرنے والا نہیں اور نہ حرام کو حلال کرنے والا ہوں لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی، اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت میں ہے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو شے اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے جو شے اسے اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتی ہے اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اسے اذیت پہنچانے والے کے دین میں فتنہ پیدا نہ ہو۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کا جگر کا گوشہ ہے:

امام حاکم نے حضرت سوید بن غفلۃ سے بیان کیا کہ ابوجہل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے نبی ﷺ سے مشورہ کیا، تو پوچھا کیا تم اس کے حسد کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ عرض کیا نہیں، کیا آپ ﷺ نے اس کے ساتھ نکاح کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا! نہیں۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے میں نہیں چاہتا کہ اسے کوئی بات غمگین کرے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ایسی بات کر دی ہے جو آپ کو ناپسند ہے۔

روایت ۳۴:

امام بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغامِ نکاح بھیجا اور یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی طرف ایک نمائندہ بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم ابوجہل کی بیٹی کو چاہتے ہو تو ہماری بیٹی کو واپس کر دو۔

امام ابن التین کہتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ اس واقعہ کو اس بات پر مامور کیا جائے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اپنی بیٹی اور دیگر کی بیٹی کو جمع کرنا حرام قرار دیا۔ اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اذیت، حضور ﷺ کی اذیت ہے۔ اور آپ ﷺ کی اذیت بالاتفاق حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے اس سے یہ کہنا بعید نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ خاصا ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹی پر کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کیا جائے اور ممکن ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاصہ ہو۔

تمام لوگوں سے سیدہ فاطمہ کا حضور ﷺ کو محبوب ہونا:

روایت ۳۳:

امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ تمام لوگوں میں سے حضور ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زیادہ محبوب تھیں۔

روایت ۳۴:

امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ میں نے کسی کو عادت، خصلت، طریقہ میں رسول اللہ ﷺ کی مشابہ بیٹھنے اٹھنے میں آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔ جب آپ آتیں تو حضور ﷺ کھڑے ہوتے، انہیں چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ ﷺ کا مرض شروع ہوا تو وہ آئیں اور انہوں نے جھک کر آپ ﷺ کا بوسہ لیا۔ پھر سر اٹھا کر مسکرائیں تو آپ ﷺ نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ نے خبر دی تھی کہ اس مرض میں آپ ﷺ کا وصال ہوگا تو میں رو دی اور پھر آپ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ سب سے پہلے میرے اہل سے تم میرے ساتھ ملاقات کروگی تو میں مسکرائی۔

چال ڈھال میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ:

روایت ۳۵:

امام بخاری نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج جمع تھیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کی چال ڈھال اپنے والد گرامی ﷺ کی طرح ہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بیٹی! خوش آمدید۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی دائیں طرف بٹھایا اور کوئی راز کی بات ان سے کی جس پر وہ رو پڑیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے کوئی راز کی بات کی تو وہ مسکرا دیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے اس راز کی بات کے بارے میں اطلاع دیں۔ تو کہنے لگیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشا کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں نے ان سے کہا کہ اب میں آپ سے اس حق کی وجہ سے پوچھتی ہوں جو میرا آپ پر ہے۔ کیا آپ مجھے وہ خبر دیں گی جو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے بطور راز فرمائی تھی؟ تو کہنے لگیں۔ ہاں! اب میں بتاؤں گی۔ مجھے آپ ﷺ نے بتایا تھا کہ جبرئیل امین میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے اس مرتبہ انہوں نے میرے ساتھ دو دفعہ دور کیا ہے۔ تو اب میرے وصال کا وقت قریب ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رکھنا۔ صبر سے کام لینا۔ میں تمہارے لئے بہتر انتظام وانتظار کرنے والا ہوں۔ تو میں رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ بتایا کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتی کہ تم تمام مسلمان خواتین کی سربراہ بنو تو میں مسکرا پڑی۔

حضور ﷺ کا سیدہ کے ساتھ سرگوشی کرنا:

روایت ۳۶:

امام ترمذی نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے

فتح مکہ کے موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے ساتھ سرگوشی کی تو وہ رو پڑیں پھر ان کے ساتھ کوئی بات کی تو وہ ہنس پڑیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ان (سیدہ فاطمہ) سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے وصال کی خبر دی تو میں رو پڑی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ اطلاع دی کہ میں حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ تمام خواتینِ اہل جنت کی سردار ہوں تو میں ہنس پڑی۔

روایت ۳۷:

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کائنات کی خواتین میں یہ سردار ہیں، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسیہ فرعون کی بیوی۔

جنتی خواتین کی سربراہ:

روایت ۳۸:

امام بزار نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تو اس پر خوش نہیں کہ جنتی خواتین کی سردار تم ہو اور تمہارے دونوں بیٹے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

روایت ۳۹:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری میں عیادت کی اور پوچھا آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ عرض کیا میں تکلیف میں ہوں اور اس چیز نے میرے لئے اضافہ کر دیا ہے کہ میرے پاس کوئی طعام نہیں جسے میں تناول کروں۔ فرمایا بیٹی! کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم تمام

کائنات کی خواتین کی سردار ہوں۔ عرض کیا حضرت مریم کہاں ہیں؟ فرمایا، وہ اپنے دور کی خواتین کی سربراہ ہیں اور تم اپنے دور کی خواتین کی سربراہ ہو اور اللہ کی قسم! میں نے تمہارا نکاح دنیا اور آخرت کے سردار سے کیا ہے۔

روایت ۴۰:

امام احمد، ابویعلی اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ فاطمہ خواتینِ اہل جنت کی سربراہ ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا:

روایت ۴۱:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے چہرے پر خون نہ تھا اور شدتِ بھوک کی وجہ سے زردی غالب تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اسے پھیلاتے ہوئے ان کے سینے پر ہار کی جگہ پر رکھا پھر یہ دعا کی......اے اللہ! بھوک پر سیر کرنے والے، پست کو بلند کرنے والے، فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کو اٹھا لے۔ حضرت عمران کہتے ہیں اس کے بعد میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس کے بعد پر ایسی کیفیت کبھی نہیں آئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی:

روایت ۴۲:

امام طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ رسول

اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری رضا سے راضی اور تمہاری ناراضی سے ناراض ہوتا ہے۔

اولاد فاطمہ پر جہنم حرام:

روایت ۴۳:

امام بزار نے حضرت عبداللہ بن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ نے پاکیزگی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اوران کی اولاد کو جہنم پر حرام کر دیا ہے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور وصال

شیخ مدائنی وغیرہ نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ اور ام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی بیٹی ہیں اور دونوں میں سے کون چھوٹی ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیٹی حضرت زینب، دوسری حضرت رقیہ، تیسری حضرت کلثوم اور چوتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

امام ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ سیدہ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی۔ اور کعبہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ساڑھے سات سال پہلے تعمیر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت بعثت کے سال ہوئی۔ ان کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ آپ کا وصال رسول اللہ ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد ہوا۔ بعض نے آٹھ ماہ، بعض نے تین ماہ، بعض نے ستر دن اور بعض نے دو ماہ کا قول کیا لیکن صحیح پہلا قول ہے۔

امام واقدی وغیرہ نے لکھا کہ آپ کا وصال رمضان المبارک کی تین کو

اور ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوا۔

امام ذہبی کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی عمر ۲۴ سال ہوئی۔ بعض نے ۲۱ بعض نے ۲۶، بعض نے ۲۷، بعض نے ۲۹، بعض نے ۳۳، بعض نے ۳۵ برس کا قول کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ چھ ماہ زندہ رہیں لیکن سخت بے چین اور مضطرب رہیں اور دیگر نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا۔ ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ انہیں آپ کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا، نماز جنازہ پڑھایا اور رات ہی کو دفن کیا۔ بعض نے کہا کہ جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ بعض نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ قبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے فضل اترے۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ وفات سے قبل ہی آپ نے ازخود غسل فرمایا۔

کیا سیدہ نے غسل خود کرلیا تھا؟

روایت ۴۴:

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں اور امام احمد نے مسند میں حضرت سلمٰی سے روایت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وصال کے مرض میں مبتلا ہوئیں تو میں خدمت پر مامور تھی ایک دن صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی کام کے لئے باہر تشریف لے گئے تو سیدہ نے فرمایا۔ اے ماں! میری غسل کا پانی لاؤ تو میں غسل کے لئے پانی لائی جس طرح وہ اطمینان کے ساتھ غسل کیا کرتی تھیں غسل کیا۔ پھر فرمایا امی میرا بستر گھر کے درمیان صحن میں رکھ دو۔ تو اس پر قبلہ رخ لیٹ گئیں اور اپنا سر مبارک ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیا اور فرمایا۔ ماں، میں وصال کر رہی

ہوں اور میں نے غسل کر لیا ہے اب کوئی بھی مجھے غسل نہ دے۔ تو اسی جگہ آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے اطلاع دی۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم اب انہیں کوئی بھی نہیں کھولے گا اور پھر ان کے اسی غسل کے ساتھ ہی انہیں دفن کر دیا۔

یہ حدیث غریب ہے اواس کی سند جید ہے مگر اس میں راوی ابن اسحاق نے جس نے عن سے روایت کیا ہے اور اس کے لئے مرسل شاہد موجود ہے اس روایت کا ذکر ابن جوزی نے الموضوعات میں کیا لیکن ان کا رد شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد'' میں کیا ہے اور اس روایت کے موضوع ہونے کا انکار کیا اور فرمایا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو یہ سیدہ کے خصائص میں سے شمار ہو گا۔

وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت:

روایت ۴۵:

ابن سعد نے حضرت امام جعفر سے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بن عمیس سے فرمایا۔ مجھے وہ طریقہ ناپسند ہے جو خواتین کے ساتھ ہوتا ہے کہ عورت پر صرف ایک کپڑا سا ڈال دیا جاتا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے بنتِ رسول اللہ! کیا میں آپ کو وہ چیز بنا کر دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی؟ اس کے بعد انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا ڈالا۔ سیدہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہی خوبصورت ہے جب میں فوت ہو جاؤں تو تم اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دو اور (اس کے علاوہ) کوئی وہاں داخل نہ ہو۔

امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے جس خاتون کی میت کو اس طریقہ سے ڈھانپ کر لے جایا گیا وہ پہلی خاتون آپ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔

سیدہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث

فائدہ:

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ختم ہو جاتا ہے؟ اہل علم نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ختم ہے۔ اس لئے امامہ بن زینب رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے بعد مغیرہ بن نوفل سے ہوا اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی۔ زبیر بن بکار سے ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد ختم ہوگئی۔

فائدہ:

سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو احادیث مروی ہیں ان کے تعداد دس کو نہیں پہنچتی کیونکہ ان کا وصال جلدی ہو گیا۔ ان سے مروی حدیث پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے گزری ہے جس میں ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی کا ذکر آیا۔

مسجد کے داخلہ کے وقت دعا پڑھنا:

مسجد کے داخلہ کے وقت دعا پڑھنے کے بارے میں حدیث ہے جسے امام ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا سے مرسلاً روایت کیا ہے اس روایت کا اتصال ایک اور سند سے حضرت فاطمہ صغریٰ کا اپنے والد گرامی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور ایک حدیث کہ وہ شخص صرف اپنے آپ کو ملامت کرے کہ جو اس حال میں سوئے کہ اس کے ہاتھ میں چکناہٹ ہو۔ اسے امام ابن ماجہ نے آپ کے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے آپ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور یہ حدیث کہ وضو اس پر نہیں جو آگ کی چھوئی ہوئی چیز کو کھائے اسے امام احمد نے حضرت

حسن بن حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً آپ کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کے بارے میں حدیث کہ وہ اس وقت آتی ہے جب سورج غروب کے قریب ہو۔

امام بیہقی نے اسے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

روایت ۴۶:

امام احمد نے حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت لکھ کر بھیجوں تو آپ کی وصیت میں وہ ستر تھا کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ انہوں نے اسے بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہوئے جب دیکھا تو واپس لوٹ گئے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات مبارکہ:

روایت ۴۷:

امام احمد نے ابن ابی ملائکہ سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو لوری دیا کرتی تھیں کہ آپ میرے والد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو۔

روایت ۴۸:

امام دارمی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا تمہارے دلوں نے کیسے چاہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔

روایت ۴۹:

امام ابن عساکر نے حابس بنی سعد سے نقل کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کا نکاح

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر سیدہ کا مرثیہ:

جن اشعار کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف نسبت کی گئی ہے ان میں یہ بھی ہیں جن میں انہوں نے اپنے والد گرامی کا مرثیہ کہا۔ ان کا تذکرہ امام ابن سیدالناس نے کیا۔

ترجمہ اشعار:

۱۔ آسمانی آفاق غبار آلود ہو گئے اور دن کا سورج بے نور ہو گیا اور تاریکی چھا گئی۔
۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زمین پریشان، افسوس کرنے والی ہو گئی اور تکالیف میں کثرت ہو گی۔
۳۔ شرق و غرب کے شہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر روئیں۔ مصر روئے اور ہر یمنی روئے۔
۴۔ اور طورِ معظم اس پر روئے اور اس کی فضائیں اور وہ بیت اللہ جو غلاف اور ستون رکھتا ہے۔
۵۔ اے رسولوں کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضوفشانی مبارک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کرنے والا ہمیشہ درود و سلام نازل کرے۔

تمت بالخیر

اسلام کا ادنیٰ خادم، (مفتی) محمد خان قادری
جامع رحمانیہ شادمان لاہور
۲۶ دسمبر ۲۰۱۰، ۱۹ محرم الحرام، ۹ بجے شب

وصول الامانی باصول التھانی

مبارک دینا

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ نصیر الدین نصیر

ترتیب نو

مولانا محمد عبد الاحد قادری

فہرست

دینی اعزاز پر تہنیت اور مبارک باد دینا	473
حصولِ علم پر، امتحان میں کامیابی پر مبارکباد دینا	474
نعمت ملنے پر رشتہ داروں کا مبارک باد دینے آنا	475
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینا	475
کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا	477
بیماری سے صحت یاب ہونے پر مبارک باد دینے کا جواز	477
حج کی ادائیگی سے فراغت پر "مبارک باد"	478
حج سے واپسی پر مبارک باد دینا	478
میدان جہاد سے واپس آنے پر مبارک دینا	479
ضروری گزارش	480

الحمدلله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی وبعد فقد طال السوال عن ما اعتادہ الناس من التھنئة بالعید والعام والشھر والولایات ونحو ذلك ھل له أصل فی السنة؟ فجمعت ھذ الجزء فی ذلك وسمیته ''وصول بأصول التھانی......''

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور سلام ہو اس کے برگزیدہ بندوں پر۔ اما بعد!

مجھ سے بہت مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ عید کے موقع پر لوگوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا جو معمول بنا رکھا ہے، اسی طرح نیا سال، نیا مہینہ شروع ہونے پر کسی منصب کے ملنے پر اور اس کے علاوہ دوسرے خوشی کے مواقع پر باہم ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا رواج ہے، آیا شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل ہے؟ (یا کہ یہ لوگوں میں محض دنیوی رسم ہے؟) تو میں نے اسی سوال کے متعلق کچھ دلائل اس جزء میں جمع کیے ہیں اور اس مجموعہ کا نام میں نے رکھا ہے:

''وصول الامانی باصول التھانی......''

باہم دیں مبارک بادیں
تا بر آئیں نیک مرادیں

دینی اعزاز پر تہنیت اور مبارک باد دینا:

عن انس قال أنزلت علی النبیﷺ (لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر) مرجعه من الحدیبیة فقال النبیﷺ لقد نزلت علی آیة أحب الی مما علی الأرض ثم قرأھا النبیﷺ فقالوا "ھنیئًا مریا" یارسول اللهﷺ لقد بین لك الله ماذا یفعل بك فما ذا یفعل بنا فنزلت علیه (لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتھا الأنھر حتی بلغ (فوزًا

عظیمًا) ھذاحدیث حسنٌ صحیحٌ......

(جامع ترمذی، جلد۲، صفحہ ۴۲۹/صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ ۷/۱۶صحیح مسلم، جلد۲،صفحہ ۱۰۶،تینوں کتب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی،۱۳۸۱ھ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپس تشریف لاتے وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك و ماتاخر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھا، صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو مبارک ہو'' اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، آپ نے یہ آیت ''فوزا عظیما'' تک تلاوت فرمائی، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی، جلد۲، صحیح ۱۵۹، ابواب التفسیر سورۃ الفتح،
رقم الحدیث ۳۲۶۳، مطبوعہ فاروقی کتب خانہ، ملتان)

حصولِ علم پر، امتحان میں کامیابی پر مبارکباد دینا:

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ابن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاأبا المنذر أتدری أی آیة من کتاب الله معك أعظم؟ قال قلت (الله لااله الا هو الحی القیوم) قال فضرب فی صدری وقال لیهنئك العلم أبا المنذر......

(کتاب فضائل القرآن)

''حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس اللہ کی سب سے عظیم آیت

کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا، (اللہ لاالہ الا ھوالحی القیوم) آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا، اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو (یعنی شاباش تم پاس ہو گئے)......

نعمت ملنے پر رشتہ داروں کا مبارک باد دینے آنا:

حاکم نے مستدرک میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عن أسامة قال تبعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت حمزة فلم نجده فقالت امرأته "جئت یارسول الله! وأنا أرید أن آتیك أهنئك أخبرني أبوعمارة (یعنی حمزة) أنك أعطیت نهرًا فی الجنة یدعی الکوثر"......

"حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (عم محترم) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے، آپ کی اہلیہ محترمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں یارسول اللہ! آپ تشریف لے آئے، میں نے آپ کے ہاں جانے کا ارادہ کیا تھا اور میں نے آپ کو مبارک باد دینے آپ کے گھر آنا تھا کہ ابوعمارہ (حضرت حمزہ) نے مجھے خوش خبری سنائی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک نہر عطا فرمائی ہے، جس کا نام کوثر ہے"......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد دینا:

مسند امام احمد میں روایت ہے کہ حضرت براء ابن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کنت مولاه فعلي مولاه فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ هنیئًا لك یاعلي أمسیت مولى کل مؤمن ومؤمنة......

"جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا، اے علی! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر مسلمان مرد اور عورت کے مولیٰ ہوئے''......(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب)

حضرت امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ رحمہما اللہ دونوں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم غدیر خم پر اترے، ہمارے درمیان نداء کی گئی کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ ولی ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

أللهم من كنت مولاه فعلي مولاه أللهم وال من والاه وعاد من عاداه......

ترجمہ: ''اے اللہ! جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں، اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی رکھے''

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا:

هنيئًا لك يابن أبى طالب أصبحت وأميست مولى كل مؤمن ومؤمنة...... (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۵، صفحہ ۲۰، بیروت)

ترجمہ: ''اے ابن ابی طالب! آپ کو مبارک ہو، آپ ہر مؤمن مرد اور ہر مؤمن عورت کے صبح ہو کہ شام، مولیٰ ہیں''......(۴)

ابن عساکر روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ياعبد الله هنيئًا لك مريئًا خلقت من طينتي وأبوك يطير مع الملائكة في السماء......

ترجمہ: ''اے عبداللہ! آپ کے لئے مبارک ہے اور خوشگوار رہو......اور آپ کے والد فرشتوں کے ساتھ پرواز پر ہیں''......

(کنز العمال ج ۱۱، رقم ۳۳۵۹۳ بیروت)

کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا:

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

فانطلقت أتامم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتلقانی الناس فوجًا فوجًا یهنئوننی بالتوبة ویقولون لی لتهننك توبة الله علیك حتی دخلت المسجد فاذًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسٌ حواله الناس فقام طلحة بن عبید الله یهرول حتی صافحنی وهننانی والله ماقام رجلٌ من المهاجرین غیرهٗ فکان کعبٌ لاینساها لطلحة قال کعب فلما سلمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وهو یسرق وجههٗ من السرور "أبشر بخیر یومٍ مرعلیك مذولدتك امك......

(صحیح مسلم، جلد۲، کتاب التوبہ)

ترجمہ: "پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا، ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج درفوج لوگ مجھ پر "مبارک باد دینے" کے لئے آرہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور "مبارک باد" دی، اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا، حضرت کعب حضرت طلحہ کو نہیں بھولتے تھے، حضرت کعب نے کہا، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، مبارک ہو، جب تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے، اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لئے نہیں آیا......

بیماری سے صحت یاب ہونے پر مبارک باد دینے کا جواز:

عبداللہ بن احمد "زوائد الزہد" میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسلم بن

یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كانوا يقولون للرجل اذا برء من مرضه ليهنئك الطهر......

ترجمہ: ''جب کوئی شخص بیماری سے صحت یاب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ کہتے تھے ''تجھے مبارک ہو'' پاک ہو کر اٹھنے کی''......

حج کی ادائیگی سے فراغت پر ''مبارک باد'':

حضرت بزار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت عدوہ بن مضر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں منیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أفرخ روعك ياعروة......

ترجمہ: ''اے عروہ! تجھے مژدۂ جاں فزا ہو''......

یہ سن کر غم غلط ہو گئے، روح کو تسکین ہوئی، یعنی تجھے اس طرح خوش ہونا چاہیے جس طرح فروخ (چوزہ) انڈے کے خول سے نکل کر شاداں وفرحاں ہوتا ہے۔

(مجمع الزوائد کتاب الحج بیروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الأم میں محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ:

حج آدم علیہ السلام فتلقته الملائكة فقالوا بر نسكك......

حضرت آدم علیہ السلام جب حج کی ادائیگی سے فارغ ہوئے تو فرشتے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں مبارک باد دیتے ہوئے عرض کی، اے آدم! تمہیں حج کی مبارک باد ہو اور تمہارا حج اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے۔

حج سے واپسی پر مبارک باد دینا:

ابن سنی اور امام طبرانی روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میں حج

کرنے کے لئے جا رہا ہوں، تو آپ ﷺ اس لڑکے کے ساتھ پاپیادہ چلتے ہوئے الوداع کرنے تشریف لے گئے اور پھر آپ ﷺ نے اسے دعا دیتے ہوئے یہ الوداعی کلمات ارشاد فرمائے:

یاغلام! زودك الله التقویٰ ووجهك الخير وكفاك الهم……

ترجمہ: ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ تقویٰ (خداخوفی) کو تیرے لئے زادِراہ بنائے اور خیر وبھلائی کو تیری طرف متوجہ فرمائے''……

جب وہ لڑکا حج کر کے لوٹا تو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

یاغلام قبل الله حجك وغفرك ذنبك وأخلفك نفقتك……

ترجمہ: ''اے لڑکے! اللہ تعالیٰ نے تیرا حج قبول فرما لیا اور تیرے گناہ بخش دیئے اور تیرے پیچھے تیرے اخراجات کو اس نے اپنی عطا سے پورا فرمایا''

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب کوئی شخص حج کر کے لوٹتا تھا تو آپ ﷺ اسے یہ کلمات ارشاد فرماتے تھے:

تقبل الله نسكك وأعظم أجرك وأخلف نفقتك……

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول فرمائے اور تجھے عظیم اجر عطا فرمائے اور تیرے پیچھے تیرے اخراجات کو پورا فرمائے''……

میدان جہاد سے واپس آنے پر مبارک دینا:

حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا اور انہیں مبارک باد دی، یہ حدیث مرسل

ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

ابن سنی نے روایت کی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، جب واپس گھر تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا:

الحمدلله الذی نصرك واعزك واكرمك......

ترجمہ: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے آپ کو فتح دی اور عزت وکرامات سے نوازا ہے''......

ابن سعد نے روایت کی ہے، ابواحمد عبداللہ بن ابی سفیان بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے واپس تشریف لائے تو حضرت اسید ابن ظفیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا:

الحمدلله الذی اظفرك واقر عينك......

ترجمہ: ''تمام تعریف اللہ عزوجل کے لئے ہے جس نے آپ کو فتح دی اور آپ کی آنکھوں کو قرار بخشا ہے''......

ضروری گزارش:

قارئین مجھے یہ رسالہ نامکمل ترجمہ شدہ دستیاب ہوا۔ اگر کسی صاحب کے پاس بقایا ترجمہ ہو اور اگر مترجم رسالہ ہذا علامہ نصیر الدین نصیر صاحب شفقت فرمائیں تو بقایا صفحات کا ترجمہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں شامل کیا جائے۔ نوازش ہوگی۔ (شکریہ)

محمد عبدالاحد قادری، لاہور

0300-4288176

تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء

گستاخی کس چیز کا نام

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ واضافہ

حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ترتیب نو

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

بکریاں چرانا	485
حدیث شریف	485
نقطہ	485
قاعدہ ردِّ وہابیہ	486
درسِ عبرت	487
تصنیف کا سبب	488
گستاخی	489
انتباہ	491
درس عبرت	493
تبصرہ اویسی غفرلہ	493
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	493
گستاخ کو شاہی نوکری سے نکال دیا	494
بے ادبی کے الفاظ کہنے پر قتل کیا جائے	495
تبصرہ اویسی غفرلہ	495
اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی کہا تو؟	495
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والے کی سزا	496
احادیث مبارکہ	501
درس ادب	503

درس عبرت	503
فہرست آلفاظ کفریہ	504
محافل میلاد	505
اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا پہلو	506
تبصرہ اویسی غفرلہ	506
حاضر وناظر اور گندگی	507
ایک گستاخی پر سوال کا جواب	507
بکریاں چرانا	507
گستاخی کے درجات	510
سنگین قول کی تقریر	511
جواب باصواب	512
تبصرہ اویسی غفرلہ	512
اللہ تعالیٰ کے گستاخ کا انجام	513
نبوت کی گستاخی کی سزا	514
ایک گستاخ کی کہانی اور اس کا بُرا انجام	515
گستاخ نبوت کی سزا	516
اولیاء کے گستاخ	516
خوارج کی بدقسمتی	517
ولی اللہ کے گستاخ کی کہانی	517

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمد الله العلی العزیز الکریم ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم الرحیم وعلی آله واصحابه اجمعین۔

عوام بلکہ بہت بڑے سمجھدار لوگ سمجھتے ہیں کہ گستاخی شاید گالی دینے یا کسی کو کوئی عیب لگانے اور اس کی تحقیر وتوہین کے الفاظ کا نام ہے۔ فقیر نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ عربی "تنزیه الانبیاء عن تسفیه الاغبیاء" کے رسالہ کی مدد سے یہ مختصر تحریر پیش کر رہا ہے کہ گستاخی کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ ملائکہ وانبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے کلمات بولنا یا آپ کی نسبت اقدس کو کسی حقیر وقبیح شے سے تشبیہ دینا بھی گستاخی ہے اور یہ عوام بلکہ بہت سے خود کو علماء کہلوانے والے کہہ گزرتے ہیں پھر انہیں اس پر آگاہ کیا جائے تو تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔

مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو پاگلوں سے تشبیہ دی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے چوڑھے چمار تک پہنچا دیا۔ مولوی گنگوہی و انبیٹھوی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان، ملک الموت کے علم سے گھٹا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد کو کنہیا کے جنم کے مشابہ لکھ دیا (براہین قاطعہ) ابوالاعلی مودودی ان سے بازی لے گیا کہ کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چرواہا لکھ دیا کہیں موسیٰ علیہ السلام کو ملنگ کہہ دیا (پردہ کتاب) اور اس نے بھی بارہا محفل میلاد کو کنھیا کے جنم سے تشبیہ دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس دن کو دیوالی ودسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے اور عین میلاد کے دن لاہور میں شیطان کا علم بلند کیا گیا (معاذ اللہ)

(نوائے وقت لاہور)

ان عبارات کی وجہ اہلسنت، وہابی دیوبندی اور مودودی سے متنفر ہیں۔

انہی عبارات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فتوائے کفر صادر فرمایا جس پر علمائے عرب وعجم نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق فرمائی جس کی تفصیل ''حسام الحرمین اور الصورام الہندیہ'' میں ہے فقیر اس رسالہ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کی تلخیص مع اعتراضات عوام کو خود فیصل بناتا ہے کہ جو فتوی صدیوں پہلے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرما گئے وہی آج امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ لکھ رہے ہیں بلکہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھنے پر گستاخ لکھ دیا تفصیل آتی ہے۔

بکریاں چرانا:

حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل تیار کر کے زندگی بسر فرماتے اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن بیت المال سے کچھ نہیں لیا کرتے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ وحضرت شعیب علیہم السلام نے بکریاں چرائیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے اعلان سے پہلے بکریاں چرانے کو اختیار فرمایا تھا۔

حدیث شریف:

ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چرائیں۔

نکتہ:

بکریاں چرانے میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو بکریوں سے رافت ورحمت قلبی نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ بکریاں تمام جانوروں سے ضعیف جانور ہیں۔ اسی لئے ان کی نگرانی قلب پر رافت ورحمت ہوتی ہے۔ جب خلق خدا سے واسطہ پڑے گا تو طبیعت کی تیزی اور ظلم وشدت کا مادہ پہلے سے لطف وکرم اور رافت ورحمت سے بدل چکا ہوگا اور اس کی فطرت حدِ اعتدال میں رہے گی اور کسی

پر ظلم وشدت اور ناجائز سخت نہ کر سکے گا۔

باوجود یکہ بکریاں چرانا انبیاء ﷺ کا پیشہ ہے لیکن انہیں چرواہا کہنا گستاخی ہے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے کہ اگر کسی دوسرے کو بکریوں کا چرواہا کہہ کر عار دلائے تو وہ جواب میں کہے نبی کریم ﷺ بھی بکریاں چراتے تھے۔ ایسے جواب دینے والے کو سزا دی جائے۔ اسلئے کہ بکریاں چرانا انبیاء ﷺ کے لئے کمال تھا۔ لیکن دوسروں کے لئے تحقیر، اور تحقیری امر میں تشبیہ دینا نبوت کی گستاخی ہے۔

قاعدہ ردِّ وہابیہ:

ہر وہ امر جو نبوت کے لئے کمال لیکن دوسروں کے لئے موجب حقارت ہو تو وہ لفظ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔ مثلاً کوئی کسی سے کہے اے اُمّی (ان پڑھ) وہ اسے جواب دے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی (ان پڑھ) نہیں تھے۔ ایسے شخص کو سزا دی جائے۔ (کذافی انسان العیون)

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلطان سلیم اول از خاقان عثمانیہ کے مندرجہ ذیل اشعار مبنی بر ترک ادب ہیں۔

یک گدا بود سلیمان بعصا وزنبیل
یافت از لطف تو آں حشمت ملک آرائے
مصطفیٰ بود یتیمی زعرب پست درت
دادش انعام تو تاج شرف بالائے

ترجمہ: اگر گدا گر سلیمان علیہ السلام عصاؤ زنبیل سے تیرے لطف سے وہ حشمت ملک آراء پایا۔

مصطفیٰ ﷺ یتیم تھے عرب جیسے پست ملک میں پیدا ہوئے۔ انہیں تو نے تاجِ شرف و بزرگی کا انعام بخشا۔

درسِ عبرت:

سلطان سلیم مرحوم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو گداگر اور حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یتیم کہا تو صاحب روح البیان نے اسے گستاخ لکھا۔ باوجودیکہ یہ دونوں الفاظ ان حضرات علیہم السلام کی صفت واقعی تھی اور وہ بھی بارگاہ حق کے لئے انہیں گداؤ یتیم کہا لیکن سلطان مرحوم کو معاف نہ کیا گیا بلکہ ان کے یہ الفاظ گستاخی میں شامل کئے گئے۔ بادشاہ کی نیت گستاخی کی نہ تھی اور نہ خلاف واقعہ کہا لیکن گستاخوں میں شمار ہوئے۔ جو لوگ اس سے بڑھ کر عمداً گستاخیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا کیا حال ہونا چاہیے۔ وہی ان کا حال ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسام الحرمین میں بیان فرمایا۔

فافهم وتدبر ولاتكن من الوهابين۔۔۔

اسی قاعدے پر ہمارے اور نجدیوں وہابیوں دیوبندیوں مودودیوں کے جھگڑے کی بنیاد ہے۔ ان کی کتابوں میں نبوت کی گستاخی جی بھر کر کی گئی ہے۔ مثلاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار سے تشبیہ دینا، نماز میں ان کے تصور کو گدھے اور اپنی بی بی کے جماع سے بدتر اور ان کے علم مبارک کو پاگلوں حیوانوں سے تشبیہ دینا، شیطان وار ملک الموت کے علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زائد بتانا اور ان کے میلاد کی مجلس کو کنھیا کے جنم سے تشبیہ دینا اور عام بشریت کے مساوی ماننا اور انہیں چرواہا، ان پڑھ کہنا۔ ایسی دیگر ان گنت عبارات ہیں۔ فقیر نے تفصیل سے "التحقیق الکامل فی امتیاز الحق والباطل" میں لکھ دیا ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اسی قاعدے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "تنزیہ الانبیاء عن تسفیہ الاغبیاء" کا ترجمہ اور شرح ہے۔

والسلام محمد فیض احمد اویسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد حمد الله غافر الزلات ومقیل العثرات والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا محمد الذی انزل علیه فی کتابه العزیز (افمن زین له سو عمله فرآه حسنا فان الله یضل من یشاء ویهدی من یشاء فلاتذهب نفسك علیهم حسرات) وعلیٰ اله وصحبه النجوم النیرات۔

تصنیف کا سبب:

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دو شخصوں کا جھگڑا ہوا اور آپس میں خوب گالی گلوچ بکیں۔ بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا اے چرواہے کے بچے۔ اس کے باپ نے کہا کیا یہ نسبت صرف میری ہے۔ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ یہ واقعہ جامع مسجد طولونی کے قریب بازار غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا۔ ان کا مقدمہ حکامِ وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ''لودفع الی لضربته بالسیاط ''یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو میں ایسا کہنے والے کو دُرے لگواتا۔

جواب:

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی ایک عام آدمی سے ان کی مثال دی جائے۔ میرے مرتب فتویٰ کو دیکھ کر ایک شخص بول اٹھا کہ علامہ (سیوطی) کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ملامت ہے۔

کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عامی آدمی سے تشبیہ دینا ایک مباح امر ہے۔ لہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مجھے اس کا خطرہ محسوس ہوا کہ عوام کالانعام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کر دیں گے پھر وہ ان کی عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہو جائیں گے۔ صرف دین کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

گستاخی:

سب سے پہلے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا وہ بیان لکھ دوں جو انہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے کما قال ابوجہ الخامس الخ

(۱)...... نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔ (۲)...... ان کا کوئی عیب نہ بیان کیا جائے۔ (۳)...... انہیں گالی نہ دی جائے۔

شریعت میں مندرجہ صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں کرنا حرام ہے۔

مثلاً (۱) انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کر کے مثال کے طور اپنے لئے حجت یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ امور انبیاء علیہم السلام نے بحیثیت دینی امور کے اظہار کے لئے کیے یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو انہوں نے کسرِ نفسی کے طور کیا۔

(۳) یا کسی مقصد اسلامی کے پیشِ نظر اپنے آپ کو بلند وارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں۔ اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا میرے حق میں ایسا

ویسا کہا گیا۔ نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔ (استغفر اللہ)

(۶) یا یوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حصور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صبر کرنا ہے انہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کررہا ہوں۔ متبنی کا شعر ہے۔

انا فی امة تدار کها الله غريب كصالح فی ثمود

ترجمہ: میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے)

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ:

كنت موسىٰ وزوجة بنت شعيب

غيران ليس فيكما من فقير

میں موسیٰ اور ان کی زوجہ بنت شعیب ہوں سوائے اس کے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔ اور جیسے حسان مصیصی کا قول:

كان ابابكر ابوبكر الرضا

وحسان حسان وانت محمدٌ

ترجمہ: گویا ابوبکر ابوبکر رضا ہے اور حسان حسان ہے اور تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

شاعر حسان مصیصی نے یہ شعر بادشاہ محمد بن عباد المعروف معتمد اور اس کے وزیر ابوبکر بن زیدون کے حق میں لکھا ہے اور یہ حسان شاعر شعرائے اندلس

سے ہے اس شعر میں اس نے گستاخی یہ کی ہے کہ خود کو حضرت حسان شاعر رسول ﷺ اور وزیر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بادشاہ کو حضور سرور عالم ﷺ کہا ہے۔

اس جیسی بہت سی مثالیں ہیں۔ اور ہم نے کثرت شواہد درج کئے ہیں حالانکہ ایسی مثالیں لکھنا ہمیں سخت ناگوار ہے تا کہ لوگوں کو ایسی گستاخیوں کا علم ہو کیونکہ عوام بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ ایسی سخت باتوں سے احتراز نہیں کرتے بلکہ ان کے ارتکاب کو معمولی بات سمجھتے اور اسے کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے یہ ان کی کم علمی اور بیوقوفی کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا

''ویحسبونه هینا وهو عندالله عظیم''

اور وہ اسے آسان اور معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا امر ہے۔

فائدہ:

یہ جملہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشوں کے لئے فرمایا اور وہ بہتان تراش منافق تھے اور یہ منافقوں کا کام ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے متعلق اور آپ کے خاندانوں کے لئے بے ادبی کو معمولی سمجھتے ہیں (ہمارے دور میں اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں اور وہ خود ہی سوچ لیں کہ نبوت واہلبیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں وہ اس سے دین کی خدمت کر رہے ہیں یا اپنا بیڑہ غرق کر رہے ہیں)۔

انتباہ:

بعض شعر سے اس طرح کی جرأت عام ہے بلکہ کچھ اس معاملہ میں سخت زبان واقع ہوئے ہیں انہیں میں ابن ہانی اندلسی وابن سلیمان المصری (اور

ہمارے دور میں حالی وغیرہ۔ جیسے اس نے شعر ذیل میں نبی پاک ﷺ کو ایلچی کہا ہے)(معاذ اللہ)

یہاں ہمیں ان سے بحث نہیں ہمارا مقصد اس وقت یہ ہے کہ مثالیں دے کر سمجھائیں کہ ایسی باتیں کہ جن میں صراحۃً گالی نہ ہوں لیکن ان میں بے ادبی وگستاخی اور ان کے نقص وعیب کا اظہار ہو رہا ہو۔تو ان میں خصوصیت سے بچنے کا اہتمام ہو۔

مانا کہ شعرائے مذکورہ یعنی ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان المصری یونہی حالی وغیرہ کا ارادۂ گستاخی نہ ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نبوت کی عزت واحترام نہیں کیا اور نہ ہی رسالت مآب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا خیال رکھا ہے۔

اور نبوت ورسالت کے لئے ضروری ہے کہ جو اسے اللہ تعالیٰ نے شان بخشی ہے اس سے کسی ادنیٰ وحقیر تشبیہ نہ دی جائے جیسے اشرف علی تھانوی نے حضور نبی پاک ﷺ کے علم مبارک کو پاگلوں جانوروں وغیرہ سے دی ہے اور نہ ہی اس کی شان اعلیٰ کو کسی طریق سے کم بیان کیا جائے جیسے رشید احمد گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول اللہ ﷺ کے علم اقدس کو شیطان اور ملک الموت سے گھٹا دیا یونہی رسالت ونبوت کی شان کو کسی کی خوشامد پر اس کے مشابہ ظاہر کیا جائے جیسے حسان مصیصی نے اپنے بادشاہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ظاہر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے لئے بہت سخت تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ آپ کے حضور اونچا بولنے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ:

مذکورہ صورتوں میں اگر چہ ان لوگوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔لیکن کم از کم

اتنی سخت سزا تو ضرور ہوتا کہ آنے والی نسلیں ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔

حکایت:

ابونو اس بہت بڑا مشہور شاعر ہے اس نے ہارون الرشید خلیفہ عباسی مرحوم کے سامنے یہ شعر پڑھا۔

فان یك باقی سحر فرعون فیکم

فان عصا موسیٰ بکف خصیب

ترجمہ: اگر تمہارے میں فرعون کا جادو باقی ہے تو ہماری ہاں بھی عصائے موسیٰ علیہ السلام موجود ہے۔

اس شعر کی وجہ سے حضرت ہارون الرشید مرحوم نے ابوانواس سے کہا اے بدبخت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ٹھٹھا مخول کرتا ہے نکل جا میری محفل سے۔ چنانچہ اسے فوراً خلیفہ عباسی کی محفل سے نکلنا پڑا۔

درس عبرت:

عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بے ادب کی یہ سزا۔ اللہ

تبصرہ اویسی غفرلہ:

کاش آج بھی کوئی ایسا سربراہ مملکت ہمیں نصیب ہوتا جو عصائے موسیٰ کی بے ادبی گوارہ نہیں کرتا پھر اس گستاخ و بے ادب سے کیا کرتا جو کھلے بندوں امام الانبیاء علی نبینا وعلیہم السلام کی گستاخی اور بے ادبی کو اپنا مشغلہ سمجھتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ہم اس بحث میں اپنے فتویٰ کے بجائے حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو کافی سمجھتے ہیں طوالت سے بچ کر ان کا قول پیش کرتے ہیں کہ انہوں

نے بھی ہارون الرشید مرحوم کی طرح ایسے محروم القسمت لوگوں کے لئے سخت سزا کا حکم صادر فرمایا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بھی عجوبہ روزگار ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا کہ کسی نے آپ سے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھے فقر وتنگدستی پر عار دلائی تو میں نے اسے کہا کہ یہ کون سی بُری بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر وفاقہ سے بکریاں چرائی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے سزا دی جائے۔ اس لئے کہ اس نے یہ بے محل جملہ استعمال کیا ہے۔

فائدہ:

یہ بہت ناموزوں اور نامناسب ہے کہ غلط کار لوگوں کو جب کہا جائے کہ یہ تمہارا کام مبنی برخطاء ہے تو وہ جواب میں کہیں کہ کیا انبیاء علیہم السلام سے خطا نہیں ہوئی تھی۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ جنہیں یہ لوگ خطائے انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وہ خطائیں نہیں بلکہ حکمتیں واسرار تھے جیسا کہ عصمۃ الانبیاء کے عقیدہ کا اصول ہے۔

گستاخ کو شاہی نوکری سے نکال دیا:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کسی سے فرمایا کہ کوئی ایسا کاتب تلاش کر کے لاؤ جس کا باپ عربی (مسلمان) ہو۔ اس نے کہا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا والد کافر نہ تھا (معاذ اللہ) (یہ اس کا گمان تھا ورنہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی رضی اللہ عنہ مؤمن موحد تھے تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''ابوین مصطفیٰ'') حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تجھے یہی جواب دینا

تھا۔ آپ نے اس شخص کو ملازمت سے سبکدوش کر کے فرمایا ہمیشہ کے لئے تو ہماری کسی دفتر میں ملازمت نہ کر سکے گا۔

مسئلہ:

امام سحنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تعجب کے وقت درود وسلام نہ پڑھا جائے۔ ہاں حصول ثواب کی خاطر پڑھا جاسکتا ہے تعظیم وتوقیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی تقاضا ہے۔

بے ادبی کے الفاظ کہنے پر قتل کیا جائے:

امام قابلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص کے لئے کہا جائے کہ جس کا چہرہ قبیح ہو وہ گویا منکر نکیر ہے یا جو شخص ترش رو سے کہا جائے یہ مالک (خازن) نار ہے تو ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے۔ اگر فرشتے کے لئے گستاخی کی نیت سے کہا ہے تو اسے قتل کیا جائے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ کوئی کسی کا پیچھا نہ چھوڑے تو اس کے لئے کہتا ہے کہ فلاں میرا منکر نکیر ہے اور سی آئی ڈی والوں کے لئے عام محاورہ کر دیا گیا ہے کہ منکر نکیر ہیں (معاذ اللہ) یونہی کوئی کسی کا قرض خواہ یا کسی سے کوئی مطالبہ ہو وہ اسے ملے تو کہتا ہے ملک الموت یا عزرائیل آ گیا وغیرہ وغیرہ۔ بطور استہزاء وتحقیر تو کفر ہے ہی ویسے عادۃً کہنے پر بھی سخت سزا ہے لیکن سزا کون دے۔ (لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی کہا تو؟

ایک نوجوان نیک خصال لیکن شرعیہ سے ناواقف نے کسی کو کوئی بات کی تو اس نے اسے کہا کہ تو امی ان پڑھ ہے فلہذا خاموش رہ۔ نوجوان مذکورہ نے کہا

کہ میں امّی (ان پڑھ) ہوں تو کیا ہوا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امّی نہیں تھے۔

اس نوجوان کی اس مقولہ کی وجہ سے سخت مذمت ہوئی بلکہ بہت سے لوگوں نے انہیں کافر تک کہہ دیا۔ اس سے وہ نوجوان سخت پریشان ہوا اور اپنی بات سے سخت نادم ہوا بلکہ اپنی ندامت کا اظہار بار بار کیا۔

فائدہ:

امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسے کو کافر تو نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس پر کفر کا فتویٰ خطا ہے ہاں وہ نوجوان اس مقولہ سے خطا کار ضرور ہے کہ اس کے اپنے ان پڑھ ہونے پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استشہاد کیا یہ غلطی ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امّی ہونا تو معجزہ ہے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نقص کے طور یا بے خبر و جاہل سمجھ کر ہی کہنا خطاء ہے اور یہ بھی جہالت ہے کہ آپ کی ایسی صفت سے اپنے لئے حجت پکڑنا۔ ہاں اس نوجوان (مذکورہ) نے اپنے قول سے استغفار اور توبہ کی بلکہ اپنی غلطی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑایا اور عاجزی والحاح کیا اسی لئے اسے معاف کیا جائے اس کی حد مثل نہ ہوگی ہاں اسے سزا دی جاسکتی تھی لیکن اس کی ندامت سے اس کی یہ سزا بھی معاف ہوئی اسی لئے اسے ہر طرح کی سزا سے معاف کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنے والے کی سزا:

حضرت قاضی ابومحمد ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسے شخص کے باری میں فتویٰ پوچھا گیا جس پر کسی نے تنقیص کی۔ اس نے جواباً کہا کہ بھائی تم میرا نقص بیان کر رہے ہو اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں اور ہر بشر سے کی

ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ بھی تو بشر تھے اور آپ سے بھی کمی کا احتمال رہتا تھا (معاذ اللہ) مفتی صاحب موصوف نے ایسے شخص کے لئے فتویٰ دیا کہ اسے بہت بڑے عرصہ تک قید اور جیل میں قیدی رکھا جائے۔ بلکہ اسے سخت سزا دی جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے یہ اس وقت ہے جبکہ اس سے اس کا سبب یعنی تحقیر وتوہین کا ارادہ نہ ہو ورنہ اسے قتل کر دیا جائے بلکہ اندلس کے بعض علماء نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ۔ (اس کی تفصیل رسائل "گستاخ کا قتل" میں ہے۔ مذکورہ بالا تقریر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء شریف میں بیان فرمائی ہے)۔

انتباہ:

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی انتباہات پر غور فرمایئے کہ انہوں نے شفاء شریف کے فصل اول میں کیسی وضاحت فرمائی ہے مثلاً فرمایا کہ کسی مثال کو کسی پر چسپاں کیا جائے اور کسی شے کو اپنے اور غیر کے لئے حجت بنایا جائے اور فرمایا کہ وہ مثال صرف مثل کے طور پر بیان کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے لیکن اگر اسے حجت کے طور لایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور حجت کے طور شے کو بیان کرنے والا وہی اسی سے استدلال کرنے والا ہوتا ہے اور استدلال کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ خصومات میں اسے پیش اور اپنے اوپر الزام سے بری ہو جائے۔ پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے آخر فصل میں یہ خوف فرمایا کہ ایسے لوگ خطا کار تو ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے صفات احوال کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں لیکن کافر نہیں وغیرہ وغیرہ

یونہی کسی کا رسول اکرم ﷺ کی کسی صفت پر احتجاج جہالت تو ہے لیکن

کفر نہیں ایسے جملہ مقامات میں تصریح ہے کہ ان سے اپنے بچانے کے لئے استدلال کرنا سخت خطاء ہے اور ایسے لوگوں کو سخت سزا دینا ضروری ہے۔

میں نے انتباہات اس لئے کیے ہیں کہ میں نے ایسی شخص کو متدل سے تعبیر کیا تو بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا حالانکہ ان میں اعتراض کی گنجائش نہ تھی چونکہ مقام تدریس و افتاء تصنیف اور اہل علم کے ہاں تقریر کے لئے استدلال کا مطلب اور ہوتا ہے اور ایسے مقامات میں اعتراض بھی نہیں ہوتا اس کی تشریف آئے گی ان شاء اللہ۔

ہاں مقدمات میں اور خود کو عیب ونقص سے بچانے کے استدلال کا معنی اور ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر ایسے استدلال پر اعتراض بھی ہے اور سزا دینا واجب بھی ہے بالخصوص عوام میں اور عام بازاروں میں ایسے خفیف الفاظ استعمال کرنا ایسے ہی سب وقذف یعنی تحقیر اور بہتان تراشی وغیرہ میں سزا ضروری ہے اور استدلال کرنے والے کو روکنا واجب ہے تاکہ ایسی گستاخی اور بے ادبی کا رواج نہ ہونے پائے۔ ہر مقام کی ایک علیحدہ بات ہے اور ہر محل کا اپنا حکم ہے جو اس کے مناسبت ہوتا۔ کیا تم نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا وہ اشارہ نہیں سمجھا جو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے کاتب کو سزا صرف اس لئے دی کہ اس نے اپنے باپ کے کفر پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کے کفر سے حجت پکڑی اور استدلال کیا۔

اسی لئے تو امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کاتب پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔

حکایت:

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان فرمایا کہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعض شیوخ سے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک مسلمان لایا گیا جو پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر آپ کے ہاں کام کرتا تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لانے والے کو فرمایا کہ کاش تو ایسا کاتب لاتا جس کا باپ بھی مہاجر مسلمان ہوتا۔ وہ کاتب (پرائیویٹ سیکرٹری) بول پڑا کہ جناب میرے والد کا کفر کوئی بری بات نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والد عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بھی تو کافر تھے (معاذ اللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا تمہیں یہ مثال دینی تھی۔ اب نکل جا میری محفل سے اور نہ ہی مجھے تیری ملازمت کی ضرورت ہے۔

فائدہ:

اس حکایت میں یہی بات ہے کاتب نے اپنے سے ایک عیب ونقص ہٹانے پر احتجاج اور استدلال کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس پر رد فرمایا کہ اس نے ایسی تقدس مآب ذات کو مثال میں کیوں لایا۔

حکایت:

مذکورہ بالا حکایت ایک اور طریق سے یوں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن سعد کو فرمایا کہ ہمارے فلاں حاکم کا باپ زندیق ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ہوا کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد صاحب کافر نہیں تھے (معاذ اللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تجھے نہ صرف ملازمت سے سبکدوش کیا بلکہ ہمارے کسی دفتر میں تمہیں ملازمت

نہیں ملے گی۔

قاعدہ:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف کے فصل سابع میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی امر جائز ہو یا اس کے جواز میں آپ کے لئے اختلاف ہو یا اطوار بشریہ کی وجہ بھی ہو یا جن باتوں سے آپ کا امتحان لیا گیا اور آپ نے اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی وجہ سے صبر فرمایا مثلاً دشمنان اسلام کا آپ کو تکلیفیں پہنچانا یا پریشان کیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں آپ کے ساتھ ہوا تو ان امور مین کسی امر کا ذکر بیان کرنا جائز ہے یا نہ تو اسکے متعلق یاد رکھیں کہ بطریق روایت یا مذاکرۂ علمی اور جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لائق بات ہو اور ان پر اس کا اطلاق جائز بھی ہو تو یہ ہماری بحث میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ اس میں نہ تو اظہار نقص وعیب ہے اور نہ ہی ان کی عزت پر حملہ کرنا ہے اور نہ ہی استخفاف واستحقار کا خدشہ ہے نہ ظاہر الفاظ میں اور نہ ہی بولنے والے کا ارادہ ہے لیکن ایسی باتیں اہل علم اور وہ طلبائے اسلام جو ذی فہم ہیں کہ وہ ان مقاصد وفوائد سے باخبر ہیں بیان نہ کیا جائے جو سن کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

مسئلہ:

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ عورتوں کو سورۃ یوسف پڑھانا مکروہ ہے یعنی اس کی تفسیر وترجمہ اور مفاہیم وغیرہ اسی لئے کہ عورتیں فطرۃً کم فہم ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں ایسی باتوں کے ادراک کی عموماً اہلیت وصلاحیت ہوتی ہے۔

مسئلہ:

شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قواعد میں لکھا کہ جو یہ کہتا

ہے کہ حاکم وقت کو صغیرہ کے ارتکاب سے ملازمت سے سبکدوش کیا جائے یہ غلط ہے بلکہ کہنے والا جاہل ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاکم وقت سے صغیرہ کا ارتکاب ہوتو حکام اور قضاۃ کو لائق نہیں کہ ایسے شخص کو سزا دیں ہاں کبیرہ کا ارتکاب ہوتو اس کی تفصیل ہے جو مطولات میں مذکور ہے۔

فائدہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ معزز شخصیات پر تعزیر نہیں جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے نیز اس لئے کہ یہ لوگ شر سے معروف نہیں انہیں گرادیگی یعنی لوگوں کی نظروں میں گر جائیں گے اسی لئے انہیں تعزیر سے معاف رکھا جائے بعض نے اس کی تفسیریوں کی ہے کہ یہ لوگ اصحاب الصغائر ہیں اصحاب کبائر نہیں بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

احادیث مبارکہ

معزز شخصیات سے تعزیرات کی معافی میں بکثرت احادیث وارد ہیں ان میں سے چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معزز شخصیت کی خطائیں معاف کرو سوائے حدود کے کہ حدشرعی کی معافی نہیں۔ (مسند احمد، الادب المفرد البخاری، ابوداؤد، نسائی)

(۲) معزز شخصیت کی خطاء سے تجاوز کرو۔

(نسائی، طبرانی کبیر، ابن عدی فی الکامل)

(۳) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ معزز شخصیت کی سزا سے

احتراز کرو وہاں حد شرعی ضرور جاری کرو۔ (طبرانی صغیر والاوسط)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سخی کے گناہ سے احتراز کرو اس لئے کہ جب ڈگمگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔
(طبرانی کبیر وابونعیم فی الحلیہ)

فائدہ:

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "طریق المعدلہ" کی بحث "قتل من لاوارث" میں لکھا کہ فقہاء کا کہنا کہ جس نے جسے قتل کیا وہ اس کا وارث نہیں۔ سلطان وقت کو اختیار ہے کہ وہ اس سے قصاص لے یا دیت لے کر معاف کر دے لیکن مفت کی معافی صحیح نہیں گویا انہوں نے یہ حکم غالب پر لگایا ہے کیونکہ حاکم وقت کی مرضی پر ہے کہ اگر وہ مصلحت دیکھے تو اسے مفت بھی معاف کر سکتا ہے جبکہ اس کے پاس مال بھی نہیں اور نہ ہی وہ کما سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کی خیر وصلاح ونفع بھی مدنظر ہے لیکن اس سے اگر جلد بازی میں ہوا ہو تو پھر اسے قتل کرنا چاہیے ہاں اگر اس نے توبہ کی اور اسکا آئندہ کا ردعمل بھی صحیح ہے پھر کہنا کہ امام یعنی حاکم وقت کا معاف کرنا صحیح نہیں یہ بات بعید از قیاس ہے۔ بالخصوص جب مسلمانوں کو اس سے قصاص کی خواہش نہ ہو۔ اس صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اسے بھی امام (حاکم وقت) کی رائے پہ چھوڑا جائے۔ اور حاکم وقت پر بھی لازم ہے کہ وہ حکم دے جو مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہو۔ وہ ایسا اقدام نہ کرے کہ جس میں کہا جائے کہ اس کا قتل جائز ہے اور وہ جواز بھی مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہے اور اقامت دین بھی مدنظر ہے اس میں حظ نفس کو دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور دنیوی غرض ہو، اس میں اس کے خون بہانے سے رکنا چاہیے کہ

ایک نفس معصومہ کو باقی رکھنا ہے۔ اگر وہ اسے بغیر کسی ترجیح شرعی کے قتل کرے گا تو یہ بھی اس میں شامل ہو گا جو کسی کو ناحق قتل کرتا ہے۔

فائدہ:

امام السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب بلا دیت اس کا معاف کرنا جائز ہے جس میں صلاح وخیر اور مسلمانوں کا نفع ہے تو جو خطاء کسی معزز شخصیت سے صادر ہوئی ہے اس سے تعزیر کی معافی بطریق اولیٰ جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔

درس ادب:

ابن السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اثر شیخ میں لکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض نصوص میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معزز خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے اسے معاف کر دینے کی سفارش فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر فلانہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے لئے بھی حد ثابت ہو جائے تو بھی میں قطع ید کا حکم دوں گا۔ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بطور ادب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے بجائے فلانہ لامراۃ شریفہ کا لفظ استعمال فرمایا یہ ان کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ادب کا لحاظ ہے حالانکہ ان کے والد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا ہے۔

درس عبرت:

ابن السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کمال ادب ہے کہ ایسے مقام پہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لینا گوارہ نہ کیا اگرچہ حدیث شریف میں نام لیا گیا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تعلیم ہے کہ احکام شرع میں عوام وخواص کا کوئی امتیازی سلوک نہیں۔

فائدہ:

امام السبکی کے نقل اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ اصل اسلام ادب ہے اور اس کے برعکس خلاف ادب بلکہ سوء ادب ہے۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ وہ جسے جس طرح کہیں لیکن ہمیں اس طرح کہنا قبیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ باوجودیکہ اس حدیث سے احتجاج واستدلال کر رہے ہیں اور اپنی تصنیف میں ہی اسے لکھ رہے ہیں کہ سوائے ان کے کسی اور کو اس پر آگاہی نہیں لیکن پھر بھی ادب سے نام نہیں لیتے۔ تو بھی حرج نہ تھا لیکن ادب ایک اعلیٰ عمل ہے اسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنایا۔ مزید برآں حدیث شریف میں بھی لفظ لو سے ذکر ہے جو امتناع کے لئے بھی آتا ہے اور یہاں بطور بغرض محال استعمال ہوا ہے تب بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام لینا گوارہ نہ فرمایا یہ کمالِ ادب ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

فہرست الفاظ کفریہ:

رويتي اليك كرؤية ملك الموت یعنی میں تجھے ملک الموت کی طرح دیکھتا ہوں یہ عموماً اس کے لئے بولتے ہیں جو کسی کو کسی سے خوف وخطرہ ہو مثلاً قرض خواہ ہے یا کوئی اور سبب، احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کا مذہب ہے کہ ایسے قول سے قائل کافر نہ ہوگا۔ لیکن تعزیر سے نہ بچ سکے گا یعنی ایسا قول شرعاً ممنوع ہے اگر کوئی کہدے تو کافر تو نہ ہوگا لیکن سخت سزا دی جائے تاکہ ملائکہ کی تحقیر نہ ہو۔

(۲) کوئی کلمہ قرآنی الفاظ سے اپنے مقصد کے لئے بولنا مثلاً کہا جائے

"جنت علی قدر یموسی" اس شخص کے لئے جو اپنے وقت پر کسی جگہ پہونچے اور وہ یہ جملہ سن کر کہے "نعم" ہاں فقہاء کرام فرماتے ہیں ایسا اقتباس صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی توہین وتحقیر ہے کہ اسکے کلمات کو اپنے دنیوی اغراض پر استعمال کیا جائے۔ یونہی انبیاء علیہم السلام کو اغراض دنیویہ پر استعمال کیا جائے۔

محافل میلاد:

حضرت امام ابن حجر سے سوال ہوا کہ محافل میلاد میں بعض لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ میں مختلف انداز اپناتے ہیں۔ بعض مقررین واعظین خواص وعام کی موجودگی میں (جہاں مرد، عورتیں جمع ہوتی ہیں) لچھے دار تقریریں کرتے ہیں۔ ان میں بعض باتیں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی بھی سرزد ہو جاتی ہیں مثلاً رقت آمیز باتیں حکایتیں بیان کرتے ہیں جن میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو کم ہوتا ہے لیکن ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت از غیر کا پہلو واضح ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں طائف سے دائیاں آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کے پیش نظر کسی دایہ نے آپ کو نہ لیا سوائے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے رہے اس پر چند اشعار بھی ہیں۔

باغنامہ سارا الحبیب الی المرعیٰ

فیا حبذر رایہ فوادی لہ یرعی

ترجمہ: محبوب بکریاں لے کر چراگاہ کو چلا۔ واہ واہ چرانے والے میرا دل ہی اس کے لئے راعی ہوتا۔

اور کہا:

خیا احسن الاغنام وهو یسوقها

وکثیر من ذا المعنی المحل بالتعظیم

ترجمہ: کیسی حسین وجمیل ہیں وہ بکریاں جسے وہ محبوب ہانک کر لے جاتا ہے ایسے بہت معنی محل قابل تعظیم ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس میں حضور سرور عالم ﷺ کے لئے بکریاں چرانے والے کے ذکر آپ کی خفت وحقارت کا اظہار ہوتا ہے اگرچہ قائلین کا ارادہ ایسا نہیں اور نہ ہی انہیں ایسے پہلو کا تصور ہوتا ہے۔

الجواب:

سمجھدار کو لائق ہے کہ ایسے مقام پر خبر یعنی مضمون میں مخبر یعنی حضور ﷺ کے لئے نقص کا تصور وخیال نہ کرے یہاں تو صرف خبر محض ہے کہ آپ ﷺ بکریاں چراتے اس سے کب لازم آتا ہے کہ ہر بکریاں چرانے والا حقیر وفقیر ہوتا ہے بلکہ بکریاں چرانا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا پہلو:

ابن ابی الدنیا کتاب العصمت میں لکھتے ہیں کہ امام مطرف نے فرمایا کہ اللہ کی ذات کی عظمت وجلال قلوب میں ہونا ضروری ہے اسی لئے یہ اللہ کے ذکر خیر میں نہ کیا جائے مثلاً کتے کو بددعاء دیتے ہوئے کہو

اللھم اخزہ اے۔

رسوا کر یا گدھے کو کہے یا بکری کو۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

اس میں اللہ تعالیٰ کی رفعت شان کے سامنے یہ لائق نہیں کہ اس کے ذکر کے ساتھ حقیر وخفیف اشیاء کا ذکر ہو۔ اسی لئے ہمارے فقہاء کرام کہتے ہیں

خالق الخنازیر والکلاب والقاذوات اے خنزیر و کتے اور گندگیوں کو پیدا کرنے والا۔ (شرح فقہ اکبر للملا علی قاری)

حاضر وناظر اور گندگی:

بعض گندے ذہن والے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت الخلاء وغیرہ میں حاضر و ناظر ہیں۔ ہم انہیں جواب دیتے ہیں عقیدہ رکھنا اور بات ہے اسے زبان پہ لانا شے دیگر۔ ہم عقیدہ تو حاضر وناظر کا ہر جگہ رکھیں گے۔ لیکن تفصیل کے وقت ایسی گندی اشیاء کو زبان پہ نہ لائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کو خالق کل شئی مانتے ہیں لیکن تفصیل کے وقت نہ کہیں گے۔

خالق الخنازیر والکلاب والقاذوات

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''حاضر وناظر اور گندگی''۔

ایک گستاخی پر سوال کا جواب:

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ''ان ابی واباک فی النار'' میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین دوزخ میں ہیں (معاذ اللہ) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دو۔ اللہ فرماتا ہے ''ان الذین یوذون اللہ ورسولہ'' اللہ اور اس کے رسول کو اذیت نہ دو۔

بکریاں چرانا:

سابق دور میں بکریاں چرانا نقص وعیب نہ تھا لیکن بعد کے عرف میں یہ صفت حقارت کے کھاتہ میں آ گئی اسی لئے مالا صالۃ اس میں تحقیر نہیں اسی لئے مطلقاً راعی الغنم پر اعتراض نہ ہونا چاہیے کیونکہ بہت سی باتیں سابق دور میں حقیر

نہیں ہوتیں لیکن زمانے کی تبدیلی سے احکام بدلتے ہیں اسی لئے زمانہ زمانہ اور شہر شہر کا فرق ہے اس پر فقہاء کرام کا کلام شاہد ہے۔ نکاح کی کفاءت میں اور مروت شہادات میں یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں ہے حتیٰ کہ منہاج میں لکھا ہے کہ ہمارے دور میں یہ کلمہ جو بھی بولتا ہے شتم و تنقیص کے موقعہ پر بولتا ہے مثلاً کوئی کسی کو کہے ''انت یاراعی المعزی'' اے بکریاں چرانے والے۔ تو اس سے تنقیص کا پہلو نکل سکتا ہے اسی لئے ایسے جملے اس نے جو کچھ کہا ہے اپنے اعتقاد کی ترجمانی کی ہے یعنی وہ یہ اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہوتے اور مجھے اس فیصلہ پر رجوع کا فرماتے تو بھی میں نہ مانوں گا۔ یہ شخص کافر ہے (معاذ اللہ) مندرجہ ذیل آیات کے خلاف بکواس کرتا ہے۔

(۱) قل اطیعو اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین

(۲) فلاوربك لایومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدو فی انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما

حکایت:

اس شخص کا قصہ کہ جس کا فیصلہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا لیکن وہ آپ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تاکہ آپ اس کا فیصلہ کریں آپ نے اسے تلوار سے قتل کر دیا یہ قصہ مشہور ہے۔ اور اس بکواس پر اس قول سے تعجب ہے کہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے نص دکھائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا قول خود نص ہے۔ مسلمان پر تو ایسا گمان نہیں ہو سکتا شاید اس نے یہ قول من حیث الاعتقاد نہ کہا ہوگا۔

دوسرا سوال:

یہ تو شدید ترین خطاء ہے بلکہ قبیح ترین ہے اور پہلے مسئلہ سے بہت زیادہ بُرا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر مجھے کسی نبی یا فرشتے نے گالی دی تو میں بھی اسے گالی دوں گا۔

الجواب:

ابن رشد وابن الحاج نے فرمایا کہ ایسے شخص کو بہت سخت مارا جائے اور اسے قید میں رکھا جائے اور اس کا دوسرے لوگوں کے لئے مباح کرنا یہ دوسری بات ہے یہ برائی میں اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کو حرام کے ارتکاب واستحلال پر اکسانا اور انبیاء علیہم السلام کے منصب پر حملہ کرنا ہے اور یہ کیسے کسی کو کسی کے لئے مباح کیا جائے جبکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں وہ تو کسی کو بُرا بھلا نہیں کہتے سوائے حکم شرعی کے اور جو شرعی طور کسی کو بُرا بھلا کہتا ہے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے جواب میں اسے بُرا بھلا کہے۔ مسئلہ اصل کے اعتبار سے سخت ہے ایسے شخص کو ایسی باتوں سے روکا جائے اور اسے کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر اس سے بائیکاٹ کیا جائے اور اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ ضروری ہے اور یقین دہانی کرائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کہے گا۔

یہ بیان امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

گستاخی کے درجات

گستاخی کے درجات ہیں نہ ہر گستاخ واجب القتل ہے نہ ہر گستاخ قابل معافی ہے۔ گستاخی اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں ہو یا انبیاء علیہم السلام کے حق میں یا ملائکہ کرام کے بارے میں یا اولیاء عظام وعلمائے حق کے متعلق۔ احوال انبیاء علیہم السلام پر چسپاں نہ کیے جائیں بالخصوص عوام کے سامنے۔ ہماری یہ تحقیق اس کے لئے ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔

حکایت:

ہم یہاں ایک نکتہ لطیفہ عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ شیخ ابن السبکی رحمۃ اللہ علیہ ترشیح میں لکھتے ہیں کہ میں ایک دن جماعت کے ساتھ گھر کے دالان میں کھڑا تھا کہ کتا پانی چھڑکتا ہوا ہمارے قریب سے گزرا اس سے خطرہ تھا کہ اس کے چھینٹے ہم پر نہ پڑیں۔ میں نے کتے کو جھڑکتے ہوئے کہا اے کلب ابن کلب، اے کتا اور کتے کا بیٹا۔ میرا یہ قول میرے شیخ یعنی میرے والد شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ گھر کے اندر سے سن رہے تھے باہر تشریف لاکر فرمایا تم کس کو گالی دے رہے تھے۔ میں نے عرض کی حضور! میں نے تو صحیح کہا ہے وہ کتا ہے اور کتے کا بیٹا۔ انہوں نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن تو نے یہ بات اس کی اہانت وتحقیر کے طور کہی ہے اور یہ تمہارے لئے لائق نہیں۔ اس سے میں یہ نکتہ سمجھ گیا کہ کسی کیکوئی صفت جو اس کے لائق ہے کہنے میں حرج نہیں اس میں اس کی اہانت وتحقیر مدنظر ہو تو پھر بے ادبی وگستاخی ہے۔

فائدہ:

ایسے الفاظ کسی پر بولنا اور تدلیس وچھپا کر بیان کرنا اور اندرونی بغض اور حسد وکینہ کی وجہ سے بولنا بولنے والے کو نقصان ہوگا جس پر بولا گیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں اور انبیاء علیہم السلام کا حق تمام کے حقوق سے فائق ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تارک نماز کا ہر صالح آدمی خصم ہوگا کیونکہ نماز میں ہر صالح آدمی حق ہے کیونکہ نماز میں ہے ''السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین'' یونہی مدلس چھپا کر بات کرنے والے سے قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام مخاصمت کریں گے اور ان کی گنتی کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

حکایت:

حضرت یحیٰی بن معین (ناقد الحدیث) سے سوال ہوا کہ تم خوف نہیں کرتے کہ قیامت میں تیرے وہ محدثین خصم ہوں گے جن کی تم احادیث ترک کرتے ہو۔ فرمایا کہ قیامت میں مجھے کسی خصم کا خطرہ نہیں مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ میرے خصم نہ ہوں اور فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہ کیا جبکہ وہ احادیث ترک کرتا ہوں جن میں کذب وغیرہ کا احتمال ہوتا ہے یونہی میں کہتا ہوں کہ میرا سارا جہاں خصم ہو کوئی خوف نہیں لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی ایک نبی میرا خصم ہو چہ جائیکہ تمام انبیاء علیہم السلام۔

سنگین قول کی تقریر:

کسی نے کوئی فیصلہ کیا تو شہر کے تمام قاضیوں نے اسے غلط قرار دیا۔ وقت کے بادشاہ نے اسے کہا کہ تیرے فیصلے کو کوئی بھی نہیں مانتا لہٰذا اپنے فیصلے سے رجوع کرلو۔ اس نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مزار سے

باہر نکل کر مجھے اس سے رجوع کا فرمائیں تو بھی نہ مانوں گا جب تک آپ مجھے صریح نص قرآنی نہ دکھائیں (معاذ اللہ) پھر اسی نے ایک مدت کے بعد کہا کہ اگر مجھے کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب گالی دے تو میں بھی اسے گالی دوں گا اور وہ اپنے اس فتویٰ کو عوام میں اور بازاروں میں کہتا پھرتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے جائز ہے۔ (معاذ اللہ)

جواب باصواب:

قائل کا پہلا قول کہ (معاذ اللہ) اگر رسول اللہ ﷺ مزار سے باہر تشریف لاکر مجھے فرمائیں تو میں آپ کی نہ سنوں گا یہاں تک کہ مجھے آپ صریح نص دکھائیں۔

قائل کا یہ قول تین حال سے خالی نہیں۔ (۱) قائل سے یہ قول سبقتِ لسانی سے ہوا۔ اس کا ایسی بات کہنے کا ارادہ نہ تھا یہی مسلمان پر حسن ظن اور اس کے حال کے لائق ہے امید ہے اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ اگر امام مالک بھی قبر سے باہر آجائیں تو بھی نہ مانوں گا تو بجائے امام کے اس کے منہ سے رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی نکل گیا وہ اپنی تیزی طبع سے ایسے کہہ گیا ایسے کو شخص کو نہ کافر کہیں گے اور نہ اسے سزا دیں گے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

آج کل کے دور میں ایسے حال والے کہاں بلکہ عام بکواس کرنے والے اسی قول کا سہارا لے کر کئی قسم کے بکواسات کریں گے۔

لیکن قول اول بھی اس شخص کے لئے جس سے اس قسم کی گستاخیوں کا صدور پہلے نہیں ہوتا تھا اور وہ خود بھی کہے کہ مجھ سے سبقتِ لسانی ہوئی اور وہ اپنی

بات سے سخت ندامت کا بھی اظہار کرتا ہے اور کھلم کھلا واضح طور اپنی خطاء کا اعلان بھی کرے اور توبہ استغفار میں مبالغہ کرے اور اپنی غلطی پر سر پر مٹی ڈالے اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرے اس کے علاوہ اور بھی اتنا نیکیاں کرے کہ اس سے ایسی غلطی کی معافی کا موجب بنیں۔

(۲) سبقتِ لسانی کی بات تو نہیں اور نہ ہی اس کا یہ اعتقاد ہے لیکن وہ یوں تاویل کرتا ہے کہ میں جو فیصلہ کیا ہے اس کے خلاف تمام جن وانس مجھے اس سے رجوع کا کہیں تو بھی نہ مانوں گا اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے رجوع کا فرمائیں تو بغیر حیل وحجت اور انکار کے آپ کا حکم بلاتوقف مان جاؤں گا اور یہ میری عبارت مبنی پر مبالغہ ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اب مزار سے باہر تشریف لانا عادۃً محال ہے ایسا شخص کافر تو نہیں لیکن اس نے بہت بڑی جرأت کی ہے اسے اپنے منصب سے ہٹایا جائے اور اتنا زبردست اور سخت سزا دی جائے کہ قتل کے سوا باقی جتنا ہوسکتا ہے اسے مارا پیٹا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے گستاخ کا انجام:

ابلیس نے جرأت کر کے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے میں بہتر ہوں اسی اعتراض کی نحوست تھی کہ جونہی شیطان ابلیس نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا تو ملعون ٹھہرا اور زمرۂ کفار ومردودین میں شامل ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ آدم علیہ السلام کا حکم فرمایا تو شیطان نے اعتراض کے طور پر کہا ''ءاسجد لمن خلقت طینا'' اسی اعتراض کی نحوست سے ہاروت وماروت کو سزا ملی جب کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں اعتراض کیا۔

سبق:

جب مخلوق کے بارے میں اعتراض کی یہ سزا ہے تو خالقِ کائنات پر اعتراض کرنے کی کیا سزا ہو گی اور دورحاضرہ میں بعض جدت پسند اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور ان کے اندر غوروخوض کر کے تباہ ہو رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ سابقہ امم میں بھی اہل ہوا معترضین منکرین انہی وجوہ سے تباہ و برباد ہوئے کہ انہوں نے ان مسائل کو اٹھایا جنہیں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام اور اولیاء کاملین رحمۃ اللہ علیہم بیان کرنے سے گھبراتے تھے اس لئے کہ ان مسائل کے اظہار سے ذات وصفات پر شبہات پیدا ہونے کا خطرہ تھا لیکن بعد میں آنے والے ملحدوں نے وہی مسائل کھڑے کیے تو شبہات میں پڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر وہ یہ مسائل کھڑے نہ کرتے تو ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتے۔

مسئلہ:

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ حق کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فعل اور اس کے تخلیقی امور میں اعتراض کرنا کفر ہے اس پر وہی جرأت کر سکتا ہے جو کافر گمراہ اور گمراہ کن ہو گا۔

نبوت کی گستاخی کی سزا:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے اسی لئے کہ آپ ہر بات اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرماتے ہیں آپ کی کسی بات میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اسی لئے ان پر اعتراض کرنا دونوں جہانوں کی تباہی و بربادی کو مول لینا ہے۔

حدیث شریف:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ''اے لوگو! تمہارے اوپر حج فرض ہے''۔

یہ ارشاد گرامی سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم پر ہر سال حج فرض ہے یا صرف اسی سال۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج فرض ہو جاتا اگر ہر سال فرض ہوتا تو تم اسے چھوڑ کر گمراہ ہو جاتے۔ فلہٰذا تم مجھ سے اس قسم کے سوالات مت کیا کرو، جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ تم سے پہلی قومیں بھی کثرت سوالات واختلافات اور رسل علیہم السلام پر اعتراض وانکار کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئیں۔

ایک گستاخ کی کہانی اور اس کا برا انجام:

بہت بڑی بدبختی اس شخص کی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا چنانچہ بعض بزرگوں سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ کسی بدبخت نے کہا کہ کوئی بھی اپنی خواہش نفسانی سے خالی نہیں خواہ وہ نبی ہے یا ولی یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام بھی (معاذ اللہ) اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے ''حبب الی من دنیا کم ثلاث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوۃ'' میں نے اسے کہا اے بدبخت! خدا کا خوف کر کہ یہ اعتراض بے جا ہے اس لئے کہ آپ کو نفسانی خواہش ہوتی تو فرماتے 'اجببت' بلکہ فرمایا 'حبب' (بصیغہ مجہول) اس سے واضح ہوتا کہ آپ کو مذکورہ بار اشیاء کی محبت کا حکم منجانب اللہ تھا۔ جب وہ حکم منجانب اللہ تھا تو پھر آپ پر اعتراض کیسا۔ اس بدبخت کی بات مجھے سخت ناگوار

گزری اور مجھے سخت غم لاحق ہوا اس غم میں مجھے نیند نے گھیرا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا غم نہ کھایئے میں نے اس بدبخت کا کام پورا کر دیا ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو سننے میں آیا کہ وہ بدبخت مارا گیا ہے۔

گستاخِ نبوت کی سزا:

جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کو عورتوں سے نفسانی پیار تھا۔ اس سے اس کی مراد تنقیصِ رسالت ہو تو ایسے بدبخت کو قتل کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت کو تباہ و برباد کرے۔ کذا قال الفقهاء

صاحب روح البیان فرماتے ہیں:۔

شب پرده میطلبد بدر تمامت نقصان
اوندانذکہ آیدنور تو ظاہر باشد
ہر کہ ازروئے جدل پر تو سخن میراند
بقتل شد اگر شی بوعلی کافر باشد

ترجمہ: (۱) چمگادڑ چودھویں رات کے چاند کو ناقص سمجھتا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا۔

(۲) جو شخص تجھ پر اعتراض کرتا ہے وہ غلط کار ہے اگرچہ ابو علی جیسا کافر بھی ہو۔ (گستاخوں کے حالات فقیر کی تصنیف ''گستاخ کا بُرا انجام'' میں پڑھیے۔ اویسی غفرلہ)

اولیاء کے گستاخ:

اولیاء و مشائخ اور علماء باعمل پر اعتراض کرنا بھی محرومی ہے بلکہ ان کی صحبت سے برکات نصیب نہ ہوں گے نہ ہی ان سے علمی فیوض حاصل ہو سکیں گے

جیسے حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہم السلام کا واقعہ شاہد عدل ہے حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے معاہدہ کرایا کہ "فلا تسالنی عن شئی حتی احدث لك منه ذکرا" لیکن پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا تو جدائی پر نوبت آ گئی اور ساتھ رہنے کے برکات اور علمی فیوضات کے حاصل کرنے سے رہ گئے اور وہ علوم آپ کو میسر نہ ہوئے جو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہونے تھے۔

خوارج کی بدقسمتی:

خوارج کی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اسی وجہ سے صرف ان کا خروج ہوا بلکہ دینِ حق سے خارج ہو گئے اور انہیں کلاب النار اور شر قتلی تحت ادیم السماء کے القاب نصیب ہوئے۔

ولی اللہ کے گستاخ کی کہانی:

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کا ایک شاگرد آپ کا نافرمان نکلا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ اسے چھوڑو! یہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے گر گیا ہے۔ چنانچہ بعد میں اسے ہیجڑوں کے ساتھ پھرتا دیکھا گیا پھر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ یہ اسے دنیا میں سزا ملی اور آخرت میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے نظر کرم سے نوازے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہجران و فراق میں رہے گا۔

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے:

ہین مکن با مرشد کامل جدل　　تا نباشد گمراہی اور ابدل

خبردار مرشد کامل سے جھگڑا نہ کرنا کہ وہ تیرے لئے اس کے عوض گمراہی

ہو۔ بہر حال انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ نہایت ہی نازک ہے لاشعوری سے لوگ بعض ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کے نزدیک تو معمولی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے نزدیک بہت سخت ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہی باتیں جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہیں۔ اسی لئے مسلمان پر لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بالخصوص حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام وعلمائے عظام بالخصوص صحابہ کرام واہلبیت عظام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسے الفاظ سے اجتناب کیا جائے جو انجام کی بربادی کا موجب بنیں۔

وما علینا الا البلاغ

مدینے کا بھکاری

ابوصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی

بہاولپور، وارد کراچی باب المدینہ، پاکستان

۲-ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بروز بدھ

بشری الکئیب بلقاء الحبیب

دیدار حبیب

المعروف

موت کے بعد زندگی

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ

فہرست

باب نمبر ا: موت زندگی سے افضل ہے 523
باب نمبر ۲: موت تنگ گھر سے وسیع گھر کی طرف منتقل کر دیتی ہے 531
باب نمبر ۳: مسلمان کی قبضِ روح کے وقت انعام واکرام کا نزول 534
باب نمبر ۴: 552
میت سے ارواح کی ملاقات اور اس کے پاس جمع ہونا اور سوال پوچھنا
باب نمبر ۵: غسل دینے والے اور تجہیز کرنے والوں کو مردوں کا پہچاننا 555
باب نمبر ۶: میت پر زمین وآسمان کا رونا 557
باب نمبر ۷: مومن کے لئے قبر کے دبانے پر نرمی 559
باب نمبر ۸: قبر کا مومن کو مرحبا کہنا 561
باب نمبر ۹: منکر ونکیر کے سوال کے وقت مومن کے لئے خوشخبریاں 562
باب نمبر ۱۰: مومن کی قبر میں عذاب پہنچنے کا بیان 571
باب نمبر ۱۱: قبروں میں مردوں کا نماز ادا کرنا 575
باب نمبر ۱۲: قبروں میں مردوں کا تلاوت قرآن کرنا 576
باب نمبر ۱۳: قبر میں مومن کو فرشتوں کا قرآن پڑھانا 581
باب نمبر ۱۴: مومن کو قبر میں لباس پہنانا 583
باب نمبر ۱۵: مومن کے لئے قبر میں بستر بچھایا جانا 586
باب نمبر ۱۶: قبروں میں ایک دوسرے کی زیارت کرنا 587

باب نمبر ۱۷: 594
مردوں کا زیارت کرنے والوں کو پہچاننا اور ان سے انس ومحبت رکھنا
باب نمبر ۱۸: روح کی جائے اقامت 597
ارواح کا مقام اور اقوال علماء 608
(۱) نبیوں علیہم السلام کی روحیں 614
(۲) نیک شہیدوں کی روحیں 614
(۳) جنت کے چاہنے والوں کی روحیں 614
(۴) کافروں کی روحیں 614
باب نمبر ۱۹: مومنوں کے بچوں کا دودھ پینے اور پرورش کا بیان 615

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم الحمدللہ وکفی وسلامہ علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

میری یہ کتاب جس کا نام "بشری الکئیب بلقاء الحبیب" یعنی شکستہ حالوں کے لئے محبوب سے ملنے کی بشارت" ہے

یہ دراصل میری اس عظیم وکبیر کتاب کا خلاصہ ہے جسے میں نے احوالِ برزخ کے بارے میں تالیف کیا تھا۔ ان (احوال) میں سے میں نے صرف ان بشارات (خوشخبریوں) کو منتخب کرلیا ہے جس میں مسلمان کے مرنے اور اسے قبر دفن کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعام واکرام اور لطف وفضل ہونے کا بیان ہے۔

باللہ التوفیق

اللہ عزوجل کی توفیق سے

جلال الدین سیوطی

باب نمبر ا:

ذکر فضل الموت وانه خیرٌ من الحیاة

(موت زندگی سے افضل ہے)

(۱) عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحفۃ المومن الموت۔ (کتاب الزھد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا تحفہ "موت" ہے

(۲) عن الحسین بن علی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الموت ریحانۃ المومن۔ (مسند الفردوس لدیلمی)

ترجمہ: حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موت مسلمان کے لئے خوشبودار "پھول" ہے۔

(۳) وعن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الموت غنیمۃ المومن

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مسلمان کے لئے موت "غنیمت" ہے۔

(مسند الفردوس لدیلمی)

(۴) وعن محمود بن لبید ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یکرہ بن آدم الموت والموت خیرٌ لہ من الفتنۃ۔

(مسند امام احمد بن حنبل۔ وسعید بن منصور فی السنہ بسند صحیح)

ترجمہ: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بنی آدم موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت فتنہ سے بہتر ہے۔

(۵) وعن عبداللہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الدنیا سجن المومن وسنۃٗ فاذا فارق الدنیا فارق السجن والسنۃ۔

(الزھد۔ لابن المبارک)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا مسلمان کا قید خانہ اور عمل کی جگہ ہے پھر جب وہ اس (دنیا) سے جدا ہوتا ہے تو وہ قید اور عمل سے ستگاری (آزادی) پالیتا ہے۔

(۶) وعن عبداللہ بن عمر قال الدنیا جنۃ الکافر وسجن المومن وانما مثل المومن حین تخرج نفسہٗ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا۔ (الزھد لابن المبارک)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دنیا کافر کی جنت ہے" اور "مومن کا قید خانہ" ہے اس دنیا سے مومن رخصت ہونے کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی کو قید خانہ سے نکال دیا جائے۔ اور پھر وہ زمین پر پھرے اور اس میں آزادانہ سیر کرے۔

(۷) وعن عبداللہ بن عمر وقال الدنیا سجن المومن فاذامات یخلیٰ سربہٗ یسرح حیث یشاء۔ (المصنف لابی شیبۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا مسلمان کا قید خانہ ہے پھر جب وہ مرجاتا ہے تو بند جگہ (سوراخ) سے نکل جاتا ہے۔ اور جہاں چاہتا ہے آسانی سے پھر سکتا ہے۔

(۸) وعن ابن مسعود قال الموت تحفۃ لکل مسلم۔

(المصنف، الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''موت ہر مسلمان کے لئے تحفہ ہے''۔

(۹) وعن انس قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسم الموت کفارة لکل مسلم۔ (حلیہ لابی نعیم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان کے لئے موت کفارہ ہے۔

(۱۰) وعن الربیع بن خثیم قال مامن غائب ینتظرهٗ المومن خیرله من الموت۔ (الزھد۔ لابن المبارک)

ترجمہ: حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔کوئی شے موت سے بہتر نہیں جس کا مسلمان انتظار کرے۔ ..

(۱۱) وعن مالك بن مغسول قال بلغنی ان اول سرور یدخل علی المومن لما یریٰ من کرامة الله تعالیٰ وثوابه۔(الزھد لابن مبارک)

ترجمہ: حضرت مالک بن مغسول سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مومن کے لئے سب سے پہلی مسرت وخوشی ''موت'' ہے کیونکہ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور ثواب دیکھے گا۔

(۱۲) وعن ابن مسعود قال لیس للمومن راحة دون لقاء الله۔

(الزھد للاحمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا مومن کے لئے لقاءِ الٰہی (اللہ سے ملاقات) سے بڑھ کر کوئی راحت نہیں ہے۔

(۱۳) وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مامن مومن الا والموت خیرله وما من کافر الا والموت خیرله فمن لم

یصدقنی فان الله تعالیٰ یقول وما عندالله خیر للابرار ویقول ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مومن کے لئے موت ہر حال میں بہتر ہے اور ہر کافر کے لئے بھی موت بہتر ہے۔ لہذا جو میری تصدیق نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے لئے فرماتا ہے۔

وما عندالله خیر للابرار۔ (سورۃ آل عمران ۱۹۸)

ترجمہ: اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے سب سے بھلا۔ (کنزالایمان)

ولا یحسبن الذین کفرو انما نملی لهم خیرا۔
(سورۃ آل عمران ۱۷۸)

ترجمہ: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے۔ (کنزالایمان)

(سعید بن منصور فی السنہ وابن جرید فی تفسیرہ)

(۱۴) عن ابن مسعود قال مامن برولا فاجر الا والموت خیرله من الحیاۃ ان کان برا فقد قال الله تعالیٰ "وما عندالله خیرللابرار وان کان فاجرا فقد قال الله تعالیٰ ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم انما نملی لهم لیزدادو اثما ولهم عذاب مهین"۔

(عبدالرزاق فی تفسیرہ۔ طبرانی۔ حاکم)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔ فرمایا کوئی نیک اور بد ایسا نہیں جس کے لئے زندگی سے بہتر موت نہ ہو۔ اب اگر وہ نیک ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما عندالله خیر للابرار۔ (سورۃ آل عمران ۱۹۸)

ترجمہ: اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے سب سے بھلا۔
(ترجمہ: کنز الایمان)

ولا یحسبن الذین کفرو انما نملی لھم خیرا۔
(سورۃ آل عمران ۱۷۸)

ترجمہ: اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے۔ (ترجمہ: کنز الایمان)

(۱۵) وعن ابی مالك الاشعری قال قال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اللھم حبب الموت الٰھی من یعلم انی رسولك۔ (طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدا اس کے لئے موت کو محبوب بنادے جو یہ جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔

(۱۶) وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال له ان حفظت وصیتی فلایکون شیء احب الیك من الموت۔ (الترغیب لاصفہانی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے میری وصیت کو محفوظ رکھا تو کوئی چیز موت سے زیادہ پیاری معلوم نہ ہوگی۔

(۱۷) وعن ابی الدرداء قال ما اھدیٰ الی اخ ھدیة احب الی من السلام ولا بلغنی عنه خبرٌ احب من موته۔ (الزھد للامام احمد)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میری طرف سلام بھیجنے سے بڑھ کر کوئی ھدیہ کسی بھائی کی طرف سے (مجھے) زیادہ محبوب نہیں ہے۔ اور نہ اس کی موت سے بڑھ کر کوئی خبر مجھے زیادہ محبوب ہے۔

(۱۸) وعن عبادة الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اتمنی لحبیبی ان

یعجل موتہٗ۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا)

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے محبوب کے لئے تمنا کرتا ہوں کہ اسے موت جلد تر آئے۔

(۱۹) عن محمد بن عبدالعزیز التیمی قال قیل لعبد الاعلی التیمی ماتشتھی لنفسك ولمن تحب من اھلك؟ قال الموت۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا)

ترجمہ: حضرت محمد بن عبدالعزیز التیمی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ عبدالاعلی التیمی سے پوچھا گیا تم اپنے لئے کیا چاہتے ہو اور اپنے گھر والوں کے لئے کیا چیز محبوب رکھتے ہو۔ فرمایا ''موت''۔

(۲۰) وعن ابن عبید اللہ انہٗ قال لمکحول اتحب الجنة؟ قال ومن لایحب الجنة قال فاحب الموت لن تری الجنة حتی تموت۔ (الحلیہ للابی نعیم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مکحول رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا تم جنت کو محبوب رکھتے ہو؟ اس پر فرمایا کون ہے جو جنت کو محبوب نہیں رکھتا۔ تو آپ نے فرمایا تم موت کو محبوب جانو، کیونکہ تم جب تک موت کو نہ چکھو گے ہرگز جنت کو نہ دیکھ سکو گے۔

(۲۱) وعن حبان بن الاسود قال الموت حسرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب۔ (الحلیہ لابن ابی نعیم)

ترجمہ: حضرت حبان ابن اسود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا موت بہتر ہے کیونکہ محبّ کو محبوب سے ملاتی ہے۔

(۲۲) عن مسروق قال مامن شئی خیر للمومن من لحد فقد استراح من ھموم الدنیا وأمن من عذاب اللہ۔ (المصنف ابن شیبہ)

ترجمہ: حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا مومن کے لئے لحد (قبر)

سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لہٰذا جو قبر میں گیا وہ راحت میں پہنچ گیا اور دنیا کے غموں سے چھوٹ گیا اور حق تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

(۲۳) عن عن طائوتس قال لایحرز دین الرجل الا خفرتہٗ۔ (المصنف)

ترجمہ: حضرت طاوس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مسلمان کے دین کے لئے محفوظ جگہ اس کی قبر ہے۔

(۲۴) عن عطیہ قال انعم الناس جسدا فی لحد قد امن من العذاب۔ (الزھد)

ترجمہ: حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ نعمت والا جسم قبر میں ہے کیونکہ وہ عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

(۲۵) عن سفیان قال کان یقال الموت راحۃ للعابدین۔ (ابن ابی الدنیا)

ترجمہ: حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہا جاتا ہے کہ موت سے عابدوں کی راحت ہے۔

(۲۶) عن ربیعۃ بن زھیر قال سفنیا الثوری کم تتمنی الموت وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لوسئلنی ربی لقلت یارب اثقتی بك وخوفی من الناس کانی لوخالفت واحدا فقلت حلوۃٌ وقال مرۃ لخفت ان یتعاطی دمی۔

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ موت کی اتنی زیادہ خواہش وتمنا کیوں رکھتے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا ہے۔

انہوں نے جواب دیا اگر حق تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا تو عرض کروں گا۔ اے رب تجھ پر بھروسہ رکھتے اور لوگوں کے خوف کی وجہ سے میں تمنا کرتا تھا۔ گویا

کہ اگر کوئی میری مخالفت کرے تو میں کہوں شیریں بات کہی ہے اور اگر میں کڑوی بات کہوں تو مجھے خوف زدہ رہنا چاہے کہ کہیں وہ میرا خون نہ بہا دے۔

وقال الخطابی انشدنا بعض اصحابنا المنصور بن اسماعیل قد قلت

اذ مدحوا الحیاۃ فاکثروا
فی الموت الف فضیلۃ لاتعرفُ
منہا امان لقائہ بلقائہٖ
فراق کل معاشر لا ینصف

امام خطابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے ساتھیوں میں سے منصور بن اسماعیل نے ہمیں ہدایت کی کہ جب لوگ زندگی کی تعریف کریں، تو تمہارا موت کو یاد کرنا ہزار درجہ افضل ہے تم نہیں جانتے کہ ایک فائدہ تو اس میں یہ ہے کہ موت کی ملاقات پر محبوب کی ملاقات موقوف ہے۔ دوسرا فائدہ ہے کہ ایسے معاشرے سے جدا ہو جاؤ گے جس میں عدل وانصاف نہیں ہے۔

وقال الخطابی

یبلی الرجال علی الحیاۃ وقد
افنی دموعی شوقی الی الاجل
اموت مَن قبل ان الرھیر یعثرنی
فاننی ابدا منہٗ علی وجل

امام خطابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ لوگ زندگی پر روتے ہیں اور میرے تو موت کے شوق میں آنسو ختم ہو چکے ہیں میں اس سے پہلے مر جاؤں کہ لوگ مجھے ٹھکرائیں۔ اور اس سے میں ہمیشہ خوفزدہ ہوں۔

باب نمبر ۲:

ذکر ان لاموت انتقال من دارضیقة الی داروا سعة

(موت تنگ گھر سے وسیع گھر کی طرف منتقل کر دیتی ہے)

قال العلماء

(۱) الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة وحیلولة بینهما وتبدل خال وانتقال من دار الیٰ دار۔

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں:

موت نہ تو مکمل مٹاتی ہے اور نہ مکمل فنا کرتی ہے، موت تو صرف روح کا بدن سے تعلق ایسا منقطع کرتی ہے، جسے نہ تو مکمل مفارقت کہہ سکتے ہیں نہ مکمل حلول وملاپ کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے درمیانی حالت ہے۔ موت ایک حال سے دوسرے حال اور ایک مکان سے دوسرے کی منتقل کر دیتی ہے۔

(۲) عن بلال بن سعد انہٗ قال انکم لن تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلودو الابدو ولکنکم تنقلون من دار الیٰ دار۔

ترجمہ: حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم فنا کے لئے ہرگز پیدا نہیں کئے گئے ہو بلکہ ہمیشگی اور دائمی کے لئے پیدا کئے گئے ہو، البتہ تمہیں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔

(۳) وقال ابن القاسم لنفس اربعة دور کل دار اعظم من التی قبلها الاولی بطن الام وذلك محل الضیق والحصر والغم والظلمات الثلاث والثانیة هی الدار التی انشاتها والفتها واکتسبت فیها الشروا الخیروالثالة هی دار البرزخ وهو اوسع من هذا الدار واعظم ونسبة هذا الدار الیها کنسبة البطن الی هذه والرابعة هی دار القرار الجنة اوالنار ولها فی کل دار من هذه

الدور حکمٌ وشانٌ غیر شان الاخریٰ ۔

ترجمہ: حضرت ابن قاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر جان کے لئے چار دور ہیں اور ہر دور پہلے سے بڑا ہے۔

پہلا دور، ماں کا پیٹ۔

دوسرا دور وہ گھر جہاں تم پیدا ہوئے اس سے الفت رکھتے ہو اور اس میں نیک و بد عمل کرتے ہو۔

تیسرا دور وہ برزخ کا گھر ہے۔ وہ اس جہاں سے بہت وسیع کشادہ اور بڑا ہے۔ یہ جہاں عالم برزخ کے مقابلہ میں ماں کے پیٹ کی مانند ہے۔

چوتھا دور وہ دارالقرار ہے جو وہ جنت ہو یا جہنم یہ دور سابقہ تینوں دوروں سے بہت بڑا ہے۔

(۴) ومن مراسیل سلیم بن عامر الحباری مرفوعا ان مثل المومن فی الدنیا کمثل الجنین فی بطن امه اذا خرج من بطنها بکی علی مخرجه حتی اذارای الضوء ووضع لم یحب ان یرجع الی مکانه وکذالك المومن یجزع یجزه من الموت فازا معنی الیٰ ربه لم یحب ان یرجع الی الدنیا کمالم یحب الجنین ان یرجع الیٰ بطن امه ۔

ترجمہ: مرسل (احادیث کے ضمن میں) حضرت عامر حباری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مومن کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے (بچہ) کی اپنی ماں کے پیٹ میں۔ جب وہ اس کے بدن سے نکلتا ہے تو اپنے نکلنے پر روتا ہے پھر جب باہر کی روشنی کو دیکھتا ہے اور دودھ پیتا ہے تو پھر وہ پسند نہیں کرتا کہ اسے اپنی سابقہ جگہ پر لوٹا دیا جائے۔ اسطرح مومن موت سے خوف کھاتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے رب کے حضور پہنچتا ہے تو وہ دنیا کی طرف پلٹنے کو پسند نہیں کرتا۔

جس طرح کہ بچہ پسند نہیں کرتا کہ وہ ماں کے پیٹ میں پلٹ کر جائے۔

(۵) من مراسیل عمرو بن دینار ان رجلا مات قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصبح ھٰذا مرتحلا من الدنیا فان قدرضی فلا یسرہ ان یرجع الی الدنیا کمالا یسر احدکم ان یرجع الی بطن امہٖ۔

ترجمہ: مرسل (احادیث کے ضمن میں ابن ابی دینار نے) عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ایک شخص مرگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ خوش نصیب ہے کہ دنیا سے کوچ کر گیا۔ کیونکہ یہ راضی ہے اور اب یہ پسند نہیں کرے گا کہ پھر اسے دنیا میں لوٹایا جائے۔ جس طرح تم میں سے کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے پھر ماں کے پیٹ میں لوٹایا جائے۔

(۶) عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماثبهت خروج ابن آدم من الدنیا الا کمثل خروج الصبی من بطن امہٖ ذٰلك الغم والظلمة الی روح الدنیا۔ (نوادرالاصول)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی آدم کا دنیا سے کوچ کرنا اس کے مشابہ (مثل ہے)۔ جیسے بچہ کا اپنی ماں کے شکم کی اندھیری وتاریکی سے دنیا کی روشنی اور ہوا میں آنا۔

(۷) وعن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ وتعالیٰ علیہ وسلم ماعلی الارض من نفس تموت ولها عنداللہ خیرٌ تحب ان ترجع الیکم ولها نعیم الدنیاومافیها۔ (النسائی)

ترجمہ: حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمین پر بسنے والی ہر جان کے لئے موت ہے۔ اور خدا کے حضور ایسی بہتر نعمتیں ہیں کہ اس طرف جانے کو محبوب رکھو۔ وہاں اس کے لئے دنیا اور جو کچھ اس (دنیا) میں ہے اس سے بڑھ کر نعمت ہے۔

باب نمبر۳:

ذکر مایلقاه المومن عند قبض روحہ من الکرامۃ

(مسلمان کی قبضِ روح کے وقت انعام واکرام کا نزول)

(۱) عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان العبد المومن اذا کان فی انقطاع من الدنیا واقبال من الاخرۃ نزل الیہ ملائکۃ من السماء بیعض الوجوہ کان وجوھھم الشمس معھم اکفانٌ من اکفان الجنۃٌ وحنوطٌ من حنوط الجنۃ حتی یجلسوا منہ حذ البصر۔ ثم یجئی ملک الموت یجلس عند رأسہٖ فیقول ایتھا النس المطمئنۃ اخرجی الی مغرۃ من اللہ ورضوان فتخرج تسیل کما تسیل القطرۃ من السقاء وان کنتم ترون غیر ذلک فیخرجونھا فاذا اخرجوھالم یدعوھا فی یدہٖ طرفۃ عین فیجعلونھا فی تلک الاکفان والحنوط ویخرج منھا کاطیب نفحۃ مسک علی وجہ الارض فیصعدون بھا فلا یمرون علی ملا من الائکۃ الا قالوا ماھٰذہ الروح الطیبۃ؟ فیقولون فلان بن فلان باحسن اسمائہ التی کانوا یسمونہ بھا فی الدنیا حتی ینتھی بھا الی السماء السابعۃ فیقول اللہ تعالیٰ اکتبوا کتابہ فی علیینْ واعیدوہ الی الارض فیھا دروحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسان فیقولان لہ من ربک وما دینک؟ فیقول اللہ ربی والاسلام دینی فیقولان لہ ماھٰذا الرجل الذی بعث الیکم وفیکم؟ فیقول ھو رسول اللہ فیقولان لہ وما علملک؟ فیقول قرات کتاب اللہ تعالیٰ

وآمنت به وصدقته فينادى مناد من السماء ان صدق عبدى فافر شواله من الجنة، فيأتيه من ريحها وطيبها ويفسح له فى قبره حد بصره ويأتيه رجلٌ حسن الثياب طيب الرائحة فيقول له ابشر بالذى يسرك هٰذا يومك الذى كنت توعد فيقول له من انت فوجهك يجئى بالخير؟ ويقول انا عملك الصالح فيقول رب اقم الساعة رب اقم الساعة حتى ارجع الى اهلى ومالى۔

(مسند امام احمد۔ابوداؤد۔المستدرک)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان بندہ کے لئے جب اس کے دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے شفاف چہرے والے فرشتے اترتے ہیں، گویا ان کے چہرے آفتاب کی مانند ہیں۔ وہ جنتی لباس اور جنتی خوشبو لئے ہوئے ایک لمحہ کے لئے اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں وہ اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں۔

ايتها النفس المطمئنة اخرجى الى مغفرة من الله ورضوان۔

اے جان اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورضامندی کی طرف باہر آ

پھر روح نکلے گی اس طرح جیسے سقاہہ (مشک) سے پانی کا قطرہ باہر نکلتا ہے۔ اگر تم ان فرشتوں کو مرنے والے کے سوا (علاوہ) دیکھو تو تم انہیں نکال دو۔ پھر جب ملک الموت روح نکال لیتے ہیں تو وہ (فرشتے) ملک الموت کے ہاتھ میں ایک لمحہ کے لئے بھی (اس روح) کو نہیں چھوڑتے بلکہ فوراً اس روح کو جنتی لباس میں اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ پھر اسے لے کر نکلتے ہیں۔ گویا (یوں محسوس ہوتا ہے) کہ نافہ مشک سے (دنیا کی بہترین خوشبو سے) روئے زمین مہک اٹھتی ہے۔ پھر اسے آسمان پر لے جا کر فرشتوں کے گروہوں پر گزرتے

ہیں۔ ہر گروہ پوچھتا ہے یہ کسی طیب روح ہے؟ وہ کہتے ہیں فلاں ابن فلاں کی روح ہے۔ اور اس کا نہایت بہترین طریقے سے وہ نام لیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آسمان کی اس حد تک لے جاتے ہیں جسے ساتواں آسمان کہتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کے نامہ اعمال کو علیین میں لکھو اور اس کی روح کو دنیا میں اس کی قبر میں اس کے جسم میں لوٹا دو۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں؟

من ربك، یعنی تیرا رب کون ہے؟

جواب میں کہے گا "ربی الله"۔ میرا رب اللہ ہے۔

"مادینك" یعنی تیرا دین کیا ہے؟

جواب میں کہے گا میرا دین اسلام ہے۔

پھر فرشتے کہیں گے۔ ماھذا لرجل الذی بعث الیکم وفیکم۔ یعنی تم اس ذات کریم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تم میں سے تمہاری طرف مبعوث ہوئے؟ وہ کہے گا یہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں پھر وہ پوچھیں گے تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا میں نے قرآن پاک پڑھا۔ ان پر ایمان لایا، ان کی تصدیق کی۔

اسی وقت آسمان سے نداء کرنے والا کہے گا۔ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے نیچے جنتی فرش بچھاؤ اور اسے جنتی لباس پہناؤ۔ اور ایک کھڑکی جنت کی طرف کھول دو تاکہ اسے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آئیں اور حد نگاہ تک اس کی قبر کشادہ کردو۔ پھر ایک شخص عمدہ لباس پہنے جس سے خوشبو کی لپٹیں آرہی ہوں گیں وہ کہے گا مبارک ہو آج وہ دن ہے۔ جس دن کی تجھے خوشخبری اور وعدہ دیا گیا تھا۔ بندہ کہے گا تو کون ہے؟ وہ کہے کہ میں تیرے نیک اعمال ہوں۔ پھر

بندہ کہے گا اے خدا قیامت قائم کر۔ اے رب قیامت قائم کرتا کہ اپنی اہل اور انجام کو پہنچوں۔ (یعنی اپنے اہل وعیال کی طرف)

(۲) واخرج ابن ابی الدنیا مرفوعًا۔ ان المومن اذا احتضرورای ماأعدالله له جعل یتهوع نفسه من الحرص علیٰ ان تخرج فهناك احب لقاء الله واحب الله لقائه وان الكافر اذا احتضرورای ماأعدله جعل یتبلع نفسه كراهية ان تخرج فهناك كره لقاء الله وكره الله لقائه۔ (ابن ابی الدنیا)

ترجمہ: ابن ابی الدنیا مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ بندۂ مومن کی جب موت کا وقت آئے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو دیکھے گا۔ تو وہ اپنی جان کو اس خواہش میں اگلنے کی کوشش کرے گا کہ وہاں جلد تر پہنچے۔ اس وقت وہ اللہ کے دیدار کو محبوب جانے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی لقاء (ملاقات) کو محبوب رکھے گا۔ اور کافر کے جب مرنے کا وقت آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کو دیکھے گا جو اس کے لئے ہیں۔ تب وہ اپنی جان کو انتہائی ناگواری سے نکالے گا۔ اس وقت وہ حق تعالیٰ کے دیدار کو ناپسند جانے گا۔ اور حق تعالیٰ اس سے ملنے کو ناپسند فرمائے گا۔

(۳) عن جعفر بن محمدعن ابیه عن ابن الخزرجی عن ابیه قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول ونظر الی ملك الموت عندرأس رجل من الانصار فقال یاملك الموت ارفق بصاحبی فانه مومن، فقال ملك الموت طب نفسًا وقرعینا واعلم انی بكل مومن رفیقٌ۔

(طبرانی، ابونعیم)

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے، وہ خزرجی اور خزرجی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت پر نظر پڑی تو کہا اے ملک الموت میرے اس صحابی پر

نرمی کرنا کیونکہ یہ مومن ہے۔ ملک الموت نے عرض کی آپ خوش رہیے اور آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی رہے اور جان لیجئے کہ میں ہر مومن کا رفیق ہوں۔

(۴) عن کعب ان ابراهیم علیه السلام قال لملك الموت ارنی الصورة التی تقبض بها المومن فاراه ملك الموت من النور والبهاء والحسن فقال لولم یر المومن عند موته من قرة العین والكرامة الا صورتك هذه لكانت تكفیة۔ (ابی ابن الدنیا)

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا مجھے وہ صورت دکھاؤ جس سے تم مومن کی روح قبض کرتے ہو؟ اس پر ملک الموت نے انہیں نور، روشنی اور خوبصورتی دکھائی۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی مومن اپنی موت کے وقت آنکھوں کی ٹھنڈک اور کرامت کو نہ بھی دیکھے۔ تو صرف تمہاری یہ صورت دیکھنا ہی اسے بہت کافی ہے۔

(۵) عن الضحاك قال اذا قبض روح العبد المومن عرج به الی السماء فینطلق معه المقربون ثم عرج به الی الثانیة ثم الی الثالثة ثم الی الرابعة ثم الی الخامسة ثم الی السادسة ثم الی السابعة حتی ینتهوا به الی سدرة المنتهی فیقولون ربنا عبدك فلانٌ وهو اعلم به فیأتیه صك مختومٌ بامانه من العذاب فذلك قوله تعالیٰ كلا ان كتاب الابرار لفی علیین وما ادراك ماعلیون كتاب مرقوم المقربون۔ (اخرجہ عبدالرحیم کتاب الاخلاص)

ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بندہ مومن کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو اسے پہلے آسمان پر لے جایا جاتا ہے۔ اور ہمراہ مقرب فرشتے چلتے ہیں۔ پھر دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے، پھر پانچویں، پھر وہ چھٹے، پھر ساتویں آسمان تک یہاں تک کہ سدرۃ المنتھی تک لے جاتے ہیں، اس وقت وہ عرض

کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب یہ تیرا فلاں بندہ ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے وہاں مہر شدہ قبالہ (سند) عذاب سے نجات کا ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ بات حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

کلاان کتاب الابرار لفی علیین۔ (سورۃ مطففین ۱۸)

ترجمہ: وہ لکھت ایک مہر کیا نوشتہ ہے کہ مقرب جن کی زیارت کرتے ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

(٦) وعن سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان المومن اذا کان ان فی اقبال من الآخرۃ وادبار من الدنیا نزل ملائکۃ من السماء فان وجوههم الشمس بکفه وحنوطه من الجنة فیقعدون حیث ینظر الیهم فاذا خرجت روحه صلی علیه کل ملك فی السماء والارض۔ (اخرجہ ابونعیم وابن منبہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن کے جب دنیا کو چھوڑنے کا اور آخرت کی طرف جانے کا وقت ہوتا ہے۔ تو آسمان سے فرشتے اس شان سے اترتے ہیں کہ ان کے چہرے آفتاب کی مانند چمکتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ جنتی لباس اور خوشبو ہوتی ہے۔ پھر وہ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور وہ مرد مومن ان کو دیکھتا رہتا ہے۔ پھر جب اس کی روح نکل جاتی ہے تو آسمان وزمین کا ہر فرشتہ اس پر نزول رحمت کی دعاء کرتا ہے۔

(٧) وعن ابی هریرہ ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال ان المومن اذا قبض اتته ملائکة الرحمة بحریرۃ بیضاء فتحرج کالطیب واطیب من ریح المسك حتی انه، یناوله، بعضهم بعضًا فیسمونه باحسن السماء له حتی یاتوابه باب السماء فیقولون ماهذه الریح التی جاء تمن

الارض ؟وکلما اتوا سماءً قالوا مثل ذلك حتی یاتوابه ارواح المومنین فلم یکن لهم فرحٌ افرح من احدهم عند لقیاه ولا قدم علی احدٍ کما قدم علیهم یفسالونه مافعل فلان بن فلان؟ فیقولون دعوه حتی یستریح فانهٗ کان فی غم الدنیا ۔(نسائی، احمد، حاکم، المستدرک)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردِ مومن کی قبض روح کے وقت فرشتے سفید حریر (ریشم) کے لباس کے ساتھ آتے ہیں۔ جس کی خوشبو مشک ناب (کستوری کی خوشبو) سے زیادہ پاکیزہ، مہک رہی ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے (اس روح کی) ملاقات کروائیں گے اور بہترین ناموں کے ساتھ تعارف کروائیں گے۔ پھر جب پہلے آسمان (اس روح کو) لے کر جائیں گے تو وہاں کے فرشتے کہیں گے کہ زمین سے یہ کیسی پاکیزہ خوشبو آرہی ہے۔ جب بھی وہ کسی آسمان سے گزریں گے تو (وہاں کے فرشتے) یہ ہی کہیں گے یہاں تک کہ مومنین کی ارواح کے پاس لائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک فرد کو اس (روح) کی ملاقات سے بے حد خوش ہوگا۔ اور ہر ایک آگے بڑھ کر اس کی پیشوائی کرے گا۔ پھر وہ اس سے دریافت کریں گے کہ فلاں ابن فلاں کو کیسا پایا؟ تو وہ کہے گا اسے بلایا گیا تو اس نے دنیا کے غموں سے خلاصی کے لئے جانے پر اظہار مسرت کیا۔

(۸) واخرج البزاء عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال ان المومن اذا احتضر اتته الملائکة بحریرة فیها مسك وعنبر وریحان فتسل روحه کما تسل الشعرة من العجین ویقال ایتها النفس المطمئنه، اخرجی راضیة مرضیا علیك الی روح الله وکرامته فاذا اخرجت روحه، وضعت علی ذلك المسك والریحان وطویت علیه

الحريرة وذهب به الى عليين۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن کے انتقال کے وقت فرشتے حریر (ریشم) لے کر آئیں گے۔ جس میں مشک وعنبر اور ریحان کی خوشبو بسی ہوگی۔ اور اس کی روح اس طرح نکالیں گے جس طرح آٹے میں سے بال نکالا جاتا ہے۔ اور کہا جائے گا اے نفس مطمئنہ رضاء خوشی کے ساتھ باہر آ، تجھ پر خدا کی رحمت وبخشش ہے پھر وہ جب اس کی روح نکال لیتے ہیں۔ تو مشک وریحان پر رکھ کر اس پر حریر (ریشم) کو لپیٹ دیتے ہیں، اور علیین (کی طرف) لے جاتے ہیں۔

(۹) وعن ابن عباس فی قوله تعالیٰ "والسابحات سبحا" قال ارواح المومنين لما عاينت ملك الموت قال اخرجي ايتها المطمئنة الى وروح وريحان ورب غير غغيان سبحت سبح الخائص فی الماء فرحا وشوقا الى الجنة" فالسابقات سبقا يعنى تمشی الیٰ كرامة الله عزوجل۔

(اخرجه الجونی فی تفسيره)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ "والسابحاث سبحا" کے تحت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مومنوں کی ارواح کو جب ملک الموت دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ مسک وریحاں کی طرف آ اور حق تعالیٰ تجھ پر ناراض نہیں ہے تو وہ روح پانی پر تیرتے ہوئے نکلتی ہے اور جنت کے شوق میں دوڑ دوڑ کر اللہ عزوجل کے کرم کی طرف چلتی ہے۔

(۱۰) عن عبيد الله بن عمرو قال اذا توفى الله العبد ارسل الله تعالیٰ ملكين بخرقة من الجنة وريحان من الجنة فقالا ايتها النفس المطمئنة اخرجى الى روح وريحان ورب غير غضبان اخرجى نعم ماقدمت فتخرج

كاطيب رائحة من المسك وجدها احدكم بانفه وعلى ارجاء السماء ملائكة يقولون سبحان الله لقد جاء نا من الارض اليوم روح طيبة فلا يمر بباب الا فتح له ولا ملك الا صلى عليه ويشيع حتى يئوتى به ربه فتسجد الملائكة قبله ثم يقولون ربنا هٰذا عبدك فلان توفيناه وانت اعلم به فيقول مروه بالسجود فتسجد النسمة ثم يدعى ميكائيل فيقال اجعل هٰذاه النسمة مع النفس المؤمنين حتى اسألك عنها يوم القيامةفيومر بقبره فيستع له طوله سبعين زراعا وعرضه مثل ذلك فيسبط فيه الحرير وان كان معه شيءٌ من القرأن نوره والا جعل له نورالشمس ثم يفتح له باب الى الجنة فطنظر الى مقعده فى الجنة بكرة وعشية۔ (کتاب الزھد)

ترجمہ: حضرت عبید بن عمر و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب اللہ تعالیٰ بندے کو موت دیتا ہے (یعنی اس کی موت کا وقت آتا ہے) تو دو فرشتوں کو جنتی لباس اور جنتی خوشبو کے ساتھ بھیجتا ہے۔ وہ دونوں کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ (اے اطمینان والی جان) رحمت، ریحان اور خدا کی رضا مندی کی طرف آ۔ کیا (ہی) خوب (جان) ہے جو نکلتی ہے۔ گویا کہ پاکیزہ خوشبو (ہے جو) مشک کی مانند نکلی ہے (اور وہ ایسی ہے کہ) ہر ایک اسے سونگھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر وہ (فرشتے) فرشتوں کے آسمانی گروہ کے پاس (اس روح کو) لے جائیں گے۔ وہ کہیں گے سبحان اللہ! آج زمین سے کیسی پاکیزہ خوشبو آئی ہے۔ پھر آسمان کے سارے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ہر فرشتہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہے ہوا مشایعت کرے گا یہاں تک کہ فرشتے اسے اپنے رب کے حضور لائیں گے اور سجدہ کر کے عرض کریں گے۔ اے رب۔ یہ تیرا فلاں بندہ ہے جس کی روح ہم قبض کر کے لائے ہیں اور تو اسے خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اسے سجدہ کرنے دو

پھر نسمہ یعنی روح سجدہ کرے گی۔ پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان سے فرمایا جائے گا اس روح کو مومنین کی ارواح کے ساتھ رکھو۔ اس وقت تک جب تک کہ میں تم سے قیامت کے دن اس کے بارے میں دریافت نہ کروں۔ پھر قبر کو حکم ہو گا وہ اس کے لئے ۷۰ گز لمبی اور ۷۰ گز چوڑی ہو جائے گی۔ اس کے نیچے حریم (ریشم) کا لباس ہو گا۔ اگر اس کے ساتھ تلاوت قرآن کا کچھ حصہ ہو (یعنی اس کے ساتھ کچھ آیات ہوں تو) تو قرآن اس کے لئے نور ہو جائے گا۔ ورنہ اس کے لئے سورج کی مانند روشنی کر دی جائے گی۔ پھر جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی۔ وہ صبح و شام جنت میں اپنے مسکن کو دیکھتا رہے گا۔

(۱۱) عن الحسن قال اذا احتضر المومن حضره خمسمائة ملك يقبضوب روحه فيعرجون الى السماء الدنيا فتلقاهم ارواح المومنين الماضية فيريدون ان يستخروه فتقولون الملائكة ارفقوابه فانه خرج من كرب عظيم ثم يستخبرونه حتى يستخبر الرجل عن اخيه وصاحبه فيقول هو كما عهدت منه۔ (اخرجہ سعید بن منصور فی السنہ)

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جب مومن کے مرنے کا وقت آتا ہے تو ۵۰۰ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ وہ اس کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان دنیا کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہاں دوسرے مسلمانوں کی روحیں اس سے ملاقات کرتی ہیں۔ وہ ارادہ کریں گی کہ اس سے دنیا کی خبریں دریافت کریں۔ تو فرشتے کہیں گے کہ اس پر نرمی کرو کیونکہ یہ ابھی سخت تکلیف کی جگہ سے نکل کر آیا ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد وہ اس سے خبریں دریافت کریں گے یہاں کہ اس سے اپنے بھائی اور ہم نشین کے بارے میں بھی پوچھیں گے۔ تو وہ کہے گا وہ ویسے ہی ہیں جیسا ان کو چھوڑ کر آئے تھے۔

(۱۲) وعن ابی موسی الاشعری قال تخرج نفس المومن وھی اطیب ریحا من المسك فتصعد بها الملائكة الذین یتوفونها فتلقاھم الملائكةدون السماء فیقولون ھٰذالذی معکم؟ فیقولون فلانٌ ویذکرونه باحسن عمله فیقولون حیاکم الله وحیامن معکم فیفتح له ابواب السماء فیعدونه من الباب الذی کان منه عمله فیشرق وجهه فیأتی الرب ولوجهه برهانٌ الشمس مثل۔ (المصنف، الحلیۃ)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے منقول ہے کہ مسلمان کی روح اس شان سے نکلے گی۔ کہ وہ مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والی ہو گی۔ پھر فرشتے اسے آسمان پر لے جائیں گے۔ وہاں دوسرے فرشتے پوچھیں گے یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تب یہ فرشتے کہیں گے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور پھر اس کے اعمال حسنہ کا تذکرہ کریں گے۔ فرشتے جواب دیں گے تمہیں اور جو تمہارے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے (برکت عطا فرمائے) پھر وہ دروازہ کھلوایا جائے گا۔ جہاں سے اسے کے اعمال اوپر جاتے ہیں۔ اس سے اس کا چہرہ روشن ہو جائے گا۔ اس کے بعد اسے رب کے حضور لایا جائے گا اس حال میں کہ اس کا چہرہ آفتاب کی مانند روشن ہوگا۔

(۱۳) وعن ضحاك فی قوله تعالیٰ والتفت الساق بالساق قال الناس یجهزون بدنه والملائكة یجهزون روحه۔ (ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ "والتفت الساق بالساق" (پنڈلی سے پنڈلی ملائی جائے گی) کے تحت منقول ہے کہ فرمایا کہ لوگ اس کے بدن کی تجہیز کریں گے اور فرشتے اس کی روح کی تجہیز کریں گے۔

(۱۴) وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال لایقبض المومن حتی یری من

البشری فاذا قبض نادی ولیس فی الدار دابۃٌ صغیرۃٌ ولا کبیرۃٌ الا وھی تسمع طرقہ الا لثقلین الجن والانس تعجلوا بی الی ارحم الراحمین فاذا وضع علی سریرہ قال مابطا ماتمشون فاذا ادخل فی لحدہ اقعد فاری مقعدہ من الجنۃ وما اعداللہ لہ وملئی قبرہ من روح وریحان ومسک فیقول یارب قدمنی فیقال ان لک اخوۃٌ واخواتٌ لم یلحقوا ونم قریر العین۔ (المصنف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان کی روح بشارتوں (خوشخبریاں) کو دیکھنے کے بعد قبض ہوتی ہے۔ پھر جب اس کی روح قبض ہوتی ہے تو وہ (فرشتہ) نداء کرتا ہے اور اس نداء کو جن وانس کے سواء دنیا میں ہر چھوٹا بڑا جاندار سنتا ہے۔ وہ کہتا ہے مجھے ارحم الراحمین کے حضور جلدی سے لے چلو۔ پھر جب اسے تخت پر رکھتے ہیں تو وہ کہتا ہے کیوں دیر کرتے ہو چلتے کیوں نہیں۔ پھر جب اسے قبر میں رکھ دیتے ہیں تو اسے بٹھایا جاتا ہے اور اسے جنت میں اپنا مسکن اور جو اللہ نے اس کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا اسے دکھایا جاتا ہے اور اس کی قبر کو پھول اور مشک سے بھر دیا جائے گا اس وقت وہ کہے گا اے رب مجھے آگے (جنت میں) جانے دے۔ تو اس سے کہا جائے گا تمہارے بھائی اور بہنیں ابھی یہاں نہیں پہنچے ہیں۔ (اس لئے) ابھی تم سکون کی نیند سو جاؤ۔

(۱۵) عن ابی جریج قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعائشۃ اذا عاین المومن الملائکۃ قالوا نرجعک الی الدنیا؟ فیقولون الی دار الھموم ولا حزان قدمانی الی اللہ تعالیٰ۔ (اخرجہ ابن جریر وابن المنذر فی تفسیرھما)

ترجمہ: حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب مومن فرشتوں کو دیکھے گا تو فرشتے کہیں گے کیا تم دنیا میں جانا چاہتے ہو۔ وہ کہے گا میں غم اور خوف کی دنیا میں جانا نہیں چاہتا مجھے اللہ عزوجل کے حضور لے چلو۔

(۱۶) وعن الحسن بن علی قال تخرج روح المومن فی ریحانۃ ثم قرا فاما ان کان من المقربین فروحٌ وریحا وجنت نعیم۔ (اخرجہ المروزی فی الجنائز)

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا مومن کی روح خوشبو دار پھول کی مانند نکلے گی۔ اسکے بعد یہ تلاوت فرمائی۔

فاما ان کان من المقربین فروح وریحانٌ وجنت نعیم۔

(سورۃ الحدید)

ترجمہ: پھر مرنے والا اگر مقربوں سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور چین کے باغ۔ (کنزالایمان)

(۱۷) وعن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ "فروحٌ وریحان" الروح والریحان یلتقی بھما عند الموت المومن۔ (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کریمہ کے تحت منقول ہے کہ روح وریحان سے مراد روح اور خوشبودار پھول ہیں جو مومن کو مرنے کے وقت ملتے ہیں۔

(۱۸) وعن بکر بن عبید اللہ قال اذا امر ملك الموت ویقبض روح المومن اتی بریحان من الجنۃ فقیل لہ اقبض روحہ فیہ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ملک الموت کو مومن کی روح قبض کرنے کا حکم ملتا ہے تو وہ جنتی پھول لے کر آتے ہیں۔ پھر کہا جائے گا اسی پھول میں اس کی روح کو رکھ دو۔

(۱۹) وعن عمران الجونی قال ان لغنا ان المومن اذا حضر اتی بضبائر الریحان من الجنۃ فیجعل روحہ فیھا۔

ترجمہ: حضرت عمران الجونی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن جب مرتا ہے تو جنتی پھولوں کا گلدستہ لایا جاتا ہے پھر اس میں اس کی روح کو رکھا جاتا ہے۔

(۲۰) وعن مجاهد قال تنزع روح المومن حريدة من حرير الجنة۔

(ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن کی روح جنتی جریر (ریشم) کے کپڑے میں نکالی جاتی ہے۔

(۲۱) وعن ابی العالية قال لم يكن احدٌ من المقربين يفارق الدنيا حتیٰ يوتی بغصن من ريحان الجنة فيشمه ثم يقبض۔

ترجمہ: حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مقرب بندہ (نیک بندہ) جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو جنتی پھولوں کی ٹہنی لائی جاتی ہے وہ اسے سونگھتا ہے اسی حال میں اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے۔

(۲۲) وعن سلمان قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان اول مايبشربه المومن فی قبره ان يقال له ابشربر ضاء الله والجنة قدمت خير مقدم قدغفرالله لمن يشيعك الى قبرك وصدق من شهدك واستجاب لمن يستغفرلك۔

ترجمہ: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو اس کی قبر میں جو سب سے پہلے خوشخبری دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی خوشنودی اور جنت کی تمہیں خوشخبری مبارک ہو۔ تمہارا آنا مبارک ہو۔ بے شک اللہ عزوجل نے ہر اس شخص کو بخش دیا جو تجھے قبر تک پہنچانے کے لئے آیا اور جو تیرے ساتھ موجود ہے اس کی تصدیق فرماتا ہے اور جو تیرے لئے مغفرت طلب کرنے اس کی دعاء قبول کرتا ہے۔

(۲۳) وعن ابی مسعود قال اذا اراد الله قبض روح المومن اوحی الی ملك الموت "اقرئه منی السلام" فاذا جاء ملك الموت يقبض روحه قال له ربك

یقرئك السلام۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو ملک الموت کو وحی فرماتا ہے کہ فلاں بندے سے میرا سلام کہو پھر جب ملک الموت علیہ السلام اس بندے کی روح قبض فرما لیتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تیرا رب تجھ پر سلام فرماتا ہے۔

(۲۴) عن محمد القرضی قال اذا استبلغت نفس العبد المومن عادملك الموت فقال السلام علیك یاولی الله الله یقرئك السلام ثم قراهٰذاه الآیة "الذین تتوفاهم الملائكة طیبین یقولون سلامٌ علیكم"۔

(اخرجہ ابی شیبۃ فی المصنف)

ترجمہ: حضرت محمد قرضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بندہ مومن کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو حضرت ملک الموت ارشاد فرماتے ہیں اے اللہ کے دوست اللہ عزوجل تجھ پر سلام فرماتا ہے اس کے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

الذین تتوفاهم الملٰئكة طیبین یقولون سلامٌ علیكم۔

(سورۃ النحل ۳۲)

ترجمہ: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے کہ سلامتی ہو تم پر۔ (کنزالایمان)

(۲۵) وعن مجاهد قال ان المومن لیبشر بصلاح ولده من بعده لتقرعینه۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن کی موت کے بعد اسے اپنے نیک فرزند کی بشارت دی جاتی ہے تاکہ اسے آنکھوں کی ٹھنڈک ملے۔

(۲۶) وعن الضحاك فی قوله تعالیٰ "لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی

الآخرة قال یعلم این ھو قبل الموت۔

ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا والآخرۃ۔ (پ ۱۱ یونس ۶۴)

ترجمہ: انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

(کنز الایمان)

کے تحت فرمایا معلوم ہے یہ خوشخبری کس وقت مومن کو معلوم ہوتی ہے (پھر خود ہی فرمایا) موت سے پہلے

(۲۷) وعن مجاھد فی قوله تعالیٰ "ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون" قال ذلك عند الموت۔ (اخرجہ البیھقی فی الشعب)

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ:

ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون۔ (سورۃ حم السجدہ ۳۰)

ترجمہ: جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ (کنز الایمان)

کے تحت منقول ہے کہ یہ خوشخبری موت کے وقت ملے گی۔

(۲۸) وعن مجاھد فی الآیة قال "ان لاتخافو اولاتحزنو وابشرو" ای لاتخافوا مما تقدمون علیه من الموت وامر الآخرۃ ولا تحزنوا علی ما خلفتم من امر الدنیا من ولد واھل ودین فانا نستخلفکم فی ذلك کله۔ (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ آیت مذکورہ کے تحت منقول ہے کہ لاتخافوا کا مطلب

یہ ہے تم پر موت کے بعد جو گزرنا ہے اس سے نہ ڈرو اور نہ امر آخرت کا خوف کرو "ولا تحزنوا" کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو اہل وعیال اور قرض وغیرہ چھوڑ آئے ہو اس کا بھی غم نہ کرو کیونکہ ہم ان سب کے کفیل ہیں۔

(۲۹) وعن زید بن اسلم قال یوتی المومن عند الموت فیقال له لایخف مما انت قادم علیه فیذهب خوفه ولا تحزن علی الدنیا ولا علی اهلها وابشر بالجنة فیذهب لخوفه ولا تحزن علی الدنیا فیموت وقد اقر الله عینه۔

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی موت کے وقت کہا جائے گا کہ آنے والی جگہ کا خوف نہ کرو اور اس کا ڈر نکال دو اور نہ دنیا اور اپنے اہل وعیال کا غم کرو۔ تمہیں جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے (یہ سن کر) اس کے دل سے خوف وغم جاتا رہے گا۔ اور وہ اس حال میں مرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائے گا۔

(۳۰) وعن الحسن انه سئل عن قوله تعالیٰ "یاایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة" قال ان الله اذا اراد قبض روح عبده المومن اطمانت النفس الی الله تعالیٰ واطمان الله الیها۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ

یاایها النفس المطمئنه ارجعی الی ربك راضیة مرضیة۔

(سورۃ الفجر ۲۸)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ (کنزالایمان)

کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل جب اپنے بندہ مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو (اس کی روح) نفس کو اپنی

طرف مطمئن فرماتا ہے یہاں تک کہ (اس کی روح) نفس اس سے اللہ عزوجل (کے بارے میں) مطمین ہو جاتا ہے۔

(۳۱) وقال البیهقی فی المشیخة البغدادیة سمعت ابا سعید والحسن بن علی الواعظ یقول سمعت محمد بن الحسن یقول وسمعت ابی یقول رایت فی بعض الکتب ان الله تعالٰی یظهر علی کف ملك الموت بسم الله الرحمن الرحیم بخط من نور ثم یامره ان یبسط کفیه للعارف فی وقت وفاته فیریه تلك الکتابة فاذا راٰها روح المعارف طارت الیه فی اسرع من طرفة العین۔

ترجمہ: امام بیہقی نے "المشیخۃ البغدادیہ" میں فرمایا کہ میں نے ابوسعید اور حسن بن علی واعظ کو کہتے سنا ہے کہ (انہوں نے) محمد بن حسن رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ میرے والد فرماتے ہیں کہ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت علیہ السلام کی ہتھیلی پر نورانی خط سے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تحریر فرماتا ہے پھر اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ عارف کی موت کے وقت اس ہتھیلی کو اس عارف کے سامنے کر لے۔ وہ عارف اسے پڑھے گا۔ جیسے ہی عارف کی نظر اس پر پڑے گی تو اسکی روح نکلنے میں جلدی کرے گی۔ یہاں تک کہ پلک جھپکتے ہی روح نکل آئے گی۔

(۳۲) وعن ابن عباس مرفوعا اذا امر الله ملك الموت بقبض ارواح من استوجب النار من مذنبی امتی قال بشرهم بالجنة بعد انتقام کذا وکذا علی قدر مایعملون یحبسون فی النار فالله سبحانه ارحم الراحمین۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ عزوجل ملک الموت علیہ السلام کو جب ان مسلمانوں کی روحیں قبض فرمانے کا حکم دے گا جن پر گناہوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ تو ساتھ فرمائے گا ان کو سزا بھگتنے کے بعد جنت کی خوشخبری دے دو اور جہنم میں رہنے کی مدت اور سزا ان کے اعمال کے مطابق ہوگی۔

باب نمبر۴:

ذکر ملاقاة الارواح للمیت اذا خرجت روحه واجتماعهم به وسوالهم عنه

(میت سے ارواح کی ملاقات اور اس کے پاس جمع ہونا اور سوال پوچھنا)

(۱) عن ابی ایوب الانصاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان نفس المومن اذا قبضت تلقاها اهل الرحمة من عبادلله تعالیٰ کما یلقون البشر من اهل الدنیا ویقولون انظروا صاحبکم یستریح فانه کان فی کرب شدید ثم یسالونه مافعل فلان وفلانه تزوجت؟۔(مجمع الزوائد)

ترجمہ: حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مومن کی روح قبض کرلی جاتی ہے تو اللہ عزوجل کی رحمت والے فرشتے اس مومن سے ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا والے اچھی خبر لانے والے سے ملاقات کرتے ہیں۔

فرشتے کہتے ہیں اپنے بھائی کو آرام کرنے دو کیونکہ وہ ابھی ابھی شدید تکلیف (والی جگہ سے) سے آیا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد (مومنین کی) ارواح اس سے پوچھیں گے۔ فلاں کا کیا حال ہے؟ اور کیا فلاں عورت نے نکاح کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

(۲) وعن ابی هریرة یرفعه ان المومن اذانزل به الموت ویعاین ما

يعاين يود لوخرجت روحه والله يحب لقائه وان المومن روحه الى السماء فتاتيه ارواح المومنين فيستخبرونه عن معارفهم من اهل الدنيا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے اور وہ جو (انعام واکرام) دیکھتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ کاش میری روح جلدی نکل جائے اور اللہ عزوجل اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کی روح کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے۔ وہاں مسلمانوں کی روحیں آتی ہیں اور اس سے دنیا میں جان پہچان والوں کی خبر وحالت پوچھتی ہیں۔

(۳) وعن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان روحي المومنين ليلتقيان مسيرة يوم وماراى احدهما صاحبة قط۔ (جامع صغیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی روحیں ایک دن کی مسافت (سے آکر) باہم ملاقات کرتی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو پہلے سے نہ جانتا تھا۔

(۴) وعن ابی لبيبة قال لمامات بشر بن البرآء بن معرور وجدت عليه امه وجدا شديدا فقالت يارسول الله صلى عليه وسلم لايزال الهالك يهلك من بنى سلمة فهل تتعارف الموتى فارسل الى بشر السلام؟ قال نعم والذى نفسى بيده انهم ليتعارفون كما يتعرف الطير فى رؤوس الشجر

وكان لايهلك يافلان عليك السلام فيقول وعليك فتقول اقرا على بشر السلام۔ (کتاب الروح)

ترجمہ: حضرت ابولبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب بشر ابن براء بن معرور کا انتقال ہوا اور ان کی والدہ کو اس کا بہت غم ہوا۔ تو انہوں نے

حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! بنی سلمہ کے مرنے والے مرتے رہیں گے تو کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں؟ اگر پہچانتے ہیں تو میں بشر کی طرف سلام کہلواؤں حضور ﷺ نے فرمایا ہاں قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تمام روحیں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بنی سلمہ کے ہر مرنے والے پر آتی اور فرماتی۔ اے فلاں تجھ پر سلام پھر وہ کہتا علیک السلام یعنی تجھ پر بھی سلام ہو پھر آپ فرماتیں ہیں بشر سے بھی سلام کہنا۔

فائدہ:

اس حدیث کے بعد وصال عام مردوں کا سننا ثابت ہوتا ہے معلوم ہوا جب وصال کے بعد عام مردے سنتے ہیں تو مقربین بارگاہ تو بدرجہ اولیٰ سنتے ہیں لہٰذا مردوں کی سماعت کو نہ ماننا حدیث کا انکار ہوگا۔ (از مترجم)

(۵) وعن سعید بن جبیر قال ذامات المیت استقبله ولده کما یستقبل الغائب۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب مسلمان مرجاتا ہے تو اس کی اولاد اس کا استقبال کرتی ہے جس طرح کسی غائب کا استقبال (اس کے آنے پر) کیا جاتا ہے۔

(٦) وعن ثابت البنانی قال بلغنا ان المیت اذا مات احتوشته اهله واقاربه الذین تقدموه من الموتی فهم افرح به وهو افرح بهم من المسافر اذا قدم الی اهله۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ جب مسلمان مرجاتا ہے تو اس سے پہلے مرنے والے اس کے عزیز واقارب اسے گھیر لیتے ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور یہ ان سے خوش ہوتا ہے جس طرح کہ کوئی مسافر اپنے گھر واپس آ گیا ہو۔

باب نمبر ۵:

ذکر معرفة المیت لمن یغسله ویجهزه

(غسل دینے والے اور تجہیز کرنے والوں کو مردوں کا پہچاننا)

(۱) عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال ان المیت یعرف من یحمله ومن یکفنه ویدلیه فی حفرته۔ (مسند امام احمد)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردہ پہچانتا ہے کہ کون اسے غسل دے رہا ہے اور کون اسے اٹھا رہا ہے اور کون اسے کفن پہنتا ہے اور کون اسے قبر میں اتار رہا ہے۔

(۲) وعن عمرو بن دینار قال مامن میت یموت الا وروحه فی ید ملك ینظر الی جسده کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی به ویقال له وهو علی سریره اسمع ثناء الناس علیك۔ (احوال القبور۔ الحلیه)

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مرنے والے کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اپنے جسم کو دیکھ رہی ہوتی ہے کہ کس طرح (اسے غسل دیا جا رہا ہے اور کس طرح اسے کفن پہنایا جا رہا ہے اور کس طرح لے جایا جا رہا ہے اور وہ مردہ ابھی تخت پر ہوتا ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ سن لوگ تیری تعریف کرتے ہیں۔

(۳) عن سفیان قال ان المیت لیعرف کل شئی حتی انه لیناشد غاسله بالله الا خففت علی غسل قال ویقال له وهو علی سریره اسمع ثناء

الناس علیك۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مردہ ہر ایک کو پہچانتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نہلانے والے سے کہتا ہے مجھ سے زور آزمائی مت کر۔ ابھی وہ تخت پر ہی ہوتا ہے کہ اسے کہا جاتا کہ لوگوں کی زبانوں سے اپنی تعریف سن۔

(۴) وعن بکر المزنی قال حدثت ان المیت یستبشر یتعجیله الی المقابر۔ (شرح الصدور، احوال القبور)

ترجمہ: حضرت بکر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ مردہ قبرستان پہنچانے کے لئے جلدی کرنے پر خوش ہوتا ہے۔

(۵) وعن ایوب قال یقال من کرامة المیت علی اهله تعجیله الی خفرته۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مردہ کے اہل وعیال (یعنی گھر والوں) کو حکم دیا گیا کہ وہ اسے جلد تر دفن کریں۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۶:

ذکر بکاء السماء والارض علی المیت

(میت پر زمین وآسمان کا رونا)

(۱) وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال مامن انسان الا لہ بابان فی السماء باب یصعد منہ عملہ وباب ینزل منہ رزقہ فاذا مات العبد المومن بکیا علیہ۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ایک دروازے سے اس کے عمل اوپر چڑھتے ہیں۔اور دوسرے دروازے سے اس کا رزق اترتا ہے پھر جب وہ بندہ مومن مر جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

(۲) وعن علی بن ابی طالب قال ان المومن اذا مات بکی علیہ مصلاہ فی الارض ومصعد عملہ فی السماء۔ (الشعب)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن جب مرتا ہے تو زمین پر اس کے سجدہ کرنے کی جگہ اور آسمان پر اس کے اعمال اوپر چڑھنے کا مقام روتا ہے۔

(۳) وعن عطاء الخراسانی قال مامن عبد یسجد للہ سجدۃ فی بقعۃ من بقاع الارض الا شھدت لہ یوم القیامۃ وبکت علیہ یوم یموت۔

ترجمہ: حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس پر

مسلمان بندہ سجدہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا اور مرنے کے دن اس پر روئے گا۔

(۴) وعن ابی عمر ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال ان المومن اذا مات تجملت المقابر بموته فلیس منهسا بقعة الا وھی تتمنی ان یدفن فیھا۔ (جمع الجوامع)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن جب مرتا ہے تو قبرستان کی زمین اس کے مرنے پر خوش ہو جاتی ہے اور زمین کا ہر ٹکڑا یہ ہی خواہش کرتا ہے اسے یہاں مجھ میں دفن کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۷

ذکر تخفیف ضمة القبر علی المومن

(مومن کے لئے قبر کے دبانے پر نرمی)

(۱) عن سعید بن المسیب ان عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان کم منذ حدثتنی بصوت منکر ونکیر وضغطة القبر لیس ینفعنی شئی قال "یاعائشة ان صوت منکر ونکیر فی اسماع المومنین مالا ثمد فی العین وضغطة القبر علی المومن کالام الشفقة یشکوالیها ابنها الصداع فتغمز راسه غمزارفیقا ولکن یا عائشة ویل للشاکین فی الله کیف یضغطون فی قبورهم کضغطة الصخرة علی البیضة۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے آپ نے مجھ سے منکر نکیر اور قبر کے دبانے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے مجھے کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کو منکر ونکیر کی آواز ایسی معلوم ہوگی جیسے آنکھ میں سرمہ اور ان کو قبر ایسے دبائے گی جیسے مہرباں شفیقہ ماں جب اس کا بیٹا اس سے دردِ سر کی شکایت کرتا ہے تو وہ اس کے سر کو نرمی کے ساتھ دباتی ہے۔ لیکن اے عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اللہ عزوجل کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو قبر اس طرح دبائے گی جس طرح انڈے پر پتھر مارا جائے۔

(۲) عن محمد التیمی قال "کان یقال ان ضمة القبر انما اصلها انها امهم ومنها خلقوا فغابوا عنها الغیبة الطویلة فلمارد الیها اولادها ضمتهم ضم الوالدة الشفیقة التی غاب عنها ولدها ثم قدم علیها فمن کان الله مطیعًا ضمته برفق ورافة ومن کان لله عاصیا ضمته بعنف سخطا منها علیه۔ (ابن ابی الدنیا)

ترجمہ: حضرت سیدنا محمد التیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قبر کے دبانے کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ زمین چونکہ انسان کے لئے بمنزلہ ماں کے ہے کیونکہ اس سے انسان کی تخلیق ہوئی پھر وہ طویل مدت تک اس سے دور رہا اب جبکہ اس کی یہ (عنصری) اولاد اس کی طرف لوٹتی ہے تو وہ اسے اس طرح دباتی ہے جس طرح شفیقہ ماں اپنی اس اولاد کو سینہ سے لگاتی ہے جو کافی عرصہ اس سے غائب اور دور رہی ہو (اور اب ملی ہو) لہٰذا جو اللہ کا فرمانبردار یعنی مسلمان ہے تو زمین اسے نرمی ومحبت سے دباتی ہے اور جو نافرمان یعنی کافر ہے تو اسے سختی سے دباتی ہے اور اس پر ناراضگی وغضب کا اظہار کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۸:

ذکر الترحیب بالمومن فی القبر

(قبر کا مومن کو مرحبا کہنا)

(۱) عن ابی سعید بن الخدری ان رسول الله تعالیٰ علیه وسلم قال "اذا دفن العبد المومن قال له القبر مرحبا واهلا اما ان كنت لاحب من يمشي علي ظهري الیی فاذا ولیتك الیوم وصیرت الیی فستری صنعی بك فیتسع له مد بصره ویفتح له باب الی الجنة قال وقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "انما القبر روضة من ریاض الجنة اوخفرة من حفر النار۔

(جمع الجوامع)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے مرحبا۔ اگر چہ تو میری پشت پر چلتا تھا لیکن میں تجھے محبوب رکھتی تھی۔ اور آج تو میری گود اور دامن میں آیا ہے اور تو نے میری طرف رجوع کیا ہے تو اب تو دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتی ہوں۔ اس کے بعد وہ حدنگاہ تک کشادہ ہو جائے گی اور جنت کی کھڑکی اس کے لئے کھول دی جائے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

✡✡✡✡✡

باب نمبر۹:

ذکر مایبشر به المومن عندسوال منکر ونکیر

(منکر ونکیر کے سوال کے وقت مومن کے لئے خوشخبریاں)

(۱) عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابة وانه لیسمع قرع نعالهم قال یاتیه ملکان فیقعدانه فیقولان ماکنت تقول فی هذا الرجل فاما المرمن فیقول اشهد انه عبدالله ورسوله فیقولان انظر الی مقعدك فی النار وقد ابرلك الله به مقعدا من الجنة فیرا هما جمیعا" قال قتادة وذکر لنا انه یفسح له فی قبره سبعون ذراعا ویملا علیه خضرا

ومن حدیث انس نحوه وزادفی آخره "فیقول دعونی حتی اذهب فابشر اهلی فیقال له اسکن" "فیقول دعونی حتی اذهب فابشر اهلی فیقال له اسکن ۔(بخاری،نسائی)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردے کو جب قبر میں دفن کردیتے ہیں اور اس کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بیٹھا کر کہتے ہیں۔

ماکنت تقول فی هذا الرجل: یعنی تو اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ اب اگر وہ مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر وہ فرشتے کہتے ہیں اگر تو یہ جواب نہ دیتا تو تیرا ٹھکانہ جہنم تھا

لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے تیرے لئے جنت میں بدل دیا ہے پھر وہ دونوں کو دکھائی گئیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ بھی بیان فرمایا کہ پھر اس کے لئے قبر کو ۷۰ گز کشادہ کر دیا جائے گا۔ جس پر سبزہ ہوگا۔

امام احمد ابوداؤد رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرسل حدیث بیان کرتے ہوتے اتنا مزید بیان کرتے ہیں کہ پھر مردہ کہے گا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے گھر والوں کو اس کی بشارت دوں تو کہا جائے گا ابھی صبر کرو۔

(۲) عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا قبر المیت اتاه ملکان اسودان ازرقان یقال لاحد هما منکر وللاخر نکیر فیقولان له ماکنت تقول فی هذا الرجل؟ فیقول هو عبدالله ورسوله اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله فیقولان قد کنا نعلم انك تقول هذا ثم یفسح له فی قبره سبعون ذراعا فی سبعین عرضا ثم ینور له فیقول دعونی ارجع الی اهلی فاخبرهم فیقولان نم نومة العروس الذی لایوقظه الا احب اهله الیه حتی یبعثه الله تعالیٰ من مضجعه ذلك"۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو سرخ وسیاہ (چکتر ے) رنگ کے دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں کہیں گے۔

ماکنت تقول فی هذا الرجل: تم اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے۔ مردہ کہے گا۔ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اسکے بندے اور رسول ہیں۔ وہ فرشتے کہیں گے ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا۔ پھر اس کی قبر ۷۰ گز لمبی اور ۷۰ گز

چوڑی کر دی جائے گی۔ پھر اسے مزید خوشخبریاں سنائی جائیں گی۔ اس وقت وہ مردہ کہے گا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں گھر والوں کو اس کی خبر دے دوں تب فرشتے کہیں گے ابھی تو اس دلہن کی مانند سو جا جسے اس کا محبوب ہی جگاتا ہے (پھر وہ سو جاتا ہے) یہاں تک کہ اللہ عزوجل اسے اس جگہ سے اٹھائے۔

(۳) وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والذی نفسی بیده ان المیت اذا وضع فی قبره انه یسمع خفق نعالهم حین یولون عنه فاذا كان مومنا جاء ت الصلاة عن راسه والزكاة عن یمینه والصوم عن شماله وفعل الخیرات والمعروف والاحسان الی الناس من قبل رجلیه فیوتی من قبل یمینه فتقول الذكاة لیس من قبلی مدخل فیوتی من قبل شماله فیقول الصوم لیس من قبلی مدخل فیوتی من قبل رجلیه فیقول فعل الخیراتِ ومایلها من المعروف والاحسان الی الناس لیس من قبلنا مدخل فیقال له اجلس فیجلس وقدمتلت له الشمس قد قربت من الغروب فیقال له اخبرنا عمانسالك؟ فیقول دعونی اصلی فیقولون انك مشتغل فاخبرنا عما تسئلك؟ فیقول عما تسالونی؟ فیقال له ماتقول فی هذا الرجل الذی كان فیكم؟ فیقول اشهد انه رسول الله جاء نا بالبینات من عند ربنا فصدقنا هوا تبعنا فیقال صدقت علی هذا حییت وعلی هذا مت وعلیه تبعت ان شاء الله من الامذین ویفتح له فی قبره مدبصره ویقال افتحوا له بابا الی النار فیفسح له فیقال هذا مىزلك لوعصیت الله فیزداد غبطة وسروزا فیفتح له فیقال هذا مىزلك وما اعدا الله لك فیزداد غبطة وسرورا فیعاد الجسد الی اصله من التراب ویجعل روحة فی النسیم الطیب هی طیر اخضر تعلق فی شجر الجنة۔ (تفسیر ابن جریر۔ المستدرک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مردہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جبکہ وہ اس کے پاس سے واپس آتے ہیں۔

اب اگر وہ مسلمان ہے تو نماز اس کے سرہانے، زکوۃ اس کے داہنے، روزہ اس کے بائیں، اعمال حسنہ ونیکیاں اور لوگوں کے ساتھ کیے گئے احسانات اس کے سامنے پاؤں کی جانب آتے ہیں۔ پھر جب فرشتے اس کے سرہانے کی طرف سے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے میری جانب سے کوئی تکلیف داخل نہیں ہوسکتی۔

فرشتے داہنی طرف سے آتے ہیں تو زکوۃ کہتی ہے میری طرف سے کوئی رنج نہیں گزر سکتا فرشتے بائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے میری سمت سے عذاب راہ نہیں پا سکتا فرشتے پاؤں کی جانب سے آتے ہیں تو اعمال حسنہ، نیکیاں اور احسانات کہتے ہیں ہمارے سامنے سے کوئی سختی نہیں گزر سکتی۔

اس کے بعد اس مردہ سے کہا جائے گا بیٹھ جا، وہ بیٹھ جائے گا۔ اور اس کے لئے ایسا وقت ظاہر کیا جائے گا جیسے سورج غروب ہونے کے قریب ہو پھر اس مردے سے کہا جائے گا ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہے گا مجھے چھوڑ دو تاکہ پہلے میں نماز عصر ادا کرلوں (کیونکہ سورج غروب ہوتا نظر آرہا تھا) فرستے کہیں گے تجھے (نماز میں) مشغول کردیا گیا ہے لیکن پہلے پہلے ہمارے سوالوں کا جواب دے وہ کہے گا پوچھو تمہارا سوال کیا ہے؟ تب اسے کہا جائے گا۔ "ما کنت تقول فی ھذا الرجل" کہ تو اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ جو تم میں مبعوث ہوا ہے؟ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں یہ ہمارے پاس خدا کی طرف سے بینات (روشن دلائل لائے۔ ہم نے ان کی

تصدیق کی اور ان کی پیروی کی۔ پھر فرشتے کہیں گے کہ تم سچ کہتے ہو۔ تم اسی بات پر زندہ رہے اور اسی پر تمہارا انتقال ہوا اور اس پر تم محفوظ لوگوں کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے۔ (ان شاء اللہ)

اور حدِ نگاہ تک اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا۔ پہلے اس کے لئے جہنم کی کھڑکی کھولو فرشتے جہنم کی کھڑکی کھول کر کہیں گے اگر تم خدا کی نافرمانی کرتے تو یہ تمہارا ٹھکانہ تھا۔ اس کی خوشی کو زیادہ کیا جائے گا اور فرمایا جائے گا اب اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دو۔ وہ جنت کی کھڑکی کو کھول کر کہیں گے اب یہ تمہارا مسکن (رہنے کی جگہ) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ اس وقت اس کی خوشی و مسرت بڑھ جائے گی۔ اس کے بعد اس کے جسم کو اس کی اصل یعنی مٹی کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور اس کی روح سبز پرندے کی شکل میں خوشبودار ہوا میں اڑ کر جنت کے درخت پر بیٹھ جائے گی۔

(۴) وعن ابی هريرة قال اذا وضع الميت فی قبره جاءت اعماله الخالصة فاحتوشته وان اتاه من قبل راسه جاءت قراءة القرآن وان اتاه من قبل رجليه جاء قيام الليل وان اتاه من قبل يديه قالت اليدان كان والله "يبسطنا للدعاء والصدقة لا سبيل لكم عليه وان اتاه من قبل فيه جاء ذكره وصيامه وكذلك الصلاة والصبر ناحية فيقول اما ان لورايتا خللا كنت صاحبه وتجاحش عنه اعماله الصالحة كما يجاحش الرجل عن اخيه وصاحبه واهله وولده يقال له عند ذلك ثم بارك الله فی مضجعك فنعم الحال حالك ونعم الاصحاب اصحابك۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال آ کر اس کو گھیر لیتے ہیں پس جو اس کے سرہانے کی

جانب آتا ہے وہ قرأت قرآن ہے اور جو عمل پاؤں کی جانب آتا ہے وہ رات کے نوافل میں قیام ہے۔ اور جو اس کے داہنے اور بائیں جانب سے آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم تیرے وہ دونوں ہاتھ ہیں کہ خدا کی قسم جب تو ہمیں دعا کے لئے پھیلاتا تھا اور آج تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ اور جو اس کے سامنے سے آتا ہے وہ اس کا ذکر وروزہ ہے اور اسی طرح نماز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صبر ایک گوشہ سے کہتا ہے اگر تمہیں خلل (کوئی ڈر) معلوم ہوتو میں تمہارا ہمنشین ہوں اور اس کے اعمال صالحہ اس سے وحشت کو اس طرح دور کریں گے جس طرح آدمی کے بھائی، دوست، گھر والے اور اس کی اولاد اس سے وحشت کور دور کرتے ہیں۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مسکن میں برکت عطا فرمائے اور تمہاری حالت کو بہترین بنائے اور تمہارے دوست واحباب (یعنی اعمالِ صالحہ) کتنے اچھے ہیں۔

(۵) وعن اسماء عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال اذا دخل الانسان فی قبره فان کان مومنا احف به عمله الصلاة والصوم فیاتیه الملك من نحو الصلاة فترده ومن نحو الصیام فیرده فیاتیه فینادیه اجلس فیجلس فیقول ماتقول فی هذا الرجل؟ قال من؟ قال محمد فیقول اشهد انه رسول الله فیقول مایدریك؟ ادرکته؟ قال اشهد انه رسول الله قال فیقول علی ذلك عشت وعلیه مت وعلیه تبعث۔

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مسلمان ہے تو اسے نماز روزے وغیرہ اعمال گھیر لیتے ہیں۔ پھر اگر عذاب کا فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو وہ اسے لوٹا دیتی ہے اور اگر روزے کی طرف سے آتا ہے تو وہ اس کو روک دیتے ہیں۔

اس کے بعد منکر نکیر آ کر کہتے ہیں بیٹھ جاؤ، پھر وہ بیٹھ جاتا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں۔ تو اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتے کہیں گے یہ بات تم کو کس سے معلوم ہوئی؟ وہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی۔ پھر فرشتے کہیں گے بے شک تم اسی بات پر زندہ رہے اور اسی پر مرے اور اسی پر تم اٹھائے جاؤ گے۔

(٦) وعن بحرين نصر الصائغ قال كان ابى مولعا بالصلاة على الجنائز فقال يابنيى حضرت يوما جنازة فلما ذهبوا بذلك ودفنوها نزل القبر نفسان ثم خرج واحد وبقى الاخرو حتى الناس التراب فقلت ياقوم يدفن حتى مع ميت؟ فقالوا ماثم احد فقلت لعله شبه لى رجعت فقلت لاابرح حتى يكشف الله لى مارايته فجئت القبر فقرأت عشر مرات يٰسين وتبارك الملك وبكيت فقلت يارب اكشف لى عما رايت فانى خائف على عقلى ودينى فانشق القبر وخرج منه شخص فولى مدبر افقلت ياهذا بمعبودك الا وقفت لى اسالك فما التفك الى فقلت له الثانية والثالثة فالتفت وقال انت نعر الصائغ؟ فلقت نعم غما تعرفنى؟ قلت لاقال نحن ملكان من ملائكة الرحمة وكلنا باهل السنة اذا وضعوا فى قبور هم نزلنا حتى نلقنهم الحجة وغاب على۔

ترجمہ: بحر بن صائغ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میرے والد نماز جنازہ پڑھنے کے بڑے حریص تھے۔ ایک دن انہوں نے بتایا کہ اے فرزند! ایک مرتبہ میں ایک جنازہ میں شریک تھا۔ جب لوگ مردے کو دفن کرنے لگے تو میں نے دیکھا کہ دو آدمی قبر میں اترتے ہیں۔ پھر ایک تو نکل آیا اور دوسرا اندر ہی رہ گیا

اور لوگوں نے مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ اس پر میں نے کہا اے لوگو! مردے کے ساتھ زندہ کو بھی دفن کر رہے ہو؟ لوگوں نے پوچھا کیا کوئی اندر ہے؟ میں نے کہا شاید نکل گیا لیکن میں نے دو داخل ہوتے اور ایک نکلتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد میں برابر بے چین رہا۔ یہاں تک کہ جو میں نے دیکھا اسے اللہ نے منکشف (ظاہر) فرما دیا۔ میں نے قبر کے پاس آ کر دس مرتبہ سورۃ یٰسین اور سورۃ الملک پڑھی اور رو رو کر بارگاہ حق میں دعا کی اے میرے رب جو میں نے دیکھا اسے مجھ پر ظاہر فرما دے۔ کیونکہ میں اپنی عقل وذہانت پر خوف زدہ ہوں۔ اس وقت قبر پھٹی اور ایک شخص قبر سے باہر نکل کر جانے لگا۔ میں نے اس سے کہا اے شخص تجھے اپنے معبود کی قسم میرے سوال کا جواب دیتا جا۔ مگر اس نے میری طرف توجہ نہ کی۔ پھر میں نے اس کو دوسری اور تیسری بار کہا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا تم نصر صائغ ہو؟ میں نے کہاں ہاں اس نے کہا تم نے مجھے پہچانا میں کون ہوں۔ میں نے کہا نہیں اس نے کہا میں ملائکہ رحمت میں سے ہوں۔ جنہیں اہل سنت پر مقرر کیا گیا ہے۔ جب لوگ مردے کو قبر میں اتارتے ہیں تو ہم بھی اتر جاتے ہیں۔ تاکہ ہم مردے کو تلقین کریں (یعنی سوالوں کے جواب یاد کروائیں) اس کے بعد وہ روپوش ہو گیا۔

(۷) وعن شفیق البلخی قال طلبنا ضیاء القبور فوجدناہ فی صلاۃ اللیل وطلبنا جواب منکر ونکیر فوجدناہ فی قراءۃ القرآن وطلبنا العبور علی الصراط فوجدناہ فی الصوم والصدقۃ وطلبنا ظل یوم الحساب فوجدناہ فی الخلوۃ۔ (روض الریاحین)

ترجمہ: حضرت شفیق بلخی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے قبر میں روشنی کے لئے ۔ما مانگی تو اسے رات کی نفل نمازوں میں پایا اور منکر ونکیر کے

سوالوں کے جواب کی دعا مانگی تو اسے ہم نے قرأت میں پایا اور پل صراط (سے سلامت کے ساتھ) گزرنے کی دعا مانگی تو اسے ہم نے روزے اور صدقات (کے ادا کرنے) میں پایا۔ ہم نے یوم حساب (عرش کے) سایہ کی دعا مانگی تو اسے ہم نے گوشہ نشینی میں پایا۔

(۸) وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "مامن مسلم اومسلمة يموت ليلة الجمعة اويوم الجمعة الا وقى عذاب القبر وفتنة القبر ولقى الله ولا حساب عليه وجاء يوم القيامة ومعه شهود يشهدون له اوطابع۔ (ترمذی، شرح الصدور)

وقد وردت الاحاديث ونصوص العلماء باستشناء جماعة من السوال منهم الشهداء والصديقون والمرابطون المطيعون وكذلك الاطفال فى ارجع القولين۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ مسلمان مرد یا عورت جو جمعہ کی رات یا دن میں مرے اس سے عذاب اور فتنہ اس کی قبر سے دور کر دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور بروز قیامت اسی حال میں اٹھے گا کہ اس کے ساتھ گواہ ہوں گے جو اس کی گواہی دیں گے۔

اور کئی احادیث مبارکہ اور اقوال علماء میں قبر کے سوالات شہداء، صدیقین، مجاہدین، صلحاء یعنی نیک لوگ اور بچوں سے نہیں کیے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر۱۰

ذكر الم المومن فی بره

(مومن کی قبر میں عذاب پہنچنے کا بیان)

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم القبر روضة من رياض الجنة اوحفرة من حفر النار"

واخرج الترمذی مثله فی حدیث ابی سعیدن الخدری واخرج الطبرانی فی الاوسط مثله من حديث ابی هريرة۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا ہے۔ امام ترمذی نے اسی حدیث کے مثل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(۲) وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الرجل اذا توفی فی غیر مولده يفسح له من مولده الى منقطع اثره۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان اپنی پیدائش کے مقام سے دور مرتا ہے تو اس کی پیدائش اور مرنے کے مقام کے درمیانی فاصلہ کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

(۳) وعن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم "ان ارحم مايكون الله بالعبد اذا وضع فی حفرته۔ (جامع کبیرا)

واخرج الديلمی يفسح للرجل فی قبره كبعده من اهله

ترجمہ: حضرت سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

بندے کو قبر میں دفن کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر زیادہ رحم فرماتا ہے۔ اور دیلمی فرماتے ہیں کہ مردہ کے لئے اس کی قبر اس کے گھر والوں تک وسیع کر دی جاتی ہے۔

(۴) وعن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال "المومن فی قبره فی روضة خضراء ويرحب فی قبره سبعون ذراعا وينورله فی قبره كليلة البدر۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ مومن کی قبر سبزہ زار باغوں (کی طرح) ہے۔ اور مسرت سے اس کی قبر ۷۰ گز وسیع اور چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہو جاتی ہے۔

(۵) وعن انس قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا مات العالم صور الله له علمه فی قبره فيونسه الى يوم القيامة ويدر اعنه هوام الارض

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عالم مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے علم کو صورت بنا کر اس کی قبر میں بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر وہ قیامت تک اس سے محبت والفت رکھتا ہے۔ اور اس سے حشرات الارض (سانپ، بچھو، کیڑے) وغیرہ کو دور رکھتا ہے۔

(۷) واوحى الله الى موسى "تعلم الخير وعلمه الناس فانى منور لمعلم العلم ومتعلمه قبورهم حتى لايستوحشوا بمكانهم۔ (الزهد)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے موسیٰ تم بھلائی کی تعلیم دو اور علم سیکھاؤ کیونکہ میں علم کے سیکھانے والوں اور علم سیکھنے والوں کی قبروں کو اتنا منور (روشن) کروں گا۔ کہ انہیں اس جگہ وحشت نہ ہوگی۔

(۸) وعن ابن كاهل قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "من كف اذاه عن الناس كان حقا على الله ان يكف عنه عذاب القبر۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت ابن کاھل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تکلیف دہ چیزوں کو لوگوں کے رستے سے ہٹاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذمہ ءکرم میں ہے کہ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔

(۹) وعن بعض الاولیاء قال سالت الله تعالیٰ ان یرینی مقامات اهل القبور فرایت فی الیلة من اللیالی القبور قد انشقت واذا فیها النائم علی السریر وفیهم الباکی والضاحك فقلت یارب لوشئت ساویت بینهم فی الکرامة فنادی مناد من اهل القبور یافلان هذه منازل الاعمال اما اصحاب السندس فهم اصحاب الخالق الحسن واما اصحاب الحریرو الدیباج فهم الشهداء واما اصحاب الریحان فهم الصائمون واما اصحاب السرور فهم المتحابون فی الله واما اصحاب البکاء فهم المذنبون۔(روض الریاحین)

قال الیافعی رویة الموتی فی خیر اوشر نوع من الکشف یظهره الله تبشیرا موعظة اولمصلحة المیت اواسداء خیرله اوقضاء دین اوغیرذلك ثم هذه الرویة قدتکون فی النوم وهو الغالب وقدتکون فی الیقظة

قال فی کفایة المعتقد اخبرنا بعض الاخیار عن بعض الصالحین انه کان یاتی والده فی بعض الاوقات ویتحدث معه۔(شرح الصدور)

ترجمہ: ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ مجھے اہل مقابر (یعنی قبروں والوں) کے مقامات دیکھا دے

چنانچہ ایک رات میں قبرستان میں تخت پر سو رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ قبریں پھٹیں اور ان میں سے کچھ لوگ روتے ہوئے اور کچھ ہنستے ہوئے برآمد ہوئے میں نے عرض کیا اے مولیٰ اگر تو چاہتا تو ان سب کو اپنے کرم سے برابر کر دیتا اس وقت کسی منادی نے کہا۔

اے فلاں شخص یہ اہل قبور کے احوال ان کے اعمال کے مطابق ہیں۔
ان میں جو عمدہ لباس والے ہیں وہ پاکیزہ خصلت کے تھے اور جو حریر ودیباج (ریشم کے لباس) میں ملبوس ہیں وہ شہداء ہیں۔ اور جو خوشبودار لباس میں ہیں وہ روزہ دار ہیں۔ اور جو اصحاب مسرور ہیں وہ اللہ کی خاطر محبت کرنے والے ہیں۔ اور رونے والے ہیں وہ گناہگار لوگ ہیں۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مردے کو اچھی یا بری حالت میں دیکھنا یہ ایک قسم کا کشف ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بشارت کے لئے نصیحت یا پھر میت کی مصلحت (بھلائی) کے لئے ظاہر فرماتا ہے۔ اور یا تو بھلائی کی نشانی کے لئے ہوتا ہے یا قرض کو پورا کرنے کے لئے ہوتا ہے اور ان کے علاوہ اس کے اور بھی کچھ مقاصد ہوتے ہیں۔

اور پھر یہ کبھی خواب میں ہوتی ہے اور یہ قسم زیادہ ہے یا پھر بیداری میں۔ یہ چیز اولیاء اور اصحاب احوال کی کرامتوں میں سے ہے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کفایۃ المعتقد" میں بعض برگزیدہ بزرگوں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بزرگ اپنے والد کی قبر پر آتے تو وہ کبھی کبھی ان سے باتیں کرتے تھے۔

(۱۰) وعن یحییٰ بن معین قال لی حفار اعجب مارایت من هذه المقابر انی سمعت من قبر انینا کانین المریض وسمعت من قبر والموذن یوذن وهو یجیبه من القبر۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن معین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس قبرستان کی بعض قبروں کی عجیب بات دیکھی ہے اور وہ یہ کہ کسی قبر میں سے مریض کے کراہنے کی آواز سنتا ہوں، اور کسی قبر سے موذن کی اذان دینے کی آواز کو سنتا ہوں جب کہ دوسرے مردے اس کی اذان کا جواب دیتے ہیں۔

باب نمبر۱۱:

ذکر صلاۃ الموتی فی قبورھم

(قبروں میں مردوں کا نماز ادا کرنا)

(۱) عن جبیر قال اما واللہ الذی لاالہ ھو لقد ادخلت ثابتا البنانی فی لحدہ ومعی حمید الطویل فلما سوینا علیہ اللبن سقطت لبنۃ فاذا ھو فی قبرہ یصلی وکان یقول فی حیاتہ اللھم ان کنت اعطیت احدا من خلقك الصلاۃ فی قبرہ فاعطنیھا فما کان اللہ لیرد دعاء۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں جب میں نے حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی قبر میں داخل کیا اور میرے ساتھ حمید الطّویل رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب کچی اینٹیں قبر پر چن (لگا) چکے تو وہ گر پڑیں اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (کیونکہ) وہ اپنی زندگی میں ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے خدا اگر تو مجھے قبر میں کچھ عطا فرمائے تو مجھے اپنی قبر میں نماز پڑھنے کی سعادت عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرما کر یہ خصلت انہیں عطا فرما دی۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر۱۲:

ذکر قرائة الموتی فی قبورهم

(قبروں میں مردوں کا تلاوت قرآن کرنا)

(۱) عن ابن عباس قال ان بعض اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم جلس علی قبروهو لایحسب انه قبرفاذا فیه انسان یقرا سورة الملك حتي ختمها فاتی النبی فاخبره قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هی المانعة وهی المنجیة تنجیه من عذاب القبر۔ (ترمذی۔ الروح۔ احوال القبور)

قال ابوالقاسم السعدی فی کتاب الافصاح هذا تصدیق من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بان المیت یقرافی قبره فان عبدالله اخبره بذلك وصدقه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابی ایک قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں گمان بھی نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ اچانک اس جگہ سے کسی انسان کی سورۃ ملک پڑھنے کی آواز آنے لگی۔ یہاں تک کہ اس نے اس سورۃ کو مکمل ختم کیا اس کے بعد وہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سورت روکنے والی اور نجات دینے والی ہے یعنی عذاب روکنے اور اس سے نجات دلوانے والی ہے۔

ابوالقاسم سعیدی "کتاب الافصاح" میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات تصدیق شدہ ہے کہ مردہ اپنی قبر میں تلاوت کرتا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی خبر دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی۔

(۲) عن طلحة بن عبيد الله قال اردت مالي بالغابة فادركني الليل فاويت الى قبر عبدالملك بن عمروبن حرام فسمعت قرائة القرآن في القبر ماسمعت احسن فجئت الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال ذلك عبدالله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم فجعلها في قناديل من زبرجد وياقوت ثم علقها وسط الجنة فاذا كان الليل ردت اليهم ارواحهم فلا تزال كذلك حتى يطلع الفجر فاذا طلع الفجر ردت ارواحهم الى مكانها الذي كانت فيه۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس بات کی جستجو تھی کہ کسی طرح مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ ایک رات میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر پر گزرا۔ تو قبر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز میں نے سنی وہ نہایت عمدہ طریقے سے پڑھ رہے تھے۔ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا ولی ہے اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روحوں کو قبض فرما کر یاقوت وزبرجد کی قندیلوں میں رکھ کر جنت کے درمیان میں رکھتا ہے۔ پھر جب رات آتی ہے تو ان کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف واپس کر دیتا ہے اور وہ طلوع فجر تک وہاں رہتی ہیں اور پھر جب طلوع فجر ہوتی ہے تو اللہ ان روحوں کو واپس ان کے مقام کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

(۳) وعن ابراهيم بن عبدالصمد المهدي قال حدثني الذين كانوا يمرون بالحصن بالاسحار قالوا كنا اذا مررنا بجبانة قبر ثابت البناني سمعنا قراة القرآن۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبدالصمد المہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ مجھے ان لوگوں نے بتایا ہے جو صبح کے وقت قلعہ کے پاس سے گزرتے ہیں کہ جب ہم حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس سے گزرتے ہیں تو قرأت قرآن کی آواز کو سنتے ہیں۔

وعن عكرمة قال يوتى المومن مصحفا يقراء فيه

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کے لئے قبر میں قران پاک لایا جاتا ہے تا کہ وہ اسے پڑھے۔

(۴) وعن عاصم السقطنی قال حفرنا قبرا ببلخ فنقب فی قبره فاذا شیخ فی القبر متوجه الی القبلة وعليه ازاراخضرو اخضر ماحوله وفی حجره مصحف يقراء فيه۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت عاصم سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کے لئے ایک گڑھا کھودا تو اس میں ایک اور قبر نکلی جس میں ایک بزرگ تہبند باندھے ہوئے تھے اور ان کے اردگرد سبزہ تھا۔ اور وہ قبلہ رو بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ایک گوشہ (جانب) میں قرآن پاک تھا جس سے وہ تلاوت کر رہے تھے۔

(٦) وعن ابی النصر النيشابوری الحفاروكان صالحا ورعا قال حضرت قبرا فانفتح فی القبر قبر آخر فنظرت فيه فاذا انا بشاب حسن الشباب حسن الوجه طيب الرائحة جالسا متربعا وفی حجره كتاب مكتوب بخط احسن مارايت من الخطوط وهو يقرا القرآن فنظر الشاب الی وقال اقامت القيامة؟ فقلت لافقال اعد المدرة علی الی موضعها فاعدتها الی موضعها۔

ونقل السهيل فی دلائل النبوة عن بعض الصحابة انه حفر قبر فی موطن فانفتحت طاقة فاذا شخص علی سرير وبين يديه مصحف يقرافيه وامامه روضة خضراء وذلك باحد وعلم انه من الشهداء لا نه رای فی صفحة

وجهه جرحا واو ردذلك ابن في تفسيره

وحكى اليافعي في روضة الرياحين عن بعض الصالحين قال حفرت قبر رجل من العبادو لحدته فبينما انا اسوي اذ سقطت لبنة من لحديليه فنطرت فاذا شيخ جالس في القبر عليه ثياب بيض تقعقع وفي حجره مصحف من ذهب مكتوب بالذهب وهويقرافيه فرفع راسه الي وقال لي اقامت القيامة؟ فقلت لافقال ردالبنة الى موضعها عافاك الله تعالىٰ فرددتها

وقال اليافعي ايضا روينا عمن حفر القبور من الثقات انه حفرا قبرا فاشرف منه على انسان جالس على سريره وبيده مصحف يقرافيه وتحته نهر فغشي عليه واخرج من القبر يدورولم يتمالك مما اصابه فلم يفق الا اليوم الثالث

ترجمہ: گورکن ابو نیشاپوری جو کہ بڑے متقی وصالح آدمی تھے ان سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قبر کے لئے گڑھا کھودا تو ایک دوسری قبر کھل گئی۔ جب میں نے اس قبر میں نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت، حسین وجمیل نوجوان بیٹھا ہوا ہے اور اس کے کپڑے نہایت عمدہ اور خوشبودار ہیں اور اس کے ایک گوشہ (جانب) ایک قرآن پاک جو کہ نہایت ہی خوشخط کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ دیکھا تھا (وہ) رکھا ہوا ہے اور وہ نوجوان قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے پھر اس نوجوان نے میری طرف نظر اٹھا کر کہا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی؟ میں نے کہا نہیں تو اس نے کہا میری اس جگہ پر مٹی ڈال دو چنانچہ میں نے اس جگہ دوبارہ مٹی ڈال دی۔

حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ بعض صحابہ سے دلائل النبوۃ میں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے وطن میں ایک قبر کھودی تو اچانک ایک کھڑکی نمودار ہو گئی جس میں ایک

شخص تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے آگے قرآن پاک ہے جس سے وہ تلاوت کر رہا ہے اور اس کے سامنے ایک سبز باغ ہے۔ وہ شخص غزوہ اُحد کا ایک شہید تھا کیونکہ اس کے چہرہ پر زخم کے نشان تھے اور اس روایت کو ابن حبان نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے۔

حکایت:

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الریاحین'' میں ایک صالح آدمی سے حکایت نقل فرماتے ہیں۔

کہ میں نے ایک بندے کے لئے قبر کھودی اور لحد تیار کی۔ ابھی میں وہیں تھا کہ ساتھ کی قبر سے ایک اینٹ گری۔ جب میں نے نظر ڈالی تو ایک شخص کو قبر میں بیٹھے دیکھا۔ اس کے جسم پر بہترین سفید وشفاف لباس تھا اور ایک جانب مصحف شریف (یعنی قرآن پاک) تھا جو سنہرے حروف سے لکھا ہوا تھا۔ وہ اس کی تلاوت فرما رہا تھا۔ پھر اس نے میری طرف نظر اٹھائی اور پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا خدا تجھے سلامت رکھے اینٹ کو اپنی جگہ لگا کر اس کا خلاء کو بند کردو تو میں نے نے اسے بند کر دیا۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ قبر کھودنے والوں میں ایک ثقہ (مستند) آدمی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے قبر کھودی تو اس میں ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں قرآن پاک ہے وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کے نیچے ایک نہر جاری تھی۔ یہ منظر دیکھ کر دیکھنے والا بے ہوش ہوگیا جبکہ قبر والا آدمی وہاں سے نکل کر کہیں چلا گیا پھر کسی نے اس کو نہ دیکھا جبکہ بے ہوش شخص تین دن کے بعد ہوش میں آیا۔

باب نمبر ۱۳

ذکر تعلیم الملائکة المومن القرآن فی قبره

(قبر میں مومن کو فرشتوں کا قرآن پڑھانا)

(۱) عن ابی سعید بن الخدری قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم "من قرء القرآن ثم مات ولم یستظهره اتاه ملك یعلمه فی قبره فیلقی الله وقد استظهره۔ (جمع الجوامع۔ شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی تعلیم شروع کی (یعنی سیکھنا شروع کیا) اور وہ مکمل کیے بغیر مر جائے تو اس کی قبر میں فرشتے آ کر اسے سکھاتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اسے القاء (الہام) فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ تعلیم قرآن مکمل کر لیتا ہے۔

(۲) وعطیة العوفی قال بلغنی ان العبد المومن اذا لقی الله تعالیٰ ولم یتعلم کتابه علمه الله تعالیٰ فی قبره حتی علیه یشیبه ۔

ترجمہ: حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ بندہ مومن جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے اور اس نے کتاب الٰہی کی تعلیم نہ پائی ہو، تو اسے اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں سکھاتا ہے اور اسے اس پر ثواب عطا فرماتا ہے۔

(۳) وعن الحسن قال بلغنی ان العبد المومن اذا مات ولم یحفظ القرآن امر حفظته ان یعلموه القرآن فی قبره حتی یبعث الله تعالیٰ یوم

القيمة مع اهله۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ بندہ مومن جب مر جائے اور وہ قرآن کو حفظ نہ کر سکے تو اللہ عزوجل ملائکہ حفظ کو حکم فرماتا ہے کہ اسے قبر میں قرآن حفظ کرائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسے حفاظ کے زمرہ (ساتھ) میں اٹھائے گا۔

(۴) عن يزيدا الرقاشي قال بلغني ان المومن اذا مات وقد بقي عليه شئی من القرآن لم يتعلمه بعث الله له ملائكة يحفظونه مابقي عليه منه حتى يبعث من قبره۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت یزید الرقاشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے خبر ملی کہ بندہ مومن جب مر جاتا ہے اور حفظ قرآن سے اس کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ محافظین کو حکم فرماتا ہے کہ باقی حصہ اسے قبر میں یاد کراؤ وہ یاد کرواتے ہیں یہاں تک کہ بروز قیامت وہ اپنی قبر سے حافظ بن کر اٹھے گا۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۱۴

ذکر کسوة المومن فی قبرہ

(مومن کو قبر میں لباس پہنانا)

(۱) عن عباد بن بشر قال لما حضرت ابابکر لوقت الوفاة قال لعائشة اغسلی ثوبیهذین وکفنینی بهما فانما ابوبکر احد الرجلین اما مکسوا احسن الکسوة واما مسلوبا اسوا السلب۔ (زوائد۔ الزهد)

ترجمہ: حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ میرے ان دونوں کپڑوں کو دھو کر مجھے انہی کا کفن دینا۔ کیونکہ ابوبکر ان دو شخصوں میں سے ضرور ایک ہے کہ یا تو وہ (قبر میں) اچھا لباس پہننے کا مستحق ہے یا بُرائی (بُرے اعمال) کی وجہ سے اچھا لباس اتروائے جانے کا مستحق ہے۔

(۲) وعن یحیی بن راشد ان عمر بن الخطاب قال فی وصیته اقتصدوا فی کفنی فانه ان کان لی عند الله خیر ابدلنی ماهو خیر منه وان کنت علی غیر ذلك سلبنی واسرع سلبی واقتصدوا فی حفرتی فانه ان کان لی عندالله خیر وسع لی فی قبری مد البصر وان کنت علی غیر ذلك ضیق علی حتی تختلف اضلاعی۔

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن راشد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں فرمایا کہ میرے کفن میں کفایت برتنا کیونکہ اگر

میں اچھا ہوں تو میرے کفن کو اچھے لباس سے بدل دیا جائے گا اور اگر میں اس کے برعکس ہوں تو اللہ کے نزدیک میرے اس لباس کو بھی اتار دیا جائے گا اور اس کے علاوہ میری قبر کو بھی مختصر رکھنا۔ کیونکہ اگر میں اللہ کے نزدیک اچھا ہوں تو میرے قبر کو تا حد نظر وسیع کر دیا جائے گا اور اگر میں اس کے برعکس ہوں تو اس قبر کو مزید تنگ کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ میری پسلیاں چکنا چور ہو جائیں گی۔

(۳) وعن حذيفة انه قال عند موته ابتاعوالي ثوبين ولا عليكم فان يصب صاحبكم خيرا البسني خيرا منها والا سلبها سلبا سريعا۔

(الحلیہ، المصنف)

ترجمہ: حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری موت کے بعد میرے لئے صرف دو کپڑے خریدنا۔ اس سے زائد خریدنا تم پر ضروری نہیں کیونکہ اگر تمہارا یہ دوست (بھائی) راہ صواب پر ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کپڑوں سے بہتر لباس پہنائے گا ورنہ وہ ان دونوں کپڑوں کو بھی بہت جلد اتار دے گا۔

(۴) وعن حذيفة انه قال عند موته اشتروا لي ثوبين ابيضين فانهما لا يتركان على الا قليلا حتى ابدل بهما خيرا منهما اوشرا منهما۔

(طبقات ابن سعد، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت فرمایا کہ میرے لئے صرف دو سفید کپڑے خریدنا۔ کیونکہ یہ دونوں کپڑے بہت قلیل مدت میرے اوپر رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان دونوں کپڑوں کو یا تو بہتر سے بدل دیا جائے گا یا ان سے بدتر کے ساتھ بدل دیا جائے گا۔

(۵) وعن علية بنت ابان بن صيفي الغفاري صاحب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قالت اوصانا ابي ان لانكفنه في قميص قالت فلما

اصبحنا من الغد من یوم دفناه اذا نحن بالقمیص الذی کفناه فیه علی المشجب۔ (سنن ابن منصور)

ترجمہ: حضرت عَلِیَّہ بنت ابان بن صیفی غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔ میرے والد نے وصیت کی تھی کہ مجھے قمیض میں کفن نہ دینا فرمایا کہ (ان کی وصیت کے برعکس انہیں قمیض کا کفن دیا گیا تو) ان کے دفن کے بعد دوسرے دن صبح کو اچانک ہم نے دیکھا کہ جس قمیض میں ان کو کفن دیا گیا تھا۔ وہ کھونٹی پر لٹکی ہوئی ہے۔

✡✡✡✡✡

باب نمبر ۱۵

ذکر الفراش للمومن فی قبرہ

(مومن کے لئے قبر میں بستر بچھایا جانا)

(۱) عن مجاهد فی قوله تعالی "فلا نفسهم یمهدون" قال فی القبر۔
(حلیۃ الاولیاء۔ تفسیر ابن جریر)

اس آیت کریمہ

فلا نفسهم یمهدون۔

کے تحت حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قبروں میں بستر لگایا جائے گا۔

(۲) وعن مجاهد فی الآیة قال یسوون المضاجع۔ (تفسیر ابن منذر)

ترجمہ: ابن منذر اس آیت کے تحت حضرت مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ان کے آرام کی جگہ کو ہموار کیا جائے گا۔

(۳) وعن ابی هریرة قال یقال للمومن فی قبره ارقدر قدة العروس۔
(کتاب القبور۔ شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مومن کے لئے قبر میں فرمایا جائے گا کہ حجلہ عروسی کی مانند قبر کو آراستہ کرو۔

☆☆☆☆☆

باب نمبر ۱۶:

ذکر تزاور الموتی فی قبورهم

(قبروں میں ایک دوسرے کی زیارت کرنا)

(۱) عن ابی قتادة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا ولی احدکم اخاه فلیحسن کفنه فانهم یتزاورون فی قبورهم۔ (جمع الجوامع)

قال البیهقی بعد تخریجه وهذا لایخالف قول ابی بکر الصدیق فی الکفن انما هو للمهلة والصدید لان ذلك كذالك فی رؤیتنا ویکون کما شاء الله فی علم الله کما قال فی الشهداء "بل احیاء عند ربهم یرزقون" وهو ذاتراهم یتشحطون فی الرماء ثم یشفون وانما یکونون کذلك فی رؤیتنا ویکونون فی الغیب کما اخبر الله عنهم ولو کانوا فی رؤیتنا کما اخبرنا الله تعالیٰ عنهم لارتفع الایمان بالغیب۔

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی بھائی دنیا سے رخصت ہوتو اسے عمدہ کفن دینا چاہیے۔ کیونکہ مردے قبروں میں باہم (آپس میں) زیارت وملاقات کرتے ہیں۔

امام بیہقی رضی اللہ عنہ اس روایت کو بیان فرمانے کے بعد کہتے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفن دینے کے بارے میں جو ان کا ارشاد ہے۔ اس میں اور اس حدیث میں کوئی مخالفت نہیں۔ کیونکہ ان کا قول مہلت اور پاکیزگی کے لئے ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ آپ ویسے ہی تھے جیسے کہ ہمارے دیکھنے میں اور ان کو اللہ تعالیٰ کیسا رکھنا چاہتا ہے یہ اسی کے علم میں ہے۔ جیسا کہ اللہ کا شہداء کے بارے

میں ارشاد ہے:

بل احیاء عند ربھم یرزقون۔(پ۲)

ترجمہ: بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

(ترجمہ کنزالایمان)

حالانکہ کہ ہم ان شہداء کو خون میں لت پت دیکھتے ہیں۔ پھر وہ صاف ستھرے ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ حال ہماری نظروں میں ہے جبکہ در پردہ ان کا حال ویسا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی۔ اگر وہ ہمارے دیکھنے میں بھی ویسے ہوں جیسے کہ اللہ نے خبر دی ہے تو یقیناً غیب سے ایمان اٹھ جائے گا۔

(۲) وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنوا اکفان موتاکم فانھم یتباھون ویتزاورون فی قبورھم۔

(فتح الکبیر۔ شرح الصدور)

واخرج ابن عدی فی الکامل من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعا مثلہ واخرج الخطیب فی التاریخ من حدیث انس مرفوعا مثلہ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے مردوں کو اچھا کفن دو۔ کیونکہ وہ قبروں میں باہم ملاقات کے وقت اظہار فخر کرتے ہیں۔

اور ابن عدی ''الکامل'' میں مرفوعا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل بیان کرتے ہیں اور خطیب بغدادی ''التاریخ،، میں مرفوعا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مثل بیان کرتے ہیں۔

(۳) وعن ابن سیرین قال کان یحب حسن الکفن ویقال انھم یتزاورون فی اکفانھم۔

ترجمہ: حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ عمدہ کفن کو محبوب رکھتے تھے

اور کہا جاتا ہے مردے اپنے کفنوں میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔

(۴) وعن محمد بن سیرین قال کانوا یستحبون ان یکون الکفن ملفوفا مزرورا وقال انهم یتزاورون فی قبورهم۔ (مشیخہ بغدادیہ)

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کفن میں لفافہ اور تہبند کو مستحب جانتے تھے

(۵) وعن راشد بن سعد ان رجلا توفیت امراته فرای! نساء فی المنام ولم یرامراته معهن فسالهن فقلن انکم قصرتم فی کفنها فهی تستحی ان تخرج معنا فاتی الرجل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فاخبره فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم "انظرهل الی ثقة من سبیل» فاتی رجلا من الانصارقد حضرته الوفاة فاخبره فقال الانصاری ان کان احدیبلغ الموتی بلغت فتوفی الانصاری فجاء بثوبین مصبوغین بالزعفران فجعلها فی کفن الانصاری فلما کان اللیل رای النسوة ومعهن امراته وعلیها الثوبان الاصفوان۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت راشد ابن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کی بیوی فوت ہوگئی اس نے خواب میں بہت سے عورتوں کو دیکھا۔ لیکن اسے اپنی بیوی ان عورتوں میں نظر نہ آئی۔ تو اس نے (ان عورتوں) سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ ان عورتوں نے کہا کیونکہ تم نے اس کو کفن (ضرورت سے) کم دیا تھا اس لئے وہ ہمارے ساتھ نکلنے میں شرم کرتی ہے۔ پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش کرو کہ کوئی ثقہ شخص دنیا سے رخصت ہونے والا ہو۔ تو اس آدمی کو ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ملے جو قریب الموت تھے۔ اس آدمی نے ان سے تذکرہ کیا تو انہوں

نے فرمایا اگر کوئی مردہ کسی کو اس طرح کوئی چیز پہنچا سکتا ہے تو میں پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد اس انصاری کا انتقال ہو گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) تو وہ شخص دو کپڑے زعفران میں رنگے ہوئے لایا اور ان کپڑوں کو انصاری کے کفن میں رکھ دیا۔ اس کے بعد جب رات ائی تو اس نے عورتوں کو خواب میں دیکھا اور ان کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی اور اس پر وہی دو۲ زرد رنگ کے کپڑے تھے۔

(۶) وعن قی بن قبیصة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "من لم یومن لم یوذن له فی الکلام" قیل یارسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهل یتکلم الموتی؟ قال نعم ویتزاورون"۔ (کتاب الوصایا)

ترجمہ: حضرت قیس بن قبیصہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایمان نہ لائے اسے مردوں کے ساتھ گفتگو نہیں کرنے دی جاتی۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مردے بھی آپس میں گفتگو کرتے ہیں فرمایا گفتگو ہی نہیں بلکہ آپس میں ملاقات بھی کرتے ہیں۔

(۷) وعن الشعبی قال ان المیت اذا وضع فی لحده اتاه اهله وولده فیسالهم عمن خلف بعده کیف فعل فلان وما فعل فلان۔ (کتاب القبور)

ترجمہ: حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مردے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے گھر والے اس کے پاس آتے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ فلاں کیسا ہے اور فلاں نے کیا کہا ہے؟

(۸) وعن مجاهد ان الرجل لیسر بصلاح ولده فی قبره۔ (کتاب القبور)

قال ابن لقیم الارواح قسمان منعمة ومعذبة فاما المعذبة فهی فی شغل عن التزاور والتلاقی واما المنعمة المرسلة غیر المحبوسة فتتلاقی وتتزاورو تتذاکر ماکان منها فی الدنیا ومایکون من اهل الدنیا فتکون

كل روح مع رفيقها الذى هو مثل عملها وروح نبينا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الرفيق الاعلى قال الله تعالىٰ "ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا" وهذه المعية ثابتة فى الدنيا وفى دارالبرزخ وفى الجزاء والمرءُ مع من احب فى الدور الثلاثة۔ (كتاب الروح)

قال السلفى عود الروح الى الجسد فى القبر ثابت على الصحيح لجميع الموتى وانما الخلاف فى استمرار هافى البدن وهو ان البدن يصير حيابها كحالته فى الدنيا اوحيا بدونها وهى حيث يشاء الله فان ملازمة الحياة للروح امرعادى لاعقلى۔ هذا وان البدن يصير بها حياكحالته فى الدنيا مما يجوزه العقل فان صح به سمع اتبع وقدذكره جماعة من العلماء ويشهدله صلاة موسى فى قبره فلا تستدعى جسداحيا وكذالك الصفات المذكورات فى الانبياء ليلة الاسراء كلها صفات لااجساد ولا يلزم من كونها حياة حقيقة ان تكون الابدان معها كما فى الدنيا من الاحتياج الى الطعام والشراب وغيرذلك من صفات الاجسام التى نشاهدها بل يكون لها حكم اخرو اما لول كالعلم والسماع فلاشك ان ذلك ثابت لجميع الموتى هذا كلام السبكى۔ (شرح الصدورؒ)

قال اليافعى مذهب السنة ان ارواح الموتى تردفى بعض الاوقات من عليين اومن سجيين الى اجسادهم فى قبورهم عند ارادة الله تعالىٰ وخصوصاليلة الجمعة ويجلسون ويتحدثون وينعم اهل النعيم ويعذب اهل العذاب مادام فى عليين اوسجيين وفى القبر يشترك الروح ولجسد۔

(روض الرياحين)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مردِ مومن کی قبر میں اس کی صالح اولاد کی وجہ سے اسے خوشی حاصل ہوتی ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ ارواح کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) منعمہ: انعام والی (۲) معذبہ: عذاب والی

لہٰذا جو روحیں عذاب والی ہیں ان کو باہم ملاقات وزیارت سے روک دیا جاتا ہے اور جو روحیں انعام والی ہیں وہ آزاد اور غیر مقید ہیں۔ چنانچہ وہ باہم ملاقات وزیارت کرتی ہیں اور دنیا میں رہنے والوں کے حالات دریافت کرتی ہیں۔ اور ہر روح اپنی عمل کے مطابق اپنے رفیق کے ساتھ ہوتی ہے۔

اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک رفیق اعلیٰ یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور ارشاد فرماتا ہے۔

ومن يطع الله والرسول فالئك مع الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئك رفيقا۔

(سورۃ النساء ٦٩)

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (کنز الایمان)

اور یہ معیت (یعنی ساتھ ہونا) دنیا میں بھی ثابت ہے اور عالم برزخ وآخرت میں بھی اور آخرت میں آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہوگا۔

امام سلفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر میں روح کا جسم کی طرف لوٹنا صحیح روایت سے ثابت ہے۔ البتہ جسم میں روح ہمیشہ رہنے میں اختلاف ہے۔ آیا یہ کہ مردہ کا بدن روح کے ساتھ اسی طرح زندہ رہتا ہے جس طرح کہ دنیا میں ہے

یا یہ کہ اس کے بغیر۔ یہ بات مشیت الٰہی پر موقوف ہے کہ جس طرح چاہے رکھے۔

اس لئے کہ روح کے واسطے زندگی کی پیوستگی، امر عادی ہے نہ کی عقلی اور یہ کہ بدن روح کے ساتھ ویسے ہی تعلق رکھے جیسے کہ دنیا میں ہے تو اس بات کو عقل درست مانتی ہے۔ لہٰذا جو سنا ہے اگر وہ صحیح ہے تو ہم اس کی اتباع کرتے ہیں۔

اور وہ جو علماء کرام کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے اور اس کی شہادت دی ہے کہ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو یہ روایت اس کی مستدعی نہیں کہ جسم بھی زندہ ہو اسی طرح وہ صفات جو شب معراج انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مذکور ہیں۔ تو یہ سب کے سب صفات ہیں نہ کہ اجسام اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ان کی حیات حقیقی ہے کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ ویسے ہی حیات رکھتے ہوں جیسے کہ دنیا میں تھے ورنہ ہمارے مشاہدہ کے مطابق جسموں کے لئے جو کھانے پینے کی حاجت ہے وہ لازم آتی ہے لیکن ان کا حکم الگ الگ ہوگا۔

اب رہی پہلی بات مثلاً دیکھنا، سننا، جاننا وغیرہ تو اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مردوں کے لئے ثابت ہے یہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ بعض وقتوں میں علیین یا سجین سے مردوں کی روحیں قبروں میں ان کے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں اور یہ سب ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے۔ مثلاً جمعہ کی رات وغیرہ میں اور مردوں کو بٹھانا، باتیں کرنا، نعمت والوں کو نعمتیں دینا، عذاب والوں کو عذاب دینا جب تک وہ علیین یا سجین میں ہیں روح، جسم دونوں میں مشترک ہیں۔

✡✡✡✡✡

باب نمبر ۱۷:

ذکر علم الموتی بروارهم انسهم بها

مردوں کا زیارت کرنے والوں کو پہچاننا اور ان سے انس ومحبت رکھنا

(۱) عن عائشته قالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مان رجل یزور اخاه ویجلس عنده الا استانس به ورد علیه حتی یقوم۔

(شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان (مردہ) ایسا نہیں جس کی زیارت اس کا بھائی نہ کرے۔ وہ مسلمان مردہ اس کے پاس بیٹھتا ہے اس سے انس ومحبت کرتا اور کھڑے ہو کر اس کو رخصت کرتا ہے۔

(۲) وعن ابی هریرة اذا مر رجل بقبر یعرفه فسلم علیه رد علیه السلام

واخرج ابن عبدالبر فی الاستذکار والتمهید عن زرارة بن اوفی "من کان یعرفه ویحبه فی الدنیا"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جب کوئی شخص کسی قبر کے قریب سے گزرتا ہے تو وہ (مردہ) اس کو پہچانتا ہے ان کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

ترجمہ: ابن عبدالبر نے استذکار اور تمہید میں حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ جسے وہ دنیا میں جانتا اور محبت کرتا تھا۔

(۳) وعن محمد بن واسع قال بلغنی ان الموتی یعلمون یزوارهم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده۔ (کتاب القبور، شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت محمد بن واسع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مردے جمعہ کے دن اور اس سے پہلے اور بعد والے دن اپنے زیارت کرنے والوں کو پہنچانتے اور جانتے ہیں۔

(۴) وعن الضحاك قال من زار قبرا يوم السبت قبل طلوع الشمس علم الميت قيل له وكيف ذلك؟ قال لمكان يوم الجمعة۔

(کتاب القبور شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے کسی کی قبر کی زیارت کی تو وہ مردہ اس کو جانتا ہے تو کسی نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے جواب دیا وہ اس لیے کہ یہ دن جمعہ کے قریب ہے۔

(۵) قال ابن عباس قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "مامن رجل يمر بقبر اخيه المومن كان يعرفه فى الدنيا يسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان بھائی جب اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے اور وہ اسے دنیا میں جانتا تھا۔ تو جب یہ سلام کرتا ہے تو اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچان لیتا ہے۔

(۶) وعن ابى هريرة مرفوعا "مامن عبد يمر على رجل يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام۔ (فتح الکبر)

وفى الاربعين الطائية روى عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه قال "انس مايكون الميت فى قبره اذا زارة من كان يحبه فى دار الدنيا"

قال ابن القيم الاحاديث والاثار تدل على ان الزائر حتى جاء علم به الميت

وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم فانه لایوقت۔

قال وهو اصح من اثر الضحاك الدال علی التومیت قال قد شرع علیه السلام لامته ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه ممن یسمع ویعقل۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور اربعین للطائیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مردے کو اپنی قبر میں اس وقت بہت خوشی ہوتی ہے جب اس کی زیارت کے لئے وہ شخص آتا ہے جس سے وہ دنیا میں محبت و پیار کرتا تھا۔

ابن قیم کہتا ہے کہ احادیث وآثار اس زائرین کے بارے میں مروی ہیں کہ جب وہ مردہ کے پاس آتے ہیں۔ تو وہ ان کو جان لیتا ہے اور ان کے سلام کو سنتا ہے ان سے محبت کرتا اور ان کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہ بات شہداء اور عام مسلمانوں کے حق میں عام ہے کیونکہ اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے۔

نیز انہوں نے کہا یہ حدیث حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے زیادہ درست ہے جس میں وقت معین ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے جائز فرمایا ہے کہ وہ اہل قبور کو مخاطب کر کے انہیں سلام کریں۔ گویا کہ وہ جانتے، سنتے اور سمجھتے ہیں۔

✡✡✡✡✡

باب نمبر ۱۸:

ذکر مقر الارواح

(روح کی جائے اقامت)

(۱) عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "ارواح اشهداء فی حواصل طیر خضر تسرح فی الجنة حیثشاء تثم تاوی الی قنادیل تحت العرش۔ (فتح الکبیر، مسلم)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سہداء، کی روحیں سبز پرندے کے قالب میں جنت میں جہاں چاہتی ہیں آرام کرتی ہیں پھر وہ عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھہر جاتی ہیں۔

(۲) وعن ابن عباس ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال "لمااصیب اصحابکم باحد جعل الله ارواحهم فی حواصل طیر خضر تردانهار الجنة وتاکل من ثمار ها وتاوی الی قنادیل من ذهب معلقه فی ظل العرش"۔ (جمع الجوامع، سنن ابی داؤد، مستدرک)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا کوئی دوست انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں جنت کے پھلوں کی طرف لاتا ہے اور وہ جنتی پھلوں کو کھاتی ہے۔ پھر وہ عرش کے سایہ میں سامنے کی قندیلوں میں آویزاں ہو جاتی ہیں۔

(۳) وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "الشهداء علی بارق نهر الجنة فی قبة خضراء یخرج الیهم رزقهم من الجنةه بکرة وعشیة"۔ (جمع الجوامع، مجمع الزوائد)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: شہداء کی روحیں سبز قبوں میں باب جنت سے اس کی نہروں میں جاتی ہیں اور وہاں سے صبح وشام اپنا رزق حاصل کرتی ہیں۔

(۴) وعن ابی بن کعب "الشهداء فی قباب فی ریاض الجنة یبعث الیهم ثور وحوت فیتر کان بهما فاذا احتاجوا الی شئی عقر احدهما صاحبه فیاکلون فیجدون فیه طعم کل شئی فی الجنة"۔

(شرح الصدور، کتاب الزھد، المصنف)

ترجمہ: حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا شہداء قبروں (گنبدوں) میں جنت کے باغوں میں ہوتے ہیں۔ ان کی طرف ثور (بیل) اور حوت (مچھلی) دوڑتے ہیں اور ان کے ساتھ کھیلیں گے۔ اور جب ان کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ وہ جنت سے کھاتے ہیں اور وہ جنت میں ہر ذائقہ کی چیز حاصل کرتے ہیں۔

(۵) وعن انس ان حارثة لما قتل قالت امه یارسول الله قد علمت منزلة حارثة فان یکن فی الجنة اصبر وان یکن فی غیر ذلك تری ما اصنع؟ قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "انما جنات کثیرة وانه فی الفردوس الاعلی"۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ان کی والدہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ خوب جانتے ہیں۔ (کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں یا نہیں اس لئے آپ مجھے بتائیں) اگر حارثہ کی اقامت (قیام) جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں اور اگر اس کے علاوہ کہیں اور ہے تو فرما دیجئے کہ میں کیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بہت بڑے بڑے باغوں اور فردوس اعلیٰ میں ہیں۔

(۶) وعن کعب بن مالك ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علی وسلم

قال" انما نسمة المومن طائر يتعلق فی شجر الجنة حتی یرجعه الله الی جسده يوم يبعثه۔ (سنن نسائی۔ کتاب الزھد)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کی روح پرندے کی شکل میں جنت میں درختوں میں (آویزاں، سجی) رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس کے جسم کی طرف لوٹا کر اٹھائے گا۔

(۷) عن ام ھانی انها سالت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن لتذاور اذا متنا وبر بعضنا بعضا قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "یکون بانعم طير يتعلق بالشجر حتى اذا كان يوم القيامة دخلت كل نفس فی جسدها"۔

ترجمہ: حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جب ہم مرجائیں گے تو ہماری باہم ملاقات اور ایک دوسرے سے حسن سلوک کی کیا صورت ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں خوبصورت پرندوں کی شکل میں درخت میں آویزاں ہوں گی۔ پھر جب قیامت قائم ہوگی تو ہر روح اپنے جسم میں داخل کر دی جائے گی۔

(۸) وعن ام بشر بن البراء انها قالت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كيف يتعارف الموتى؟ قال تربت يداك النفس الطيبة طير خضر فی الجنة فان كان الطير يتعارفون فی رؤوس الشجر فانهم يتعارفون۔

(احوال القبور)

ترجمہ: حضرت سیدنا بشر بن براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مردے باہم کیسے تعارف (جان پہچان حاصل) کریں گے۔ آپ نے فرمایا یہ پاکیزہ جانیں جنت میں سبز پرندوں کی صورت میں ہوں گے۔ جس طرح درختوں کے پرندے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں پس وہ بھی اسی

طرح ایک دوسرے کو جانیں گے۔

(۹) وعن عبدالرحمن بن کعب بن مالك قال لما حضرتِ کعبا الوفاۃ اتته ام بشر بن البراء وقالت یا ابا عبدالرحمن ان لقیت فلانا فاقرئه منی السلام قال لها جغفرالله لك یاام بشر نحن اشغل عن ذلك فقالت اما سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول "ان نسمة المومن تسرح فی الجنة حیث شاء ت ونسمة الکافر فی سجین مسجونة قال بلی قالت هو ذلك۔ (طبرانی۔ابن ماجہ۔شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابوعبدالرحمٰن جب آپ فلاں شخص سے ملیں تو ان سے میرا اسلام کہیے گا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ہم اس عمل سے بے نیاز ہوں گے تو حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ مومنوں کی روح جنت میں جہاں چاہتی گھومتی ہیں جبکہ کفار کی روحیں سجین میں بند ہوتی ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں (میں نے سنا ہے) تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس پھر یہ تو بات ہے۔

(۱۰) وفی مراسیل عمر بن الحبیب قال سالت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن ارواه المومنین فقال "فی حواصل طیر خضر تسرح فی الجنة حیت شالت قالوا یارسول الله صلی تعالیٰ علیه وسلم وارواح الکفار ؟ قال محبوسة فی سجین۔ (الطبرانی)

ترجمہ: حضرت عمر بن الحبیب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مومنوں کی روحوں کے بارے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں ہوتی ہیں اور جنت میں مرضی سے گھومتی پھرتی ہیں پھر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سجین میں بند ہوتی ہیں۔

(۱۱) وعن سعید بن المسیب ان سلیمان الفارسی وعبداللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک قبلی فاخبرنی بما ذالقیت؟ فقال اوتلقی الاحیاء الاموات؟ قال نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنة وھی تذھب حیث شائت۔ (کتاب المنامات۔شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی باہم ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے سے فرماتے اگر آپ مجھ سے پہلے اللہ عزوجل سے ملاقات کریں تو جو معاملہ آپ کے ساتھ ہو اس کی اطلاع مجھے دیجئے گا۔ دوسرے صاحب نے فرمایا کیا زندہ اور مردے باہم ملاقات کر سکتے ہیں تو انہوں نے فرمایا وہاں مومنین کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں۔

(۱۲) وعن عبداللہ بن عمرو قال ارواح المومنین کالزازیر تاکل من ثمر الجنة واخرجہ ابن مندہ مرفوعا۔

(شعب الایمان۔کتاب المنامات۔احوال القبور)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مومنین کی ارواح چڑیوں کی صورت میں ہوتی ہیں اور جنتی پھل کھاتی ہیں۔

(اس روایت کو ابن مندہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعا ذکر کیا ہے)

(۱۳) وعن کعب قال جنة الماوی فیھا طیر خضر ترتقی فیھا ارواح المومنین الشھداء تسرح فی الجنة وارواح ال فرعون فی اجواف طیر سود وعلی النار تغدو وتروح وان اطفال المومنین فی عصافیر فی الجنة۔

(احوال القبور۔المصنف۔شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا شہید مومنوں کی روحیں جنت الماوی میں سبز پرندوں کی صورت میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں

گھومتی ہیں جبکہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں اور صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور مومن بچوں کی روحیں چڑیوں میں ہوتی ہیں۔

(۱۴) وعن هذيل قال ان ارواح ال فرعون في اجواف طير سود تروح وتغدو على النار وارواح الشهداء في احواف طير خضر واولاد المسلمين لم يبلغوا الحلم عصافير من عصافير الجنة ترعى وتسرح۔

(کتاب الزھد۔ شرح الصدور۔ احوال القبور)

ترجمہ: حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آل فرعون کی ارواح سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہے شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہے اور مسلمانوں کے نابالغ بچوں کی روحیں جنتی چڑیوں میں ہوتی ہے اور جنت میں کھاتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں گھومتی ہیں۔

(۱۵) وعن ابی سعد الخدری عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال "اتيت بالمعراج الذى تعرج عليه ارواح بنى آدم فلم يرالخلائق احسن من المعراج الذى يراه الميت حين يشق بصره الى السماء فان ذلك عجبه فصعدت انا وجبريل فاستفتحت باب السماء فاذا انا بآدم تعرض عليه ارواح زريته المومنين فيقول روح طيبة ونفس طيبة اجعلوها في عليين ثم تعرض عليه ارواح ذريته الفجار فيقول روح ونفس خبيثة اجعلوها في سجين۔

(شرح الصدور۔ جامع کبیر)

ترجمہ: حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (معراج کی رات) اس مقام پر آیا جہاں سے بنی آدم کی روحیں اوپر جاتی ہیں۔ لوگوں نے اسی مقام سے بڑھ کر کوئی خوبصورت مقام نہ دیکھا ہوگا جسے مردہ دیکھتا ہے۔ جب وہ اسے دیکھ کر آسمان کو دیکھتا ہے تو یہ چیز

اسے حیرانگی میں ڈال دیتا ہے۔

پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اوپر کی جانب چلے جب میں نے آسمان کا دروازہ کھلوایا تو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ تو آپ (نیک روح کے بارے) فرماتے ہیں۔ یہ پاک روح اور پاک جان ہے اس کو علیین مین رکھو پھر ان کے سامنے بری اولاد کی روح لائی جاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں یہ گندی روح اور ناپاک جان ہے اس کو سجین میں رکھو۔

(۱۶) وعن ابی هیریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان ارواح المومنین فی السماء السابعة ینظرون الی منازلهم فی الجنة ۔ (الحلیۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنین کی روحیں ساتویں آسمان میں ہوتی ہیں اور وہاں سے وہ اپنے جنتی مقام کو دیکھتی ہیں۔

(۱۷) وعن وهب بن منبه قال ان الله فی السماء السابعة دارایقال لها البیضاء تجتمع فیها ارواح المومنین فاذا مات من اهل الدنیا احد تلقتة الارواح یسالونه عن اخبار الدنیا کما یسال لغائب عن اهله اذا قدم علیهم ۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ساتویں آسمان پر ایک گھر سے جسے بیضاء کہا جاتا ہے۔ اس میں مومنوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔ پس جب اہل دنیا میں کوئی مرتا ہے تو وہ روحیں اس سے ملاقات کرتی ہیں اور اہل دنیا کے بارے میں دریافت کرتی ہیں اسی طرح جس طرح کوئی اپنی گھر والوں سے اپنی غیر موجودگی کے حالات معلوم کرتا ہے۔

(۱۸) وعن ابن عمر انه عزی اسماء بابنها عبدالله بن الزبیر وجثته مصلوبه فقال لاتحزنی فان الارواح عندالله فی السماء وانما هذه جثة۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو

ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے وصال پر تسلی دی تو آپ نے (حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) نے فرمایا۔ دکھ نہ کر یہ تو صرف جسم ہیں جبکہ روحیں اللہ عزوجل کے پاس آسمان میں ہیں۔

(۱۹) وعن عبداللہ بن الزبیر عن العباس بن عبد المطلب قال ترفع ارواح المومنین الی جبریل فیقال انت ولی هذه الی یوم القیامة۔

(شرح الصدور۔ احوال القبور)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں حضرت جرائیل علیہ السلام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان کے قیامت تک نگراں (محافظ) ہیں۔

(۲۰) وعن مغیرة بن عبدالرحمن قال لقی سلیمان الفارسی عبداللہ بن سلام فقال له ان مت قبلی فاخبرنی بماتلقی وان مت قبلك اخبرتك قال وکیف وقدمت؟ فقال "ان الارواح اذا خرج من الجسد کان بین اسماء والرض حتی یرجع الی جسده"۔

حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن سلام سے ملے تو فرمایا اگر آپ مجھ سے پہلے وصال فرمائیں تو جو معاملہ آپ کے ساتھ ہو اس کی خبر مجھے دیجئے گا اور اگر میں نے پہلے وصال کیا تو میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے؟ جبکہ آپ مردہ ہوں گے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روحیں جب جسموں سے نکلتی ہیں تو زمین و آسمان کے درمیان رہتی ہیں یہاں تک کہ دوبارہ جسموں میں لوٹا دی جائیں۔

(۲۱) وعن ابن عباس فی قوله "الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی ارجل

مسمی" قال سبب ممدود مابین المشرق والمغرب بین السماء والارض فارواح الموتی وارواح الاحیاء الی ذلك السبب تتعلق النفس المیتة بالنفس الحیة فاذا اذن لهذه الحیة بالانصراف الی جسدها لتستکمل رزقها فامسکت المیتة وارسلت الاخری۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ

اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی۔ (سورۃ)

کے تحت فرماتے مشرق سے مغرب تک زمین آسمان کے درمیان ایک "ذریعہ" ہے پس زندوں کی روحیں اور مردوں کی روحیں اس کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ جس وقت زندہ روح کو جسم کی طرف جانے کی اجازت دی جاتی ہے تاکہ اپنا رزق مکمل حاصل کر کے تو اس وقت مردہ روح کو روک کر زندہ کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۲۲) وفی الفردوس ولم یسنده ولده من حدیث ابی الدرداء "المیت اذا مات دیربه حول داره شهرا وحول قبره سنة ثم یرفع الی السبب الذی تلتقی فیه ارواح الاحیاء والاموات۔ (مسند الفردوس)

مسند الفردوس میں سند ذکر کیے بغیر ان کے بیٹے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ مردے کی روح اپنے گھر کے آس پاس ایک مہینے تک اور اپنی قبر کے اردگرد ایک سال تک گھومتی ہے پھر اسے اس ذریعہ کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں مردوں اور زندوں کی ارواح باہم ملتی ہیں۔

(۲۳) وعن سعید بن المسیب عن سلیمان الفارسی قال ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت والنفس الکافرین فی سجین۔

(کتاب الزهد، نوادر الاصول، شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ مومنین کی روحیں زمین کے برزخ (پردے) میں ہوتی ہیں۔ وہ جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں۔ جبکہ کفار کی روحیں سجین میں بند ہوتی ہیں۔

(۲۴) قال ابن القیم البرزخ هوالحاجز بین الشیئین وکانه اراد فی ارض بین الدنیا والاخرة۔

ابن قیم نے کہا دو چیزوں کے درمیان پردے کا نام برزخ ہے اور زمین کے پردے سے مراد دنیا اور آخرت کے درمیان کا پردہ ہے۔

(۲۵) وعن مالك بن انس قال بلغني ان ارواح المومنین مرسلة تذهب حیث شاء ت۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومنین کی روحیں آزاد ہوتی ہیں اور وہ جہاں چاہتی ہیں جاسکتی ہیں۔

(۲۶) وعن عبدالله بن عمر قال ارواح الکفار تجمع ببرهوت سبخة بحضرموت وارواح المومنین تجمع بالجابیة۔ (کتاب الروح، شرح الصدور)

وعن عروة رویم قال الجابیة تجی الیها کل روح طیبات۔
(شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کافروں کی روحیں برھوت میں جمع ہوتی ہیں اور وہ حضرموت کے قریب شوریلی جگہ ہے۔ جبکہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں جمع ہوتی ہیں۔

حضرت عمروہ بن رویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جابیہ وہ جگہ ہے جہاں پر نیک روحیں جمع ہوتی ہیں۔

(۲۷) وعن علی بن ابی طالب قال ارواح المومنین فی بئر زمزم وارواح الکافرین فی واد یقال له برهوت۔ (کتاب الرواح)

ترجمہ: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں بیئر زمزم میں ہوتی ہیں جبکہ کفار کی روحیں وادی برھوت میں۔

(۲۸) وعن عبداللہ بن عمر وقال ارواح المومنين تجمع باريحا وارواح المشركين تجمع بظافر من حضر موت۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مومنوں کی روحیں اریحا کے مقام میں اکٹھی ہوتی ہیں جبکہ کافروں کی روحیں مقام ظافر پر جو حضر موت کے قریب واقع ہے۔

(۲۹) وعن وهب بن منبه قال ان ارواح المومنين اذا قبضت ترفع الى ملك يقال له رميائيل وهو خازن ارواح المومنين۔ (شرح الصدور)

وعن ابان ثعلب عن رجل من اهل الكتاب قال الملك الذى على ارواح الكفار يقال له روحة

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا مومنوں کی روحیں جب قبض کی جاتی ہیں تو انہیں ایک فرشتے کی طرف بھیجا جاتا ہے جس کا نام رمیائیل ہے۔ وہ فرشتہ مومنوں کی روحوں کا نگراں (محافظ) ہوتا ہے۔

حضرت ابان ثعلب رضی اللہ عنہ نے ایک اہل کتاب سے روایت کیا ہے کہ جو فرشتہ مومنوں کی روحوں کا نگراں (محافظ) ہوتا ہے اس کا نام "روحہ" ہے۔

(۳۰) وعن كعب قال الخضر على منبر من نور بين البحر الاعلى والبحر الاسفل وقد امرت دواب الارض ان تسمع له وتطيع وتعرض عليه الارواح بكرة وعشية۔

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بحر اعلیٰ اور بحر اسفل کے درمیان ایک نورانی سبز منبر پر جلوہ افروز ہیں اور زمینی جانوروں کو فرمایا گیا ہے کہ ان کے کلام کو سنیں اور ان کی فرمانبرداری کریں۔ تمام روحیں صبح وشام ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

ارواح کا مقام اور اقوال علماء:

هذا مجموع وقفنا عليه من الاحاديث والاثار فى مقر الارواح وقد اختلفت اقوال العلماء فيه بحسب اختلاف هذا الآثار۔

قال ابن القيم والتحقين انه لا خلاف وان الارواح متفاوته فى مستقر ها فى البرزخ اعظم تفاوت ولاتعارض بين الادلة فان كلا منها وارد على فرق من الناس بحسب درجاتهم۔

قال وعلى كل تقدير فللروح بالبدن اتصال بحيث يصنح ان تخاطب ويسلم عليه ويعرض عليها مقعدها وغير ذالك مما ورد فان للروح شانا اخر فتكون فى الرفيق الاعلىٰ وهى متصلة بالبدن اذا سلم المسلم على صاحبه رد عليه اسلام وهى مكانها هناك وانما ياتى الغلط هنا من قياس العائب على الشاهد فيعتقد ان الروح من حيث مايعهد من الاجسام التى اذا بلغت مكانا لم يمكن ان تكون فى غيره وهذا غلط محض۔ وقدراى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليلة الاسراء موسى قائما فى قبره وراه فى السماء السادسة والروح كانت فى مثال البدن ولها اتصال بالبدن حيت يصلى فى قبره ويرد السلام فالروح ترد عليه وهو فى الرفيق الاعلىٰ ولا تباين بين الامرين فان شان الارواح غير شان الابدان وقد مثل ذلك بعضهم بالشمس فى السماء وشعائها فى الارض وقد قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "من صلى علّى عند قبرى سمعته ومن صلى على نائيا بلغته۔ (تفسیر ابن کثیر)

هذا مع القطع بان روحه فى عليين مع ارواح الانبياء وهو الرفيق الاعلىٰ اوفى حاجز بين السماء والرض اوسجين ولها اتصال بالبدن حيث يدرك ويسمع ويصلى ويقراوانما يستغرب هذا لكون الشاهد الدنيوى ليس فيه مايشابه هذا وامور الاخرة والبرزخ على نمط غير المالوف فى

الدنیا الی ان ال والحاصل انه لیس للارواح سیعدها وشقیها مستقر واحد وکلها علی اختلاف مجلها وسائر مقارهالها اتصال باحسادها فی قبورها یحصل لها من النعیم اوالعذاب المقیم ماکتب۔

وقال الحافظ بن حجر ارواح المومنین فی علیین وارواح الکافرین فی سجین ولکل روح بجسدها اتصال معنوی لایشبه الاتصال فی الحیاۃ الدنیا بل اشبه شئی به حال النائم وان کان هو اشبه من حال النائم اتصالا۔

قال وبهذا یجمع بین ماورد آن مقرها فی علیین اوسجین اوبشر وما نقله ابن عبدالبر عن الجمهور انها عند افنیة قبورها قال ومع ذلك فهی ماذون لها فی التصرف وتاوی الی محلها من علیین او سجین

قال واذا نقل المیت من قبر الی قبر فالاتصال المذکور متمروکذااذا تفرقت الاجزا

وقال صاحب الافصاح المنعم علی جهات مشنفة منها ماهو طائر فی اشجار مختلفة فی الجنة ومنها ماهو فی حواصل طیر کالزر ازیر ومنها ماهو فی اشجار الجنة

ومنها ماهو فی صور تخلق لهم من ثواب اعمالهم ومنها ماتسرح وترد الی جثتها تزورها ومنها ماتتلقی ارواح المقبوضین

ومنها ماهو فی کفالة میکائیل ومنها ماهو فی کفالة آدم ومنها ماهو فی کفالة ابراهیم۔ (شرح الصدور)

قال القرطبی وهذا قول حسن یجمع الاخبار حتی لاتتدفع

وذکر البیهقی فی کتاب عذاب القبر نحوه لما ذکر حدیث ابن مسعود فی ارواح الشهداء وحدیث ابن عباس ثم اوراد هدیث البخاری عن البراء قال لما توفی ابراهیم بن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال رسول

الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم (ان له مرضعا فی الجنة) ثم قال یحکیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن ابنه ابراهیم بانه یرضع فی الجنة وهو مدفون بالبقیع فی قبره بالمدینة۔

قال النسفی فی بحر الکلام الارواح علی اربعة وجوه ارواح الانبیاء تخرج من جسدها وتصیر صورتها مثل المسك والکافور وتکون فی الجنة تاء کل وتشرب وتنعم وتاوی باللیل الی قنادیل العرش وارواح المطیعین من الشهداء تخرج من جسدها وتکون فی اجواف طیر خضر فی الجنة تاکل وتشرب وتنعم وتاوی الی قنادیل معلقة تحت العرش وارواح الطائعین بربض الجنة لاتاکل ولا تنعم ولکن تنطلق الی الجنة۔

وارواح العصاة من المومنین تکون بین السماء والارض فی الهواء واما ارواح الکفار فهی فی سجین فی جوف طیر سود تحت الارض السابعة وهی متحلة باجسادها فتعذب الارواح وتتالم الاجساد منه کالشمس فی السماء ونورها فی الارض۔

ترجمہ: روحوں کے ٹھہرنے کے مقام کے سلسلے میں احادیث وآثار کا یہ ایک مجموعہ ہے جو ہمیں معلوم ہوا۔ اس سلسلے میں علماء کے اقوال میں بھی اختلاف ہے بوجہ آثار میں اختلاف ہونے کے۔

ابن قیم کہتا ہے دراصل اس میں (روحوں کے ٹھہرنے کے معاملات میں فرق) کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات میں تو کسی کو بھی شک نہیں ہے کہ عالم برزخ میں روحوں کے ٹھہرنے کے مقام میں کافی فرق ہے اور اس فرق کی وجہ روحوں کے درجوں کا مختلف ہونا ہے۔ اور یہ چیز ہی (یعنی درجات کا مختلف ہونا) احادیث کے مختلف ہونے کا اصل منشاء ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی کسی قسم کا تعارض نہیں۔

ابن قیم مزید کہتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ ہر صورت میں اس طرح تعلق ہوتا ہے کہ اس کا مخاطب کرنا، سلام کرنا، درست ہے اس کا اپنا جنتی مقام دیکھنا اور حدیثوں میں مذکور امور بھی اسی کے سامنے پیش کیے جاسکتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ روح کی ایک الگ حیثیت ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے مگر اس کا تعلق جسم سے بھی ہوتا ہے۔ جب کوئی مسلمان اس کو سلام کرتا ہے تو وہ جواب دیتی ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مقام پر ہوتی ہے۔

جبکہ غلط فہمی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی پوشیدہ کو ظاہر پر قیاس کرتا ہے۔ اور وہ غلط عقیدہ قائم کرتا ہے چونکہ روح ہماری دنیوی باتوں کی مانند ہے جس طرح ہم ایک مقام پر ہوں تو دوسرے مقام پر نہیں جاسکتے اس طرح روح کا تعلق بھی ایک مقام پر رہ کر دوسری جگہ قائم نہیں ہوسکتا اور یہ نظریہ غلط ہے۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے بھی دیکھا اور چھٹے آسمان پر بھی جہاں ان کی مثالی روح جسم میں موجود تھی ملاحظہ فرمایا۔ پس ان کی روح کا تعلق اس بدن سے بھی قائم تھا جہاں وہ نماز ادا کر رہے تھے اور یہاں بھی (چھٹے آسمان پر) کہ سلام کا جواب دے رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ روح کا بدن میں اس حال میں لوٹایا جانا کہ وہ رفیق اعلیٰ میں بھی ہو بالکل درست ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ روح اور بدن میں واضح فرق ہے۔

بعض علماء نے اسی کو مثال سے بتلایا ہے کہ جس طرح شمس (سورج) کا وجود آسمان پر ہے لیکن اس کی روشنی زمین پر دیکھی جاتی ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو کوئی میری قبر مبارک کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اسے میں خود سنتا ہوں اور جو کوئی دور سے پڑھتا ہے تو وہ درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔

اس بات مین کوئی شک نہیں کہ انسان کی روح یا تو رسولوں کی روحوں کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہوتی ہیں یا پھر زمین وآسمان کے درمیان برزخ میں یا پھر سجین میں لیکن ہر صورت میں اس کا رابطہ جسم سے ضرور رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ پہچانتا ہے، سنتا ہے، نماز پڑھ سکتا ہے اور تلاوت قرآن بھی کرسکتا ہے۔

مگر یہ بات عجیب اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ ہماری دنیا میں اس سے ملتی جلتی کوئی مثال صراحۃً نہیں ملتی۔ کیونکہ آخرت اور عالم برزخ کے معاملات ہمارے دنیوی معاملات سے الگ ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی چاہے نیک ہو یا برا اس کا ٹھکانہ ہمیشہ ایک ہی مقام نہیں ہوتا اگرچہ روحوں کے ٹھہرنے کے مقام الگ الگ ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان کا تعلق اپنے جسموں سے ہوتا ہے اور وہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ ان روحوں کے لئے لکھا گیا انعام یا عذاب بھی ان کو ملتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں بند ہوتی ہیں لیکن ہر روح کا تعلق اپنے جسموں سے معنوی طور پر ضرور ہوتا ہے جو کہ ہماری اس زندگی سے ملتا جلتا نہیں ہے لیکن سونے والے کا حال اس حالت سے کچھ ملتا جلتا ہے۔ لیکن روح کا تعلق اپنے جسم سے اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ یہ روایات جو کہ ظاہری طور پر ایک دوسرے سے تعارض رکھتی ہیں۔ ان میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے۔ جیسے کہ بعض احادیث کا مفہوم ہے کہ روحوں کا جائے مقام علیین، سجین، یا چاہ زمزم ہے اور حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی بعض دوسری روایات سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ ارواح کے ٹھہرنے کا مقام ان کی قبروں کا صحن ہوتا ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ ارواح کو اس عالم میں تصرف کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔ جبکہ ارواح علیین یا سجین سے اپنے مقام پر آتی

ہیں۔ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ میت کو اگر ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کریں یا پھر میت کے اجزائے بدن منتشر ہو گئے ہوں تب بھی روح اور بدن کا رابطہ ختم نہیں ہوتا۔

صاحب الافصاح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

جن روحوں پر انعام ہوتا ہے ان کی کیفیت مختلف ہوتی ہے جیسے

(ا) بعض سبز پرندوں کے اندر ہوتی ہیں جبکہ بعض چڑیوں میں بعض درختوں پر، کچھ اپنے نیک اعمال کی صورت اختیار کر کے سیر کرتی ہیں یہاں تک کہ اپنے جسم کو دیکھنے آتی ہیں۔ اور کچھ وصال کرنے والوں سے ملاقات بھی کرتی ہیں۔ بعض حضرت میکائیل اور بعض حضرت آدم علیہ السلام کی نگرانی میں ہوتی ہیں۔ جبکہ بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگرانی میں ہوتی ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روحوں سے متعلق یہ بہترین قول ہے جس سے تمام احادیث میں تطبیق ہوگی ہے اوران کا تعارض بھی ختم ہو گیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب القبر میں شہیدوں کی روحوں کے متعلق حضرت ابن مسعود اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ حادیث نقل کر کے یہ ہی بیان فرمایا ہے اس کے بعد انہوں نے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ حدیث بیان کی ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اسے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند کے بارے فرمایا کہ اسے جنت میں دودھ پلایا جائے گا جبکہ وہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ اس بحث سے ان مختلف احادیث میں امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روحیں چار قسموں کی ہیں۔

(۱) نبیوں علیہم السلام کی روحیں:

یہ ان کے جسموں سے نکل کر کستوری اور کافور کی صورت ہو جاتی ہیں اور جنت میں قیام فرما کر کھاتی ہیں اور انعام پاتی ہیں اور رات کے وقت عرش کی قندیلوں کی طرف چلی جاتی ہیں۔

(۲) نیک شہیدوں کی روحیں:

یہ اپنے جسموں سے نکل کر جنت کے سبز پرندوں کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہیں اور انعامات پاتی کھاتی پیتی ہیں اور پھر رات کو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف جاتی ہیں۔

(۳) جنت کے چاہنے والوں کی روحیں:

یہ جنت میں چلی جاتی ہیں اور ان کو کھانے وغیرہ سے کوئی التفات نہیں ہوتا اور گناہگار مسلمانوں کی روحیں زمین اور آسمان کے درمیان فضاء میں ہوتی ہیں۔

(۴) کافروں کی روحیں:

یہ کالے پرندوں کے پیٹ میں ساتویں زمین کے نیچے مقام سجین میں ہوتی ہیں وار ان کا تعلق اپنے جسموں سے ہوتا ہے۔ ان کو عذاب دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ان کے جسم بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح سورج ہوتا تو آسمان میں لیکن اس کی روشنی زمین پر بھی ہوتی ہے۔

باب نمبر ۱۹:

ذکر رضاع اطفال المومنین وحضا نتهم

(مومنوں کے بچوں کا دودھ پینے اور پرورش کا بیان)

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کل مولود یولد فی الاسلام فهو فی الجنة شعبان ریال یقول یارب اورد علی ابوی۔ (کتاب العزاء۔ شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر جنم لیتا ہے اور وہ جنت کی سیر کرتا ہے اور اللہ سے عرض کرتا ہے کہ میرے ماں باپ کو میری طرف بھیج دے۔

(۲) وعن خالد بن معدان قال من الجنة شجرة یقال لها طوبی کلها ضروع فمن مات من الصبیان الذین یرضعون رضع من تلك الشجرة وحاضنهم خلیل الرحمن علیه السلام۔ (شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جنت کا ایک طوبیٰ نامی درخت ہے وہ تمام کا تمام دودھ دینے والا ہے۔ جب کوئی دودھ پیتا بچہ مرتا ہے تو اس درخت سے دودھ پلایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اس کی کفالت فرماتے ہیں۔

(۳) وعن خالد بن معدان قال ان فی الجنة شجرة یقال لها طوبی کلها ضروع یرضع منها صبیان الجنة وان سقط المرءة یکون فی نهر من انهار الجنة یتقلب فیه حتی تقول الساعة فیبعث ابن اربعین سنة۔ (احوال القبور)

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے اور وہ دودھ دینے والا درخت ہے اس سے جنت میں چھوٹے شیر خوار بچے دودھ پئیں گے۔ اور جو بچہ پورا بننے سے پہلے مر گیا وہ جنتی نہروں میں سے ایک نہر میں ہوگا۔ وہاں کھیلے گا اسی طرح قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ چالیس سال کی عمر میں اٹھایا جائے گا۔

(۴) وعن عبيد الله بن عمر قال ان فی الجنة شجرة لها ضروع كضروع البقر يتغذى بهاولدان اهل الجنة۔ (احوال القبور۔ شرح الصدور)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے گائے کے تھنوں کی طرح اس کے تھن ہوتے ہیں جنتیوں کے بچے اس سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

(۵) وعن طريق ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اولاد المومنين فی الجنة يكفلهم ابراهيم وسارة حتى يردهم الى ابائهم يوم القيامة۔ (جامع کبیر)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنتی مسلمانوں کے بچے جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کفالت میں ہوتے ہیں اور بروز قیامت انہیں ان کے ماں باپ کی طرف لوٹایا جائے گا۔

✡✡✡✡✡

فضائل شہادت

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

اقسام شہداء	621
شہادت کی سات اقسام	621
ضروری وضاحت	622
شہید عورت	622
کون شہید؟	622
طعن اور طاعون کی موت پر شہادت کا اجر	623
یوم قیامت کستوری کی خوشبو	624
طاعون مومنوں کیلئے رحمت ہے	625
چار چیزیں شہادت کا مرتبہ رکھتی ہیں	625
ذات الجنب کی بیماری	625
بے وطن موت	626
مسافر کی موت	626
بیماری میں موت	626
میدان جنگ میں گر کر مرنا	626
قبر میں فرشتوں کے سوال سے محفوظ	626
ملکی سرحد کی حفاظت پر موت	627
سمندر میں ڈوبنے والا شہید	627
کون کون شہید ہے؟	627

مال وجان کی حفاظت میں مرنے والا شہید	628
مظلوم کی موت	628
دفاع میں ہتھیار اٹھانے والا	628
ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے والا	628
ڈسنے کی وجہ سے موت	629
سانپ کے ڈسنے پر موت	629
بیماری کی حالت میں موت	629
پاک دامنی پر موت	630
سمندر میں جی متلانے پر موت	630
راہ خداوندی میں موت	630
دوران جہاد بستر پر موت	631
بادشاہ کے ظلم پر موت	631
عورت کیلئے شہادت کا حصول	631
بے وطن موت	631
پانچ شہید	632
شہادت کی دعا	632
فطری موت پر بھی شہادت کا درجہ	632
حصول شہادت کا وظیفہ	633
سنت پر قائم رہنے والے کو شہادت کا اجر	633
دوران تعلیم موت	633
بیماری کی حالت میں آیت کریمہ پڑھنے پر شہادت کا مرتبہ	633

سچا امانت دار تاجر	634
غلہ مسلمانوں کو پہنچانے پر شہادت کا اجر	634
اہل وعیال کو حلال کھلانے پر شہداء میں شمار	635
لوگوں سے نیک سلوک پر اجر	635
ثواب کیلئے اذان دینے والا	635
خون بند نہ ہونے پر موت	636
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والا شہید ہے	636
اجر شہادت کیلئے عظیم وظیفہ	636
صبح وشام کا عظیم وظیفہ	637
سورۃ حشر آیات کا ثواب	637
جمعہ کے دن موت	637
ولادت کی تکلیف پر موت	638
شہادت کا اجر کن کے مقدر میں	638
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا	638
صدق دل سے شہادت کی طلب	639
طلب شہادت کی آرزو	639
صدق دل سے بارگاہ خداوندی میں شہادت کی دعا	639
شہادت کے فیصلے کی رات	640

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله الذی فتح ابواب السعادة لمن شاء من عبادة ومنح اسباب الشهادة لمن اصطفاه وخصه باسعاده والصلاة والسلام علی سیدنا محمد ذی الخصائص۔ التی لا یحصیها حافظ یا عداده وعلی آله واصحابه وانصاره واجناده۔

اقسام شہداء:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء پانچ ہیں۔ (۱) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۲) طاعون سے مرنے والا، (۳) کنویں کی دیوار میں دب جانے والا (۴) زلزلہ میں دب جانے والا یہ سب صورتیں یہاں مراد ہوسکتی ہیں) اور (۵) جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہونے والا۔ (بخاری کتاب الاذان، مسلم، ترمذی، احمد، موطا امام مالک)

شہادت کی سات اقسام:

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم شہادت کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں شہید ہوجانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہادت کی سات اقسام ہیں۔

(۱) جہاد میں شہید ہونے کے علاوہ (۲) طاعون میں مرنے والا بھی شہید ہے (۳) پانی میں مرنے والا بھی شہید ہے (۴) ذات الجنب کی بیماری میں مرنے والا بھی شہید ہے (۵) اور جو کسی گرنے والی چیز کے نیچے دب کر مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ اور (۶) جو عورت جُمع (یعنی حاملہ یا کنواری) کی حالت میں مرے وہ بھی شہید ہے۔ (مسلم، بیہقی بخاری، ابن حبان)

ضروری وضاحت:

امام بن اثیر نهایه فی غریب الحدیث میں تموت بجمع شهیدة کا معنی لکھتے ہیں کہ وہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور وہ فوت ہو جائے اور بعض علماء اس کا یہ معنی لکھتے ہیں کہ وہ عورت جو کنواری حالت میں فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ عورت اس حالت میں فوت ہوئی کہ اس میں جمع ہو جیسے حمل یا بکارت حمل کی حالت میں اس کو شہادت اس لئے ملے گی اس میں ایک جان کی پرورش ہو رہی تھی اور بکارت کی حالت میں اس طرح کے اس نے اپنے آپ کو پاک دامن رکھا تھا۔ واللہ اعلم

شہید عورت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورت حمل سے لے کر وضع حمل تک پھر دودھ چھڑانے تک جہاد فی سبیل اللہ میں پہرہ دینے والے شخص کی طرح ہے پھر جب وہ ان حالتوں میں سے کسی حالت میں فوت ہو جاتی ہے تو اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ (ابونعیم حلیۃ الاولیاء ج ۳)

کون شہید؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم اپنے ہاں کس کو شہید کہتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اس کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے اللہ کی راہ میں مارا جانا بھی شہادت ہے اور طاعون سے مرنا بھی شہادت ہے ہے غرق ہو جانا بھی شہادت ہے سیلاب میں بہہ جانا بھی شہادت ہے اور پیٹ کی بیماری میں مر جانا

بھی شہادت ہے۔ (طبرانی فی الکبیر)

امام احمد نے مسند میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے جبکہ میں انصار کے لوگوں میں مریض پڑا تھا...... (الحدیث) اس میں سوائے قتل، نفاس والی عورت اور غرق ہونے کے دیگر شہداء کا ذکر نہیں فرمایا

اور دوسری سند سے امام احمد نے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری میں عیادت کیلئے آئے اور پوچھا تم جانتے ہو میری امت میں شہید کون ہیں تو حاضرین خاموش ہو گئے تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ٹیک لگا دو تو لوگوں نے ان کو ٹیک لگا دیا پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جہاد میں) ثابت قدم رہنے والا اور اس میں اللہ سے ثواب کی امید رکھنے والا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے اللہ کی راہ میں قتل ہونا بھی شہادت ہے، طاعون سے مرنا بھی شہادت ہے، پانی میں غرق ہو جانا بھی شہادت ہے اور ہمیشہ کی مرض میں مرنا بھی شہادت ہے اور نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت کو اس کا بچہ اپنے ناڑے کے ساتھ جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ پیٹ کی مرض سے مراد استسقاء کی مرض ہے یا اسہال کی مرض ہے۔

طعن اور طاعون کی موت پر شہادت کا اجر:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت طعن اور طاعون میں ختم ہو گی عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعن کو تو ہم جانتے ہیں طاعون کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دشمن

جنات کا چوکا ہے اور ہر ایک (یعنی طعن اور طاعون) سے شہادت ہی حاصل ہوتی ہے۔ (مسند احمد)

اور امام طبرانی نے بھی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ایک حدیث روایت کی ہے۔

یوم قیامت کستوری کی خوشبو:

حضرت عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوم قیامت شہداء اور طاعون سے مرنے والوں کو پیش کیا جائے گا تو طاعون والے کہیں گے ہم بھی شہداء ہیں تو (فرشتوں کو) حکم ہوگا دیکھو اگر ان کے زخم شہداء کے زخموں کی طرح خون بہا رہے ہیں اور ان سے کستوری کی خوشبو آرہی ہے تو یہ شہداء ہیں تو فرشتے ان کو ایسا ہی پائیں گے۔ (طبرانی کبیر)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اوپر جس حدیث کا اشارہ دیا ہے وہ یہ ہے:۔

شہداء اور جو لوگ اپنے بستروں پر فوت ہوئے ہوں گے اللہ کے سامنے طاعون میں مرنے والوں کے متعلق جھگڑا کریں گے شہداء کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں یہ بھی ایسے ہی قتل ہوئے جیسے ہم قتل کیے گئے اور بستروں پر مرنے والے کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں جو اپنے بستروں پر فوت ہوئے ہیں جیسے ہم اپنے بستروں پر فوت ہوئے ہیں۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا ان کے زخموں کی طرف دیکھو اگر ان کے زخم مقتولوں کے زخم کی طرح ہیں تو یہ انہیں میں سے ہیں اور انہیں کے ساتھ رہیں گے تو ان کے زخم ان کے زخموں کی طرح کے ملیں گے۔

فائدہ:

اس حدیث کو امام نسائی نے سنن میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

طاعون مومنوں کیلئے رحمت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ یہ ایک عذاب ہے اللہ جس پر چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔ اور اس کو مومنوں کیلئے رحمت بنا دیتا ہے پس جو شخص بھی طاعون میں فوت ہو گیا اور اسی شہر میں صبر کے ساتھ اللہ کی رضا پر راضی رہا اور وہ جانتا تھا کہ اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی مگر جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دی ہے تو اس کو شہید کی مثل اجر ملے گا۔

(بخاری، نسائی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کے متعلق فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے جو اس میں صبر کرے گا اس کیلئے شہید کا اجر ہوگا۔

چار چیزیں شہادت کا مرتبہ رکھتی ہیں:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چار چیزیں مسلمانوں کے لئے شہادت کا درجہ رکھتی ہیں طاعون میں مرنا، نفاس میں مرنا، ڈوب جانا، پیٹ کی بیماری میں مرنا۔ (عبدالرزاق المصنف)

ذات الجنب کی بیماری:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذات الجنب کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔

فائدہ:

ذات الجنب ایک قسم کا پھوڑا ہوتا ہے جو مریض کے پہلو میں اندر کی

جانب نکلتا ہے اور اس کا رخ اندر کی جانب ہوتا ہے اس سے کوئی مریض بڑی مشکل سے ہی بچتا ہے۔

بے وطن موت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے وطن کی موت شہادت ہے۔

مسافر کی موت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسافر کی موت شہادت ہے۔

بیماری میں موت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخار میں مرنا بھی شہادت ہے۔ (دیلمی مسند الفردوس)

میدان جنگ میں گر کر مرنا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص جہاد میں اپنے جانور سے گر کر مر گیا وہ بھی شہید ہے۔ (مسند ابویعلی)

قبر میں فرشتوں کے سوال سے محفوظ:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ایک دن جہاد میں پہرہ دینا ایک مہینہ کے روزوں اور عبادت کے برابر ہے اور جو پہرہ میں مر گیا اس کیلئے اس کے وہ نیک اعمال لکھے

جاتے رہیں گے جو وہ کیا کرتا تھا اور اس سے قبر کے فرشتے سوال نہیں کریں گے اور وہ قیامت کے دن شہید بن کر اٹھے گا۔ (طبرانی)

ملکی سرحد کی حفاظت پر موت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو (جہاد یا ملکی سرحد پر) پہرہ دیتے ہوئے فوت ہوا وہ شہید ہو کر فوت ہوا۔

فائدہ:

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ جو پہرہ دیتے ہوئے فوت ہوا وہ شہید ہو کر مرا اس کو قبر کے سوالوں سے بچایا جائے گا اور جنت کا صبح وشام کا کھانا کھلایا جائے گا۔ (از مترجم)

سمندر میں ڈوبنے والا شہید:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا اور اس کو درندے کھا گئے اور جو دریاؤں اور سمندروں میں غرق ہوا وہ اللہ کے نزدیک شہید ہے۔ (عبدالرزاق، طبرانی)

کون کون شہید ہے؟

حضرت عنترہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس کو شہید سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جو جہاد میں مارا جائے۔ فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے جو جہاد میں قتل ہو وہ بھی شہید ہے، اور نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت بھی شہید ہے، غرق ہونے والا بھی شہید ہے سل میں مرنے والا بھی شہید ہے، جل مرنے والا بھی شہید ہے، بے وطن ہو کر مرنے والا بھی شہید ہے۔ (طبرانی کبیر)

مال وجان کی حفاظت میں مرنے والا شہید:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل خانہ کی عزت کی حفاظت کرنے میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت اور دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

مظلوم کی موت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ظلماً قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ (مسند احمد)

دفاع میں ہتھیار اٹھانے والا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوۃ اپنے دل کی خوشی سے ادا کی اور اس سے اللہ کی رضا اور آخرت مقصود تھی اور اس نے اپنے مال سے کچھ بھی (محصلین زکوۃ کے سامنے) نہیں چھپایا پھر اگر اس کے حق میں زیادتی کی گئی تو اس نے (دفاع کیلئے) ہتھیار اٹھالئے اور لڑنے لگا اور مارا گیا تو وہ شہید ہے۔

(طبرانی، حاکم مستدرک)

ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے والا:

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک کون سا شہید زیادہ عظمت رکھتا ہے؟ فرمایا وہ شخص جو کسی ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کو نیکی کا حکم کیا اور برائی سے روکا تو

اس نے اس کو قتل کر دیا یعنی وہ عظمت میں بلند مرتبہ ہے۔ (بزار)

ڈسنے کی وجہ سے موت:

حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس کے گھوڑے یا اونٹ نے گرا کر گردن توڑ دی یا اس کو کسی بلا نے ڈس لیا یا جہاد کے دوران اپنے بستر پر جس طرح سے بھی فوت ہوا تو وہ بھی شہید ہے۔ (طبرانی، حاکم)

سانپ کے ڈسنے پر موت:

حضرت سراء بنت نبہان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سانپوں کے متعلق پوچھا گیا کہ ان میں سے کس کس کو مارا جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے جو بھی سامنے آئے اس کو مار ڈالو چاہے بڑا ہو یا چھوٹا، سیاہ ہو یا سفید، میری امت میں سے جس نے بھی اس کو مارا یہ اس کیلئے دوزخ سے جان بخشی کا سبب بن جائے گا، اور جس کو اس سانپ نے مار دیا وہ شہید ہوگا۔
(طبرانی کبیر)

بیماری کی حالت میں موت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیمار ہو کر مرا وہ بھی شہید ہو کر مرا اس سے قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ اور اس کو صبح و شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

فائدہ:

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں مریض سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا یہ معنی ایک دوسری حدیث کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے روایت کرنے میں راوی نے غلطی کی ہے اس حدیث کے الفاظ میں ''من مات مرابطا......'' ہیں (نہ کہ ''من مات مریضا،، جیسا کہ ان الفاظ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

پاک دامنی پر موت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے عشق کیا پھر پاک دامن رہا اور اس کو دبائے رکھا اور اسی حالت میں مرگیا تو وہ شہید ہے۔ (خطیب فی التاریخ، دیلمی مسند الفردوس)

سمندر میں جی متلانے پر موت:

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سمندر میں جی متلانے اور سر چکرانے والے کیلئے جس کو قے بھی آجائے شہید کا ثواب ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ:

مقام شہادت کسی بڑی فضیلت یا بڑی مصیبت پر ملتا ہے اور عشق مجازی کے بعد خود کو گناہ سے بچانا بھی جہاد فی سبیل اللہ کے درجہ میں ہے کیونکہ اس اپنے نفس کو لذت گناہ سے محفوظ رکھا پس جس طرح مجاہد خدا کا نام بلند کرنے کے لئے اپنی جان بارگاہ ربوبیت میں پیش کرتا ہے تو اسی طرح یہ عاشق مجازی بھی اپنے نفس کی خواہش کے خلاف عمل کرتا ہے۔ (از مترجم)

راہ خداوندی میں موت:

حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں فوت ہونے والا شہید ہے۔ (عبدالرزاق المصنف)

دوران جہاد بستر پر موت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد فی سبیل اللہ میں بستر پر فوت ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور فرمایا کہ یہی بات پیٹ کی بیماری میں مرنے والے اور اچھو (گلے میں کھانے یا پانی کا پھندا پڑنے) سے مرنے والے اور غرق ہو جانے والے اور جس کو درندے پھاڑ کھائیں اور جو اپنی سواری کے جانور (وغیرہ) سے گر کر مر جائے کے متعلق بھی کہی جاتی ہے۔ (طبرانی)

بادشاہ کے ظلم پر موت:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کو بادشاہ ظلماً قید کر دے اور وہ جیل میں ہی مر جائے تو وہ شہید ہے اور جس کو بادشاہ مارے اور وہ ضرب سے مر جائے تو وہ بھی شہید ہے اور ہر مومن جو فوت ہو وہ شہید ہے۔

عورت کیلئے شہادت کا حصول:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے عورتوں پر غیرت لکھی ہے اور مردوں پر جہاد پس جو عورت ثابت قدم رہی اس کو شہید کا اجر ملے گا۔ (بزار، طبرانی)

بے وطن موت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے وطن کی موت شہادت ہے۔ (ابوداود، بیہقی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو بے وطنی میں مرا وہ شہید ہے۔

پانچ شہید:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ڈوب مرنے والا شہید ہے، جل مرنے والا شہید ہے، بے وطن مرنے والا شہید ہے، ڈسنے پر مرنے والا شہید ہے، اور پیٹ کے مرض میں مرنے والا شہید ہے۔
(ابن عساکر فی التاریخ)

شہادت کی دعا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید تو کوئی نہیں مگر جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا۔ فرمایا اے عائشہ پھر میری امت کے شہید بہت کم رہ جائیں گے جو شخص روزانہ پندرہ مرتبہ یہ دعا کرے گا۔

اللھم بارك لی فی الموت وفیما بعد الموت۔

ترجمہ: اے اللہ میری موت میں برکت عطا فرما۔

اور موت کے بعد بھی پھر وہ بستر پر مر گیا تو بھی اللہ اس کو شہید کا ثواب عطا کرے گا۔ (طبرانی)

فطری موت پر بھی شہادت کا درجہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم اپنے ہاں کس کو شہید کہتے ہو؟ عرض کیا جسے اسلحہ سے مارا جائے فرمایا کتنے لوگوں کو اسلحہ مارا جاتا ہے۔ مگر وہ شہید نہیں ہوتے اور کتنے وہ ہیں جو اپنے بستر پر اپنی موت آپ مرتے ہیں اور وہ اللہ کے ہاں صدیق اور شہید ہوتے ہیں۔
(ابونعیم حلیۃ الاولیاء)

حصول شہادت کا وظیفہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر مہینہ تین روزے رکھے اور گھر اور سفر میں وتر نہ چھوڑے تو اس کیلئے شہید کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ (طبرانی کبیر)

سنت پر قائم رہنے والے کو شہادت کا اجر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میری امت کے بگڑ جانے کے وقت جو میری سنت پر مضبوطی سے چلتا رہے گا اس کیلئے شہید کا اجر ہے۔ (طبرانی اوسط)

دوران تعلیم موت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دین کا ایک مسئلہ جس کو کوئی شخص سیکھتا ہے میرے نزدیک ہزار رکعات نفل پڑھنے سے افضل ہے اور یہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب طالب علم پر موت آتی ہے اور وہ اسی حالت میں ہوتا ہے تو وہ شہید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دین کے طالب علم کی موت آتی ہے اور وہ طلب علم کی حالت میں فوت ہوتا ہے تو وہ شہید ہے۔ (مسند بزار)

بیماری کی حالت میں آیت کریمہ پڑھنے پر شہادت کا مرتبہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں اللہ کا اسم اعظم نہ بتاؤں؟ وہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا ہے تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ حضرت یونس علیہ السلام کیلئے خاص تھی؟

فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا وار ہم نے یونس کو غم سے نجات دی وار اسی طرح ہم مومنین کو بھی نجات دیتے ہیں۔ پس جب بھی کوئی مسلمان ان الفاظ میں چالیس مرتبہ اپنی بیماری کے دنوں میں دعا کرے گا اور اسی بیماری میں فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا مرتبہ دے گا اور اگر شفا ہو جائے گی تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (حاکم مستدرک)

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح کے متفق علیہ درجہ تک تو نہیں پہنچی لیکن اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ اس نے صداقت اور حق کی شہادت اور مخلوق کی خیر خواہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شہادت اور مخلوق کی خیر خواہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے حکم کی پیروی کی تاجروں کی مذمت والی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں گناہگار، ریاکار اور حریص تاجر مراد ہیں جیسا کہ اس حدیث کا قرینہ اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور اگر تجارت امانت اور دیانت کے ساتھ ہو تو یہ محبوب ومطلوب ہے اسی لئے سلف فرمایا کرتے تھے کہ تجارت کیا کرو کیونکہ اب ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر تم میں سے کسی کو حاجت لاحق ہو تو وہ سب سے پہلے اپنے دین کو بیچ کر کھائے گا۔

سچا امانت دار تاجر:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (حاکم مستدرک)

اور ایسی ہی ایک روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

غلہ مسلمانوں کو پہنچانے پر شہادت کا اجر:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: جو شخص غلہ مسلمانوں کے کسی شہر کی طرف لے جائے گا تو اس کو شہید کا ثواب ملے گا۔ (دیلمی)

اہل وعیال کو حلال کھلانے پر شہداء میں شمار:

حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنی بیوی اور اپنی اولاد اور اپنے تابع لوگوں کیلئے رزق کمائے گا ان میں اللہ کا حکم نافذ کرے گا اور ان کو حلال کھلائے گا، اللہ پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کو شہداء کا درجہ عطا کرے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی سند درست نہیں ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کے حوالہ سے واقف نہیں ہوا لیکن اہل وعیال کیلئے کمانے کی فضیلت کی بہت سی احادیث آئی ہیں اور یہ حدیث ان میں سے ایک ہے۔

لوگوں سے نیک سلوک پر اجر:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں کی خاطر مدارات رکھے گا اور ان کے ساتھ اچھے انداز سے زندگی گزارے گا تو وہ شہادت کا درجہ پائے گا۔ (دیلمی)

ثواب کیلئے اذان دینے والا:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کے ثواب کی امید پر اذان دینے والا اس شہید کی طرح جو اپنے خون میں لت پت ہو کر فوت ہوا اور جب یہ فوت ہوا تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔ (یعنی قبر کی مٹی سے محفوظ رہے گا) (طبرانی)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے

برف سے غسل کر لیا تھا اور اس کی سردی سے فوت ہو گیا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تو شہید ہے۔

خون بند نہ ہونے پر موت:

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں (حج کے دوران) سر منڈایا جبکہ ان کے سر میں کوئی رسولی تھی اور وہ کٹ گئی (جس سے خون نہ رک سکا) وہ فوت ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو شہید ہی سمجھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والا شہید ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمت بھیجے گا اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے درمیان منافقت اور دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے اور اس کو قیامت کے دن شہداء کا قرب عطا کرے گا۔

(طبرانی اوسط)

اجر شہادت کیلئے عظیم وظیفہ:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص صبح وشام یہ دعا پڑھے گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْھَدُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ، اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ، اِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرُكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی

معبود نہیں ہے تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور اپنے اوپر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔

اگر اس نے یہ کلمات صبح کے وقت پڑھے اور شام سے پہلے اسی دن مر گیا تو وہ شہید ہے اور اگر ان کو شام کے وقت پڑھا اور اسی رات مر گیا تو وہ شہید ہے۔

صبح وشام کا عظیم وظیفہ:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح وقت تین مرتبہ یہ کہے

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم۔

اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھے: اللہ تعالیٰ اس کیلئے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دے گا جو اس کیلئے شام تک رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اگر وہ اس دن میں مر گیا تو وہ شہید ہے اور جس نے یہ کلمات شام کے وقت پڑھے تو اس کا بھی یہی ثواب ہے۔ (ترمذی، کتاب ثواب القرآن)

سورۃ حشر آیات کا ثواب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو وصیت فرمائی تھی کہ جب وہ بستر پر لیٹے تو سورۂ حشر پڑھ لیا کرے اور فرمایا کہ اگر تو اس حالت میں مر گیا تو شہید ہے۔ (ابن سنی عمل الیوم واللیل)

جمعہ کے دن موت:

حضرت ایاس بن بکیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا اس کا اجر شہید کا لکھا جائے گا اور وہ قبر

کے سوال و جواب سے محفوظ ہو جائے گا۔ (جمع الجوامع السیوطی)

ولادت کی تکلیف پر موت:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میری امت میں تم کن کو شہداء سمجھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جو جہاد میں مارا جائے۔ فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم رہیں گے، جہاد میں مرنا بھی شہادت ہے، پیٹ کے مرض میں مرنا بھی شہادت ہے اور طاعون سے مرنا بھی شہادت ہے اور پانی میں غرق ہو جانا بھی شہادت ہے اور وہ عورت بھی شہید ہے جو بچہ کی ولادت کی تکلیف میں فوت ہو جائے۔ (مسند احمد، بیہقی)

شہادت کا اجر کن کے مقدر میں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم اپنے ہاں کس کو شہداء سمجھتے ہو؟ ہم نے کہا اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہے پیٹ کی مرض میں جہاد میں مرنے والا شہید ہے جہاد میں اپنی سواری سے گرنے والا بھی شہید ہے، پانی میں ڈوب کر مرنے والا بھی شہید ہے اور ذات الجنب کی بیماری میں مرنے والا بھی شہید ہے۔ (بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنا:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری میں عیادت کیلئے آئے اور پوچھا تم جانتے ہو میری امت میں شہید کون ہیں تو حاضرین خاموش ہو گئے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرنے والا اور اس میں اللہ سے ثواب کی امید رکھنے والا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں

گے اللہ کی راہ میں قتل ہونا بھی شہادت ہے، طاعون میں مرنا بھی شہادت ہے، پانی میں غرق ہو جانا بھی شہادت ہے اور پیٹ کی مرض میں مرنا بھی شہادت ہے اور نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت کو اس کا بچہ اپنے ناڑے کے ساتھ جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا، اور آگ میں جلنا اور سل کی بیماری (میں مرنا بھی شہادت ہے)۔ (مسند احمد)

صدق دل سے شہادت کی طلب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سچے دل سے شہادت کو طلب کیا اللہ اس کو اس درجہ تک پہنچا دے گا اگرچہ وہ شہید نہیں ہوا ہوگا۔ (مسلم)

طلب شہادت کی آرزو:

حدیث میں ہے کہ جس نے دل سے جہاد میں شہادت طلب کی پھر وہ فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر دے گا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرح کی حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

صدق دل سے بارگاہ خداوندی میں شہادت کی دعا:

حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے اسی کے راستہ میں سچے دل سے شہادت کا سوال کیا پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں سچے دل سے شہادت کا سوال کیا پھر فوت ہوا یا قتل ہوا تو اس کو شہادت کا درجہ ملے گا۔ (طبرانی کبیر)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت مانگی اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مقامات تک پہنچا دے گا اگرچہ وہ بستر پر بھی فوت ہوا ہو۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

شہادت کے فیصلے کی رات:

حضرت محمد بن عباد مخزومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی مومن شہید نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا نام نو ذوالحج کی رات کو شہید ہونے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (کتاب العیدین المروزی)

❀❀❀

اللمعه فی الاجوبة السبعه

مردے سنتے اور جانتے ہیں

مصنف: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب نو

مولانا محمد عبد الاحد قادری

فہرست

سوالات	644
جوابات	644
مردہ جانتا اور پہچانتا ہے	645
مردے زندوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں	646
مردے سنتے ہیں	648
ارواح کا مقام	649
ارواح باہم ملاقات کرتی ہیں	654
قبر میں شہداء سے سوال نہیں ہوتا	656
قبر میں بچوں سے سوال نہیں ہوتا	656

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مترجم رسالہ مبارکہ قدیم اور نایاب ہے۔ جو زمانہ کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ میں احادیث پاک بزرگان دین اور سلف صالحین کے عقائد کو مفصل طریقہ سے لکھا گیا ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وہی عقائد بیان کیے جو آج ہمارے اہلسنت حنفی بریلوی حضرات کے ہیں اور یہ رسالہ نام نہاد عقائد باطلہ رکھنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس رسالہ کو اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم دین اور صوفی باصفا حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۳ء کو حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب رئیس اعظم لودھیانہ (انڈیا) کے حکم سے ترجمہ کیا اور شائع فرمایا اور دوسری مرتبہ اس رسالہ کو جامع مسجد نور اہلسنت و جماعت تلونڈی موسیٰ خاں ضلع گوجرانوالہ کے خطیب نے شائع کیا۔ اب یہ رسالہ مدت دراز سے نایاب ہو چکا تھا اس لیے اب اس رسالہ کو تیسری مرتبہ جدید انداز میں عنوانات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے میرے لیے اور میرے والدین کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور عقائد باطلہ رکھنے والوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

محمد عبدالاحد قادری

۱۶-محرم بروز اتوار ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۱-دسمبر ۲۰۱۱ء

گوگراں تحصیل، ضلع لودھراں

(حال مقیم سانده خورد، لاہور)

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد خاکسار ذرۂ بمقدار راجی رحمۃ بالقوی عاصی مشتاق احمد حنفی عرض کرتا ہے کہ یہ ترجمہ ہے حضرت خاتم المحدثین حافظ العصر علامہ الدہر مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ 'اللمعہ فی الاجوبۃ السبعہ' کا حضرت ممدوح نے رسالہ ہذا میں سات سوالات کے جوابات احادیث سے دیئے ہیں۔

سوالات

(۱) مردے زیارت کرنے والوں کی زیارت سے واقف ہوتے ہیں یا نہیں؟

(۲) زندوں کے حالات کی ان کو خبر ہے یا نہیں؟

(۳) لوگوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں۔ اور جو کچھ ان کے حق میں کہا جاتا ہے اس سے خبردار ہوتے ہیں یا نہیں۔

(۴) مرنے کے بعد ارواح کہاں ہوتی ہیں۔

(۵) مردے ایک دوسرے کو دیکھتے اور ملاقات کرتے ہیں یا نہیں۔

(۶) شہید سے قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں۔

(۷) بچوں سے قبر میں فرشتے سوال کرتے ہیں یا نہیں۔

پس علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ضروری مسائل ہیں۔ ان کی ضرورت زیادہ ہے۔ علماء نے ان مسائل کی نسبت ایسا کلام نہیں کیا۔ جس سے دل کی تسلی ہو جائے اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ احادیث وآثار جو ان مسائل کے متعلق ہیں رسالہ ہذا میں جمع کرتا ہوں۔

جوابات

(۱) یہ کہ مردے زیارت کرنے والوں کی زیارت سے واقف ہوتے ہیں یا نہیں۔

مردہ جانتا اور پہچانتا ہے:

یہ ہے کہ البتہ مردے زیارت کرنے والوں کی زیارت سے واقف ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب القبور'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر پر بیٹھے تو وہ مردہ خوش ہوتا ہے۔ اور انس حاصل کرتا ہے۔ سلام کا جواب دیتا ہے۔ جب تک کہ زیارت کرنے والا اٹھ کر اس سے جدا نہ ہو جائے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب استذکار اور تمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے جب کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر سے گذرے جس کو دنیا میں پہچانتا ہو۔ اور اس کو سلام کہے۔ تو مردہ اس کو پہچانتا ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے (اس حدیث کی ابو محمد عبدالحق نے تصحیح کی ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور باسناد متصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد اس شخص کی قبر پر گزرے جس کو دنیا میں پہچانتا ہو اور سلام کہے مردہ تو سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور اس کو پہچانتا ہے۔ او جو ایسے شخص کی قبر پر گزرے جس کو دنیا میں نہ پہچانتا ہو۔ مردہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ بلاشبہ جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے ایک دن بعد مردے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں۔ اور ضحاک سے روایت ہے کہ فرمایا جو شخص شنبہ کے دن آفتاب نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے مردہ اس سے

خبردار ہوتا ہے۔ لوگوں نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ اس کا سبب کیا ہے فرمایا جمعہ کے دن قرب واتصال زیادہ ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲) یہ کہ زندوں کے حالات سے مردوں کو خبر ہوتی ہے یا نہیں۔

مردے زندوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں:

بلاشبہ مردے زندوں کے حالات جانتے ہیں۔ اس لیے کہ امام احمد بن حنبل نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمہارے اعمال تمہارے اقربا مردہ اور عزیزوں متوفی کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جو برے ہوں تو خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تم مرنے سے پہلے سیدھے راستہ پر آ جاؤ۔ اور ہدایت حاصل کرو۔ جیسے ہم نے ہدایت پائی تھی۔

اور ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمہارے اعمال تمہارے عزیزوں اور اقربا کے سامنے ان کی قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں اگر اچھے ہوں وہ بشارت پاتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں اور اگر بُرے ہوں تو کہتے ہیں یا اللہ ان کو اپنی عبادت کی توفیق دے۔

اور طبرانی نے اوسط میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک جب مومن کی روح کو قبض کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بڑے رحمت والے اس کی پیشوائی کو آتے ہیں جیسا کہ دنیا میں خوشخبری دینے والے کے پاس آیا کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں

جلدی نہ کرو تاکہ آرام پائے اس لیے کہ وہ بہت محنت اور تکلیف کھینچے ہوئے آیا ہے اس کے بعد اس سے پوچھتے ہیں۔ کہ فلاں آدمی نے کیا کیا۔ اور فلاں عورت کے خاوند کا کیا ہوا۔ (یعنی اپنے واقفوں کے تمام حالات دریافت کرتے ہیں اور جب دریافت کرتے ہیں اس شخص کا حال جو فوت ہو چکا ہے کہتا ہے مجھ سے پہلے مر گیا پس وہ پڑھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون○

وہ دوزخ میں گیا جو اس کی اصل تھی بہت برا ٹھکانہ اور نہایت خراب جگہ ہے۔ اور فرمایا ہے تمہارے اعمال تمہارے ان اقارب اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ جو اہل آخرت میں نیک عمل سے خوش ہوتے ہیں بشارت پاتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ یہ تیرا ہی فضل ورحمت ہے اس پر پوری رحمت کرنا کہ اسی پر فوت ہوا اور جب گنہگاروں کے عمل پیش کیے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں اے پروردگار اس کو نیک کام کی توفیق دے کہ تیرے قرب ورضامندی کا سبب ہو۔

اور ابن ابی الدنیا نے کتاب منامات میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرمایا تمہارے عمل تمہارے مردوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے عمل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ اور جو بُرے عمل دیکھتے ہیں کہتے ہیں اے اللہ اس کو توبہ کی توفیق دے۔ اور سیدھے راستہ پر لا۔

اور حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیش کیے جاتے ہیں اعمال دوشنبہ اور جمعرات کو خدا تعالیٰ کے سامنے۔ اور انبیاء کے سامنے اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن۔ پس نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے گناہوں کے سبب اپنے مردوں کو رنج نہ پہنچاؤ۔

اور علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب منامات" میں متصل اسناد کے

ساتھ حضرت نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ فرمایا سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈرو خدا سے اپنے بھائیوں کے حق میں جو مردہ ہیں۔ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں۔

اور نیز متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو رسوانہ کرو اپنے اعمال کی بُرائی سے۔ اس لیے کہ تمہارے اعمال تمہارے اقارب عزیز مردوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

اور نیز روایت ہے ہلال بن ابی الدردا سے کہ فرماتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میرے خالو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن مجھ سے ناراض ہوں۔

اور نیز روایت کیا عبدالوہاب بن مجاہد سے انہوں نے اپنے باپ سے کہ فرمایا بشارت پاتا ہے باپ بیٹے کی نیکی سے جب کہ باپ کے مرنے کے بعد وہ نیک ہو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

✡✡✡✡✡

(۳) یہ کہ مردے لوگوں کی بات سنتے ہیں یا نہیں اور جو کچھ ان کے حق میں کہتے ہیں ان سے خبردار ہوتے ہیں یا نہیں۔

مردے سنتے ہیں:

مردے سنتے اور جانتے ہیں۔ اس لیے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مُسند میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردہ جانتا ہے اس کو جو اس کو نہلاتا ہے۔ اور جو

اٹھائے اور جو قبر میں رکھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دوسرے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابن ابی الدنیا وغیرہ نے مختلف اسنادوں کے ساتھ عمر بن دینار اور بکر بن عبداللہ المزنی وسفیان ثوری وغیرہ سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا مردہ کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے جب کہ مردہ کو غسل دیتے ہیں وہ فرشتہ ہمراہ قبر کی طرف جاتا ہے اور جب قبر میں رکھتے ہیں قبر میں چلا جاتا ہے پس اس وقت مردہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔

اور دوسری روایت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ فرمایا روح فرشتہ کے ہاتھ میں ہے جو جنازہ کے ہمراہ جاتا ہے اور کہتا ہے اس کو جو اس کے حق میں کہتے ہیں۔ جب قبر پر پہنچا روح کو میت کے ہمراہ دفن کرتا ہے۔

فائدہ:

مترجم کہتا ہے کہ شرح الصدور میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور زیادہ احادیث صحیحین وغیرہ سے مردہ کے بات سننے اور پہچاننے کے ثبوت میں لکھی ہیں مگر اس رسالہ میں کم ہیں اور یہ مسئلہ سماع موتی مختلف فیہ ہے۔ (از مترجم)

☆☆☆☆☆☆☆☆

(۴) یہ کہ مرنے کے بعد ارواح کہاں ہوتی ہیں۔

ارواح کا مقام:

یہ مسئلہ تمام مسائل سے زیادہ مشکل ہے اور مجھ کو جہاں تک معلوم ہے

پورا بیان کروں گا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کی روح پرندہ میں معلق ہے بہشت کے درختوں میں جس روز خدا تعالیٰ زندہ کرے گا اس کو جسم میں اس کے لوٹا دے گا۔ (یہ حدیث صحیح ہے) امام احمد بن حنبل بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور روایت کیا امام احمد اور طبرانی نے کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت امام ہانی رضی اللہ عنہا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہم مرنے کے بعد ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح معلق ہے پرندہ میں بہشت کے درخت میں قیامت کے دن تک پھر آجائے گی ہر ایک روح اپنے جسم میں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ شہیدوں کی روحیں خدا تعالیٰ کے پاس سبز پرندوں میں ہوتی ہیں۔ بہشت کی نہروں میں جس جگہ چاہتی ہیں پھرتی ہیں پھر آتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں میں جگہ پکڑتی ہیں۔

اور روایت کیا امام احمد اور ابوداؤد وحاکم وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے ہمراہی جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں میں رکھ دیا۔ بہشت کی ندیوں میں آتی ہیں اور بہشت کے میوہ کھاتی ہیں اور عرش کے نیچے سونے کے قندیلوں میں جگہ پکڑتی ہیں۔

اور روایت کیا امام احمد اور عبد بن حمید نے اپنی مُسند میں اور طبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہشت کی ندی کے کنارہ پر سبز قبہ میں شہید رہتے ہیں اور ہر صبح وشام بہشت سے ان کا رزق آتا ہے۔

اور روایت کیا بیہقی وطبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا ام بشر نے کہا اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو میرا اسلام کہو۔ پس حضرت کعب نے کہا خداتعالیٰ تمہیں بخشے اے ام بشر میں اس سے مشغول ہوں گا کہ کس کو سلام پہنچاؤں۔ پس ام بشر نے کہا کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بیشک مومن کی روح بہشت میں پھرتی ہے جس جگہ کو چاہتی ہے اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔ کہا میں نے سنا ہے۔ جواب دیا میری مراد یہی تھی۔

اور روایت کیا طبرانی نے، کہ رسول اللہ ﷺ سے ارواح مومنوں کا حال پوچھا گیا۔ فرمایا سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ پرندے جس جگہ بہشت میں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کافروں کی ارواح کہاں ہوتی ہیں فرمایا سجین میں محبوس ہوتی ہیں۔

یہ حدیث مرسل ہے۔ اور روایت کیا ہے امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں بیہقی اور ابن ابی داؤد نے کتاب بعث میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مومنوں کی اولاد بہشت کے ایک پہاڑ میں ہوتی ہے اور ان کی پرورش حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہا السلام فرماتے ہیں۔ جب تک کہ قیامت کے دن ان کے باپ کے پاس پہنچا دیں۔ حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

اور روایت کیا بیہقی نے دلائل میں او ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لائی گئی میرے سامنے سیڑھی کہ ارواح بنی آدم کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور کسی مخلوق نے اس سیڑھی سے بہتر نہیں دیکھا (کیا تو نہیں دیکھتا مرنے کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا اس معراج یعنی سیڑھی کو تعجب کے سبب انسان دیکھتا ہے) پس میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اس سیڑھی آسمان کی طرف گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ آسمان کا کھلوایا کھولدیا وہاں جاکر ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ پیش کرتے تھے۔ ان پر مومنوں کی ارواح کو ان کی اولاد سے فرماتے تھے۔ ہر ایک پاک ارواح اور پاک نفس ہے ان کو علیین میں رکھو۔ پھر فاجروں کی ارواح ان کی اولاد سے پیش کی گئیں۔ فرماتے تھے ہر ایک روح خبیث اور نفس ناپاک ہے ان کو سجین میں رکھو۔

اور ابونعیم اصفہانی نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک مومنوں کی ارواح ساتویں آسمان میں ہوتی ہیں۔ اور بہشت میں اپنے گھر دیکھتی ہیں۔ اس قدر مجھے مرفوع حدیثیں معلوم تھیں۔

اور اخبار موقوفہ جو سلف کرام سے منقول ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ فرمایا زمین میں سب سے بُری جگہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک جنگل ہے جس کو برہوت کہتے ہیں۔ اس جنگل میں کافروں کی ارواح کو رکھتے ہیں یہ جگہ حضر کے اطراف میں ہے۔

اور روایت کیا بیہقی نے بعث ونشور میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب

السنانات میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے کہ بیشک حضرت سلمان فارسی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا اگر تو اپنے پروردگار سے ملے تو پس خبر دے مجھ کو جو کچھ تو نے پایا۔ کہا کیا ملاقات ہوتی ہے زندوں کی مردوں کے ساتھ کہا ہاں مومنوں کی روحیں تو بہشت میں ہیں۔ پس یہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

اور بیہقی نے روایت کی اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ اور مروزی نے اسناد کے ساتھ کتاب جنائز میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرمایا مومنوں کی ارواح حضرت جبریل علیہ السلام کے پاس اوپر لیجاتے ہیں پس کہا جاتا ہے تم قیامت تک ان کے متولی رہو۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس طرح روایت کی ہے کہ فرمایا کافروں کی ارواح جمع کی جاتی ہیں برہوت میں جو حضر موت میں شور زمین میں ہے اور مومنوں کی ارواح جابیہ میں جمع کی جاتی ہیں۔ جو ایک مقام دمشق میں ہے۔

اور اسناد کے ساتھ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا۔ کہ کہا جنت الماوی میں سبز پرندے ہیں۔ تمہاری روحیں ان میں پھرتی ہیں۔ بہشت میں جس جگہ چاہتی ہیں۔ اور آل فرعون کی سیاہ ارواح پرندوں میں صبح شام آگ میں ہوتی ہیں اور مومنوں کے بچے بہشت کی چڑیوں میں ہوتے ہیں۔

اور ابونعیم نے حلیہ میں اسناد کے ساتھ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک ساتویں آسمان میں ایک گھر اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ جس کو بیضا کہتے ہیں۔ مومنوں کی ارواح اس میں جمع ہوتی ہیں جب دنیا میں سے کوئی آتا

ہے مومنوں کی ارواح ملنے کے لئے آتی ہیں۔ اور دنیا کی خبریں دریافت کرتی ہیں۔ جیسا کہ گھر والے اس سے دریافت کیا کرتے ہیں جو غائب ہو گیا ہو۔

اور ابن الدنیا نے حضرت مالک ابن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا مجھ کو یہ پہنچا ہے کہ مومنوں کی ارواح بہشت میں چھوڑی گئیں پھرتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

(۵) یہ کہ روحیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں یا نہیں؟

ارواح باہم ملاقات کرتی ہیں:

ارواح ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں اور جمع ہوتی ہیں۔ یہ امر مذکور ہے۔ حدیث حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میں جو طبرانی اور بیہقی میں مروی ہے۔ اور ابن ابی الدنیا نے بواسطہ ابن لیلیٰ ام بشر کی حدیث روایت کی ہے کہ جب حضرت بشر بن البراء کی وفات ہوئی اس کی والدہ بہت غمناک ہوئیں پس عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قبیلہ بنی سلمہ کے لوگ مرتے ہیں اگر مردے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کی معرفت اپنے بیٹے کو سلام بھیجوں جو فوت ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مردے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور پہچانتے ہیں۔ جیسے کہ پرندے درختوں کو پہچانتے ہیں۔ اسی لئے جب کوئی بنی سلمہ سے مرتا ام بشر آ کر سلام کرتی اور کہتی اے فلاں میرا سلام میرے بیٹے بشر کو پہنچانا۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مومنوں کی ارواح ایک مہینے کی راہ سے ملتی ہیں۔ حالانکہ ایک دوسرے کو ہرگز نہیں دیکھا ہو گا۔

اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مومن کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ پس مومنوں کی ارواح جو پہلے فوت ہو گئیں اس کے استقبال کو آتی ہیں۔ اور دنیا کے ملاقاتیوں (رشتہ داروں) کا حال دریافت کرتی ہیں۔ اگر وہ کہے میں ان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ خوش ہوتی ہیں اور جو کہے فلاں شخص پہلے مر گیا ہے کہتی ہیں اس کو ہمارے پاس نہیں لایا گیا۔

اور ابن ابی الدنیا نے عبید بن عمیر سے روایت کیا کہ جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو روحیں اس کے استقبال کو آتی ہیں اور دنیا کے ملاقاتیوں (رشتہ داروں) کا حال دریافت کرتی ہیں۔ جیسے آنے والے سے کرتے ہیں۔ فلاں شخص نے کیا کیا؟

اور روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سکرات موت کے وقت پانچ سو فرشتے مومن کی روح قبض کرنے کو حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس کی روح کو لے کر آسمان پر لے جاتے ہیں۔ مومنوں کی ارواح جو پہلے فوت ہو چکی ہیں۔ اس سے باتیں دریافت کرنے کے لئے آتی ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں جلدی نہ کرو بڑی محنت سے نکلا ہے کوئی اپنے بھائی اور کوئی دوست کا حال دریافت کرتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا ہے اس کا بیٹا ملنے آتا ہے جیسے غائب کی ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

حضرت ثابت بن بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک جب کوئی فوت ہو کر جدائی سے رنج پاتا ہے جب اس کے اقرباء جو پہلے فوت ہو گئے۔ اس کی ملاقات کو آتے ہیں زیادہ خوش ہو جاتا ہے۔ جیسا مسافر گھر پہنچے۔

☆☆☆☆☆

(۶) یہ کہ شہید کو قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟

قبر میں شہداء سے سوال نہیں ہوتا:

صحیح یہ ہے کہ شہید کو سوال نہیں ہوتا۔ علماء کی جماعت نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ منجملہ ان کے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور وہ استدلال لاتے ہیں صحیح مسلم کی حدیث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ شہید سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔ فرمایا کافی ہے اس کو تلوار کی چمک جو اس کے سر پر پہنچی ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کے معنی یہ ہیں کہ سوال قبر اس لیے کیا جاتا ہے کہ مومن صادق منافق سے جدا ہو جائے اور ثابت رہے اور شہید کا تلوار کے نیچے ہونا۔ اول دلیل ہے اس کے ایمان کی سچائی کی۔ اگر خلل ہوتا تو کافروں کے پاس چلا جاتا۔

☆☆☆☆☆☆

(۷) یہ کہ بچوں کو قبر کا سوال ہے یا نہیں؟

قبر میں بچوں سے سوال نہیں ہوتا:

اس مسئلہ میں دو قول ہیں حنبلیوں کے نزدیک ہے ابونعیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول روضہ اور شرح مہذب میں لکھا ہے۔ اور امام نووی کا قول روضہ اور شرح مہذب میں یہ ہے کہ تلقین دفن کے بعد بالغوں کے ساتھ خاص ہے بچوں کو تلقین نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بچوں کے لیے سوال قبر نہیں۔ واللہ اعلم

لباب الحدیث

فضائل اعمال

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا الطاف الرحمٰن نعیمی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت	660
علم وعلماء کی فضیلت	662
لاالہ الا اللہ کی فضیلت	665
درود شریف کی فضیلت	667
ایمان کی فضیلت	669
وضو کی فضیلت	671
مسواک کی فضیلت	672
اذان کی فضیلت	673
نماز باجماعت کی فضیلت	675
نماز جمعہ کی فضیلت	677
مساجد کی فضیلت	678
عمامہ کی فضیلت	679
روزہ فضیلت	680
فرض عبادات کی فضیلت	682
سنتوں کی فضیلت	683
زکوٰۃ کی فضیلت	685
صدقہ کی فضیلت	686
سلام کی فضیلت	687
دعا کی فضیلت	688

استغفار کی فضیلت	689
اللہ کے ذکر کی فضیلت	690
تسبیح کی فضیلت	691
توبہ کی فضیلت	693
فقر کی فضیلت	694
نکاح کی فضیلت	695
زناء کی بُرائی کی مذمت	696
لواطت پر عذاب	698
شراب نوشی کی بُرائی	699
تیر اندازی کی فضیلت	700
ماں باپ سے نیکی	701
اولاد کے حقوق	703
تواضع کی فضیلت	704
خاموشی کی فضیلت	706
کھانے، سونے اور آرام کا بیان	707
فضول ہنسنے کا نقصان	708
بیماری پرسی کی فضیلت	709
موت کی فضیلت	710
حالاتِ قبر	711
میت اور نوحہ خوانی	713
دعا رب العالمین	716

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھتا ہے تو. شیطان اس کلمہ سے ایسے پگھلتا ہے جیسے سکہ آگ پر رکھنے سے گل جاتا ہے۔

(سکہ سے مراد ایک دھات ہے جو آگ پر بہت جلد پگل جاتی ہے)۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو (جو بندے اعمال لکھتے ہیں) حکم دیتا ہے کہ اس کے رجسٹر میں چار سونیکیاں لکھ دو۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ایک مرتبہ کہا اس کے گناہوں سے ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' خوبصورت کر کے لکھا اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم تھی اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھے اسے چاہیے کہ رحمٰن کو خوب لمبا کرے۔ الفاظ تو ویسے ہی رہیں گے۔ پڑھتے وقت رحمٰن کو لمبا کر کے پڑھا جائے یا رحمٰن کا لفظ لکھتے وقت بھی ذرا لمبا

کر کے دوسرے لفظوں سے ممتاز کر کے لکھا جائے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی۔ فرشتوں کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے زینت دی۔ جنت کو حور قصور سے خوبصورت بنایا (حورین اور محلات بنائے)۔

حضرات انبیاء کو جناب نبی اکرم حضرت محمد ﷺ سے زینت بخشی۔ دنوں کو جمعہ سے زینت دی۔ راتوں کو لیلۃ القدر سے خوبصورت بنایا۔ مہینوں کو رمضان شریف سے زینت عطا کی۔ مسجدوں کو کعبہ سے سجایا۔ کتابوں کو قرآن مجید سے زینت عطا کی اور قرآن مجید کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے زینت بخشی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا اس کا نام نیک لوگوں میں لکھا جائے گا۔ اور وہ کفر اور نفاق سے بری ہو جائے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم اٹھ جاؤ تو کہو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ تو لوگ جب تمہاری چغلی کرنا چاہیں گے تو فرشتہ انہیں اس کام سے منع کر دے گا۔

فائدہ:

مجلس ختم ہو جائے۔ کچھ لوگ چلے جائیں اور کچھ بیٹھے ہوں تو عام طور پر تبصرہ کرتے ہوئے لوگ جانے والوں کی برائیاں کرتے ہیں لیکن یہ وظیفہ پڑھنے سے چغلی جیسی بدنامی اور برائی سے نجات مل جائے گی۔ بڑا عمدہ اور سستا سودا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم کسی مجلس میں بیٹھو اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم" پڑھو تو جس نے یہ وظیفہ پڑھ لیا اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو لوگوں کو غیبت سے منع کرے گا۔ جب وہ غیبت کرنا چاہیں۔

☆☆☆☆☆

علم و علماء کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن مسعود تیرا علم کی مجلس میں بیٹھنا ایک ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے خواہ تو اس علم کی مجلس میں کسی قلم کو ہاتھ تک نہ لگائے اور وہاں کوئی حرف بھی نہ لکھے۔ اگر تو کسی عالم کے چہرے کی طرف دیکھے تو یہ ایک ہزار گھوڑے خیرات کرنے سے بہتر ہے جو گھوڑے فی سبیل اللہ جہاد کے لئے دیئے جائیں اور تیرا کسی عالم کو سلام کرنا تیرے لئے ایک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔

فائدہ:

اسلام اہل علم کا دین ہے اس کے قانون اور اس کے احکامات کا تعلق علم سے ہے اس لئے جو لوگ اہل اسلام کو دلائل اور مسائل عطا کر کے اپنے دین میں پختگی عطا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ بہت بلند ہے انہی سے فیض حاصل کر کے مجاہد پیدا ہوں گے۔ انہی کی ترغیب سے لوگ اللہ کے راستے میں مالی قربانیاں دیں گے اور انہیں کی برکت سے ثواب کے مقامات کا پتہ چلے گا اور یہی عذاب الٰہی سے خبردار کریں گے۔ اس لئے اللہ والے علم سے تعلق رکھنے والے لوگ قابل قدر ہوتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک عالم جو پرہیز گار ہو وہ نادان، جاہل، عبادت گزار سے ہزار درجہ شیطان کے لئے سخت اور بھاری ہوتا ہے۔

فائدہ:

شیطان سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ اسے گمراہ کرسکتا ہے جو اسلام کے حقائق کو جانتا ہو۔ اسے دھوکہ دینا اس کے لئے بہت آسان ہے لیکن ایک عالم جسے اللہ کریم نے اپنا خوف عطا فرمایا ہے وہ شیطان کے ایسے چکر میں نہیں آسکتا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک عابد کے مقابلہ میں عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کو عام ستاروں کے مقابلہ میں خوبی حاصل ہے۔

عبادت گزار صرف اپنی منزل تک رسائی کی کوشش میں مصروف ہوگا لیکن ایک عالم کے بتانے پر ایسے کئی عابد بن سکیں گے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے اپنی جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو اسے قدم اٹھانے سے پہلے بخشش کی نعمت عطا کر دی جاتی ہے۔ (اللہ کریم کو علم اور علم سے متعلقہ لوگ اتنے پیارے ہیں کہ ارادہ کے ساتھ ہی بخشش کا سرٹیفکیٹ دیا جارہا ہے)۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا علماء کی عزت کیا کرو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں شریف اور عزت والے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے اہل علم کا درجہ اتنا بڑھایا ہے کہ کوئی دولت مند اور صنعت کاران کا مقابلہ نہیں کرسکتا)۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی شخص نے کسی عالم کے چہرے پر محبت بھری نظر ڈالی تو اللہ تعالیٰ اس نظر کی بدولت ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا مانگتا ہے۔ فرشتہ ایک پاکیزہ مخلوق ہے اس کی

دعا رائیگاں نہ جائے گی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی عالم کی عزت کی اس نے میرا احترام کیا اور جس نے مجھے یہ عزت دی اس نے اللہ کریم کو عزت کا حقدار بنایا۔ جس شخص نے اللہ کریم کا اکرام کیا اس کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔

(عالم کی عزت حضور ﷺ کی عزت ہے اور حضور ﷺ کی عزت اللہ کی عزت ہے اور اس کا نتیجہ جنت۔ گویا عالم کا اکرام جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے)۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ عالم سوئے گا تو اللہ کا حکم جان کر پھر تازہ دم ہو کر مخلوق خدا کے بھلے کے لئے علم کی باتیں بتائے گا۔

لیکن ایک جاہل جو اللہ کی رضا کے طریقوں سے ناواقف ہے ایسی نعمتیں کب پا سکتا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے علم کا ایک باب پڑھا۔ خواہ ابھی اس پر عمل ہوا یا نہیں وہ کسی اور کے ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے علم اولین منزل ہے۔

اس سے ہی عبادات کی خبر ہوتی ہے۔ یہ حاصل ہو جائے تو اللہ کی توفیق سے اطاعت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ مت خیال کیا جائے کہ بے عمل عالم بھی کوئی کام کی چیز ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عالم سے مصافحہ کیا۔ گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور جس نے عالم سے مجلس کی وہ ایسا شخص ہے جس نے دنیا میں میری مجلس اختیار کی اور خود دنیا میں میرا ہم نشین ہوا اسے میرے ساتھ قیامت کے دن بٹھایا جائے گا۔

لااله الا الله کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہر دن ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سو(۱۰۰) مرتبہ پڑھا وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے افضل ذکر ''لا الہ الا اللہ'' ہے اور سب سے افضل دعا ''الحمدللہ'' ہے کلمہ توحید سب سے افضل ذکر ہے کیونکہ توحید کا مقابل کوئی اور کلمہ نہیں اور افضل دعا ''الحمدللہ'' ہے۔ اس میں اللہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ شکر کا پہلو ہے اور شکر سے نعمت اور زیادہ عطا کی جاتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' میرا کلام ہے اور جو شخص یہ پڑھے وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اور جو میری حفاظت میں آجائے گا وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے بدن کی زکوٰۃ دیتے رہو۔ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ کر یہ کلمہ زبان دل اور سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے چونکہ تزکیہ اس کا کام ہے اس لئے زکوٰۃ بتایا گیا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ میرے بندے تو نے سچ کہا واقعی میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں اور اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اخلاص کے ساتھ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اخلاص سے مراد وہ سچائی ہے جو کسی مقام پر اس بندے سے الگ نہ ہو۔ ابتدا سے انتہا تک اللہ کی توحید اس بندے کا خصوصی شعار رہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کی پہلی بات بھی ''لا الہ الا اللہ'' ہوا اور اس کا آخری کلام میں لا الہ الا اللہ ہو۔ ایسا شخص خواہ ہزار گناہ کرے اور خواہ وہ ہزار سال تک زندہ رہے اس سے کسی ایک گناہ کے بارے میں بھی سوال نہ ہوگا۔

فائدہ:

ایسی فضائل کی باتوں سے یہ کبھی نہ سوچنا چاہیے کہ ایسا شخص جان بوجھ کر گناہ بھی کرتا ہوگا۔ جس شخص کو اللہ کریم ایسا مرتبہ عطا کرتا ہے اس کے دل میں خوف اور احساس بھی بہت زیادہ ہوا کرتا ہے۔ وہ کبھی برائی کے قریب نہیں جاتا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ سے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ جب آپ کے ذمہ کوئی بات باقی نہیں تو کیوں راتوں کو جاگ جاگ کر پاؤں سوجا لیتے ہیں۔ فرمایا! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اسی طرح اول و آخر کلمہ والے لوگ اللہ کے فضل سے متقی ہوتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' کلمہ بغیر کسی تعجب کے پڑھا تو اس کلمہ کی برکت سے ایک پرندہ اڑ کر عرش کے نیچے جاتا ہے اور قیامت تک کے لئے تسبیح کہنے والوں سے مل جاتا ہے اور اس پڑھنے والے کے لئے اس کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ توحید بہت پسند ہے ایسی مثالوں سے رضامندی کے انداز بتائے جاتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ" ایک مرتبہ کہا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کلمہ سے کثرت کے ساتھ گناہوں کی معافی ملتی ہے جسے اللہ کریم ایسے کلمے کی توفیق دے اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ وہ آئندہ گناہوں کے قریب بھی نہیں جاتا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان قبرستان میں جائے اور پڑھے:۔

لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لایموت ابدًا ابدًا ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علی کل شئیءٍ قدیر۔

اس کلمہ کی برکت سے ان تمام قبروں کو منور کر دیتا ہے اور پڑھنے والے کو بخش دیتا ہے اور اسے ہزاروں ہزار نیکیاں دی جاتی ہیں اور اس کے ہزاروں ہزار درجے بلند ہوتے ہیں اور اس کی ہزاروں ہزار برائیاں مٹا دی جاتی ہیں۔

اس فضیلت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ اللہ کریم کو بہت پیارا ہے۔ ایسے کلمے کا ورد کرتے رہنا چاہیے اور بہتر ہے کہ زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائیں اور فوت ہونے والوں کو بھی اس کا فائدہ دینا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

درود شریف کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں بھیجے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا وہ مرنے سے پہلے جنت کی بشارت حاصل کرلے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں بھیجے گا اور جس نے دس مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر سو رحمتیں بھیجے گا اور جس نے مجھ پر ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا اسے دوزخ کی آگ مس نہ کرے گی۔

(گویا دوزخ سے نجات کا ایک پکا اور یقینی عمل درود شریف بھی ہے)

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر درود شریف پڑھا بھلا دیا۔ اس نے جنت کا راستہ گم کرلیا جسے اپنے محسن کے لئے چند دعائیہ کلمات یاد نہ رہیں ایسے شخص کا جنت سے رابطہ کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن وہ شخص میرے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میرے لئے جو درود شریف پڑھتے ہو وہ تمہارے گناہوں کو مٹانے والی دعائیں ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن مجھ پر چالیس مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کردے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرتا ہے تو اس دعا اور آسمان کے درمیان ایک پردہ ہوا کرتا ہے جب کوئی شخص درود شریف پڑھتا ہے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا اللہ کے حضور پہنچائی جاتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص ایک دن میں مجھ پر سو(۱۰۰) مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے۔

جن میں سے ستر آخرت میں اور تیس دنیا میں پوری ہوتی ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو ایک مرتبہ بھی درود شریف پڑھے۔ اللہ کریم اور اس کے فرشتے بیس مرتبہ اسے دعائیں دیتے ہیں اور وہ شخص مرے گا نہیں جب تک اسے جنت کی بشارت نہ مل جائے۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا نہایت عمدہ وظیفہ ہے۔ اس سے امتی کو قرب رسول ﷺ کی منزل ملے گی۔ جنت میں ٹھکانہ ملے گا۔ دنیا کے کام کاج میں سہولت ملے گی آخرت میں اللہ کی رحمتوں سے حصہ وافر ملے گا۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم۔

☆☆☆☆☆

ایمان کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور زبان سے سچی بات کا اقرار ہے اور ایمان کے ارکان پر عمل کا نام ہے۔

ایمان میں تین باتیں ضروری ہیں دل سے یقین کیا جائے زبان سے اقرار کیا جائے اور ایمان کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے۔

نہ زبانی دعوے ایمان کے لئے کافی ہیں نہ بے عملی سے ایمان کی تصدیق ہوگی بلکہ دل کا کھوٹ ظاہر ہونے سے کفر اور نفاق کے شک ظاہر ہوں گے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان ننگا جسم ہے اس کا لباس تقویٰ ہے اس کی خوبصورتی حیا ہے اس کا پھل علم ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں امانت نہیں اس کا کوئی

ایمان نہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیزیں پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان مومن کے سینے میں ہوتا ہے یہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک تمام فرائض اور سنتیں پوری طرح ادا نہ کی جائیں اور ایمان برباد ہو جاتا ہے جب فرائض اور سنتوں کا انکار کر دیا جائے۔

جس شخص نے کوئی فریضہ بغیر انکار کے برباد کر دیا اسے عذاب برداشت کرنا ہوگا اور جس نے فرائض مکمل کئے ایسے شخص کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان ایک ایسی خوبی ہے جو کمی بیشی سے پاک ہے لیکن اس کی ایک حد ضرور ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان اصل میں یہ ہے (۱) گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں (۲) نمازیں قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان شریف کے روزے رکھنا (۵) ناپاک ہونے کی صورت میں فرض غسل کرنا۔

جو شخص ان حدود میں خوبی پیدا کرے گا اسے زیادہ نیکیاں ملیں گی اور جس نے نقص پیدا کئے اس کا نقصان اسے ہوگا فرمایا۔ کامل ایمان کا آدھا حصہ صبر میں اور آدھا شکر میں ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان فتک سے روکتا ہے۔ فتک کا مطلب ہے کسی کو امن دے کر قتل کر دینا لہٰذا مومن کو اس قسم کا کام نہیں کرنا چاہیے۔

ایماندار شخص اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے یہ کسی کو امن دے کر قتل نہیں کرتا کیونکہ یہ مسلمان کی شان ہی نہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایمان کو بنایا اور اسے زینت دی اور اس کی تعریف کی کہ اس ایمان میں سخاوت اور حیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کفر کو بنایا اور اس کی مذمت کی کہ اس میں بخل کنجوسی اور ظلم ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے اسے آگ سے باہر نکال لیا جائے۔ ایمان بڑی نعمت ہے۔

وضو کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز کے لئے بہترین وضو کیا پھر وہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جیسے وہ پہلے دن اپنی ماں کے ہاں پیدا ہوا تھا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز کے لئے وضو کیا اور نماز پڑھ لی اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ دے دیں گے جو اس کے درمیان اور دوسری نماز کے درمیان ہو جو اس سے ملنے والی قریبی نماز ہے گویا یہ وضو کفارہ بن گیا، گناہ معاف ہو گئے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کر کے سوئے اور اسے موت آجائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید شمار ہو گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو کر کے سوتا ہے اس کی مثال

روزہ دار کی سی ہے جو رات بھر قیام کرتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے پاکیزگی کے باوجود پھر وضو کیا۔ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وضو درست نہیں اس کی نماز نہیں ہوگی اور اس شخص کا وضو کامل نہیں جس نے وضو کے لئے اللہ کا نام یاد نہیں کیا۔

۷۔ وضو ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصل میں وضو ایک ایک مرتبہ دھونے کا نام ہے جس شخص نے دو مرتبہ اعضاء کو دھویا اسے نیک لوگوں کا سا اجر ملے گا اور جس نے تین تین مرتبہ اعضاء کو دھویا اسے انبیاء جو پہلے ہو گزرے ہیں کا طریقہ ملے گا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کی نماز کو قبول نہیں کرتا جب تک وہ بے وضو ہونے کی صورت میں دوبارہ وضو نہ کرلے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے باوجود وضو ایسا ہے جسے نور علیٰ نور پہلے ہی روشنی تھی پھر اور روشنی حاصل کرلی۔

مسواک کی فضیلت

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں بغیر مسواک کی ستر رکعات سے افضل ہیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کیا کرو یہ منہ کو پاک کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔

۳۔ چھ باتیں پیغمبروں کی سنت ہے۔ حیا۔ حلم۔ حجامت۔ مسواک۔ عطر لگانا اور عورتوں سے شادی کرنا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین کام ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ خوشبو لگانا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے منہ مسواک سے پاکیزہ رکھا کرو۔ اس لئے کہ یہ قرآن مجید کا طریق ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کر ان لوگوں پر جو وضو اور کھانے میں خلال کرنے والے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آس۔ نیاز بو اور کانے سے خلال یا دانتوں کی صفائی کا کام نہ کرو۔ یہ کھائی ہوئی چیزوں کی صفائی مکمل نہیں کرتی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ نماز جو مسواک کر کے پڑھی جائے اس نماز سے ستر گنا زیادہ درجہ رکھتی ہے جو مسواک کے بغیر پڑھی جائے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام لگاتار مسواک کی تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے دانتوں کے بارے میں بھی شک ہونے لگا۔

۱۰۔ مجھے مسواک کا بار بار حکم دیا گیا حتیٰ کہ میں دانتوں کے بارے میں خوف کھانے لگا۔

اذان کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سات سال زمہ داری سے نماز کے لئے اذان کہی۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے بری کر دے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بارہ سال اذان کہی اس شخص کے لئے جنت واجب اور ضروری ہوگئی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پانچ نمازوں کے لئے اذان کہی ایمان اور احتساب کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (۱) شہید (۲) موذن (۳) جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو جائے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان اور صف اول کا ثواب کتنا ہے تو لوگ اس نیکی کو حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی کیا کریں اور اگر معلوم ہو جائے کہ دوپہر کی نماز کا ثواب کتنا ہے تو ضرور ایک دوسرے سے بڑھ کر آگے آئیں۔ اگر رات کی نماز اور صبح کی نماز کے ثواب کا علم ہو جائے تو گھٹنوں کے بل چل کر بھی ثواب کمائیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان کی آواز سنی اور اس نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر رکھے اور کہا مبارک ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی رہیں تو ایسے شخص کے لئے میں قیامت کے دن سفارشی ہوں گا اور اسے جنت تک پہنچانے کے لئے قیادت کروں گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب اذان کا وقت ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جب اقامت کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان کے وقت کہا

"مرحبا بالقائلین عدلا مرحبا بالصلوات اھلا۔ ایسے شخص کے لئے ہزار نیکی لکھی جاتی ہے اور اس کے ہزار گناہ مٹائے جاتے ہیں اور ہزار درجے بلند ہوتے ہیں اور اس کا ترجمہ یہ ہے عدل کی بات کہنے والو تمہیں مبارک ہو۔ اے میرے ساتھیو۔ تمہاری نماز کی پکار مبارک ہو۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان کی آواز سنی اور جو کچھ موذن کہہ رہا تھا وہ اس نے وہ کچھ نہ کیا ایسے لوگ قیامت کے دن سجدہ سے محروم رہیں گے جب موذن سجدوں میں پڑے ہوں گے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین آدمی اللہ کے عرش کے سایہ تلے ہوں گے جب اللہ کے اس سایہ کے بغیر کہیں سایہ نہیں ہوگا۔

(۱) امام عادل (۲) موذن (۳) حافظ اور قاری جو ہر رات ایک سو آیات پڑھے۔

نماز باجماعت کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) جماعت سے نماز پڑھ خواہ تو بیٹھ کر پڑھے اللہ تعالیٰ ایسی جماعت والی نماز کا ثواب بغیر جماعت سے ۲۰ گنا زیادہ دے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز کا ثواب اکیلے نمازی کے مقابلہ میں ۲۰ درجے زیادہ ہے اور گھر میں نفل پڑھنے والے کا ثواب مسجد میں نفل پڑھنے والے سے اتنا ہی زیاہ ہے مطلب یہ کہ فرض مسجد میں اور نفل گھروں میں پڑھے جائیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز تنہا نماز سے ۲۷ درجے

زیادہ ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب نمازوں سے افضل اللہ تعالیٰ کے ہاں جمعہ کے دن فجر کی نماز ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی پھر وہ بیٹھا رہا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا یہ کام اس کے لئے دوزخ کی آگ سے پردہ کا سبب بنے گا اور ایسے شخص کو آگ سے بری کر دیا جائے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی نماز جمات کے ساتھ اکیلے شخص کی نماز سے ۲۵ درجے زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر اس نے یہ نماز کسی جنگل میں ادا کی ہو اور اپنا وضو مکمل کیا ہو رکوع اور سجود درست کیا ہو تو اس کی نماز ۵۰ درجے بڑھ جاتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے چالیس دن نماز باجماعت ادا کی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ سے اور نفاق سے بری کر دے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دو ٹھنڈی نمازیں عشاء اور فجر جماعت سے ادا کیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بلاحساب کتاب داخل فرما دے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص جماعت سے نماز پڑھنے کیلئے حاضر ہو اللہ تعالیٰ اسے آتے وقت بھی اور جاتے وقت بھی دس دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور اس کے دس دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی جماعت کے بغیر نماز

قبول ہی نہیں ہوتی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز رحمت ہے اور یہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے جماعت اگر رحمت ہے تو اس سے جدائی عذاب ہے۔

نماز جمعہ کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب دنوں کا سردار دن جمعہ ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے گناہ اور خطائیں اس سے دور کر دی جائیں گی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن اور رات میں ۲۴ گھنٹے ہیں اللہ تعالیٰ ہر گھنٹے میں سینکڑوں ہزاروں دوزخیوں کو آگ سے بری کرتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر عذر کے جمعہ چھوڑ دے اسے چاہئے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے اگر نہ پائے تو نصف دینار صدقہ ضرور کرے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تین جمعے سستی سے چھوڑ دیئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تین جمعے سستی سے چھوڑ دیئے بغیر عذر کے اس کا نام غافلین میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعے کے دن یا رات کو وفات پا جائے اس سے قبر کا عذاب معاف ہو جائے گا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے باتیں کیں یا خاموش کرایا یا کوئی عبث کام کیا یا اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یا کوئی فضول کام کیا جب کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو اس کا کوئی جمعہ نہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن غسل ہر بالغ شخص پر واجب ہے۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ پایا اسے سو شہید جیسا اجر ملا۔

مساجد کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد ہر مومن کا گھر ہے۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد میں آنے جانے کا گہرا تعلق پاؤ تو تم اس کے ایمان کی شہادت دو۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مسجد میں دنیاوی باتیں کیں اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے عمل برباد کر دے گا۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یقیناً ملائکہ ان لوگوں کی باتوں کو برا جانتے ہیں جو مسجد میں فضول باتیں کریں اور ظلم وفساد کی باتیں کریں۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بدترین جگہیں بازار ہیں اور بہترین جگہیں مسجدیں ہیں۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجدیں اپنے نمازیوں کی شکایت لے کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتی ہیں۔ فرشتے ان مساجد کا استقبال کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم واپس لوٹ جاؤ ہم ابھی ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے جا رہے ہیں۔
حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مسجد میں دیا جلایا خواہ اس

کی روشنی بہت تھوڑی ہو۔ جہاں آنکھ ہی گھوم سکے تو فرشتے اس شخص کے لئے استغفار کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ روشنی قائم رہے۔ (آج کل تو جدید زمانہ ہے جس میں دیا نہیں بلکہ جدید برقی اشیاء موجود ہیں تو برقی اشیاء میں سے بلب، ٹیوب، انرجی سیور، فانوس وغیرہ اسی احکام میں ہیں)۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مسجد میں ایک چٹائی بچھائی۔ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے جب تک وہ چٹائی اس مسجد میں رہے گی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مسجد سے کوئی نامناسب کوڑا وغیرہ باہر نکالا۔ خواہ وہ تنکے برابر ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کام کی وجہ سے اس کے بڑے گناہ کو دور کردے گا یہ بھی رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اپنی مساجد کو گزرگاہ نہ بناؤ"۔

عمامہ کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمامے عربوں کے تاج ہیں جب وہ یہ عزت کا نشان ضائع کردیں گے ان کی عزت جاتی رہے گی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھا کرو کیونکہ فرشتے بھی عمامہ باندھتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ والوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہمارے درمیان اور مشرکین کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپی پر عمامہ رکھتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا فرشتے جمعہ کے دن عمامہ والوں پر رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دو رکعات جو عمامہ باندھ کر پڑھی جائے وہ بغیر عمامہ کی ستر گنا زیادہ درجہ رکھتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھا کرو کیونکہ شیطان عمامہ نہیں باندھتا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمامہ فرشتوں کی طرح باندھو وہ اپنی پشت پر اسے چھوڑتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمامے باندھ کر خصوصی بلندی حاصل کرو۔ یقین رکھو فرشتے بھی ان سے عظمت پاتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عمامہ کا ٹھاٹھا نہ بناؤ اور حکم دیا ہے اسے خوبصورت شکل بنانے کے لئے اچھے طریقہ سے باندھو۔

روزہ فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دونگا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ ایک خوشی اس وقت جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب اللہ کریم سے ملاقات ہوگی۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا روزہ دار کے منہ کو بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ٹھنڈے اور آسان مال غنیمت سے فائدہ حاصل کرو۔ عرض کیا گیا ٹھنڈی مال غنیمت کیا ہے۔ فرمایا سردی کے روزے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف کے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے جب رمضان شریف کا مہینہ ختم ہو جاتا ہے تو آئندہ سال کے ماہ رمضان تک اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر وہ رمضان شریف سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس طرح سے آئے گا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

۶۔ اگر اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو بولنے کی اجازت دے تو وہ یہی کہیں گے مبارک ہو جنت کی اسے جس نے ماہ رمضان کو روزہ رکھا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا روزہ ڈھال ہے آگ سے بچنے کے لئے جیسی تمہاری ڈھال لڑائی کے میدان میں بچاؤ کا ذریعہ ہوتی ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا روزہ دار جب روزہ کھولتا ہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ فارغ نہ ہو جائے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شے کی زکوۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے اور اس کی خاموشی تسبیح کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے اعمال کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

فرض عبادات کی فضیلت

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (کلمہ شہادت) (۲) باقاعدہ نماز ادا کرنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) حج بیت اللہ کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ دو اپنے مہینے بھر کے روزے رکھو۔ اپنے رب کے گھر کا حج کرو۔ تم اپنے رب کی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ڈھا دیا اس نے اپنے دین کو برباد کر دیا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت پانچوں نمازیں پڑھے۔ مال کی زکوٰۃ دے۔ مہینہ بھر کے روزے رکھے۔ اللہ کے گھر کا حج کرے۔ اپنے خاوند کی اطاعت کرے اور اپنے آپ کو پاک دامن رکھے۔ اسے حکم ہوگا کہ تو اللہ کی جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شے کا ایک جھنڈا اور نشان ہوتا ہے ایمان کا نشان نماز ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اسی طرح اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اسی طرح دو کمزوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، وہ بیوہ عورت اور

یتیم بچہ ہیں۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہو میری طرح نماز پڑھو۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی۔ اس نے کھلم کھلا کفر اور ناشکری کا کام کیا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پانچوں نمازیں درمیانی وقفہ کے لئے کفارہ ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے اسی طرح جمعہ سے جمعہ تک کا وقفہ کفارہ ہے۔ بلکہ اس وقفہ سے تین دن اور بھی زیادہ۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبیرہ گناہوں کے دروازے میں داخلہ لے لیا۔

سنتوں کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایک دن رات میں بارہ رکعات فرض سے زائد ادا کیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دے گا۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے فجر سے پہلے دو رکعت اور ظہر سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد چار رکعت اور چار عصر سے پہلے سنتیں ادا کیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ظہر سے پہلے چار رکعات سنتیں ادا کیں اسے ایک غلام بنی اسماعیل کی آزادی کا ثواب ملے گا۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دو رکعات ادا کیں ایسے پردے میں کہ وہاں اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ

اسے دوزخ سے بری قرار دے گا۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ کسی تاریک جگہ ایسی نماز پڑھے۔ جس میں رکوع اور سجود تام اور مکمل ہوں تو اسے اس کی برکت سے بلا حساب جنت مل جائے گی۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی شخص نے چار رکعات نماز فرضوں کے علاوہ پڑھی کہ وہاں اسے دیکھنے والا کوئی شخص نہ تھا اسے اللہ تعالیٰ نفاق، کفر، بدعت، اور گمراہی سے بچا لے گا۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عصر سے پہلے چار رکعات سنتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام کر دیں گے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مغرب کے بعد دو رکعات پڑھیں۔ بات کرنے سے پہلے اس کا مقام علیین میں نام لکھ دیا جائے گا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے چار رکعات عشاء کی نماز کے بعد پڑھیں اور بات کرنے سے پہلے پہلے اسے ثواب ہوگا کہ گویا اس نے لیلۃ القدر کی فجر مسجد حرام میں ادا کی۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ۱۲ رکعات نماز چاشت ضحیٰ ادا کی۔ ایمان اور احتساب کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار نیکی کا ثواب دے گا اور اس سے ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے ہزار درجے بلند کیے جائیں گے اور اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ اور اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے گا۔

☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ ایمان کی پاکیزگی کا سبب ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان کے دعویٰ کو قبول نہیں کرتا بغیر زکوٰۃ کے اور ایسے شخص کا کوئی ایمان نہیں جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مال محفوظ کرلو اور اپنے مریضوں کی صدقہ سے دعا کرو اور دعا سے آزمائشوں سے نجات کیلئے تیاری کرو۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خشکی میں اور سمندروں میں زکوٰۃ نہ دینے کی بنا پر مال برباد ہوتا ہے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایسے شخص کا کوئی ایمان نہیں جو نماز نہیں پڑھتا اور ایسے شخص کی نماز کا کوئی امام نہیں جو زکوٰۃ سے خالی ہو۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے اموال زکوٰۃ ادا کر کے پاکیزہ بناؤ۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو اور وہ ادا نہ کرے ایسا شخص دوزخی ہوگا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایسے مال میں کوئی خیر نہیں جو زکوٰۃ دے کر پاک نہیں کیا جاتا۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص زکوٰۃ روک لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کی حفاظت نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆☆

صدقہ کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صدقہ بُری موت سے بچا لیتا ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صدقہ بُری مصیبتوں کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر۔ اگر یہ نہ پاؤ تو اچھی بات کہہ کر۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خفیہ صدقہ رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور علانیہ صدقہ آگ سے بچنے کیلئے ایک ڈھال ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھوڑا صدقہ دینے سے شرم نہ کھاؤ کیونکہ کسی کو محروم کر دینا اس سے بھی برا ہے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس کسی نے سائل کو جھڑکا اسے قیامت کے دن فرشتے جھڑکیں گے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا موٹی آنکھ والی حور کا حق مہر کھجوروں کی ایک مٹھی یا روٹی کا ایک ٹکڑا ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس مال سے صدقہ دے دیا جائے وہ گھٹتا نہیں۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صدقہ عظیم شے ہے یہ کلمہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صدقہ بلاؤں اور مصیبتوں کو رد کر دیتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

سلام کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔
(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو سلام کئے بغیر بات کرے اس کا جواب نہ دو۔
(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو السلام علیکم میں پہل کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ہاں بہتر شخص ہے۔
(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا السلام اللہ کے ناموں میں سے ہے اسے اللہ کریم نے زمین پر اتارا ہے لہٰذا اس کو آپس میں پھیلاؤ۔
(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان آدمی جب کسی قوم کے پاس سے گزرے اور وہ ان کو سلام کہے اور وہ سلام کا جواب دیں ایسے شخص کو ایک اعلیٰ درجہ حاصل ہوگا۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کو سلام یاد دلایا۔ اگر وہ سلام کا جواب نہ دیں تو اسے سلام کا جواب وہ دے گا جو ان سے بہتر اور ان سے پاکیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ عزت والا ہے جو انہیں سلام میں پہل کرے۔
(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تواضع اور عاجزی کی علامت اور نشان السلام علیکم میں ابتداء ہے۔
(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو اللہ کے نزدیک زیادہ قریبی وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔
(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کسی مجلس میں جاؤ تو سلام کرو اور جب مجلس سے نکلو تو سلام کرو۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے بخیل وہ ہے جو سلام کہنے بخل اور کنجوسی کرے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سلام ہمارا قومی تحفہ ہے اور ہمارے ذمہ داروں کے لئے امن کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے اچھا تحفہ واپس کرو ورنہ وہی لوٹا دو۔

☆☆☆☆☆☆

دعا کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو لگاتار دعائیں کریں۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا سے زیادہ کوئی شے قابل عزت نہیں۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے میں تیرے ظن کے مطابق تیرے ساتھ ہوں اور میں ہمیشہ ساتھ دوں گا۔ جب تو مجھے پکارے اور دعا کرے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کو نہ پکارے اور دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

(۶) دعا کو چھوڑ دینا اور اللہ کو نہ پکارنا معصیت اور گنہ گاری ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ دین کا ستون اور زمین اور آسمان کا نور ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مظلوم کی پکار سنی جاتی ہے خواہ وہ گناہگار ہی ہو اس کے گناہ کا وبال اس کی جان پر ہوگا۔
(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مظلوم کی پکار اور بددعا سے ڈرو۔ وہ آسمانوں پر اٹھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا خواہ سال بعد ہو۔
(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مظلوم کی پکار سے بچو خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس کے دعا کے لئے پردہ نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

استغفار کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر بیماری کے لئے دوا ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے۔
(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شے کے لئے زیور خوبصورتی اور بچاؤ کا سامان ہے گناہوں کی صفائی اور مسلمانوں کے لئے زیور استغفار ہے۔
(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے خواہ وہ جنگ سے بھاگا ہوا ہی ہو۔
(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص گناہوں کے بعد استغفار کرے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور یہ استغفار اس کے لئے کفارہ بن جاتا ہے۔
(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم پر گناہوں کی کثرت چھا جائے تو استغفار کر کے مغفرت طلب کرو۔
(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو گناہ ڈھانپ

پس اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔
(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اسے گناہوں پر ضدی نہیں کہا جائے گا جو استغفار کرے خواہ ستر مرتبہ بار بار گناہ کرے۔
(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا استغفار گناہوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے۔
(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زیادہ استغفار کرنے سے رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔
(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا استغفار کثرت سے کیا کرو جو شخص اسے زیادہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے ہر غم سے خلاصی دے گا اور ایسے ذرائع سے رزق دے گا کہ اسے وہم وگمان بھی وہاں سے ملنے کا نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

اللہ کے ذکر کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر ایمان کا علم ہے۔ نفاق سے بیزاری ہے شیطان سے بچنے کے لئے قلعہ ہے اور آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔
(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر وہ ہے جو خفی اور آہستہ ہو۔
(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین کام بہت مضبوط ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حال میں (۲) بھائی کے ساتھ خیر خواہی (۳) اپنے مال کی قربانی سے اپنے نفس کے مقابلہ میں ایک بے بس فقیر سے انصاف کرنا۔
(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ذکر اللہ کی محبت کی علامت ہے اور اللہ کے ذکر سے بغض اللہ کی دشمنی کی علامت ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر کی وجہ سے حرکت کریں۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر صبح اور شام تلوار لے کر اللہ کے راستہ میں لڑنے سے افضل ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر ''لا الہ الا اللہ'' ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر حاصل کیا کرو۔ عرض کیا گیا ذکر حاصل سے کیا مراد ہے فرمایا ذکر خفی۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ کے لحاظ سے وہ افضل بندے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ہوں گے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر خفی ذکر ہے۔ بہترین عبات وہ ہے جو چھپا کر کی جائے اور بہترین رزق وہ ہے جو بقدر ضرورت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تسبیح کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس زمین پر بسنے والا جو کوئی بھی یہ کلمات پڑھے۔ ''لاالہ الا الله اکبر سبحان الله۔ الحمدلله۔ لاحول ولا قوة الا بالله'' تو ایسے کلمات پڑھنے والے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ''سبحان الله وبحمده''

ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا اس کے گناہ جھاڑ دیئے جائیں گے۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''سبحان اللہ۔ میزان خداوندی کا نصف حصہ ہے''۔ ''الحمد للہ'' سے ترازو بھر جاتا ہے اور ''اللہ اکبر'' سے زمین اور آسمان بھر جاتے ہیں اور ''لا الہ الا اللہ'' کہنے سے کوئی پردہ اور کوئی حجات رہ نہیں جاتا۔ حتی کہ یہ کلمات اسے اپنے رب کے ہاں خلاصی دلا دیتے ہیں۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' سو مرتبہ پڑھا اور ''سبحان اللہ'' سو مرتبہ پڑھا اور ''اللہ اکبر'' سو مرتبہ پڑھا۔ اس کا یہ عمل دس غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ اور سات اونٹ ذبح کرنے سے افضل ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے "سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اکبر ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم" ایک مرتبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسے لاکھ نیکیاں دے گا اس کے لاکھ گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اس کے لاکھوں درجات بلند ہوں گے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تیسرا کلمہ پورا پڑھا۔ اس کے گناہ ایسے جھڑ جائیں گے کہ جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے "سبحان الله ربی العظیم" پڑھا۔ اس کی برکت سے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے "سبحان الله ربی الاعلی" کہا اس کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور اسے جنت میں داخل کریں گے۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کلمہ "سبحان الله" کا کہنا رزق کو کھینچنے والا ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دو کلمے زبان پر بڑے آسان ہیں۔ یہ دونوں میزان میں بڑے بھاری ہیں یہ دونوں رحمٰن کو بڑے پیارے ہیں۔ وہ ہیں "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم"۔

☆☆☆☆☆☆

توبہ کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں اور گناہ سے معافی کے بعد پھر وہی گناہ کرنے والا تو اللہ سے مذاق کرنے والا ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ندامت اور شرمندگی توبہ کا دوسرا نام ہے۔ اور گناہوں سے شرمندہ ہو کر توبہ کرنے والا ایسا شخص ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص اس توبہ کرنے والے سے زیادہ پیارا نہیں جو جوانی میں توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بوڑھے گناہ گار سے زیادہ اور کوئی دشمن نہیں جو بڑھاپے کے باوجود گناہ پر ڈٹا رہے۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شے کا کوئی حیلہ ہوا کرتا ہے گناہوں سے چھٹکارے کیلئے توبہ حیلہ ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شے کی کوئی دوا بھی ہوتی ہے اور گنہگاروں کی دوا استغفار اور توبہ ہے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا توبہ گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کی بارگاہ میں توبہ کیا کرو۔ میں بھی اللہ

تعالیٰ کے ہاں سومرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

(۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے حضور توبہ کرو اور مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ مایوسی کفر ہے۔

(۹) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت سے پہلے توبہ کرلو اور نماز قضا ہونے سے پہلے ادا کرلو۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے عطیات میں سے فقر کی مانند کوئی بھی عطیہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فقر کی فضیلت

(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقر مومن کے لئے بہت زینت والی نعمت ہے۔ یہ اس قیمتی خوبصورت لگام سے بھی اعلیٰ ہے جو گھوڑے کے منہ میں ہو۔

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریبی لوگوں کے ہاں عیب دار شے سمجھی جاتی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت خوبصورت اور مزین ہوگی۔

(۳) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء کی محبت نبیوں کا طریقہ ہے اور فرعونوں کا طریقہ فقراء سے نفرت کرنا ہے۔

(۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی کوئی چابی ہوتی ہے۔ جنت کی چابی مساکین اور فقراء کی محبت ہے وہ اپنے صبر کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بیٹھنے والے ہوں گے۔

(۵) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اس فقیر کو جو اس کا بندہ ہو جو ایمان دار ہو جو غریب ہو جو اپنی غریبی کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔ جو

اہل وعیال اور بال بچے بھی رکھے۔

(۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء قوم کی امانت ہے جس فقیر نے اپنی فقیری کو چھپا لیا یہ فعل اس کے لئے عبادت بنا اور جس نے اسے ظاہر کیا اس نے مسلمان بھائیوں کو بوجھ تلے دبا دیا۔

(۷) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبارک ہو میری امت کے فقراء اور ضعفاء کو یہ فقیری اور یہ کمزوری۔

(۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء اللہ تعالیٰ کی بزرگی میں سے ایک بزرگی ہے۔

(۹) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر کی فضیلت غنی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسی حقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مخلوق کے مقابلہ میں ہے۔

(۱۰) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے عطیات میں فقر کی مانند کوئی بھی عطیہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

نکاح کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میں برکت ہے اور بیٹا اللہ کی رحمت ہے تم اپنی اولاد کی عزت بھی عبادت ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ میرا کچھ نہیں لگتا۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں وہ میری جماعت سے خارج ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آزاد عورتیں گھر کی آبادی کا باعث اور

لونڈیاں گھروں میں فساد کا نشان ہیں۔

(۴) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ سے میری ملاقات اس حال میں ہو کہ میں پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوں تو اسے چاہیے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔

(۵) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نکاح کیا اسے نصف عبادت تو مل گئی۔

(۶) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کرو اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے رزق حاصل کرو۔

(۷) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے شریر لوگ وہ ہیں جو آوارگی سے جگہ جگہ ذائقے چکھنے والے ہیں۔

(۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بال بچے والے شخص کی دو رکعات افضل ہیں۔ غیر شادی شدہ کی ستر رکعات سے۔

(۹) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رزق تو نے اپنی بیوی کو کھلایا وہ تیرے لئے صدقہ کی مانند ہے اس سے خیرات کا سا ثواب ملے گا۔

☆☆☆☆☆☆

زناء کی بُرائی کی مذمت

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زناء کی نحوست سے غربت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر کا غلط استعمال آنکھ کا زناء ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیگانی عورتوں کو دیکھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دونوں پاؤں کا زناء غلط جگہ جانا ہے اور ہاتھوں سے غلط طریقہ سے کسی کو پکڑنا بدکاری ہے اور ناجائز طور پر دونوں آنکھوں کا استعمال نظر کا زناء ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک مرتبہ بدکرداری اور زناء کرتا ہے اس کے ستر سال کے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان ایسی عورت سے بدکرداری کرے جو اس کیلئے قابل نہ تھی بلکہ اس کے لئے اس کا ملنا حرام تھا۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زناء کار سے جو بدبو آتی ہے اس کی وجہ سے دوزخی لوگ بھی چیخ و پکار کرتے ہیں۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا امیری اور دولت مندی زناء سے دور بھاگتی ہے یہ دونوں کام اکٹھے نہیں ہوتے۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو کسی سے بدکاری کرتا ہے اس کی سزا کے طور پر اس کے گھر میں زناء جیسی بدکاری ہو جاتی ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی عورت سے زناء کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے عذاب دینے کے لئے اس کی قبر پر دوزخ کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے جس سے بچھو اور سانپ قیامت کے دن تک نکلتے رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

لواطت پر عذاب

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی لڑکے کو شہوت اور بُرے ارادے سے چوما اللہ تعالیٰ اسے ہزار سال آگ میں عذاب دے گا۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر لونڈے باز سمندر کے پانی میں غسل کرے وہ قیامت کے دن ناپاک ہی اٹھے گا۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی لڑکے کو بُری نیت سے چومے اسے آگ کی لگام دیجائے گی۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی کو بری نیت سے ہاتھ لگایا اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت برستی ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایسا ہی کام اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کیا وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس سے مردار سے بھی بُری بدبو آرہی ہوگی۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب ایک مرد ایک مرد سے بدفعلی کرے یہ دونوں زانی قرار دیئے جائینگے اور جب ایک عورت دوسری عورت سے بُرا کام کرے وہ دونوں زانیہ کہلائیں گی۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی لڑکے کا بُری نیت سے بوسہ لیا وہ اتنا بدکردار ہے کہ گویا اس نے اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا۔ اور جس نے ایک مرتبہ ماں سے زنا کیا وہ ایسا بدکردار ہے کہ گویا اس نے ستر نبیوں کو قتل کیا۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی لڑکے سے بُرا فعل کیا

وہ قبر میں خنزیر بن جاتا ہے۔

(۹) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی لڑکا لڑکے کو بُرے ارادے سے ملتا ہے تو اس گناہ سے عرش کانپ اٹھتا ہے اور آسمان یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں حکم دے۔ ہم اس بدکار کو زمین پر نہ رہنے دیں اور اسے اچک کر لے جائیں اور زمین کہتی ہے اے ہمارے رب تو ہمیں حکم دے کہ ہم اسے نگل جائیں۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے خلاف فطرت کام نہ کرو۔ انہیں لونڈوں کی طرح غلط استعمال نہ کرو یاد رکھو اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتے۔

☆☆☆☆☆☆

شراب نوشی کی بُرائی

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہے وہ آخرت میں محروم رکھا جائے گا۔

(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شام کے وقت شراب پی وہ اس حال میں صبح کرے گا۔ کہ مشرک ہوگا اور جس نے صبح شراب پی وہ شام تک کی حیثیت سے پائے گا۔

(۳) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب سب خباثتوں کی جڑ ہے یہ ہر بُرائی کی ماں ہے جو پیئے گا اس کی چالیس دن تک کی نماز قبول نہیں ہوگی اگر ایسا شخص مر جائے گا اور شراب اس کے پیٹ میں تھی تو یہ جاہلیت کی موت مرا۔

(۴) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب سب گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب پینے والا لعنتی ہے۔
(۶) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب پینے والا ایسا ہے جیسے لات اور عزیٰ بتوں کا پوجنے والا۔
(۷) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شراب پی اس نے اس شریعت کا انکار کیا جو سب انبیاء لے کر آئے اور جس شخص نے شرابی کو سلام کیا اس سے مصافحہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے اعمال برباد کر دے گا۔
(۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اور شراب کسی ایک انسان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
(۹) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شراب پی حتیٰ کہ اس کی عقل زائل ہو گئی ایسے شخص سے شیطان چالیس مرتبہ وہ بدکرداری کرے گا جیسا یہ اپنی بیوی سے کرتا ہے۔
(۱۰) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت شراب پر۔ پینے والے پر۔ پلانے والے پر۔ خریدنے والے پر۔ بیچنے والے پر۔ نچوڑنے والے پر۔ نچوڑنے کا حکم دینے والے پر۔ اٹھ کر لے جانے والے پر اور جس کی طرف لے جائی جائے وار اس کی قیمت کو کھانے والے پر۔

☆☆☆☆☆☆

تیر اندازی کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تیر چلایا اللہ کے دین کی خاطر اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔
(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور

اپنی عورتوں کو چرخہ سکھاؤ۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تیر اندازی خواہ اپنی غرض کے لئے ہو یہ جہاد کی تیراندازی کی طرح ہے۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص تیر پھینکے مشق کی خاطر اسے ہر قدم پر ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی۔ اس نے میری سنتوں میں سے ایک چھوڑ دی۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے تیر اندازی سیکھ کر ترک کر دی وہ ہم میں سے نہیں۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص تیراندازی چھوڑ دے اسے دوبارہ سیکھ لینی چاہیے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا اس نے میری نافرمانی کی۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے دین کی خاطر تیر پھینکا وہ لگا یا خطا ہو گیا اسے ایک غلام کی آزادی کا ثواب ملے گا۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تیری اندازی سیکھو، کیونکہ دونوں فاصلے جنت کی باغوں میں سے ایک باغ ہیں بشرطیکہ یہ تیراندازی اللہ کے دین کی خاطر ہو۔

☆☆☆☆☆

ماں باپ سے نیکی

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی

ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے والدین سے نیکی کرو تمہاری اولاد تم سے نیک سلوک کرے گی خود پاکباز رہو تمہاری عورتیں پاکباز رہیں گی۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایسے حال میں صبح کی کہ اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک اس سے راضی ہو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جس نے شام اس حال میں کی کہ اس کے والدین اس پر ناراض ہیں یا دونوں میں سے ایک تو اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تم نماز پڑھتے ہو اور تمہیں تمہارا والد بلائے تو اس کی بات سنو۔ اور اگر تیری ماں تجھے اسی حال میں بلائے تو اس کی بات پہلے سنو اور حکم مان لو۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین کو یا ایک کو تکلیف دی وہ دوزخ میں جائے گا۔

(٦) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ماں باپ سے نیکی کرنے والے کو حکم دیتا ہے جو کام مرضی سے کرلے۔ اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے گا۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ماں باپ سے نیک سلوک کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پاکیزہ کھانا اپنے گھر میں رکھا پھر یہ کھانا ماں باپ کے بغیر کھا لیا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت کے لذیذ کھانوں سے محروم رکھے گا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رات سیر ہو کر مزے سے

رات بسر کی اور اس کے والدین یا دونوں میں سے ایک بھوکا رہا یا پیاسا رہا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حشر قیامت کے دن بھوک اور پیاس کی حالت میں کرے گا۔ اور اس سے قیامت کے دن عذاب دور نہ کیا جائے گا۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مارنے کے لئے اپنے والدین پر ہاتھ اٹھایا۔ قیامت کے دن اس کو اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے۔ اور وہ شل ہو گئے ہوں گے۔ عرض کیا کہ اگر اس نے مارا بھی ہو تو ارشاد ہوا ایسے شخص کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ پل صراط سے گزرنے سے پہلے پہلے ہی اور ایسے شخص کو فرشتے مارتے بھی ہوں گے۔

☆☆☆☆☆☆

اولاد کے حقوق

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا باپ اپنے بیٹے کو جو عطیے دیتا ہے ان میں سب سے افضل عطیہ اچھا ادب ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا باپ کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صالح صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کی عزت کرو انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے حاسد کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنی اولاد کو ادب سکھائے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی باپ کو اپنی اولاد کے چہرے کی طرف شکر کرتے ہوئے دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے نبی کریم ﷺ کے

چہرے کو دیکھے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کی عزت کرو کیونکہ یہ عزت دوزخ سے نجات اور پردہ ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اولاد دوزخ سے بچاؤ کا ایک ذریعہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا دوزخ سے بری ہونے کا سبب ہے اور ان کی عزت پل صراط سے بحفاظت گزرنے کا سبب ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کی عزت کرو اس لئے جو اولاد سے محبت اور عزت سے پیش آئے اسے اللہ تعالیٰ جنت میں عزت دے گا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک گھر ہے جسے دارالضرح کہتے ہیں اس میں وہی داخل ہو سکے گا جس نے بچوں کو خوش رکھا۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک گھر ہے جس کا نام دارالفرح ہے اس میں اسے داخلہ کی اجازت ہوگی جس نے مومنوں کے یتیم بچوں کو خوش رکھا۔

☆☆☆☆☆☆

تواضع کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کی خاطر تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی اور عزت عطا فرمائے گا اور جو شخص تکبر کرے گا اللہ اسے ذلیل کر دے گا۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شخص کے سر میں دو سلسلے ہوتے ہیں ایک سلسلہ ساتویں آسمان پر او دوسرا سلسلہ ساتویں زمین میں ہے پس جب کوئی

تواضع اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان پر پہنچا دیتا ہے اور جب کوئی جبر اور تکبر کرے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر کے زمین کے ساتویں طبقے میں پہنچا دیتا ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم عاجزی اختیار کرنے والوں کو دیکھو تو ان سے تواضع سے پیش آؤ اور جب تم متکبر لوگوں کو دیکھو تو ان سے پورے وقار اور بڑائی سے ملو۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تواضع کرنے والوں سے تواضع کرو کیونکہ یہ عاجزی ایک صدقہ ہے اور متکبر لوگوں سے تم بھی شان سے پیش آؤ کیونکہ یہ بڑائی بھی صدقہ ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے اعلیٰ تواضع اس شخص کی ہے جو مجلس میں ملنے والے مسلمانوں کو سب سے پہلے سلام کہے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تواضع اور عاجزی، خود نمائی اور بڑی شان کے اظہار کی ضد ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اکرام اور بزرگی تقوی سے حاصل ہوتی ہے شرافت اور عزت تواضع سے ملتی ہے یقین، غنی وار دل کی دولت مندی سے نصیب ہوتی ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی بھی نعمت والا شخص حاسدوں سے محفوظ نہیں ہوتا ہاں جسے تواضع کی نعمت ملے اس کا کوئی حاسد نہیں ہوگا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تواضع انبیاء کے اخلاق میں سے ہے اور تکبر کافروں اور فرعونوں کا ورثہ ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو فقیروں سے تکبر کرے اس پر اللہ کی لعنت اور جو علماء سے تکبر کرتا ہے اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

خاموشی کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عافیت اور اس کے دس اجزاء ہیں۔ نو جز خاموشی میں ہیں اور دسواں لوگوں سے الگ تھلگ رہنے میں ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر شے میں نجاست ہوتی ہے زبان کی نجاست فضول گوئی اور بکواس ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عالم کا خاموش رہنا عیب ہے اور اس کا کلام کرنا خوبی ہے۔ جاہل کا بولنا عیب ہے اور خاموشی زینت اور خوبی ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایمان کی جڑ اور اصل خاموشی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خاموشی عالم کی زینت اور جاہل کے لئے پردہ اور حفاظت کا سبب ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کئی کلمے ایسے ہیں جو نعمتوں کو سلب کر دیتے ہیں اور کئی ایسے کلمے ہیں جو نعمتوں کے حصول کا سبب بنتے ہیں۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنی زبان کو گونگا بنا لیا۔ ایسے شخص کی عمدہ خوبیوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا حکمت اور دانائی کے دس جز ہیں نو تنہائی میں اور ایک خاموشی میں ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خاموشی حکمتوں کا مجموعہ ہے لیکن اسے اختیار کرنے والے تھوڑے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

کھانے، سونے اور آرام کا بیان

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تین چیزوں سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ نیند کی محبت۔ آرام کی محبت اور کھانے کی محبت۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا میں سیر ہونے کا خواہش مند ہے وہ قیامت میں بھوکا رہے گا اور جو دنیا میں بھوکا رہا وہ قیامت کے دن سیر ہوگا۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے سیر ہونے کے باوجود اور کھایا اس نے حرام کھایا۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بھوکا رہنا عبادت کا مغز ہے یہی اصل بندگی ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو کثرت سے دنیا میں ہنسے گا وہ آخرت میں زیادہ روئے گا۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو قہقہہ لگا کر ہنستا ہے اللہ جبار اس پر لعنت بھیجتا ہے اور جو زیادہ ہنسے وہ اپنے آپ کو دوزخ کا حقدار بناتا ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو زیادہ مذاق کرے گا اس کی غلطیاں اور خطائیں زیادہ ہوں گی۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو زیادہ ہنسنے کا طریقہ اختیار کرے اسے لوگ ذلیل اور کمینہ جانیں گے۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صبح کا سونا رزق میں کمی پیدا کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

فضول ہنسنے کا نقصان

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں زیادہ ہنسنا قبر میں اندھیرا پیدا کرتا ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قہقہہ لگا کر ہنسے اس نے علم کا ایک باب بھلا دیا۔

(۴) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قہقہہ لگا کر ہنستا ہے اس کی عقل پر پردہ ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دلوں کو زندہ رکھو تھوڑا ہنس کر، تھوڑا کھا کر اور اپنے دلوں کو پاکیزہ رکھو بھوک دے کر اس سے ان میں صفائی اور چمک پیدا ہو گی۔

(۶) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن وہ شخص میرے قریب ہو گا جو زیادہ بھوک برداشت کرتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے۔

(۷) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زیادہ کھاتا ہے اسے اس کا عذاب بھی بھگتنا پڑے گا۔

(۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ سونے سے صحت خراب ہو جاتی ہے زیادہ کھانا بھی صحت کے لئے مفید نہیں اور حرام شے میں کبھی شفا نہیں ہوتی۔

(۹) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس لئے باتیں کیں کہ لوگ ہنسیں اللہ تعالیٰ ایسے فضول گو کو آگ میں جلائیں گے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء کا ہنسنا بس تبسم ہی ہوتا ہے اور قہقہے تو شیطان لگاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

بیماری پرسی کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیمار کی بیمار پری کرو۔ جنازہ کے ساتھ جاؤ۔ یہ کام تمہیں آخرت یاد دلائیں گے۔

(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیمار کا حال پوچھنے والا جنت کے باغوں میں ہوتا ہے جب تک واپس نہ لوٹ آئے۔

(۳) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے دن بیمار پرسی فرض ہے اور اس کے بعد سنت ہے۔

(۴) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن بعد تو بیمار پرسی واجب ہو جاتی ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نیک مرد کی بیمار پرسی کی اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے استغفار کے لئے حاضر ہوتے ہیں وہ اس کے ساتھ مریض کے گھر سے نکلتے ہیں وار اس کے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔

(۶) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مریض کی بیمار پرسی کی وہ جنتی اعمال میں مصروف ہو گیا اس کا آنا جانا اور ملاقات کرنا سب جنتی ٹھہرا۔

(۷) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مریض کا حال پوچھنے والا اللہ کی رحمت مین مزے لینے والا ہے جب کہ اس کے پاس ٹھہرتا ہے اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیمار پرسی نہ کرنا بیماری سے بھی سخت

تکلیف ہے۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عیادت بہت مختصر ہونی چاہیے جیسے تھن سے دودھ نکلے اور دوبارہ بھرنے کا وقفہ ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کامل بیمار پرسی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ مریض کے ماتھے پر رکھے اور کہے آپ کا کیا حال ہے؟ اور کامل سلام مصافحہ یا ہاتھ ملانا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

موت کی فضیلت

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا موت کا ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب دوست سے ملاتا ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا موت کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) موت العلماء یہ ایک عظیم صدمہ اور نقصان ہے۔ (۲) موت الاغنیاء یہ حسرت ناک قصہ ہے۔ (۳) موت الامراء بادشاہوں اور حاکموں کی موت یہ ایک آزمائش ہے۔ (۴) موت الفقراء میں راحت اور آرام ہے۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا خبردار اولیاء اللہ کبھی فوت نہیں ہوتے وہ تو ایک گھر سے دوسرے منتقل ہوتے ہیں۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اچھی موت مومن کے لئے راحت کا سبب ہے۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا علماء کی موت دین میں اندھیرا ہونے کا سبب ہے۔

(۶) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ کٹ جاتا ہے مگر تین شخص اس سے محفوظ ہیں۔(۱) صدقہ جاریہ والے (۲) نافع علم کے مالک (۳) جس کا نیک بیٹا اس کے لئے دعا کرے۔

(۷) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لذتوں کو توڑنے والی موت کو یاد کرتے رہو۔ عرض کیا گیا لذتوں کو توڑنے والی کون ہے؟ فرمایا۔ موت اور یہ فقرہ تین مرتبہ دہرایا۔

(۸) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا راہ چلتا مسافر اپنے آپ کو قبروں والوں میں شمار کرو۔

(۹) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عالم فوت ہو جاتا ہے تو اس پر زمین اور آسمان والے ستر دن روتے رہتے ہیں۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عالم کی موت پر غم نہیں کرتا وہ منافق ہے اور فقرہ تین مرتبہ دہرایا وہ منافق ہے۔ وہ منافق ہے۔ وہ منافق ہے۔

(۱۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرنے والا مر جاتا ہے فرشتے کہتے ہیں کیا لے کر آیا ہے اور لوگ پوچھتے ہیں کیا چھوڑ کر آیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حالاتِ قبر

(۱) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اپنی قبر میں ایسے ہے جیسے کوئی سرسبز باغ میں ہو اور یہ قبر اس کے لئے ستر ہاتھ وسیع کر دی جاتی ہے اور وہ ایسی

روشنی ہوتی ہے جیسے چودھویں کا چاند۔

(۳) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کو معلوم ہو جائے کہ عذاب قبر کیسا ہے تو انہیں دنیا کی زندگی بالکل پسند نہ آئے لہٰذا تم اللہ کریم سے خطرناک اور بوجھل قبر کے عذاب سے پناہ حاصل کرتے رہو۔

(۴) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے کی قبر کے پاس سے گزرے جو اسے دنیا میں جانتا تھا اور اسے سلام کہے وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے جیسے اسے دنیا میں جانتا تھا۔

(۵) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان قبرستان میں کسی بھی قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ کہتے ہیں اے غافل اگر تو جان لے جو کچھ ہم جان رہے ہیں تو تیرا گوشت تیرے جسم میں گل جاتا اور تیرا خون تیرے بدن پر پھیل جاتا۔

(۶) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مومن بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اسے بٹھایا جاتا ہے تو اسکے گھر والے قریبی رشتہ دار۔ اس کے دوست وار اس کے بیٹے دردمندی سے یہ کہتے ہیں اے میرے سردار۔ اے ہمارے شریف اور معزز۔ اے ہمارے امیر اور قائد تو فرشتہ اسے کہتا ہے سن لو وہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں تو وہاں سردار تھا تو ان میں شریف اور معزز تھا تو ان کا امیر اور قائد تھا تو فوت ہونے والا یوں کہتا ہے کاش یہ لوگ ایسا نہ کہتے پھر اسے دباتا ہے تو اس کی پسلیاں پنجر کی ہڈیوں میں مل جاتی ہیں (اللہ کریم قبر کے عذاب سے بچائے)۔

(۷) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا

کتنے خوبصورت چہرے ہیں اور کتنے صحیح سالم جسم ہیں کتنی فصیح اور بلیغ زبانیں ہیں جو آگ کے مختلف طبقوں میں چیخ وپکار کر رہی ہیں۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور دنیا کی منزلوں میں سے آخری منزل ہے۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قبر ایک ایسی منزل ہے جس میں اتارا لازمی طور پر ہوگا۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ہمیشہ رہنے والا مقام صبح شام پیش کیا جاتا ہے خواہ وہ جنت کا ٹھکانہ ہو اور اگر وہ دوزخی ہو تو اسے اس کا وہ ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا اصل گھر یہ کام جاری رہتا ہے حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

میت اور نوحہ خوانی

(۱) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نوحہ خوانی جاہلیت کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔

(۲) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نوحہ خوانی کی وہ اللہ تعالیٰ فرشتے اور تمام انسانوں کا دشمن قرار پائے گا۔

(۳) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نوحہ خوانی کرنے والی عورتیں قیامت کے دن کتوں کی طرح بھونکیں گی۔

(۴) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نوحہ خوانی کرنے والی عورتیں قیامت

کے دن اس حال میں آئیں گی کہ وہ مٹی میں لت پت ہوں گی ان کے بال پاگلوں کی طرح بکھرے ہوں گے۔ ان پر آگ کی بڑی بڑی چادریں ہوں گی۔ وہ اپنے ہاتھ سر پر ماریں گی۔ اور کہیں گی ہائے افسوس دنیا میں پیشہ ور عورتیں لوگوں کو رلانے کے لئے اور اپنے پیسے کھرے کرنے کیلئے ایسی حماقتیں کیا کرتی تھیں آخرت میں انہیں ایسا ہی عذاب ملے گا۔

(۵) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے۔ نوحہ کرنے والی عورت پر نوحہ سننے والی پر۔ سر کے بال نوچنے والی پر کپڑے پھاڑنے والی پر۔ اپنے قمیض کا دامن پھاڑنے والی پر جو اپنے جسم پر نشان نام یا بیل بوٹے بنائے۔ واشمہ جو عورت۔ جو عورت پر جو وسم کرائے چیخیں مارنے والی پر جو سر کی مینڈھیاں کھولے اور واویلا کرے۔

(۶) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو وحی کی۔ اے موسیٰ جو میری تقدیر پر راضی نہیں جو میری آزمائش پر صبر نہیں کرسکتا جو میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا اسے چاہیے وہ میری زمین اور آسمان کے درمیان سے نکل جائے اور میرے سوا کسی اور کو اپنا رب بنالے۔

(۷) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صبر مصیبت کے وقت نوسو درجے رکھتا ہے۔

(۸) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک گھڑی صبر کرنا دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے۔

(۹) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صبر چار وجہ سے ہوتا ہے (۱) فرائض کی ادائیگی کے لئے محنت، مشقت پر صبر کرنا (۲) مصیبت کے وقت صبر کرنا (۳) لوگوں سے تکالیف اٹھا کر صبر کرنا (۴) غریبی اور فقیری پر صبر کرنا۔

فرائض پر صبر توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔ مصیبت پر صبر ثواب کا کام ہے۔ لوگوں کی تکلیف پر صبر کرنے سے محبت ملتی ہے۔ غریبی پر صبر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

(۱۰) حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کسی شخص پر کوئی مصیبت آئے خواہ وہ اس کے بدن پر ہو یا مال پر یا اولاد پر وہ اس مصیبت کو صبر جمیل سے برداشت کر جائے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے حیا کھائے گا اور اس کے لئے نہ میزان لگائے گا اور نہ اس کا نامہ اعمال کھولا جائے گا۔ کام جتنا مشکل تھا اجر اس سے بے حد زیادہ ملا۔

اللہ کریم تیرا شکر ہے کہ میں نے تیری توفیق سے اس حصہ کا ترجمہ جو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لباب الحدیث کے نام سے جمع فرمایا تھا۔

اگرچہ اس کی تفصیل ساتھ بھی درج تھی اور اس کے علاوہ مزید وضاحت لکھی جا سکتی تھی لیکن سر دست وقت کے قلت کے پیش نظر یہ حصہ لکھا گیا ہے۔ اللہ کریم اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ غلطیاں معاف فرمائے۔ او توفیق بخشے کہ ان احادیث مبارکہ سے ملتی جلتی جو روایات میسر آئیں ان کو بھی ترجمہ کی صورت میں احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو۔

ربنا تقبل من ان ك انت السميع العليم وصلى الله على النبى الكريم واله واصحابه اجمعين۔

اهدنا الصراط المستقيم

دعا رب العالمین

الحمدللہ بندہ ناچیز حقیر نے یہ دوسری جلد رسائل سیوطی کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہ مترجم تمام رسائل میری ذاتی لائبریری میں موجود تھے جو آپ کے ہاتھ میں ہیں اور پہلی جلد کے رسائل حضرت پیر سید ظفر علی شاہ مہروی شیخ الحدیث جامع غوثیہ مہریہ لودھراں نے میری خواہش اور عرض پر ترجمہ کیے اور کچھ رسائل پہلے حضرت صاحب ترجمہ کر کے رکھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ اس کام کو کرنے کا مقصد صرف اہل علم اور عام حضرات تک اسلاف کی کتب کو اردو زبان میں لانا ہے۔ اور ان کے عقائد ونظریات پھیلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول کرے اور قبر و حشر میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على حبيبه سيدنا محمد وآله وصحبه واهل بيته وبارك وسلم۔

گدائے اہلِ بیت

محمد عبدالاحد قادری

گوگڑاں تحصیل وضلع لودھراں

حال مقیم: خطیب جامع مسجد نقشبندیہ

مجددیہ، تکیہ محمود شاہ سانده خورد، لاہور

۲ صفر ۱۴۳۶ھ بمطابق 5 دسمبر 2013ء

0300-4288176

رزق اور زندگی

بڑھنا اور گھٹنا

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا حضور بخش چشتی فخری

ترتیب نو

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

عرض مترجم	719
عمر اور رزق میں اضافہ کیسے ہوگا؟	721
اچھے اخلاق سے عمر اور رزق بڑھتا ہے	722
صلہ رحمی سے عمر بڑھتی ہے	722
حج عمرہ اکٹھے کرو کیونکہ اس سے غریبی ختم ہوتی ہے	723
صدقہ بُری موت سے بچاتا ہے	724
نیکی عمر بڑھاتی ہے گناہ رزق ختم کرتا ہے	724
للہ در القائل	725

عرضِ مترجم

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اِس عظیم کام میں اٹھانے کی توفیق بخشی اور یہ استاد المدارس شیخ الحدیث والتفسیر علامہ مولانا ابوالعطاء شاہ محمد دامت برکاتہم العالیہ کی مشفقت اور والدین کی دعاؤں کا اثر ہے اور یہ خوش قسمتی ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے دو رسائل کا ترجمہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مولانا علامہ حافظ عبدالاحد قادری لاہور دامت برکاتہم العالیہ نے ہی حکم فرمایا کہ اس تحفہ سیوطی کا ترجمہ کروں۔ ناچیز نے تدریسی، تقریری وغیرہ مصروفیات کے باوجود حضرت مولانا کے حکم کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اس وقت ہم جامعہ محمدیہ فریدیہ انوارالاسلام نزد لاری اڈا (لودھراں) کے دارالافتاء میں تھے اور ساتھ ساتھ اشارۃً کنایۃً ترجمہ کرنے کی صورت بھی بیان فرما دی۔ حضرت قبلہ استاذیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے 'کتاب الشماریخ فی علم التاریخ' کا ترجمہ فرمایا اور حضرت مولانا مفتی ظہور احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے 'کشف الصلصلۃ عن وصف الزلزلۃ' کا ترجمہ فرمایا۔ آخر میں دعا ہے کہ ان تراجم کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ ناچیز کے ترجمہ میں کوئی غلطی ہو تو معاف فرمائے اور انہیں ذریعہ نجات بنائے۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وانا العبد الضعیف المفتقر الی ربہ القوی المغنی الحافظ

حضور بخش الچشتی الفخری غفرلہٗ

خادم التدریس بالجامعۃ المحمدیۃ الفریدیۃ انوارالاسلام

لودھراں پنجاب

5 جون 2010ء

در ماہ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ، بروز ہفتہ

بسم الله الرحمن الرحیم

وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے اور سلام اس کے چنے ہوئے بندے پر (ہو)۔ اللہ تعالیٰ کے قول:

لکل احل کتاب یمحوا الله مایشاء ویثبت وعندہ أم الکتاب۔

ترجمہ کنزالایمان: ہر وعدہ کی ایک لکھت ہے، اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے کے بارے پوچھے گئے رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت ابن جریر اور حضرت ابن مردویہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں حضرت کلبی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول یمحو اللہ کے بارے کہ اللہ چاہے تو رزق گھٹا دے اور چاہے تو بڑھا دے اور چاہے تو موت کا وقت ختم کر دے اور چاہے تو بڑھا دے تو آپ سے کہا گیا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی؟ تو فرمایا حضرت ابو صالح نے حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب انصاری نے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کی۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت (یمحوالله الی آخرہ) کا مفہوم دریافت کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اے علی) اس آیت (یمحوالله) کی تفسیر سے (ضرور) تیری آنکھ (بھی) ٹھنڈی کروں گا اور اپنی امت کی آنکھیں بھی ٹھنڈی کروں گا۔ صدقہ کو صحیح مصرف (خرچ کرنے کی جگہ) پر خرچ کرنا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ بھلائی کرنا۔ یہ ایسے اعمال ہیں جو بدبختی کو نیک بختی سے بدل دیتے ہیں اور عمر میں زیادتی کرتے

ہیں یعنی عمر میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں اور بُرے انجاموں سے بچاتے ہیں۔

عمر اور رزق میں اضافہ کیسے ہوگا؟

حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے "یمحوا اللہ مایشاء ویثبت" کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کو لیلۃ القدر کی رات نازل فرماتا ہے، تو جو چاہے عمروں، اور رزق، اور تقدیر وغیرہ میں سے مٹا دیتا ہے سوائے شقاوت (بدبختی) اور سعادت (نیک بختی) کے۔ کیونکہ یہ دونوں ثابت رہتی ہیں یعنی ان کو نہیں مٹاتا۔

حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔ اسی آیت کے بارے میں فرمارہے تھے کہ جو چاہو ختم کرو اور جو چاہو اُمید میں بنالو (یعنی) اگر چاہو تو اس میں اضافہ کرلو اور اگر چاہو تو کم کرلو تم۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ بات پسند کرے کہ اس کا رزق کشادہ (وسیع) کر دیا جائے اور اس کے مقررہ وقت میں تاخیر کر دی جائے، تو وہ صلہ رحمی کرے۔

حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر کو زیادہ کر دے اور رزق میں وسعت کر دے اور دعا قبول کر لے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ بات پسند کرے کہ اس کا رزق وسیع کر دیا جائے اور اس کی موت میں دیر

کردی جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

اچھے اخلاق سے عمر اور رزق بڑھتا ہے:

حاکم اور امام بیہقی شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عقبہ کیا میں دنیا اور آخرت والوں کے افضل اخلاق کی خبر نہ دوں فرمایا جو شخص تجھ سے تعلق ختم کرے تو اسے دے جو تجھ سے ظلم کرے تو اسے معاف کر (کیا خبر نہ دوں اس بات کی کہ) جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اس کی عمر زیادہ کردی جائے اور رزق وسیع کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ رشتے داروں سے تعلق جوڑے۔

امام بیہقی نے روایت کیا کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی کرو اور اخلاق اچھا کرو (کیونکہ) وہ دونوں گھر آباد کرتے ہیں اور عمر بڑھاتے ہیں۔

صلہ رحمی سے عمر بڑھتی ہے:

امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے رب سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے تو اس کی عمر بڑھادی جائے گی اور اس کا حال اس کے اہل کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص موت میں تاخیر ہونے اور زیادتی عمر میں خوشی کرتا ہے تو اسے چاہیے اللہ رب العالمین سے ڈرنے اور صلہ رحمی کرے اور حضرت معمرو فرماتے ہیں، میں نے حضرت عطاء خراسانی کو فرماتے ہوئے سنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے اور حضرت امام بیہقی فرماتے ہیں اس کے ایراد کے بعد حضرت حلیمی نے بھی اسی کے ہم معنی بیان فرمایا۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ فرمائے

کہ جب بندہ صلہ رحمی کرے تو وہ کئی سال واضح زندگی گزارے اور جب قطع رحمی کرے تو اس سے کم زندگی گزارے تو زندگی کا گزر اسی پر محمول ہے اور اس میں گفتگو بھی لمبی چوڑی ہے اور مخفی بھی نہیں ہے۔ العد دین بعیش انتہی۔

امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تورات شریف میں ہے جو شخص زندگی کا لمبا (طویل) ہونا اور رزق کا زیادہ ہونا پسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے نسبوں (خاندانوں) کو یاد رکھو جس سے تم اپنے رشتوں کو جوڑو، کیونکہ رشتے جوڑنا اصل میں محبت پیدا کرتا ہے (صلہ رحمی اہل میں محبت پیدا کرنے کا سبب ہے) اور مال میں کثرت (اور برکت) پیدا کرتا ہے اور موت میں تاخیر کرتا ہے یعنی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

حج عمرہ اکٹھے کرو کیونکہ اس سے غریبی ختم ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبارک اور عمرہ شریف کو ملا کر کرو یعنی ساتھ ساتھ کرو۔ کیونکہ وہ دونوں (حج وعمرہ) غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹادیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کی میل کو مٹادیتا ہے۔

فائدہ:

ایک اور نسخے میں مجھے اسی روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ملے اور میں نے ترجمہ انہیں الفاظوں کے مطابق کیا، عبارت یہ ہے۔ فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديث۔ الله ورسوله اعلم بالصواب۔

حافظ حضور بخش الچشتی الفخری

صدقہ بُری موت سے بچاتا ہے:

امام طبرانی نے حضرت عمرو بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً صدقہ چٹیل میدان ہے جو عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔

امام طبرانی نے اوسط میں نقل کیا کہ حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکی صناعت کرو۔ اور بُرائی صناعت کرنے سے اجتناب کرو (یعنی نیکی کرو اور بُرائی سے بچو) اور خفیہ صدقہ رب کی ناراضگی کو ختم کر دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر کو بڑھا دیتی ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیکیاں تیار کرو اور بُرے انجام سے بچو اور مخفی صدقہ کرنا رب تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر کو بڑھاتی ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا مخفی صدقہ دینا رب تعالیٰ کے غضب (ناراضگی) کو ختم کر دیتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے اور بُرے انجام سے بچنا نیکی ہے۔

نیکی عمر بڑھاتی ہے گناہ رزق ختم کرتا ہے:

احمد، نسائی اور ابن ماجہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک انسان گناہ کرنے کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور دعا تقدیر کو رد کر دیتی ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے۔

لله در القائل

دروازے پر رُک جا تو عنقریب دروازہ کھول دیا جائے گا

تیرے رُکنے کے سبب کوئی سختی نہیں ہو گی

صبح اور شام کھٹکھٹانا لازمی ہو گا

اور یقیناً کریم لمبے وقتوں میں معتاب (عتاب کرنے والا) ہوتا ہے

یعنی آنے والا دیر سے آئے تو کریم (مہربان) ناراض ہوتا ہے۔

الہ کا دروازہ وہ ہے جو اس کے ارادہ کرنے والے کو داخل ہونے سے نہیں روکا جاتا اور نہ واپس لوٹاتا ہے اس کو دربان۔ نا اُمید نہ ہو اگرچہ ظلم لمبا ہو۔ پس تحقیق لوگ ظلم کیے جاتے ہیں حالانکہ وہ (لوگ) باطن میں دوست ہوتے ہیں۔ اور بہت سے نوجوان مسافر جنکی دعا مقبول ہوتی ہے اور ان کے لئے قرب و کشادگی (فراخی) ہوتی ہے۔ اس معبود سے مانگ جو اپنے سائل کو خالی نہیں لوٹاتا اور اس سے فضل کا ہبہ طلب کر تو وہ (وہاب) بہت ہبہ کرنے والا ہے۔ اے میرے پروردگار ہمارے لیئے ہر اسباب کی آسانی فرما (یعنی کل اسباب مہیا فرما) اور اسباب اور ابواب سعادتوں کے لئے (مہیا فرما) اور ہماری توبہ قبول فرما اور ہم پر اپنے فضل کو موجود فرما۔ پس اے میرے رب تو غفار اور وہاب ہے۔ اس کے علاوہ۔ خواہش کے مرتکب ہونے پر مجھے کہہ دیجئے۔ اگر تو سلامتی میں طمع کرتا رہتا ہے تو مخالفت کر تو اپنی خواہشات سے توبہ کر تو اور پالے گا تو اور استقامت کا راستہ پکڑ۔ پس ہمارے نزدیک استقامت یہ ہے کہ پالے تو اس سے ہر کرامت، اور اگر تو میری نصیحت قبول کرلے، پس تو قیامت تک ضرور سعادت مند رہے گا۔

ما العبد یغرب بالعصٰی- والحر تکفیه الملامة

پس بندہ نافرمانی کے سبب ڈوب جاتا ہے اور آزاد کو ملامت کافی ہے۔

تمت بالخیر

حسبنا اللہ ونعم الوکیل- نعم المولیٰ ونعم النصیر

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے اور اس میں کوئی غلطی ہو تو معاف فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

حافظ حضور بخش چشتی فخری، آستانہ عالیہ بھوگی شہید رحمۃ اللہ علیہ

جلال پور پیروالہ

ریح النسرین فیمن عاش من الصحابه مائة وعشرین

طویل عمر کے لوگ

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا حضور بخش چشتی فخری

ترتیب نو

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ 729
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ 729
حضرت حمنن بن عوف رضی اللہ عنہ 729
حضرت حویطب رضی اللہ عنہ 729
حضرت سعد بن ایاس رضی اللہ عنہ 730
طویل عمر کے صحابہ اور دیگر حضرات 730

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ریح النسرین فیمن عاش من الصحابة مائة وعشرین" اس رسالہ میں ان صحابہ کرام کا ذکر ہے جن کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

(۱) حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن حرام، آپ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے اور بعض نے فرمایا ابوالحسام ہے اور بعض نے فرمایا ابوالولید ہے، آپ انصاری ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہیں، آپ کی عمر شریف ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہوئی۔ ساٹھ (٦٠) سال جاہلیت میں اور (٦٠) سال اسلام میں اور آپ کے باپ، دادا، پردادا کی عمر بھی اسی طرح تھی، آپ کی زبان مبارک پیشانی کی طرف اتصال کر سکتی تھی، آپ کے باپ، دادا کی بھی اسی طرح، آپ کے بیٹے کا نام حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) ہے اور اسی کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں پہچانتا۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ:

(۲) حضرت حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، کعبہ شریف میں آپ کی ولادت ہوئی، اسلام لائے یوم الفتح والے سال آپ نے بھی ۱۲۰ سال زندگی گزاری، سو غلام جاہلیت میں آزاد کیے اور سو اسلام میں آزاد کیے۔

حضرت حمنن بن عوف رضی اللہ عنہ:

(۳) حضرت حمنن بن عوف، آپ حضرت عبدالرحمان کے بھائی ہیں، آپ کی عمر بھی (۱۲۰) سال ہوئی اور آپ نے صرف تین احادیث کی روایت کی۔

حضرت حویطب رضی اللہ عنہ:

(۴) حضرت حویطب اور بعض نے خوط کہا اور بعض نے حویط کہا۔ کنیت ابو محمد

یا ابوالاصبع بن عبدالعزی بن ابی قیس ہے۔ یوم الفتح والے سال اسلام لائے، آپ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہوئی۔ ۶۰ سال (زمانہ) جاہلیت میں گزاری اور ۶۰ سال اسلام میں گزاری۔

حضرت سعد بن ایاس رضی اللہ عنہ:

(۵) حضرت سعد بن ایاس ابوعمرو بن ایاس الشیبانی البکری، آپ سے اسماعیل بن ابی خالد نے روایت کی اور اس وقت آپ کی عمر ایک سو سترہ (۱۱۷) سال تھی۔

طویل عمر کے صحابہ اور دیگر حضرات:

(۶) حضرت سعد بن جنارہ العوفی رضی اللہ عنہ نے ۱۲۰ سال کی عمر گزاری۔

(۷) حضرت سعید، وہ ابو ہوزہ بن یربوع رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ۶۰ سال (زمانہ) جاہلیت میں اور ۶۰ سال اسلام میں۔

(۸) حضرت ابوشداد العمانی رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۱۲۰ سال تھی۔

(۹) حضرت عاصم بن عدی بن الحد بن عجلان رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے بھیجا اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاتا ہے۔ آپ نے بھی اسی طرح زندگی گزاری۔

(۱۰) حضرت عبد ابن محمد، وہ ابوعمار بن زید ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ابومحمد الکوفی ہیں، آپ نے بھی اسی طرح زندگی گزاری۔

(۱۱) حضرت الحلاج رضی اللہ عنہ آپ ۵۰ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۱۲۰ سال تھی۔

(۱۲) حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ آپ کی کنیت ابومسور بن نوفل بن اہب تھی۔ فتح والے سال اسلام لائے۔ ۱۲۰ سال کی عمر ہوئی اور بعض نے فرمایا ۱۲۵

سال کی عمر ہوئی۔

(۱۳) حضرت نافع بن سلمان العبدی رضی اللہ عنہ جو منذر کے مولی ہیں، آپ کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی۔

(۱۴) حضرت نابغہ الجعدی وہ ہیں جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایفضض الله فاك فما سقطت له سن۔ (اور) شفا میں فرمایا کہ آپ کی عمر شریف ایک سو بیس سال ہوئی، اور وہ وہم ہے اور بے شک آپ کی عمر دو سو بیس سال ہوئی۔ ابن قتبہ نے اعانی میں نقل کیا اور فرمایا اس کا انکار ہے کیونکہ عمر کی علامتوں میں ایک علامت یہ ہے کہ آپ کی ۳ بیویاں تھیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ اپنی ہر ایک بیوی کے پاس کتنا عرصہ رہے تو فرمایا ۶۰ سال تو اسی حساب سے آپ کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال ہوئی پھر بھی عمر شریف لمبی ہوگئی۔ حضرت زبیر کے دنوں کی طرف آخر میں ان تمام ناموں کو نظم میں جمع فرمایا تو کہہ دیا۔

وقد عاش من صحب النبی جماعة — الی منتهی العمر الطبیعی قاعدد
حکیم وحسان حویطب حمنن — سعید بن یربوع وعاصم مع عد
وفخرمة الحلاج نافع نابغه — وسعد هو العوفی وعبد بن محمد
کذالك ابن شداد منتجع فخذ — ففیها تصبانیف حسان لمورد

حافظ حضور بخش قادری
آستانہ عالیہ بھوگی شہید موضع موتھا جلال پور پیروالا ضلع ملتان،
مدرسہ عربیہ فخر الاسلام نزد جلال پور موڑ محلہ بھٹی والا لودھراں

کشف الصلصلہ عن وصف الزلزلہ

زلزلہ کیوں آتا ہے؟

مصنف

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا مفتی ظہور احمد چشتی نصیروی

ترتیب نو

مولانا محمد عبدالاحد قادری

فہرست

زلزلہ کب آتا ہے؟	735
قیامت کب آئے گی؟	736
اُمت کی آسودگی	736
قرب قیامت ذو موتیں ہونگی	737
توبہ قبول ہوگی	738
زلزلے سے دس لاکھ لوگ ہلاک ہوں گے	738
نجد فتنوں کی سرزمین ہے	739
زلزلہ کیوں آتا ہے؟	739
زلزلہ سے اللہ کیا چاہتا ہے؟	742

بسم الله الرحمن الرحیم

وبہ نستعین

کشف الصلصلہ عن وصف الزلزلۃ

ترجمہ: زلزلے کی صفت سے آواز کا ظاہر ہونا۔

تمام تعریفیں اور شکر اللہ تعالیٰ کے لئے اور درود و سلام ہو بہترین نبی کریم ﷺ پر جس کو یہ فائدے مفصلہ دے کر بھیجا تو میں نے ان کا نام ''کشف الصلصلة عن وصف الزلزلة'' رکھا جو ان کی حقیقتوں میں وارد ہوا۔

ابوالشیخ بن لحبان نے کتاب العظمۃ میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب العقوبات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تخریج کی، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو پیدا کیا جسے قاف کہا جاتا ہے۔اس کتاب کا صفحہ ۱۲، ۱۳ نہیں ملا اگر جس بھائی صاحب کو ملے وہ بندہ ناچیز، احقر تک پہنچا دے تاکہ ترجمہ ہو سکے مہربانی فقط والسلام ظہور احمد چشتی نصیروی گولڑوی غفرلہٗ وعفی عنہ ۱۲۔

زلزلہ کب آتا ہے؟

ابن عدی اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بے حیائی ظاہر ہو گی تو اس وقت زلزلے ہوں گے اور جب حاکم ظلم کریں گے تو بارشیں تھوڑی ہوں گی اور جب ذمیوں (وہ کفار جو مسلمانوں کے ملک میں پناہ لیے ہوئے ہیں اُن) سے عہد شکنی کریں گے تو دشمنی ظاہر ہوگی۔

قیامت کب آئے گی؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ علم قبض ہو جائے گا اور زلزلے زیادہ ہو جائیں گے اور زمانے قریب قریب ہو (سکڑ) جائیں گے اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور قتل و غارت زیادہ ہو جائیں گے۔

اُمت کی آسودگی:

امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے تو ہمارے درمیان سے اچانک ایک مرد متوجہ ہو کر عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمت کی آسودگی کی مدت کتنی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، تو سائل نے مجھ پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی سوال تین مرتبہ دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سائل کو میرے پاس لاؤ تو اُس کو آواز دی گئی تو وہ آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی آسودگی کی مدت سو سال ہے، کیا تیرے پاس اس کی کوئی نشانی یا علامت ہے؟ تو اس نے کہا جی ہاں۔ تہمت لگانا، زمین میں دھنسنا، زلزلے آنا اور شیطانوں کا لوگوں سے دور ہونا۔

حاکم نے حضرت ابن حوالہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حوالہ جب تو اختلاف دیکھے تو زمین مقدس (حرم) یقیناً ہلے گی اور یقیناً بہت زلزلے اور مصیبتیں اور بڑے بڑے کام اُٹھیں گے۔

حضرت ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں میری امت کے لئے عذاب

قتل، زلزلے اور فتنے ہیں۔

قربِ قیامت دو موتیں ہونگی:

امام احمد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس نے اس کی تصحیح سلمہ بن نفیل سکونی سے کی وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے درمیان دو موتیں ہیں (۱) سختی (۲) زلزلے کا شروع ہونا۔

حاکم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم سب پر زمین پلٹتی ہے اس سے کچھ لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی بچ جاتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو آزاد (مرض پر) چھوڑ دیتی ہے۔ پھر زمین تمہیں سکون دیتی ہے حتیٰ کہ آزاد لوگ تو شراب پینے لگ جاتے ہیں تو زمین دوبارہ پلٹتی ہے تو کچھ لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ باقی بچ جاتے ہیں اور اس امت کے لئے دوسری بہت ساری آزمائشیں اور زلزلے ہیں، پس اگر یہ توبہ نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن پر دوبارہ زلزلے اور پتھروں کا برسائے گا اور چہروں کو تبدیل کردے گا اور زمین میں دھنسائے گا اور بجلیاں گرائے گا۔ (اعاذنا اللہ ونستغفرك)۔

امام ابن ابی الدنیا نے فرمایا الملاهی کی کتاب میں ہے کہ ہم سے ابوطالب عبدالجبار بن عاصم نے حدیث بیان کی۔ اُن سے مغیرة بن مغیرة نے اُن سے عثمان بن عطاء نے اُن سے اُن کے باپ نے بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میری اُمت میں زمین میں دھنسا اور زلزلے اور بندر بننا اور خنزیر بننا اس قسم کے عذاب ہوں گے۔

توبہ قبول ہوگی:

وہ کہتے ہیں (ابن ابی الدنیا) کہ ہم سے حدیث بیان کی حضرت عبدالجبار بن عاصم نے اُن سے اسماعیل بن عباس نے، اُن سے عقیل بن مورک نے، اُن سے زاہریہ نے ان سے جبیر بن نضیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اپنے اہل (باشندوں) سے پناہ مانگتی ہے اور مانگتی رہے گی یہاں تک کہ اس کی پشت پر کوئی شہر اور دیہات نہ رہے گا اور اس امت کے آخری لوگ آزمائے جائیں گے زلزلے کے ساتھ، پس اگر توبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرے گا اور اگر حد سے بڑھ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے گا اور جو حد سے گزریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرے گا زلزلے والا اور اگر (تیسری مرتبہ) پھر نا توبہ کریں گے تو توبہ قبول کرے گا۔

اور اگر حد سے گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن پر زلزلے، پتھروں کی بارش، بارش کی کثرت، چہرے کا تبدیل ہونا اور بجلی گرنے کے عذاب نازل فرمائے گا۔

زلزلے سے دس لاکھ لوگ ہلاک ہوں گے:

حضرت علامہ ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے معرفۃ الصحابہ میں فرمایا کہ ہم سے احمد بن حسین بن طلاب دمشقی نے حدیث بیان کی اُن سے ہشام بن عمار نے انہ سے عبد ربہ بن صالح اشعری نے ان سے عروہ بن روہم نے انہوں نے ایک انصاری سے سُنی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایسا زلزلہ ہوگا کہ جس میں دس لاکھ اور بیس ہزار آدمی ہلاک ہو جائیں گے اور اس زلزلہ کو اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے لئے نصیحت اور مومنوں کے لئے رحمت، اور کافروں کے لئے عذاب بنائے گا۔

عبدربہ نے عروہ بن روہم سے انہوں نے ایک انصاری سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یقیناً بہتر لوگوں میں بھی اپنی پناہ کے ساتھ زلزلہ بھیجتا ہوں، پس ان کی ایک مٹھی میں کافر ہے جو اس پر مضبوط قسم (کلمہ شہادت پڑھنے) کی رکاوٹ ہے اور اس کی دوسری مٹھی میں مومن ہے جس کے لئے شہادت ہے۔

نجد فتنوں کی سرزمین ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نجد کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

فائدہ:

قارئین سعودی عرب میں موجودہ دارالحکومت الریاض کا قدیم نام نجد ہے۔

زلزلہ کیوں آتا ہے؟

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند الفردوس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مصر کی خرابی ہاتھی کے کوچوں کی وجہ سے اور حبشہ کی خرابی زلزلوں کی وجہ سے ہوگی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمین اس وقت متزلزل ہوتی ہے جب اُس پر گناہوں کا بوجھ بھاری ہوتا ہے پھر وہ رب جل جلالہ سے ڈر کر جنبش میں آتی ہے۔ وہ جنبش کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے۔

ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ نے اُن کو عمر بن عدنی نے انہوں نے کہا کہ میں نے سفیان سے سنا انہوں نے ابی

نجیح سے انہوں نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اقرار کرنے والوں پر تلوار کے ذریعے سے اور جھوٹوں پر سخت آواز اور زلزلے کے ذریعے سے آتا ہے۔

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم کو ابوکریب نے ان سے ابن یمان نے حدیث بیان کی انہوں نے اشقب سے انہوں نے جعفر سے انہوں نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زمین پر زلزلہ آیا، تو آپ نے زمین سے خطاب کیا کہ قصہ یہ ہے کہ اگر میں تجھ سے کلام کروں تو (تجھ پر) قیامت قائم ہو جائے۔

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی وکیع نے ان سے سوار بن میمون نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے شیخ بشر بن عرب بی نے حدیث بیان کی جو کہ عبدالقیس قبیلہ سے تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سُنا وہ فرما رہے تھے جب سن ایک سو پنتالیس ہوگا تو برجانیہ سمندر جاری ہو جائے گا اور جب سن ایک سو پچاس ہوگا تو برجانیہ سمندر رک جائے گا اور جب سن ایک سو ساٹھ ہوگا تو زمین میں دھنسا اور چہروں کا تبدیل ہونا اور زلزلے ظاہر ہوں گے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن سعود کے بارے میں ذکر کیا کہ آپ نے اس کو منافاۃ سے ظاہر کیا۔

دارمی نے اپنی مسند میں اور ابومحمد بن صاعد نے مسند ابن مسعود میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زمین میں زلزلہ آیا تو اس کی آپ رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آیت میں برکات دیکھتے تھے اور تم اُن میں خوف دیکھتے ہو، ہمارے اثناء میں کہ ہم آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک پیالہ میں رکھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے

درمیان سے پانی نکلنا شروع ہو گیا، تو آپ ﷺ نے آواز دی کہ آؤ پانی کی طرف وضو کرو، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے، پس لوگ آئے اور انہوں نے وضو کیا اور میں نے پینا شروع کیا اور لوگوں نے بھی پیا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی برکت ہے۔

دارمی نے دوسرے طریقے سے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے نجسف کا لفظ سنایا اس کی مثل اور اس حدیث کے آخر میں یہ زیادہ کیا کہ ہم طعام کی تسبیح سنتے تھے حالانکہ کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا تو بعض جلیل القدر صحابیوں میں سے بعض نے مجھ سے اس کی حقیقت پوچھی کہ یہ تو احادیث مبارکہ اور آثار سابقہ اور آیت مقدسہ کے مخالف ہے کیونکہ زلزلۃ ایسی آیت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے ظاہراً آپ کا یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت سے مراد برکات ہیں اور آیت سے مراد تخویف نہیں اور جب سوال حدیث میں وارد ہوا تو میں نے سوچا کہ دونوں معنوں (برکت، تخویف) کے جمع ہونے کی وجہ کیا ہے؟ تو میں نے دارمی شریف کے مستند نسخہ کا مطالعہ کیا اور اس میں لفظ نریٰ کے نون پر میں نے غور کیا تو اشکال وسوال حل ہو گیا، وہ اس طرح کہ نون کے ضمہ یعنی پیش سے پڑھو تو یہ ظن یعنی گمان والا معنی دیتا ہے اور اس جگہ بھی نون کے پیش کے ساتھ ہے اور اگر نون کی فتح یعنی زبر سے پڑھو تو معنی بصارت وبصیرت والا ہوتا ہے یہاں بضم النون ہے تو معنی ہوگا کہ ہم گمان کرتے ہیں کہ آیت میں برکتیں ہیں۔

دوسرا قانون یہ ہے کہ بفتح النون اور مبنی للفاعل ہو (نون کی زبر اور معلوم کا صیغہ ہو) تو دو مفعولوں کی طرف بنفسها متعدی ہوگا اور اگر باب افعال سے ہو تو تیسرے مفعول کی طرف بھی بنفسها متعدی ہوگا، اگرچہ یہاں نہیں ہے۔

تیسرا قانون، اگر بضم النون اور مبنی للمفعول مجرد ہو (نون کی پیش اور مجہول کا صیغہ ہو) تو ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا اور اگر باب افعال سے ہو تو متعدی دو مفعولوں کی طرف ہوگا، اگر تیسرا لفظ منصوب ہو تو وہ حال بن جائے گا مفعول نہیں۔

مثال(۱): يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ضمیر اور برق یہ دونوں مفعول ہیں اور خوفاً وطمعاً یہ حال ہے۔

مثال(۲): نُرَى الْاٰيَاتِ بَرَكَاتٍ۔ اس حدیث مقدسہ میں ضمیر نائب فاعل (مفعول اول) ہے اور آیات مفعول ثانی ہے، برکات حال ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی زلزلہ سے مراد برکت نہیں بلکہ آپ کی مراد کہ لوگوں کی نظر میں عظیم چیز ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی تو بڑی قوت تھی کہ جب اللہ تعالیٰ اُن کو کوئی آیت دیکھاتا ہے تو اس آیت میں برکت دیکھاتا ہے مثلاً پانی کا جاری ہونا اور کھانے کا تسبیح پڑھنا، یہ سب کچھ اِن کے اپنی اصلاح کی وجہ سے تھا۔ اور ان کے بعد والے لوگوں کو اُن کے زمانے کی فساد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن آیات سے عذاب وغصہ دیکھایا مثلاً زلزلہ، زمین میں دھنسنا اور اُن جیسے اور عذاب شامل ہیں۔ (ذرا سوچیے)

زلزلے کے وقت وعظ کرنا اور نماز پڑھنا اور بھلائی کے طریقے اختیار کرنا مستحب ہے۔

زلزلہ سے اللہ کیا چاہتا ہے؟

حضرت ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مصنف میں کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی حضرت حفص رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت لیث رضی اللہ عنہ نے انہوں نے حضرت شہر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ شریف میں زلزلہ آیا تو

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب تم سے اپنی رضا طلب کرتا ہے، تو تم اُس کی رضا کو پورا کرو۔

جیسا کہ دوسری حدیث مقدسہ میں ہے کہ سورج اور چاند یہ دونوں کسی شخص کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوئے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے دو آیتیں ہیں ان کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنی رضا طلب کرتا اور دیکھتا ہے کہ اس سے کون خوف رکھتا ہے؟ اور کون اس کا ذکر کرتا ہے؟ اس حدیث کو بزاز نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی دنیا سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں زمین میں زلزلہ آیا تو آپ ﷺ نے زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے زمین سکون کر اب اس کے بعد تیرے لئے اجازت نہیں۔ پھر آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمہارا رب تم سے اپنی رضا طلب کرتا ہے تم اُسے پورا کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زلزلہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ زلزلہ ایسے نہیں آتا جب تم میں کوئی گھٹیا چیز کا اظہار کرتا ہے تو اس وقت آتا ہے مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر دوبارہ آ جائے تو میں تمہیں کبھی بھی مسکین نہیں بنا سکتا۔ (یعنی میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا)

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں اور بیہقی نے اپنی سُنن میں صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں زلزلہ آیا حتیٰ کہ وہ ختم ہو گیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کیا فرمایا کہ تم نئے کام کرنے میں بہت جلدی کرتے ہو کیونکہ تمہاری عادتیں تمہاری پشتوں سے نکلتی ہیں۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں زلزلہ آیا تو آپ نے زمین پر ہاتھ مارا اور فرمایا اگر وہ

قیامت ہوتی تو اس کی علامتیں ظاہر ہوتیں جو میں نے حضور ﷺ سے سُنی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب قیامت ہو گی تو اُس دن زمین پر کوئی ایسا گز اور بالشت نہ ہو گا مگر وہ بولتا ہو گا۔

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی بشر نے ان سے یزید نے ان سے سعید نے انہوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان، و ما نرسل بالایات الا تخویفا۔ کے تحت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کی وجہ سے جسے چاہتا ہے خوف دلاتا ہے تاکہ وہ اس کی رضا تلاش کریں اور اس کا ذکر کریں اور اس طرف رجوع کریں یعنی توبہ کریں۔

تمت بالخیر

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

قارئین بندہ ناچیز کا یہ پہلا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ میں نے حضرت علامہ محمد عبدالاحد قادری صاحب خطیب لاہور کی فرمائش پر کیا۔ اگر ترجمہ میں کوئی سقم ہو تو براہ کرم مجھے ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس کو درست کر دیا جائے۔

مفتی ظہور احمد چشتی نصیروی گولڑوی

خطیب جامع محمدیہ غوثیہ رضویہ کوٹ سارنگ تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

تکمیل ترجمہ: بروز بدھ ۱۶ جون ۲۰۱۰ء، ۲ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ بوقت صبح ۷ بج کر ۳۴ منٹ پر ترجمہ ختم ہوا بفضلہٖ تعالیٰ۔

جامع مسجد محمدیہ غوثیہ رضویہ کوٹ

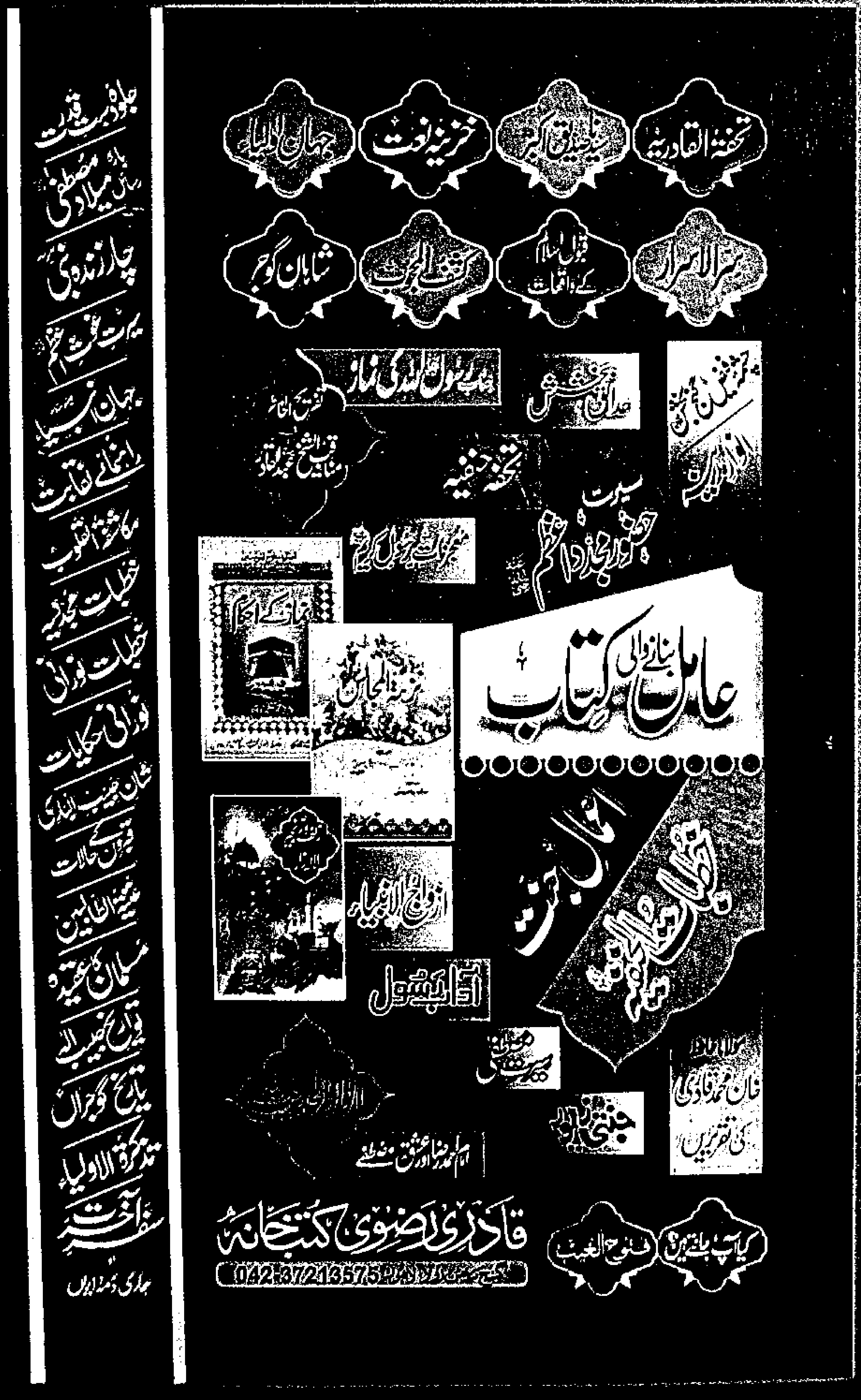

جلوۂ دست قدرت
بارہ رسائل میلاد مصطفیٰ
چار زندہ نبی
سیرت غوث اعظم
جہان انبیاء
راہنمائے نقابت
مکاشفۃ القلوب
خطبات مجددیہ
خطبات نورانی
نورانی حکایات
شان حبیب اللہ
قبر کے حالات
غنیۃ الطالبین
مسلمان کا عقیدہ
تاریخ گوجراں
تذکرۃ الاولیاء
سفر آخرت
ہماری دیگر مطبوعات
تحفۃ القادریہ
سیدنا صدیق اکبر
خزینہ نعت
جمال الاولیاء
سر الاسرار
قبول اسلام کے واقعات
کشف المحجوب
شاہان گوجر
حضور رسول اللہ کی نماز
تحفہ حنفیہ
سیرت حضور مجدد اعظم
معجزات رسول کریم
عامل بنانے والی کتاب
نماز کے احکام
زینۃ المجالس
ازواج الانبیاء
آداب رسول
سیرت مصطفیٰ
جنتی زیور
خان محمد قادری کی تقریریں
امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ
کیا آپ جانتے ہیں
فتوح الغیب
قادری رضوی کتب خانہ
042-37213575